http://ataunnabi.blogspot.in
https://ataunnabi.blogspot.com/

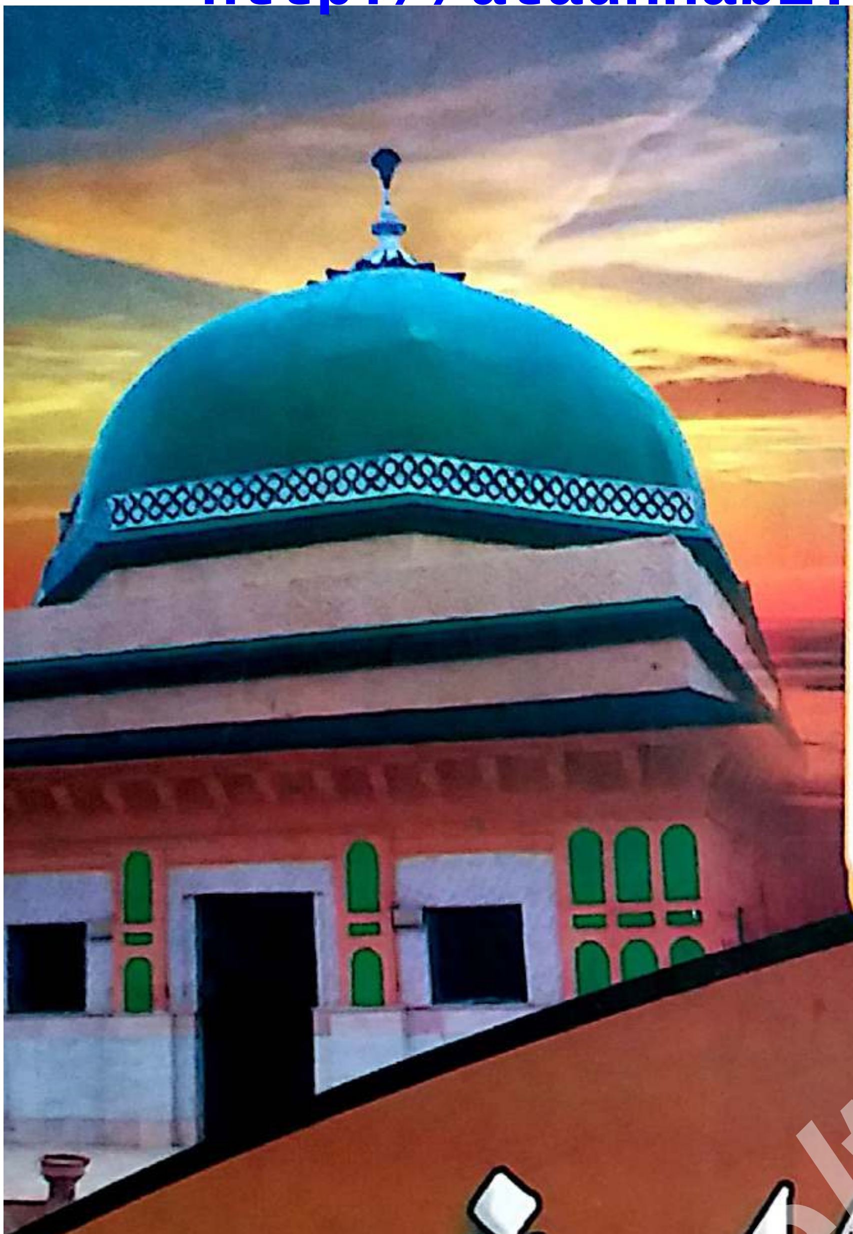

فخر المحدثین سند المحققین
برکۃ المصطفیٰ فی الہند رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شاہ
عبد الحق محدث دہلوی

کے نایاب رسائل و مناقب کا
ایمان افروز علمی مجموعہ

رسائل فخر المحدثین

حضرت مولانا شاہ
عبد الحق محدث دہلوی

مرتب
محمد نعیم اللہ خاں قادری

کتب خانہ امام احمد رضا

https://t.me/tehqiqat
Click For More Books
for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائیل میں فری
حاصل کرنے کے لیئے
ٹیلیگرام چینل لنک
https://t.me/tehqiqat
آرکاریو لنک
https://archive.org/details
/@zohaibhasanattari
بلوگسپوٹ لنک
https://ataunnabi.blogspot
.com/?m=1

طالب دعا۔ زوہیب حسن عطاری

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب .... رسائل فخر المحدثین

از قلم .... حضرت مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی

مرتب .... محمد نعیم اللہ خاں قادری

نظر ثانی .... ریاست علی مجددی

صفحات 480

قیمت .... 400 روپے

تعداد 500

ملنے کے پتے

کتب خانہ امام احمد رضا دربار مارکیٹ لاہور، مکتبہ قادریہ، مسلم کتابوی
والضحیٰ پبلیکیشنز، کرمانوالہ بک شاپ، چشتی کتب خانہ، دارالعلم پبلیکیشنز
ہجویری بک شاپ، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، نوریہ رضویہ پبلیکیشنز، نشان منزل دارلنور
صراط مستقیم پبلی کیشنز (دربار مارکیٹ لاہور)، مکتبہ اہلسنت مکہ سنٹر لاہور
نظامیہ کتاب گھر زبیدہ سنٹر لاہور، مکتبہ قادریہ، مکتبہ الفرقان
مکتبہ تنظیم الاسلام گوجرانوالہ، مکتبہ نظامیہ، جامعہ نظامیہ نبی پورہ شیخوپورہ،
مکتبہ جلالیہ صراط مستقیم، رضا بک شاپ گجرات، مکتبہ رضائے مصطفےٰ
فیضان مدینہ کھاریاں، مکتبہ الفجر سرائے عالمگیر، اہلسنہ پبلی کیشنز دینہ
مکتبہ ضیاء السنہ، فیضان سنت، مہریہ کاظمیہ ملتان، احمد بک کارپوریشن
اسلامک بک کارپوریشن، مکتبہ غوثیہ عطاریہ، مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی
مکتبہ اویسیہ رضویہ، مکتبہ مثنویہ بہاولپور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست رسائل

فخر المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی
حیات .... خدمات ...... نظریات
صفحہ نمبر ۶ تا صفحہ ۶۲

نور العقائد ترجمہ اردو تکمیل ایمان
صفحہ نمبر ۶۳ تا صفحہ ۲۱۷

اُصول حدیث
صفحہ نمبر ۲۱۹ تا صفحہ ۲۵۴

لباس کی سنتیں اور آداب
صفحہ نمبر ۲۵۵ تا صفحہ ۳۱۵

عظمت الٰہی
صفحہ نمبر ۲۱۷ تا صفحہ ۳۲۴

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ذکر و فکر
صفحہ نمبر ۳۲۵ تا صفحہ ۳۴۲

جبر و قدر
صفحہ نمبر ۳۴۳ تا صفحہ ۳۶۲

حقیقت عملیات و وظائف
صفحہ نمبر ۳۶۳ تا صفحہ ۳۶۸

تکمیل الحسنات ترجمہ تحصیل البرکات
صفحہ نمبر ۳۶۸ تا صفحہ ۳۸۰

حقیقۃ السماع ترجمہ قرع السماع
صفحہ نمبر ۳۸۱ تا صفحہ ۴۰۷

سوانح حیات غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ
صفحہ نمبر ۴۰۸ تا صفحہ ۴۴۴

حالاتِ زندگی حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ
صفحہ نمبر ۴۴۵ تا صفحہ ۴۷۰

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

قدس سرہ العزیز

حیات | خدمات | نظریات

مولانا محمد عارف اللہ خاں قادری مصباحی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ اوّل

عشق و عرفان کی دنیا میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مہر درخشاں ہیں آپ کی ذات ستودہ صفات نے نہ صرف برِ اعظم ایشیا کو علم و آگہی کی دولت سرمدی سے بہرہ ور کیا بلکہ عالم اسلام آپ کی گرانمایہ علمی خدمات سے مستفیض ہوا۔ آپ نہ صرف ایک سچے عاشقِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں بلکہ آپ عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک نامور مبلغ کے ناطے سے بھی شہرت رکھتے ہیں۔ آپ کو بارہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اکابر صحابہ اور اہلِ بیت مصطفےٰ کی نامور شخصیات کے دیدار فیض بار سے متعدد دفعہ مشرف ہوئے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے نورانی قلم نے عربی و فارسی میں گلشنِ حدیث کی آبیاری اس انداز سے فرمائی کہ برِ اعظمِ ایشیا میں پہلے محدث ہونے کی سعادت سے معروف ہوئے ذرا تصور تو کیجیئے جب اس خطہ کی سرکاری و عوامی زبان فارسی ہوگی، اور علوم و فنون کی سرپرستی حکومت وقت اپنے لئے سعادت خیال کرتی ہوگی۔ ہر علم و فن کے ہزاروں ماہر موجود ہوں گے۔ اس علمی دور میں مسندِ حدیث پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کس شان سے سجتے ہوں گے۔ جو نہ صرف محض قال اللہ و قال الرسول ہی زبان پر لانے والے تھے بلکہ وہ روحِ حدیث کے بھی شناور اور ایک ایک جزو پر عامل تھے۔ دشمنانِ رسولِ انام سے قلمی جہاد میں عالمِ اسلام کی قیادت جن عالی قدر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہستیوں کے حصہ میں آئی ان میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ذات بابرکات کا نام نمایاں نظر آتا ہے۔ ماضی قریب میں آپ کے اس مشن کو بامِ عروج تک پہنچانے میں حضرت علامہ شیخ محمد یوسف النبہانی اور امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہما الرحمۃ نے نمایاں کردار انجام دیا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے عظیم مجدد تھے۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ آپ کے ہمعصر اور ہم مسلک تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے بدعات و منکرات کا توڑ کیا۔ مذہب پر جہانگیری گرفت کی مکروہ دیواریں منہدم کیں اور مکتوبات گرانمایہ سے تبلیغی مشن کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے مسندِ حدیث کو زینت بخشی رہتی دنیا کے لئے نامور تلامذہ کی فوج تیار کرنے کے ساتھ ساتھ شروحِ حدیث لکھ کر مسلمانوں کو عظیم علمی سرمایہ کا وارث بنایا۔ آپ کے بعد برِ اعظم ایشیا میں شہرت پانے والے محدثین آپ ہی کے فیوض و برکات کا ثمرہ تھے۔ آپ نے اپنی علمی و قلمی خدمات سے سیرت و کردار کے جہاں آباد کئے۔ تصوف و احسان کی راہیں آسان کیں۔ علوم و فنون کے ذخیرے تقسیم کئے۔

آج انہی کی یاد تازہ کی جا رہی ہے۔ آپ کی بلند پایہ اور ناقابل فراموش شخصیت پر حضرت مولانا محمد عارف اللہ قادری زید مجدہٗ نے ایک نہایت جاندار مقالہ لکھا جسے پاک و ہند کے ممتاز علماء نے بنظرِ استحسان دیکھا۔ مرکزی مجلسِ رضا کے اربابِ حل و عقد نے اسے بڑی اہمیت دی۔ مجلس شوریٰ نے اس کی اشاعت کا فیصلہ کیا۔ حسنِ اتفاق کہ محترم جناب سید اعجاز احمد صاحب مالک فرید بکسٹال لاہور نے مقالہ کی اہمیت کے پیشِ نظر مستقل اشاعت کی حامی بھر لی۔

جناب سید اعجاز احمد صاحب ایک ایسے راسخ العقیدہ انسان ہیں جن کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دل میں سُنیت کی تبلیغ کا بے پناہ جذبہ پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موصوف نے اپنے ادارہ سے ایسی کتب کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا ہے جن سے مسلک کی نمایاں ترجمانی ہوتی ہو۔ خاص و عام فائدہ اٹھائیں اور پڑھے لکھے طبقہ میں انفرادی خوبیوں کے باعث قبولیت پائیں۔ چنانچہ آپ نے ایک قلیل مدت میں سلطان الواعظین حضرت مولانا الحاج ابوالنور محمد بشیر احمد صاحب کوٹلی لوہاراں کی جملہ تصانیف بڑے خوبصورت انداز میں شائع کر کے اپنے مکتبہ کو ناشرین کی پہلی صف میں بڑی کامیابی سے لے آئے ہیں۔ ان کی محنت، حسن کارکردگی اور اشاعت کی نمایاں خوبیوں کا یگانے بیگانے اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ یہ ان کی بلند ہمتی اور عالی حوصلگی کی نشانی ہے۔ ورنہ بیک وقت بیسیوں کتابوں کا مارکیٹ میں لانا مشکل ترین امر تھا۔

بشارتِ عظمیٰ جناب سید اعجاز احمد کے ذوق اشاعت کی بات جب نوک قلم پر آہی گئی ہے تو ایک ایمان افروز بشارت کا سنانا بھی ضروری ہے وہ یہ کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی شہرۂ آفاق اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کامل چہار جلد فارسی سے اردو میں منتقل ہو کر بہت جلد مارکیٹ میں آرہی ہے اس نہائت مستند اور تاریخی شرح کا اردو ترجمہ حضرت مولانا علامہ محمد سعید صاحب نقشبندی خطیب اعظم جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کر چکے ہیں۔ پہلا حصہ چند روز تک شائع ہوا چاہتا ہے۔ باقی حصص کی کتابت جاری ہے۔ انشاء اللہ العزیز حضرت داتا گنج بخش لاہور اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہما الرحمۃ کی نگاہِ خصوصی سے عاشقانِ مصطفےٰ کے لئے یہ ترجمہ سرمایۂ افتخار ہوگا۔ اسلام و سُنیت کی اس عظیم خدمات انجام دینے پر ہم ناشر و مترجم کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حرفِ آخر

اِس مختصر مگر جامع تصنیف کے جواں سال مصنف مولانا محمد عارف اللہ صاحب قادری فاضل الجامعۃ الاشرفیہ مبارک کی خدمت میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ جنھوں نے اپنے راہوارِ قلم کو حضرت شیخ عبد الحق دہلوی الیسی باکرامت شخصیت کے وسیلہ سے چلانے کی سعی مسعود فرمائی، اور بڑی کامیابی کے ساتھ اس موضوع پر پورے اترے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ موصوف قلمی میدان میں بڑی خوبصورتی سے نام پیدا کریں گے اور جہاں کہیں بھی الجھن پیدا ہوتی نظر آئے گی۔ وہاں حضرت محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی روحانی قوت اپنے اس عاشقِ صادق کی یقیناً رہنمائی فرمائے گی۔

مولانا محمد عارف اللہ قادری اگر اپنے اساتذہ کرام خصوصاً حضرت مولانا محمد احمد صاحب اعظمی مصباحی، علامہ لیٰسین اختر اعظمی، مولانا افتخار احمد قادری، مولانا محمد عبد المبین نعمانی، اراکین المجمع الاسلامی کے علمی وقلمی جواہر پاروں سے استفادہ کرتے رہے تو بہت جلد کہنہ مشق مصنفین کی صف میں شمار ہوں گے۔ انشاء اللہ العزیز

دعا ہے اللہ تعالیٰ مرکزی مجلس رضا۔ ناشر، مصنف اور جملہ معاونین کرام کو قلمی جہاد میں کامیابی وکامرانی عطا فرماتا رہے اور یہ سلسلہ تبلیغ جاری وساری رہے۔

امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہم وآلہ وصحبہ اجمعین۔

محمد منشا تابش قصوری

رکن مجلس عاملہ پاکستان سنی رائٹرز گلڈ لاہور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پیش لفظ

باسمہ سبحانہ ———— حامداً و مصلیاً

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (۹۵۸ھ / ۱۰۵۲ھ) کی شخصیت اپنے علم و عرفان اور عظیم تجدیدی و تصنیفی خدمات کے باعث بڑی ہی قد آور اور بلند و بالا ہے ان کی حیات و خدمات پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مگر موجودہ سوانحات میں انکے معتقدات و نظریات پر سیر حاصل گفتگو نہیں ملتی۔ حالانکہ کسی بھی شخصیت کا مکمل تعارف اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ اس کے نظریات کی بھی واضح نشاندہی کر دی جائے۔

عزیز گرامی مولوی محمد عارف اللہ قادری زید مجدہٗ نے جب شیخ محقق کی حیات و خدمات پر ایک مختصر مضمون ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور کے لیے لکھا تو میں نے حصہ معتقدات کے اضافے کا مشورہ دیا۔

میرے خیال میں یہی اضافہ مضمون کی عام مقبولیت کا سبب ہوا۔ میرے متعدد احباب مثلاً مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری، مولانا عبدالمبین نعمانی، مولانا محمد ایوب استاذ منظر حق ٹانڈہ وغیرہم نے اس کی تحسین فرمائی۔ خصوصاً مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی نے تو اس قدر پسند کیا کہ اسے کتابی شکل میں دینے کیلئے پیہم تقاضے کیے۔ آخر انہیں کی کوششوں سے اس کی اشاعت عمل میں آئی۔

اس لیے اپنی دعاؤں میں مؤلف عزیز اور راقم کے ساتھ برادر موصوف کو نہ بھولیں۔ حصہ معتقدات میں ابھی اضافے کی کافی گنجائش ہے۔ اگر آپ نے مؤلف کی قدردانی و ہمت افزائی فرمائی تو مجھے امید ہے کہ وہ اس میں اضافے اور مزید تصنیف و تالیف کی طرف توجہ کر کے دینِ متین کی نمایاں خدمات انجام دے سکیں گے۔ واللہ الموفق وھو خیر معین

بھیرہ۔ ولید پور۔ اعظم گڑھ
۱۵ صفر ۱۴۰۰ھ جمعہ ۴ جنوری سنہ ۱۹۸۰ء

محمد احمد الاعظمی المصباحی رکن المجمع الاسلامی مبارکپور
صدر المدرسین مدرسہ فیض العلوم محمد آباد، اعظم گڑھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حیات

باسمہ سبحانہٗ تعالیٰ

اَلْحَمْدُ لِاَھْلِہٖ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَعَلٰی آلِہٖ وَجُنُوْدِہٖ

الفِ ثانی کے مجددین میں سرِفہرست شیخ احمد بن عبدالاحد فاروقی مجدد الفِ ثانی علیہ الرحمہ (م ۱۰۳۴ھ) کا نام نامی آتا ہے۔ جن کی شانِ تجدید و احیاءِ دین کی جلالت ایوانِ حکومت سے لے کر جیل کی چہار دیواریوں اور عوام کی مجالس تک ہر جگہ ظاہر ہوئی۔

مگر اسی گیارہویں صدی میں حضرت شیخ عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی ذاتِ گرامی بھی ہے جن کی تصنیفات نے دینِ متین کے احیاء و تجدید میں عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ ان کی عالمانہ و صوفیانہ زندگی کتنے طالبانِ حقیقت کے لیے دلیل راہ بنی اور ان کی جلیل الشان تصانیف نے کتنے گم گشتگانِ راہ کو جامِ ہدایت سے سیراب کیا۔

آج بھی ان کی ذاتِ گرامی عالمِ اسلام کی مسلمہ شخصیت اور ان کے رشحاتِ قلم علمائے دین کا مرجع اور مستند ذخیرہ ہیں۔

اسی نادرۂ روزگار شخصیت کی حیات۔ خدمات اور اعتقادات۔ پر ایک مختصر کوشش چند اوراق میں پیش کی جا رہی ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نسب

شیخ کے مورثِ اعلیٰ آغا محمد ترک بخارا کے رہنے والے تھے۔ تیرہویں صدی عیسوی میں جب مغلوں نے اپنی وحشت و بربریت کا مظاہرہ کیا تو آپ وطن کی خراب فضا سے بددل ہو کر ترکوں کی ایک جماعت کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ یہ سلطان علاء الدین خلجی (۱۲۹۶ء/۱۳۱۶ء) کا زمانہ تھا۔ سلطان نے آپ کی بڑی عزت افزائی کی اور اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا۔ اسی دوران میں گجرات کی مہم پیش آگئی جس کی وجہ سے آپ کو گجرات جانا پڑا فتح کے بعد وہیں قیام پذیر ہو گئے۔ اللہ نے آپ کو بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا ایک سو ایک بیٹے تھے لیکن ایک ہولناک سانحہ پیش آیا۔ ننلو لڑکے انتقال کر گئے سب سے بڑے صاحبزادے معز الدین بچے۔ آپ اپنے والد کے ہمراہ دہلی آگئے۔ اخبار الاخیار سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق (۱۳۲۰ء-۱۳۲۵ء) کے عہد تک گجرات رہے تھے۔ سلطان محمد بن تغلق کے زمانے میں انتقال ہوا۔ ملک معز الدین سے اس خاندان کا سلسلہ جاری ہوا۔ آپ کے فرزند شیخ موسیٰ نے بڑی شہرت و ناموری حاصل کی۔ یہ فیروز شاہ کا زمانہ تھا لیکن فیروز شاہ (المتوفی ۱۳۸۸ء) کے انتقال کے بعد ملک میں بڑی بدنظمی پھیل گئی اور حالات نے ایسی خطرناک صورت اختیار کر لی کہ آپ کو مجبوراً دہلی چھوڑ کر ماوراء النہر کا رخ کرنا پڑا لیکن زیادہ دن وہاں نہ ٹھہر سکے۔ جب تیمور (۱۳۹۸ء) نے ہندوستان پر حملہ کیا تو آپ اس کی فوجوں کے ساتھ پھر دہلی تشریف لائے۔

شیخ موسیٰ کے کئی بیٹے تھے لیکن شیخ فیروز سب سے امتیازی حیثیت کے مالک تھے آپ کو سپہ گری اور شعر و شاعری میں کمال حاصل تھا۔ ۸۶۰ھ میں شیخ فیروز بہرائچ کے کسی معرکے میں شہید ہو گئے۔ ان کی بیوی حاملہ تھیں۔ کچھ دنوں بعد ایک فیروز بخت صاحبزادے تولد ہوئے جن کا نام سعد اللہ تھا۔ ان میں بھی باپ کے تمام خصائل موجود تھے۔ شیخ محمد کنگن کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ آپ کا ۲۲ ربیع الاوّل ۹۲۸ھ مطابق ۱۵۲۱ء کو وصال ہو گیا۔ آپ کے دو بیٹے تھے شیخ رزق اللہ اور شیخ سیف الدین دونوں کو عشقِ الٰہی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کا بے پناہ جذبہ ورثہ میں ملا تھا۔

شیخ کے والد ماجد

شیخ کے والد مولانا سیف الدین ۹۲۰ھ مطابق ۱۵۱۴ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ اللہ نے انہیں بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ صاحبِ دل بزرگ اور مایۂ ناز شاعر اور بذلہ سنج بھی تھے۔ آپ کا تخلص نام کی نسبت سے سیفی تھا۔ مثنوی سلسلۃ الوصال جو پانچ سو اشعار پر مشتمل ہے، ایک دن میں لکھی پیر کا نام عبدالملک اور لقب امان اللہ تھا۔ پیر کے وصال کے بعد شیخ امان کی خدمت میں حاضر رہنے لگے اور وہیں خلافت سے بھی نوازے گئے۔

وصال سے پہلے آپ نے کچھ کلمات اور اشعار لکھ کر کفن کے ساتھ رکھنے کی تاکید فرمائی تھی جب وصال کا وقت بالکل قریب آگیا تو بجائے خوف وہراس کے ذوق و شوق پیدا ہوگیا جس طرح ایک عاشقِ صادق اپنے معشوق کی ملاقات کے لیے بے چین اور انتہائی مشتاق رہتا ہے۔ ۲۷ شعبان ۹۹۰ھ ـ ۱۵۸۲ء کو آپ کا وصال ہوا۔

شیخ محمد عبدالحق کی ولادت

ماہ محرم ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء میں شیخ کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت والد ماجد کے زیرِ سایہ رہ کر حاصل کی۔ والد نے آپ کے اخلاق و عادات اور خیالات کی تربیت میں خاص اہتمام فرمایا۔ اس کی شہادت شیخ کی زبانی زیادہ مناسب ہے۔

شب و روز درکنار مرحمت و جوارِ عنایت ایشان تربیت می یافتم (رات دن میں ان کی آغوشِ مرحمت اور جوارِ عنایت میں تربیت حاصل کرتا تھا (اخبار الاخیار صفحہ ۳۱۶)۔

سب سے پہلے قرآن شریف شروع کرایا۔ دو تین مہینہ میں اپنی خداداد ذہانت و فطانت سے پورا قرآن پڑھ لیا پھر لکھنے کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور اسے حیرت انگیز طور پر قلیل مدت میں سیکھ ہی نہیں لیا بلکہ کتابت میں بے مثال ہوگئے۔ اس کی گواہی محدث

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

صاحب ہی کی زبانی سنیئے۔

" دراندک مدت شاید اگر مقدار یک ماہ تعین کنم دروغ نہ گفتہ باشیم "
تھوڑی مدت میں اگر ایک ماہ متعین کروں تو غلط نہ ہوگا۔ (اخبار الاخیار ص ۳۱۱)

اسی سے ظاہر ہے کہ جو ایام طفلی میں اس قدر ذہین ہو اس کا عنفوان شباب میں کیا عالم ہوگا لیکن آپ اس کا اصلی سبب اپنے والد کو قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

ہر چہ ہست اثر توجہ و عنایت ایشان ست۔ (ایضاً)
جو کچھ ہے آپ کی توجہ و عنایت کا اثر ہے۔

آپ حافظ بھی تھے اور اتنی قلیل مدت میں حفظ سے فراغت حاصل کی تھی کہ آج حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے ایک سال یا کچھ زیادہ مہینوں میں حفظ کر لیا۔ حفظ قرآن کے بعد علوم اسلامیہ کی طرف توجہ کی اور عربی صرف کی پہلی کتاب میزان الصرف پڑھنا شروع کی اور مصباح و کافیہ تک خود والد صاحب کے زیر سایہ تعلیم حاصل کی بارہ تیرہ برس میں شرح عقاید اور شرح شمسیہ پڑھ لی۔ پندرہ سال کی عمر میں مختصر و مطول سے فارغ ہو گئے۔ حصول علم کا جذبہ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ہر وقت مطالعہ و کتب بینی میں مستغرق رہتے۔ اگر کوئی مفید علمی کتاب دستیاب ہو جاتی تو پوری دیکھے بغیر نہ رہتے اور جب تک بذات خود نہ حل کر لیتے تب تک اسی میں منہمک رہتے۔ حتیٰ کہ استاد سے پوچھنے کی حاجت باقی نہ رہتی۔ ہر کتاب کے متن و حاشیہ سے مکمل استفادہ کرتے۔ خود فرماتے ہیں کہ ایام طفولیت ہی سے مجھے لہو و لعب پسند نہیں رہا اگر ماں باپ کچھ دیر کھیلنے کے لیے کہتے تو عرض کرتے میری تفریح تو اسی پڑھنے لکھنے میں ہے۔

مطالعہ میں مشغولیت کا یہ عالم رہتا کہ بارہا سر کے بال اور عمامے جل گئے۔ اور آپ کو مطلق خبر بھی نہ ہوتی آپ جس مدرسہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے وہ مکان سے دو میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ وقت سے پہلے ہی مدرسہ روانہ ہو جاتے دوپہر کے وقفہ میں بھی آتے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سے تھے اور کھانے کے بعد مدرسہ چلے جاتے تھے اس طرح آٹھ میل کی طویل مسافت پیدل طے کرتے تھے گرمی کی تیز و تند اور جھلسا دینے والی ہوا ہو یا سخت سردی ہر موسم میں وقت پر مدرسہ پہنچ جاتے۔

آپ نے عربی و فارسی میں کامل دستگاہ حاصل کر لینے کے بعد علمائے ماوراء النہر سے استفادہ کیا اور اسی دوران میں بھی ویسی ہی محنت کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے جس فن کی طرف توجہ کی اس میں اپنی قابلیت و صلاحیت کا سکہ بٹھا دیا۔ چنانچہ آپ کو منطق و فلسفہ جیسے فنون میں بھی دستگاہ حاصل تھی۔ آپ کے اساتذہ بھی آپ کی جودت طبع اور ذہانت کا اعتراف اس طرح کرتے ہیں۔

"ما از تو مستفیدیم و ما را بر تو منتے نیست" (اخبار الاخیار ص ۳۱۲) ہم تم سے مستفید ہیں اور ہمارا تم پر کوئی احسان نہیں۔

والد چونکہ صاحب تصوف بزرگ تھے اور انہی سے شیخ نے اسرارِ تصوف بھی حاصل کیے تھے، اس لیے ان پر تصوف کا غلبہ زیادہ رہا۔ آپ کے والد وحدت الوجود کے سختی سے قائل تھے آپ نے مسئلہ وحدت کے متعلق معلومات کے گنج گرانمایہ بھی آپ ہی سے حاصل کیے۔ آپ کو عہدِ طفولیت ہی سے نماز و روزہ اور اوراد و وظائف کی تعلیم مل چکی تھی۔ جوان ہونے پر یہ شغف ایک حد تک بڑھ گیا۔

تحصیلِ علم سے فراغت کے بعد آپ نے حجازِ مقدس کا سفر فرمایا اس وقت اکبر کا زمانہ تھا۔ لادینیت پھیل چکی تھی۔ علمائے سوء اکبر کے خود ساختہ دین کی حمایت میں مسلمانوں کو گمراہ اور بے دین کر رہے تھے۔ خدا کے نیک بندوں کو گوشۂ تنہائی میں بھی سکون نصیب نہ تھا ان حالات سے عاجز آ کر بہت سے علماء و مشائخ نے ترکِ وطن ہی مناسب سمجھا۔ آپ نے بھی یہاں کے حالات کا بغور اندازہ کر لیا تھا اور کسی حد تک مایوس بھی ہو گئے تھے۔

سفرِ حجاز اس لیے ۹۹۶ھ مطابق ۱۵۸۷ء کو اڑتیس برس کی عمر میں مالوہ ہوتے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہوئے احمد آباد پہنچے۔

پہنچنے پر معلوم ہوا کہ حجاز جانے کا موسم ختم ہو چکا ہے اس لیے وہیں رک گئے۔ اس وقت گجرات میں حضرت وجیہہ الدین رحمۃ اللہ علیہ مرجع انام بزرگ تھے آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا اور بہت سی متداول اور قابلِ اعتماد کتابوں کے محشّی بھی تھے آپ نے ان سے سلسلہ عالیہ قادریہ کے کچھ اذکار و اشغال حاصل کئے۔ ایک سال تک وہیں قیام رہا۔ احمد آباد میں آپ کے قریبی دوست مرزا نظام الدین نے زاد راہ کا انتظام کیا اور کچھ مہینے پہلے ہی حجاز کے لیے روانہ ہو گئے۔

حجاز مقدس رمضان سے قبل ہی پہنچ گئے تھے چنانچہ ۹۹۶ھ تک انہوں نے مکہ معظمہ کے محدثین سے صحیح مسلم اور صحیح بخاری کا درس لیا۔ پھر شیخ متقی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہیں مشکوٰۃ شریف کا درس لینا شروع کیا ۲۲ ربیع الثانی ۹۹۶ھ کو شیخ عبدالوہاب متقی کی اجازت سے مدینہ شریف حاضر ہوئے۔ وہاں سے واپس آکر مشکوٰۃ کا درس پورا کیا شیخ عبدالوہاب متقی نے اطمینان کیا۔ پھر حرم شریف کے ایک حجرے میں ریاضت کے لیے بٹھا دیا شیخ بذاتِ خود آپ کی نگرانی فرماتے جب خلوت کدہ سے فارغ ہوئے تو شیخ سے مسلم شریف کی قرائت کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دی اور فرمایا۔

"اکنوں عزیمتِ ہندوستان بکنید" "اب ہندوستان کا عزم کرو"

آپ نے حجاز نہ چھوڑنے کا ارادہ ظاہر فرمایا لیکن شیخ متقی کے پیہم اصرار اور تقاضے کی بناء پر آپ واپس آئے۔ چلتے وقت شیخ متقی نے حضرت غوثِ اعظم علیہ الرحمہ کا ایک پیراہن مبارک بھی عطا فرمایا تھا۔

درس و تدریس آپ نے حجاز سے واپس آتے ہی درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور یہ آخری عمر تک جاری رہا۔ آپ کا مدرسہ ہندوستان گیر شہرت کا حامل تھا اور ایسے انحطاطی دور میں قائم ہوا تھا جب کہ ہر چہار طرف بدعات و

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

منکرات کا دور دورہ تھا۔ بارہا مخالف طاقتیں مدرسہ کے بام و در سے ٹکرائیں لیکن آپ کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔

تصوف

آپ کے اندر شروع ہی سے تصوف کا رنگ غالب تھا اور کیوں نہ ہو۔ والد کی متصوفانہ صحبت جو پائی تھی۔

مُلا عبدالقادر لکھتے ہیں کہ:۔

"در تصوف رتبۂ بلند دارد"	تصوف میں بلند رتبہ ہیں (منتخب التواریخ)

خافی خاں نے لکھا ہے۔

در صلاح و تقویٰ کہ لازمۂ علم با عمل است ممتاز بود۔ در ادائے فرائض و سنن تا دم واپسیں دقیقۂ فرو گذاشت نہ نمود۔ (منتخب اللباب ص ۲۴۰)	نیکی اور تقویٰ رجو کہ علم با عمل کا لازمہ ہے) میں ممتاز تھے۔ فرائض و سنن کی ادائیگی میں اخیر دم تک کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ فرمایا۔

آپ علوم باطنی کا انکشاف نہ فرماتے تھے بلکہ اسے پردۂ اخفا ہی میں رکھنا پسند کرتے تھے۔

مُلا عبدالقادر کا بیان ہے۔

"ستر حال خویش بافادہ و استفادہ علوم رسمیہ می کند" (منتخب التواریخ ج ۲ ص ۱۱۴)	علوم مروجہ سیکھنے سکھانے کی مشغولیت سے اپنے حالِ ولایت کی پردہ داری کرتے ہیں۔

بیعت

سب سے پہلے شیخ نے اپنے والد سے بیعت کی۔ خود ہی فرماتے ہیں۔

"والدم رابر من حق پدری و استادی و دوستی و پیری جمع است" (وصیت نامہ)	میرے والد کے میرے اوپر پدری، استادی دوستی اور پیری سبھی حقوق جمع ہیں۔

اس کے بعد والد نے حکم دیا کہ حضرت موسیٰ گیلانی کے حلقۂ مریدین میں شامل ہو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جاؤ۔ سعید فرزند نے حکم کی تعمیل کی۔ سید موسیٰ گیلانی سلسلہ عالیہ قادریہ کے بزرگ تھے اور سید عبدالحامد معروف بہ حامد گنج بخش (المتوفی ۹۷۸ھ ۔ ۷۱-۱۵۷۰ء) کے فرزندِ ارجمند تھے، حضرت موسیٰ گیلانی نے شیخ کے ساتھ غایت درجہ لطف و کرم فرمایا اور خلافت سے نوازا۔ شیخ نے لکھا ہے۔!

"غایت محبت بمن واشت و مرا بفرزندی قبول کرد و تلقین نمود و خلافت داد۔" | مجھ سے بڑی محبت رکھتے۔ مجھے اپنی فرزندی میں قبول کیا، تعلیم دی اور خلافت عطا کی۔

سید موسیٰ گیلانی سے شرف یابی کے بعد آپ نے مکہ کا سفر کیا، آگے انہیں کی زبانی سنئے!

"بعد شرف یابی از سید موسیٰ گیلانی بہ مکہ رفتم و بہ خدمت شیخ ولی اجل واعز و اکرم قطب الوقت عبدالوہاب متقی رضی اللہ عنہ مشرف شدم، وے تیز قبول کرد و علم ظاہر و باطن تربیت فرمود وے در انتساب قادری و در سلوک و ارشاد شاذلی و از سلسلہ مدینہ و چشتیہ کہ از راہ بالا بجانب ولایت مآب شیخ مودود چشتی می رسد نیز خلافت داشت مرا نیز بخلافت ایں سلاسل مشرف گردانید۔"

سید موسیٰ گیلانی سے مشرف ہو کر میں مکہ گیا۔ اور نہایت بزرگ اور عزیز و کریم ولی قطب الوقت شیخ عبدالوہاب متقی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے علوم ظاہر و باطن کی تعلیم فرمائی انہیں سلسلۂ قادریہ اور سلوک و ارشاد شاذلی اور سلسلۂ مدنیہ و چشتیہ میں (جو اوپر سے شیخ مودود چشتی کی جانب پہنچتا ہے) خلافت حاصل تھی، مجھے بھی ان سلاسل کی خلافت سے نوازا۔

پھر جب ہندوستان واپس آئے تو خواجہ محمد باقی کی خدمت میں شرف یابی کا موقع ملا اور انہیں کے پاس نقشبندی طریقۂ خواجگان کی مشق کی ان سے بیعت بھی کی اس طرح آپ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کو مندرجہ ذیل سلاسل سے تعلق حاصل تھا۔

قادریہ، چشتیہ، شاذلیہ، مدینہ، نقشبندیہ۔

لیکن آپ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضور غوث پاک نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارے پر مجھے خواب میں مرید بھی فرمایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بزبان فارسی ارشاد فرمایا تھا "بزرگ خواہی شد" ایک مکتوب میں اپنے فرزند مولانا شیخ نور الحق شارح بخاری شریف کے نام لکھتے ہیں۔

"مرجع و ماوای فقیر آں سید کائنات و خلاصۂ موجودات است علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات بوسیلہ حضرت پیر دستگیر غریب نواز شکستہ پرور غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی"

فقیر کا مرجع و ماویٰ حضرت پیر دستگیر، غریب نواز، شکستہ پرور غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے سید کائنات، خلاصۂ موجودات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات ہیں۔

شاہانِ وقت اور شیخ محدث

شیخ محدث کی خود دار طبیعت مبالغہ آرائی اور مدح و ثناء سے بالکل بے نیاز تھی۔ شیخ فرید کو لکھتے ہیں۔

در حفظِ مراسم مدح و تعظیم و بیان شوق و محبت بر جادۂ وسط و اعتدال ایستادن و از دائرہ احتیاط و نفس الامر بیروں نیفتادن، در غایت دشواری است اگر براہِ مبالغہ در مدح و ثنا زود دنامہ از خلیفہ عرف و عادت عاطل بود، و اگر برود عزیمت دین و صولت یقین باطل شود، اے کاش ایں رسم و عادات در عالم نبودے۔ (المکاتیب والرسائل برحاشیہ اخبار الاخیار)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تعریف وتعظیم کے مراسم کی مخالفت اور شوق ومحبت کے بیان میں راہِ اعتدال پر قائم رہنا اور احتیاط وواقعیت کے دائرہ سے باہر قدم نہ رکھنا نہایت مشکل ہے اگر تعریف وتوصیف میں مبالغہ کی راہ اختیار نہ کرے۔ اور اگر اختیار کرے تو دینی عزیمت اور یقین کی سطوت رخصت ہوتی ہے۔ اے کاش! عالم میں یہ رسم وعادت نہ ہوتی۔

اکبر کی موت کے بعد جب اس کا بیٹا نورالدین جہانگیر تخت نشین ہوا تو آپ نے بادشاہ سے بھی تعلق قائم فرمایا۔ چنانچہ آپ نے بادشاہ کے فرائض اور پابندیوں سے متعلق ایک رسالہ لکھا بعد میں ایک رسالہ جو چالیس احادیث پر مشتمل تھا خاص بادشاہ کے لیے تصنیف فرمایا۔

وصال

٢١ ربیع الاول ١٠٥٢ھ کو پورا نوے سال کی عمر میں یہ بادشاہ علم وفضل ہمیشہ کے لیے میٹھی نیند سو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ نے وصیت نامہ میں تحریر فرمایا۔

"دعا وتمنائے فقیر از درگاہ الٰہی ست اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَةً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ بِبَلَدِ رَسُوْلِکَ اگر ایں دعا قبول افتاد، ہیچ حاجت بوصیت نیست واگر دریں جا اجل رسید بالائے حوض شمسی کہ جائے پاکاں و مغفوراں ست دفن کنند۔"

بارگاہِ الٰہی سے فقیر کی دعا وتمنا یہ ہے کہ اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہرِ مبارک میں موت دے اگر یہ دعا قبول ہوگئی تو وصیت کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر اسی جگہ موت آجائے تو حوضِ شمسی کے اوپر جو نیکوں اور مغفوروں کی جگہ ہے دفن کریں۔

قبر کو وسیع کرنے کی ہدایت کی اور حدِ اعتدال سے نہ تجاوز نہ کرنے کی تاکید فرمائی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فرماتے ہیں۔

قبر وسیع بکنند، تجاوز از اعتدال و	قبر کو وسیع کریں۔ حد اعتدال سے تجاوز
درونِ قبر گچ نہ کنند، و دیوار ہائے	اور قبر کے اندر گچ نہ کریں اور اسکی دیواریں
او بخشتِ خام برآرند و بہ دیوار بالیں	کچی اینٹ سے اوپر تک لائیں اور اوپری
طاق بسازند و شجر ہائے پیراں دراں	دیوار میں ایک طاق بنائیں اور پیروں
نہند۔" (وصیت نامہ)	کے شجرے اس میں رکھ دیں۔

وصیت کے مطابق حضرت شیخ نور الحق علیہ الرحمۃ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

کتب خانہ آپ نے ہر علم وفن پر معیاری کتابیں اپنے کتب خانہ کے لیے فراہم کرلی تھیں۔ حجاز میں قیام کے دوران بھی بہت سی نادر و مستند کتابیں حاصل کیں اور اس طرح یہ کتب خانہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے ایک نعمتِ بے بہا ہو گیا۔ لیکن دست بردِ زمانہ سے یہ بھی محفوظ نہ رہ سکا اور یہ قیمتی خزانہ اٹھارہویں صدی عیسوی میں مرہٹوں اور سکھوں کے مسلسل حملوں کا شکار ہو گیا۔ شیخ محدث کی روح ان ہنگاموں کو دیکھ رہی تھی اور جسے مصنف نے صدیوں کی محنت اور کاوش سے مدوّن کیا تھا اس کی تباہی دیکھ کر زبانِ حال کہہ رہی تھی۔

اس دور میں ہر اک تہِ چرخِ کہن لٹتا
اوروں کا زر لٹتا مرا نقدِ سخن لٹتا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

خدمات

جب ہم ہندوستان کی سولہویں اور سترہویں صدی عیسوی کی مذہبی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں مختلف افکار و نظریات کی حامل تحریکیں نظر آتی ہیں جو کسی نہ کسی طرح اسلام کے مسلمہ عقائد و نظریات سے متعارض دکھائی دیتی ہیں ان تحریکوں کا مقصد صرف اسلام کے استحکام کو ختم کرنا تھا۔

ان میں یہ تحریکیں خصوصیت کے ساتھ ذکر کے قابل ہیں۔

عقیدۂ مہدویت، نظریۂ الفی، تصور امام، دین الٰہی۔ ان سے اسلام کو جو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اس کی مثال نہیں پیش کی جا سکتی۔ لیکن ایسے پُر فتن اور نازک دور میں جب کہ ہندوستان بدعات و منکرات کا مرکز بن کر رہ گیا ہو۔ جب شعائر اسلامی کا صراحتہً مذاق اڑایا جا رہا ہو۔ جب نیک نفس اور پاک طینت مشائخ اور بزرگوں کو گوشۂ تنہائی نصیب نہ ہو۔

حق کی بلندی و عظمت کی حفاظت و صیانت اور دشمنان اسلام کی بیخ کنی کے لیے شیخ محقق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ نے ان تمام تحریکوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور بادشاہی رعب و جلال کی پرواہ کیے بغیر حق و صداقت کی خاطر جہاد کرتے رہے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم آپ کی مذہبی خدمات کا مختصر خاکہ پیش کرنے سے قبل ان تمام تحریکوں کا مختصر جائزہ لیں۔ کیونکہ کسی شخصیت کی حیثیت کا تعین اس کے گرد و پیش کے حالات اور ماحول کی خرابی اور اچھائی سے ہوتا ہے۔

مہدوی تحریک

مہدوی تحریک کا بانی سید محمد جونپوری تھا۔ جو ۱۴ جمادی الاول ۸۴۷ھ مطابق ۱۴۴۳ء میں پیدا ہوا۔ چونکہ بہت قابلی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور باصلاحیت تھا اس لیے علماء نے اسے اسد العلماء کا خطاب دیا تھا۔ اسے درس و تدریس سے کافی شغف تھا۔ چالیس سال کی عمر میں اپنی مختصر سی جماعت کو لے کر حجاز کا سفر کیا اور وہاں بھی درس و تدریس میں مشغول رہا۔ ۹۰۵ھ میں مہدویت کا اعلان کیا اور احمد آباد میں اس نے ایک تحریک قائم کی۔ مہدویت کا تصور اسلام کے ایک مسلمہ اصول سے متصادم تھا۔ جس کی تردید کے لیے شیخ متقی، علامہ ابن حجر مکی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہم اللہ کمربستہ ہو گئے۔

اس کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ علیہ التحیۃ والثناء کو جو بھی کمال حاصل ہے وہ سید محمد کو بھی حاصل ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ سرکار کو اصالۃً تھا اُسے تبعاً۔

دراعتقاد سید محمد جونپوری ہر کمالیکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داشت در سید، سید محمد را نیز بود، فرق ہمیں است کہ آں جا باصالت بود و ایں جا بہ تبعیۃ و تبعیۃ رسول بجائے رسیدہ کہ ہم چو او شد۔

سید محمد جونپوری کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو کمال حاصل ہوا اسے بھی ملا۔ بس فرق یہی ہے کہ انہیں اصالۃً ملا اسے تبعاً مگر یہ تبعیتِ رسول بھی اس حد کو پہنچی کہ بزعمِ خویش، وہ بھی ان ہی جیسا ہو گیا۔

اس وقت کا سب سے اہم مسئلہ مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح تعین تھا۔ شیخ محدث نے اس مسئلہ پر جو جدوجہد کی ہے۔ ہمارے نزدیک یہی ان کا سب سے عظیم کارنامہ ہے۔

علماء کا گروہ

سب سے زیادہ گمراہ اور بے دین طبقہ علماء سوء کا تھا۔ جنہوں نے ہر طرف ضلالت و گمراہی کی فضا قائم کر رکھی تھی، یہ ایک اٹل اور بے غبار حقیقت ہے کہ عوام کو ضلالت و گمراہی کے عمیق غار میں گرانے کا گناہ ہمیشہ انہیں نفس پرست اور دین فروش علماء کے سر رہا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فرماتے ہیں۔

"اکثر علماء ایں وقت رواج دہند بائے بدعت و محو کنند بائے سنّت"
(مکتوبات دفتر دوم حصہ ہفتم ص ۵۴)

"اس وقت کے اکثر علماء بدعت کو رواج دینے والے اور سنت کو مٹانے والے ہیں۔"

مخدوم الملک نے زکوٰۃ سے بچنے کے لیے ایک عجیب حیلہ تراشا تھا۔ سال پورا ہونے پر اپنا سارا مال بیوی کے سپرد کر دیتا تھا۔ بعد میں بیوی سارا مال واپس کر دیتی تھی۔ اکبر کو سجدہ کرنے کا فتویٰ سب سے پہلے بدخشانی نے دیا تو مُلا عالم کو افسوس ہوا کہ اسے یہ اجتہاد کرنے کی سعادت کیوں نہ حاصل ہوئی۔

داڑھی منڈانے کے متعلق حدیث شیخ امان پانی پتی کے بھتیجے نے نکالی۔ فریضۂ حج کے اسقاط کا فتویٰ مخدوم الملک کے ذہن کی اختراع تھا۔ غرض کہ اس وقت کے علماء کا ضمیر اس قدر مردہ ہو چکا تھا کہ وہ شریعتِ اسلامی کے خلاف براہِ راست اظہارِ خیال کرتے تھے۔

شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں۔

"در معلوم شریف است کہ در قرنِ سابق ہر فساد ے کہ پیدا شدہ از شومی علماء سوء بظہور آمدہ (مکتوبات ج ا ص ۱۱۱)

"خدائے تعالیٰ کے علم شریف میں ہے کہ قرنِ سابق میں جتنے فتنے اٹھے ان سب کی پشت پر علماء سوء کا ہاتھ تھا۔"

صوفیہ

اس وقت کے صوفیاء نے بھی مذہب کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا ان کے نزدیک شریعت و طریقت دو مختلف چیزیں تھیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ خواص صرف معرفت کے مکلّف ہیں اور شریعت پر عمل کرنے کا مقصد محض معرفتِ حق تعالیٰ ہے اور جب معرفتِ خداوندی حاصل ہو جاتی ہے تو تکلیفات بھی ساقط ہو جاتی ہیں۔ اپنے استشہاد میں وہ یہ آیت کریمہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پیش کرتے تھے۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ہ یعنی عبادت حق تعالیٰ کی معرفت تک ہے (مکتوبات مکتوب ۳۵۵ دفتر اول)

دربارِ اکبری

اکبر پہلے مذہب کا سخت پابند تھا۔ درباریوں کو پنج وقتہ نماز پڑھنے کی تلقین کرتا۔ علماء سے حسنِ عقیدت کا یہ عالم تھا کہ انہیں وہ اپنے زعم میں امام غزالی اور امام رازی علیہما الرحمہ سے بڑھ کر تصور کرتا تھا۔ چونکہ اسے مذہب سے خصوصی لگاؤ تھا اس لیے اس نے خاص اس کے لیے ایک عبادت خانہ تعمیر کرایا اور مسائل شرعیہ پر بحث و تمحیص کے لیے علماء کو مدعو کیا اور اس میں بذاتِ خود شرکت کرتا۔ لیکن ان علماءِ سوء نے عبادت خانہ کو لڑائی جھگڑے کی آماجگاہ بنا لیا۔ اکبر نے جس مقصد کی تحصیل کے لیے یہ کوششیں کی تھیں اس پر پانی پھر گیا اور انہیں حالات نے اس کے ذہن و فکر میں عظیم انقلاب پیدا کر دیا۔ جنہیں وہ امام غزالی اور امام رازی سمجھا کرتا تھا انہوں نے اس کی امیدیں خاک میں ملا دی تھیں۔ ایک دن عبدالنبی کو جن کا پہلے بڑا ہی معتقد تھا اور جن کی جوتیاں سیدھی کرتا تھا۔ بحث کے دوران زور دار تھپڑ رسید کیا۔

وہ بڑے ہی حسرت کے ساتھ کہتا تھا۔

کاش کہ میں رسمی علوم کے ماہرین سے اس قدر اختلافات نہ سنتا اور تفاسیر و احادیث کے اختلافات مجھے حیرانی میں نہ ڈالتے۔ اس طرح اس کے دل سے مذہب کی اہمیت بالکل ختم ہو گئی۔ ۱۵۷۹ء میں ایک محضر نامہ جاری کرایا جس کا مرتب ملا مبارک ناگوری تھا۔ محضر نامہ کی یہ عبارت خاص اہمیت رکھتی ہے۔

"مرتبۂ سلطانِ عادل عند اللہ زیادہ از مرتبۂ مجتہد است"	سلطانِ عادل کا مرتبہ اللہ کے نزدیک ایک مجتہد کے مرتبہ سے فزوں ہے۔

یہ عبارت بظاہر بڑی سادہ معلوم ہوتی ہے لیکن سوال یہ اٹھتا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کہ آخر کسی جاہل بادشاہ کو اجتہاد کا حق کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔

طوالت کے خوف سے ہم اس وقت کے معتقدات کا اجمال پیش کر رہے ہیں۔

ائمہ مجتہدین تنقیدات کا نشانہ بنے۔ ان کی شان میں تنقیص کے الفاظ استعمال کئے گئے۔ معراج مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا صراحۃً انکار کیا گیا۔ مذہب اسلام کے موجد عرب کے جاہل اور مفلس بدو قرار دیئے گئے جو سب کے سب راہزن اور مفسد تھے وہ نبوت، مسئلہ کلام، دیدار الٰہی کیلئے انسان کا مکلف ہونا، عالم کی تکوین، حشر ونشر، قرآن کے تواتر اور کلام الٰہی ہونے پر تشکک کرتا، بدن کے فنا ہو جانے کے بعد روح کے باقی رہنے سے منکر تھا۔ ثواب وعقاب کو محال سمجھتا تھا، البتہ تناسخ (آواگون) کے طور پر عذاب وعقاب کا قائل تھا، رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے غلط اور بے بنیاد الزامات تراشتا۔

دیوان خانہ میں علانیہ نماز نہیں پڑھی جا سکتی تھی آفتاب کی دن اور رات میں چار بار پرستش ضروری تھی۔ جس کے اوقات صبح وشام دوپہر، آدھی رات تھے۔ سور اور کتے کے ناپاک ہونے کا مسئلہ منسوخ کر دیا گیا تھا۔ شاہی محل کے نیچے یہ دونوں جانور تھے۔ بادشاہ ان کا دیکھنا عبادت خیال کرتا تھا۔ العیاذ باللہ (خدا کی پناہ)

ترویج علم حدیث

ہندوستان کی سرزمین میں بہت سے علماء وفضلا پیدا ہوئے اور سب نے حتی المقدور دین متین کی خدمت کی۔

لیکن گیارہویں صدی ہجری میں جب کہ شمالی ہندوستان میں علم حدیث کا تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا۔ آپ نے علم حدیث کی شمع روشن کی اور مختلف علوم وفنون میں تحقیقی کتابیں تصنیف فرمائیں جن کی تعداد تریسٹھ ۶۳ تک پہنچتی ہے۔ آپ کے علم وفضل کا اعتراف دارا شکوہ نے اس طرح کیا ہے۔

"آپ اپنے وقت کے محدثین کے امام ہیں"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

خافی خاں اس طرح رقمطراز ہیں۔

"درکمالات صوری ومعنوی و تحصیل علوم عقلی ونقلی خصوصاً تفسیر وحدیث در تمام ہندوستان ثانی نہ داشت"۔ (منتخب اللباب ص ۵۵۱)	صوری ومعنوی کمالات اور علوم عقلی و نقلی خاص طور سے تفسیر وحدیث میں پورے ہندوستان میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔

آپ کو معلوم تھا کہ ایسے ناگفتہ بہ اور پُرآشوب حالات میں حدیث ہی لوگوں کو صحیح راہ دکھا سکتی ہے، اسی لیے آپ نے کتب احادیث کو نصاب کا لازمی جزو قرار دیا اپنے مدرسہ میں احادیث کا باقاعدہ درس دیا اس وقت ہندوستان میں فارسی زبان کا رواج تھا۔ آپ کو عربی عبارات کے فارسی میں منتقل کرنے پر زبردست قدرت حاصل تھی۔ آپ نے عوام کی سہولتوں کے پیش نظر فارسی میں احادیث کا ترجمہ کیا۔ مشکوٰۃ شریف سے آپ کو خصوصی لگاؤ تھا۔ اس کے چند وجوہ ہیں۔ (۱) مشکوٰۃ شریف ترتیب وتبویب کے اعتبار سے اچھی اور جامع ہے۔ (۲) اس میں صحیحین (بخاری شریف، مسلم شریف) کی احادیث شامل ہیں۔ (۳) صرف صحابی اور کتاب کا نام ہے جس سے قاری کی توجہ فوراً احادیث کی طرف منعطف ہو جاتی ہے۔

گیارہویں صدی ہجری میں علماء نے فلسفہ اور علم کلام کو کافی اہمیت دے رکھی تھی۔ قرآن واحادیث کو ثانوی درجہ حاصل تھا۔ اگر قرآن وحدیث کی طرف توجہ کی جاتی تو محض ہوائے نفس اور اپنے اغراض ومقاصد کی بنیاد پر۔ ان حالات میں شیخ محقق نے جہاں اس کے خلاف علم جہاد بلند کیا وہیں لوگوں کو اس کے مضرات سے بھی آگاہ کیا۔

شیخ محدث نے اعلان کیا کہ علم وہ ہے جو دین وملت کی بقا اور تقویت کا سبب ہو۔ ایک مکتوب میں یہ شعر۔

علم دیں فقہ است و تفسیر وحدیث
ہر کہ خواند غیر ایں گردد خبیث

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لکھ کر قرآن و حدیث اور نحو و صرف کے مطالعہ کی ترغیب دیتے ہیں کسبِ معاش کے لیے زراعت، تجارت، معماری وغیرہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

آپ نے اس وقت کے مُروّج نصابِ تعلیم کی تبدیلی کے لیے جو سعئ بلیغ اور جہد پیہم کی تھی سب سے پہلے اس پر خود عمل پیرا ہوئے۔

آپ نے بار ہا علومِ دینیہ اور فلسفہ سے مقابلہ و موازنہ کیا ہے اور عقل کے حدود سمجھائے ہیں اور بتایا ہے کہ۔

"خوض در فلسفیات و اشتغال بدان حرام داند و از غلو در مباحثات و دلائلِ کلامیہ اجتناب نماید و تفصیل از قیل و قالِ اہلِ بحث و جدل نیفتد"

فلسفی عقائد و مباحث میں انہماک و مشغولیت حرام جانے۔ کلامی دلائل و مباحث میں بھی غلو سے پرہیز کرے اور بحث و جدال والوں کے قیل و قال کی تفصیل میں نہ پڑے۔

فقہ اسلامی اور حدیث میں تطبیق

آپ نے نصف صدی تک جس دلسوزی اور انہماک سے فقہ و احادیث میں تطبیق کی کوشش فرمائی وہ یہی بتانے کے لیے کہ فقہِ اسلامی کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے اور اسے اسلام کا ایک جزو سمجھنا چاہیئے اس لیے کہ اس کی بنیاد قرآن و احادیث پر قائم ہے۔

فقہِ حنفی پر یہ اعتراض کہ وہ قیاس اور رائے پر قائم ہے۔ درست نہیں بلکہ یہ قرآن و حدیث کے محکم اصولوں پر قائم ہے۔ یہ عقل و فہم سے قریب تر ہے۔

آپ کے نزدیک فقہ و تصوف کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس میں تفریق گمراہ کن ہے۔ آپ حقیقی تصوف کی خوب حمایت کرتے تھے۔ ائمہ اسلام اور صوفیاء کی انتہائی تعظیم کرتے تھے۔ آپ جس طرح حقیقی تصوف کی پر زور حمایت کرتے تھے اسی طرح ان صوفیاء کا رد بھی ضروری سمجھتے تھے جو شریعت و طریقت کو دو مختلف طریقے خیال کرتے تھے۔ ان کا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اعتقاد تھا کہ کُلُّ حَقِیْقَۃٍ رَدَّتْہَا الشَّرِیْعَۃُ فَہِیَ زَنْدَقَۃٌ۔ جس حقیقت کو شریعت رد کر دے وہ زندقہ (بے دینی) ہے آپ کا کہنا ہے۔

بنائے طریقت ما بر کتاب و سنت است و ہر چہ مخالف
کتاب و سنت است و خارج از آنست مردود و باطل است

ہماری طریقت کی بنیاد کتاب و سنت پر ہے اور جو کچھ کتاب و سنت کے مخالف ہے اور اس سے باہر ہے۔ باطل و مردود ہے۔

تصانیف

آپ کی تصنیفات کی تعداد ساٹھ سے زائد ہے۔ جو فن و موضوع کے اعتبار سے مندرجہ ذیل عنوانات پر تقسیم کی جا سکتی ہیں۔

۱۔ تفسیر۔ ۲۔ تجوید۔ ۳۔ حدیث۔ ۴۔ عقائد۔ ۵۔ فقہ۔ ۶۔ تصوف
۷۔ اخلاق۔ ۸۔ عملیات۔ ۹۔ فلسفہ و منطق۔ ۱۰۔ تاریخ۔ ۱۱۔ نحو
۱۲۔ سوانح۔ ۱۳۔ سیر۔ ۱۴۔ مکاتیب۔ ۱۵۔ خطبات۔

اگلے صفحات پر ان کی تصانیف کا ایک اجمالی نقشہ ملاحظہ کریں!

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نقشۂ تصانیف

نمبر شمار	فن موضوع	نام	زبان	کیفیت
۱	تفسیر	تعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی	عربی	غیر مطبوعہ
۲	//	شرح صدور تفسیر آیت نور	عربی و فارسی	//
۳	//	تحصیل الغنائم والبرکات تفسیر سورۃ والعادیات	عربی	//
۴	حدیث	جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین	عربی	غیر مطبوعہ
۵	//	لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح	//	مکتبہ المعارف العلمیہ لاہور سے ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء میں پہلی بار شائع ہوئی
۶	//	اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ	فارسی	مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۷	//	جامع البرکات منتخب شرح مشکوٰۃ	//	غیر مطبوعہ
۸	//	ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحۃ الملوک والسلاطین	//	//
۹	//	ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ	عربی	مطبوعہ مولانا غلام معین صاحب علیہ الرحمہ کا اُردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے
		// //		
۱۰	//	رسالہ نسب برات	فارسی	غیر مطبوعہ
۱۱	//	رسالہ اقسام حدیث	عربی	//
۱۲	//	اسماء الرجال والرواۃ المذکورین فی کتاب المشکوٰۃ	//	//

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نمبر شمار	فن و موضوع	نام	زبان	کیفیت
۱۳	حدیث	الاکمال فی اسماء الرجال	عربی	غیر مطبوعہ
۱۴	عقائد	تکمیل الایمان و تقویۃ الایقان	فارسی	مطبوعہ، اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا
۱۵	فقہ	فتح المنان فی تائید مذہب النعمان	عربی	غیر مطبوعہ
۱۶	〃	ہدایۃ الناسک الی طریق المناسک	فارسی، عربی	〃
۱۷	تصوف	تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف	عربی	غیر مطبوعہ
۱۸	〃	توصیل المرید الی المراد ببیان الاحزاب والاوراد	عربی، فارسی	مطبوعہ
۱۹	〃	تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف	عربی	غیر مطبوعہ
۲۰	〃	جواب لبعض کلمات شیخ احمد سرہندی	فارسی	مطبوعہ
۲۱	〃	رسالہ وجودیہ	عربی، فارسی	غیر مطبوعہ
۲۲	〃	رسالۃ صلوٰۃ الاسرار	فارسی	〃
۲۳	〃	نکات الحق والحقیقۃ	فارسی	مطبوعہ
۲۴	〃	نکات العشق والمحبۃ	فارسی	غیر مطبوعہ
۲۵	〃	مرج البحرین	فارسی	مطبوعہ، اردو ترجمہ بھی شائع ہوا
۲۶	〃	انتخاب مثنوی المولوی المعنوی	فارسی	غیر مطبوعہ
۲۷	〃		فارسی	〃
۲۸	〃	شرح فتوح الغیب	فارسی	مطبوعہ
۲۹	اخلاق	آداب الصالحین	فارسی	مطبوعہ، اردو ترجمہ بھی شائع ہوا
۳۰	〃	آداب اللباس	فارسی	〃 〃
۳۱	〃	آداب المطالعۃ والمناظرۃ (مثنوی)		غیر مطبوعہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نمبر شمار	فن و موضوع	نام	زبان	کیفیت
۲۲	اخلاق	تسلیۃ المصاب لنیل الاجر والثواب	فارسی	غیر مطبوعہ
۲۳	اعمال	ترغیب اہل السعادات الی تکثیر الصلوٰۃ علی سید الکائنات	فارسی	″
۲۴	″	رسالہ وظائف	عربی فارسی	″
۲۵	″	رسالہ عقد انامل	فارسی	″
۲۶	″	المطلب الاعلیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ	عربی فارسی	″
۲۷	″	اجوبۃ اثنا عشر فی توجیہہ الصلوٰۃ علی سید البشر	عربی	″
۲۸	تاریخ	جذب القلوب الی دیار المحبوب	فارسی	مطبوعہ۔ اردو ترجمہ بھی شائع ہوچکا
۲۹	″	رسالہ نورانیہ سلطانیہ	عربی فارسی	غیر مطبوعہ
۴۰	″	ذکر ملوک (تاریخ سلاطین ہند)	فارسی	″
۴۱	سیر و تذکرہ	مدارج النبوۃ	فارسی	مطبوعہ۔ مکتبہ رضویہ سکھر، مولانا غلام معین نعیمی کا اردو ترجمہ مدینہ پبلشنگ کراچی کی طرف سے شائع ہوچکا۔
		″ ″		
		″ ″		
۴۲	″	مطلع الانوار البہیہ فی الحلیۃ النبویہ	عربی فارسی	غیر مطبوعہ
۴۳	″	احوال ائمہ اثنا عشر خلاصۃ اولاد سید البشر	فارسی	″
۴۴	″	زبدۃ الآثار منتخب بہجۃ الاسرار	عربی	مطبوعہ، اس کا اردو ترجمہ مکتبہ نبویہ نے شائع کردیا ہے۔
		″ ″		
۴۵	″	ترجمۃ زبدۃ الآثار	فارسی	″
۴۶	″	اخبار الاخیار فی احوال الابرار	فارسی	مطبوعہ۔ ترجمہ بھی شائع ہوچکا ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نمبر شمار	فن و موضوع	نام	زبان	کیفیت
۴۷	سیر و تذکرہ	زاد المتقلین	فارسی	غیر مطبوعہ
۴۸	〃	الانوار الجلیہ	فارسی	〃
۴۹	نحو	حاشیہ الفوائد الضیائیہ للجامی	عربی	〃
۵۰	〃	الافکار الصافیۃ فی ترجمہ کتاب الکافیہ	فارسی	〃
۵۱	منطق	الدرۃ البہیۃ فی اختصار الرسالۃ الشمسیہ	عربی	مطبوعہ
۵۲	〃	شرح شمسیہ	عربی	غیر مطبوعہ
۵۳	علم حکمت	بناء المرفوع فی ترصیف مباحث الموضوع	عربی	〃
۵۴	ذاتی حالات	اجازۃ الحدیث فی القدیم والحدیث	عربی	〃
۵۵	〃	اسماء الاستاذین	عربی	〃
۵۶	〃	وصیت نامہ	فارسی	〃
۵۷	〃	قرس التوالیف تالیف قلب الالیف	فارسی عربی	〃
۵۸	مکتوبات	صحیفۃ المودت	فارسی	〃
۵۹	〃	کتاب المکاتب والرسائل	فارسی	مطبوعہ
۶۰	خطبات	فصول الخطب	عربی فارسی	〃
۶۱	دیوان	حسن الاشعار فی جمع الاشعار	فارسی	غیر مطبوعہ و نایاب
۶۲		تحقیق الاشارہ الی البشارۃ	فارسی	مطبوعہ
۶۳	حدیث	شرح سفر السعادۃ	فارسی	مطبوعہ
۶۴	〃	〃	فارسی	ترجمہ زیر طبع

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نظریات

شیخ محقق علیہ الرحمہ کی تصنیفات سے ان کا فکری موقف بخوبی واضح ہے۔ خاص بیان عقائد میں انہوں نے "تکمیل الایمان وتقویۃ الایقان" نامی کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ دورِ اکبری کے پُرفتن ماحول میں شیخ نے اہل اسلام کو عقائد حقہ کی روشنی دکھا کر ان کے ثبات واستقلال کا سامان فراہم کیا اور ہر اس نظریئے پر تیشے چلائے جو اسلام وایمان کی روح سے متصادم ہو۔

اگلے صفحات میں ہم شیخ کی متعدد تصنیفات سے ان کے عقائد ونظریات پیش کر رہے ہیں جس سے واضح ہو گا کہ شیخ کا مسلک، عقائد اہل سنت کے بالکل مطابق ہے۔ البتہ وہ لوگ اپنے افکار ونظریات کا منصفانہ جائزہ لیں جو شیخ کو اپنا امام وپیشوا تسلیم کرنے کے باوجود قدم قدم پر عقیدۃً ان سے متصادم ہیں۔

علمِ غیب اور علمِ ماکان و مایکون

حدیث پاک فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ کی شرح فرماتے ہوئے عر اشعۃ اللمعات میں رقمطراز ہیں۔

پس دانستم ہرچہ در آسمانہا وہرچہ در زمین بود۔ عبارت است از حصول تمامۂ علوم جزئی وکلی واحاطۂ آں

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو گیا جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ تمام جزوی وکلی علوم حضور کو حاصل ہو گئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کا احاطہ فرما لیا۔ اسی حدیث کی شرح کے آخر میں فرمایا۔

پس از آں دانست عالم را وحقائق آں را۔ (ص ۳۳۳ ج ۱ نولکشوری)

تو اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم اور عالم کے تمام حقائق کو جانا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

خود را از بعضے احوال خبر داد۔ — بعض حالات کی خبر اپنے صحابہ کو بھی دی۔

ان تمام عبارتوں سے عیاں ہے کہ علم غیبِ رسول علیہ التحیۃ والثناء کے بارے میں شیخ کا یہی مسلک تھا کہ تمام علومِ اولین و آخرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے۔ اور از ابتدا تا قیامِ قیامت سارے جزئیات و کلیات کا علم حضور کو عطا فرمایا گیا۔ ہم اسی کو جمیع ماکان و مایکون کے علم سے تعبیر کرتے ہیں۔

اِختیار و تصرّف

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت شیخ مدارج النبوۃ میں رقمطراز ہیں۔

وازاں جملہ آنست کہ دادہ شدہ آں حضرت را صلی اللہ علیہ وسلم مفاتیح خزائن و سپردہ شد بوے وظاہر ش آنست کہ خزائنِ ملوکِ فارش وروم ہمہ بدستِ صحابہ افتادہ و باطنش آں کہ مراد خزائن اجناسِ عالم است کہ رزقِ ہمہ در کفِ اقتدارِ وے سپرد، وقوتِ تربیت ظاہر و باطن ہمہ بودے (مدارج النبوۃ ج ا صفحہ ۱۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خزانوں کی کنجیاں دی گئیں اور خزانے ان کو سپرد کر دیئے گئے اس کا ظاہر تو یہ ہے کہ شاہانِ فارس و روم کے سارے خزانے صحابہ کے ہاتھ میں آئے اور باطن یہ ہے کہ اجناسِ عالم کے خزانے مراد ہیں کہ سب کے رزق ان کے دستِ قدرت و اختیار میں دے دیئے گئے اور انہیں ظاہر و باطن سب کی تربیت کی قوت حاصل تھی۔

صحیح مسلم شریف، سننِ ابی داود، سنن ابن ماجہ اور معجم کبیر طبرانی کی حدیث جس میں ہے کہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور نے فرمایا یا سَلْ، مانگ اور حضرتِ ربیعہ نے عرض کیا کہ حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ سرکار نے فرمایا کچھ اور؟ حضرت ربیعہ نے عرض کیا۔ میری مراد تو صرف یہی ہے۔ اس کی شرح میں شیخ رقمطراز ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اشعۃ اللمعات میں دوسری جگہ رقمطراز ہیں۔

یعنی احوالِ مبدا و معاد از اول تا آخر ہمہ را بیان کرد (ج ۴ صـ ۲۴۲)

یعنی ابتدائے آفرینش اور آخرت کے حالات اول سے آخر تک تمام بیان کر دیے

حدیثِ حذیفہ فاخبرنا بما ھو کائن الی یوم القیمۃ کی شرح میں فرماتے ہیں۔

پس خبر داد ما را بہر چیزیکہ پیدا شوندہ است از حوادث و وقائع و عجائب و غرائب تا روزِ قیامت (اشعۃ اللمعات ج ۴ صـ ۵۹۱)

تو حضور نے ہمیں ہر اس چیز کی خبر دی جو قیامت تک پیدا ہونے والی ہے۔ حوادث و واقعات عجائب و غرائب سب بتا دیئے۔

مدارج النبوۃ شریف جلد اول کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وھو بکل شئی علیم، و وے صلی اللہ علیہ وسلم دانا است برہمہ چیز از شیوناتِ الٰہی و احکام و صفاتِ حق و اسما و افعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن و مصداقِ و فوق کل ذی علم علیم شدہ، علیہ من الصَّلٰوۃ اَفضلھا وَ منَ التّحیّاتِ اَتمّھا وَ اَکملھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں۔ انہوں نے خدائے پاک کی شانیں اس کے احکام حق تعالیٰ کے صفات اور افعال سارے ظاہری و باطنی اول و آخر کے علوم کا احاطہ فرمایا ہے۔ اور وَفَوقَ کُلِّ ذِی عِلْمٍ عَلِیم کے مصداق ہو گئے ہیں۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

اسی مدارج النبوۃ باب پنجم در ذکر فضائل آنحضرت میں ارقام فرماتے ہیں۔

وہر چہ در دنیا است از زمانِ آدم (علیہ السلام) تا نفخہ اولیٰ بروے علیہ السلام منکشف ساختند تا ہمہ احوال اورا از اول تا آخر معلوم کرد، و یارانِ

زمانۂ آدم سے قیامت تک جو کچھ دنیا میں ہے۔ سب حضور علیہ السلام پر ظاہر فرمادئے تاکہ اول سے آخر تک تمام حالات آپ کو معلوم ہو جائیں اور حضور علیہ السلام نے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

از اطلاقِ سوال کہ فرمود سَل بخواہ تخصیص
نہ کرد بمطلوبے خاص معلوم می شود کہ
کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ہرچہ خواہد ہر
کرا خواہد باذنِ پروردگار خود بدہد۔
فان من جودك الدنیا وضرتہا
ومن علومك علم اللوح والقلم
اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہرچہ می خواہی تمنا کن
(اشعۃ اللمعات ج ا ص ٣٩٦)

سوال کو مطلق فرمانے سے کہ فرمایا "مانگ
لو" کسی خاص چیز سے مقید نہ فرمایا معلوم ہوتا
ہے کہ سارا معاملہ حضور ہی کے کریمانہ ہاتھوں
میں ہے جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب
کے حکم سے دے دیں۔ کیونکہ دُنیا اور اس
کی شادابی آپ ہی کی سخاوت سے ہے۔
اور لوح و قلم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے
اگر دنیا و آخرت کی خیر چاہتے ہو تو ان کے
آستانے پر آؤ اور جو چاہو مانگ لو۔

احکامِ تشریعیہ حضور کے اختیار میں ہیں جس کے لیے جو حکم چاہیں جاری کر دیں۔

اس بارے میں حضرت شیخ فرماتے ہیں۔

و از اں جملہ آنست کہ آنحضرت تخصیص
می کرد ہر کہ را بہرچہ می خواست از احکام
ایں جا دو قول است یکے آنکہ احکام مفوض
بود بوے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہرچہ خواہد
حکم کند دوم آنکہ بہر حکمے وحی خدا می شد
چنانکہ تخصیص کرد خزیمہ بن ثابت را
بآنکہ شہادتِ وے بحکمِ دو شہادت دارد
(مدارج النبوۃ ج ا)

ان اختیارات سے یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام
جس کے لیے جو حکم چاہتے خاص فرما دیتے
یہاں دو قول ہیں ایک یہ کہ احکام حضور
کے سپرد تھے جو چاہیں
حکم فرمائیں دوسرا یہ کہ ہر حکم سے متعلق وحی
ہوتی اس مسئلہ کی نظیر یہ ہے کہ حضور علیہ السلام
نے حضرت خزیمہ بن ثابت کی ایک شہادت
دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دی۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وشارع رامی رسد کہ تخصیص کند ہر کرا خواہد بہر چہ خواہد۔ (مدارج النبوۃ ج ا ص۱۵۴)

شارع علیہ السلام کو یہ حق حاصل ہے کہ جس کے لیے جو حکم چاہیں خاص کر دیں۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیارِ کلی سے متعلق شیخ کی وہ عبارت بہت جامع ہے جو شرحِ مشکوٰۃ شریف میں تحریر فرماتے ہیں۔

وملک وملکوت جن وانس و تمامۂ عوالم بتقدیر وتصرف الٰہی عزوعلا، در حیطۂ قدرت وتصرف وے بود صلی اللہ علیہ وسلم (اشعۃ اللمعات ج ا ص۴۳۳ مطبع کلکتہ)

جن وانس کے تمام ملک وحکومت، اور سارے جہان خداوندِ قدوس کی عطا سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قدرت وتصرف میں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم اختیارات اور بعطائے الٰہی سارے جہان ان کے زیرِ نگیں ہونے کے بارے میں شیخ کی متذکرہ بالا عبارتیں اتنی نمایاں اور روشن ہیں کہ مزید کسی وضاحت کی کوئی حاجت ہی نہیں۔

سرکار کا حاضر وناظر ہونا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام کاروبارِ عالم پر ہر وقت ناظر وباخبر ہیں اور ان کو یہ قوت حاصل ہے کہ قبر شریف سے تعلق رکھتے ہوئے جہاں چاہیں تشریف ارزانی فرما سکتے ہیں۔

اس نظریہ پر شیخ کی تحریریں ملاحظہ فرمائیں۔

مدارج النبوۃ جلد دوم قسم چہارم وصل حیاتِ انبیا میں رقم طراز ہیں۔

اگر بعد ازاں گویند کہ حق تعالیٰ جسد شریف را حالتے وقدرتے بخشیدہ است کہ در ہر مکانے کہ خواہد تشریف بخشد۔ خواہ بعینہ، خواہ بمثال، خواہ بر آسمان، خواہ بر زمین، خواہ در قبر یا غیر وے، صورتے دارد۔

اس کے بعد اگر کہیں کہ رب تعالیٰ نے حضور کے جسم پاک کو ایسی حالت وقدرت بخشی ہے کہ جس جگہ چاہیں تشریف لے جائیں، خواہ بعینہٖ اس جسم سے خواہ جسمِ مثالی سے خواہ آسمان پر خواہ زمین پر، خواہ قبر میں یا اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باوجود نسبتِ خاص بقبر در ہمہ حال (ج ۲ ص ۴۵)

کہیں، تو درست ہے قبر سے ہر حال میں خاص نسبت رہتی ہے۔

جامع البرکات میں فرماتے ہیں۔

وے علیہ السلام بر احوال و اعمال امت مطلع است بر مقربان و خاصانِ درگاہ تو مفیض و حاضر و ناظر است۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کے احوال و اعمال پر مطلع ہیں اور خاصانِ بارگاہ کو فیض پہنچانے والے اور حاضر و ناظر ہیں۔

مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

ذکر کن اورا، و درود بفرست بر وے علیہ السلام و باش در حال ذکر، گویا حاضر است پیشِ تو در حالتِ حیات و می بینی تو اورا متادب با جلال و تعظیم و ہیبت و حیا و بدانکہ وے علیہ السلام می بیند و می شنود کلام ترا، زیرا کہ وے علیہ السلام متصف است بصفاتِ الٰہیہ، و یکے از صفاتِ الٰہی آں است کہ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرو اور ان پر درود بھیجو اور حالتِ ذکر میں ایسے رہو کہ حضور حالتِ حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو ادب اجلال اور تعظیم و ہیبت و حیا سے رہو اور جانو کہ حضور علیہ السلام تمہیں دیکھتے اور تمہارے کلام کو سنتے ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام صفاتِ الٰہی سے موصوف ہیں اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہمنشین ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهٗ کی شرح فرماتے ہیں۔

و بعضے از عرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریانِ حقیقتِ محمدیہ است در ذرائر موجودات و افرادِ ممکنات،

اور بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب یعنی التحیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہہ کر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پس آنحضرت در ذاتِ مصلیان موجود و حاضر است۔ پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد و ازیں شہود غافل نبود تا بانوارِ قرب و اسرارِ معرفت متنور و فائز گردد (اشعۃ اللمعات ج ۱)

سلام عرض کرتا اس وجہ سے ہے کہ حقیقتِ محمدیہ موجوداتِ کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازیوں کی ذاتوں میں موجود اور حاضر ہیں۔ تو چاہیے کہ نمازی اس نکتے سے باخبر اور آگاہ رہے۔ تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے فیضیاب ہو۔

یہ عبارتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر، احوالِ عالم سے باخبر اور قرب سے نسبت باقی رکھتے ہوئے ہر جگہ تشریف ارزاں ہونے کے بارے میں شیخ کا سخت اور مستحکم فکری موقف نمایاں طور پر بتا رہی ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے سے اہلِ سنت کی وہی مراد ہے جو شیخ کی توضیحات سے ظاہر ہے۔

حیاتِ انبیاء و اولیاء

بدانکہ حیاتِ انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین متفق علیہ است میانِ علماء ملت و ہیچ کس را اختلاف نیست دراں کہ آں کامل تر و قوی تر از وجود حیاتِ شہداء و مقاتلین فی سبیل اللہ است کہ آں معنوی اخروی است و حیاتِ انبیاء حیاتِ حسی دنیاوی است و احادیث و آثار دراں واقع شدہ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۷)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات و زندگی کا ثبوت علماء امت کا اجتماعی مسئلہ ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اس لیے کہ انبیاء کی زندگی شہدا اور مجاہدین کی زندگی سے زیادہ کامل اور قوی ہے ان کی زندگی تو معنوی اور اخروی ہے مگر انبیاء کی زندگی حسی اور دنیاوی زندگی ہے۔ اس بارے میں احادیث و آثار وارد ہیں۔

شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اولیائے خدا نقل کردہ شدند ازیں دارِ فانی بہ دارِ بقا و زندہ اند نزد پروردگار خود و مرزوق اند و خوش حال اند و مردم را ازاں شعور نیست (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۴۲۲)

اولیاء اللہ اس دارِ فانی سے دارِ بقا میں منتقل ہو گئے ہیں، اپنے پروردگار کے یہاں زندہ، رزق یافتہ اور خوش حال ہیں، لوگوں کو اس کا احساس و شعور نہیں۔

اپنے رسالہ میں رقمطراز ہیں۔

با چندیں اختلاف و کثرتِ مذاہب کہ در علماء امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت علیہ السلام بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل، دائم و باقی است و بر اعمالِ امت حاضر و ناظر است و بر طالبانِ حقیقت و متوجہانِ آنحضرت را مفیض و مربی

علماء امت میں تمام تر اختلافات اور کثرتِ مذاہب کے باوجود، اس مسئلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی مجاز کے شائبہ اور احتمالِ تاویل کے بغیر حقیقی زندگی کے ساتھ دائم و باقی اور اعمالِ امت پر حاضر و ناظر ہیں طالبانِ حقیقت اور اہلِ توجہ کے لیے فیض رساں اور تربیت کناں بھی۔ سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل برحاشیہ اخبار الاخیار ص ۱۵۵)

حضور غوثِ اعظم کی تصنیف فتوح الغیب کی شرح میں فرماتے ہیں۔

اما انبیاء علیہم السلام بحیاتِ حقیقی دنیاوی حی و باقی و متصرف اند و درینجا سخن نیست (شرح فتوح الغیب ص ۳۳۳)

انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ باقی اور متصرف ہونے میں کلام نہیں ہے۔

مُردوں کا سُننا، دیکھنا اور ادراک کرنا

حدیث شریف "کسر عظم المیت ککسرہ حیا" (مردے کی ہڈی توڑنی اور اسے ایذا دینی ایسی ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنی)، کے تحت امام ابو عمر ابن عبد البر سے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں نقل فرماتے ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ازیں جا مستفاد می گردد کہ میت متالم می گردد بتمام آں کہ متالم می گردد بداں حی۔ ولازم ایں است۔ کہ تسلذذ گردد بتمام آنچہ متلذذ می شود بداں زندہ (اشعۃ اللمعات)

یہاں سے مستفاد ہوتا ہے کہ میت کو ان تمام چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جن سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اسے لازم ہے کہ مردہ کو ان تمام چیزوں سے لذت بھی حاصل ہو جن سے زندہ کو لذت حاصل ہوتی ہے۔

جذب القلوب میں فرماتے ہیں۔

تمام اہلسنت وجماعت اعتقاد دارند، ثبوت ادراکات مثل علم وسماع مر سائر اموات را (ص۲۰۲ نولکشور)

تمام اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ سارے مردوں کے لیے ادراک جیسے جاننا سننا وغیرہ ثابت ہے۔

زیارت قبور

شیخ اموات کے لیے علم وادراک کے ساتھ زیارت قبور کے بھی قائل ہیں۔ فرماتے ہیں۔

زیارت گاہے از جہت ادائے حق اہل قبور باشد، در حدیث آمدہ مانوس ترین حالتے کہ میت را بود، در وقتیت کہ یکے از آشنایان او زیارت قبر او کند و احادیث دریں باب بسیار است (جذب القلوب ص۲۱۳)

کبھی قبر والوں کے حق کی ادائیگی کے لیے زیارت کی جاتی ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ میت کے لیے سب سے زیادہ انسیت کی حالت وہ ہوتی ہے جب اس کے آشناؤں میں سے کوئی اس کی زیارت کرتا ہے اور احادیث اس باب میں بہت ہیں۔

دوسری جگہ علامہ صدرالدین قونوی سے نقل فرماتے ہیں۔

درمیان قبور سائر مومنین وارواح

تمام مومنین کی قبروں اور ان کی روحوں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ایشاں نسبت خاصے است مستمر کہ بداں زائراں را می شناسند، وسلام بر ایشاں می کنند، بدلیلِ استحباب زیارت در جمیع اوقات (جذب القلوب صفحہ ۲۰۶)

درمیان ہمیشہ ایک خاص نسبت قائم رہتی ہے جس سے اپنے زیارت کرنے والوں کو پہچانتے اور انہیں سلام کرتے ہیں ہمیشہ یہ نسبت قائم رہنے کی دلیل یہ ہے کہ زیارت تمام اوقات میں مستحب ہے۔

زیارتِ روضۂ انور

زیارتِ حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باجماعِ علماء دین قولاً و فعلاً از افضل سنن و اوکد مستحبات است (جذب القلوب صفحہ ۲۱۱)

حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت علماء دین کے قولی اور عملی اجماع سے سب سے افضل سنتوں اور سب سے مؤکد مستحبات سے ہے۔

سفرِ زیارت

واما اختیار سفر از برائے زیارتِ قبر شریف و شدِ رحال بقصدِ دریافت ایں سعادتِ عظمیٰ ہرگاہ کہ استحباب و فضیلت زیارت ثابت شد، مشروعیتِ سفر و استحباب او نیز لازم آمد از جہتِ عموم دلائل و افادہ او استوائے قرب و بعد را دراں (جذب القلوب صفحہ ۲۱۴)

رہا قبر شریف کی زیارت کے لیے سفر اور اس عظیم سعادت کے ارادہ حصول سے شدِ رحال تو جب زیارت کا افضل و مستحب ہونا ثابت ہو گیا، سفر کا جائز و مستحب ہونا بھی لازم آیا۔ اس لیے کہ زیارت کے دلائل عام ہیں اور اس بات کا افادہ کر رہے ہیں کہ زیارت کے جواز و استحباب میں، دور و نزدیک قرب و بعد سب برابر ہیں،

توسل و استعانت

وتوسل بوے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجبِ قضائے حاجت و سبب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وسیلہ چاہنا حاجت پوری ہونے کا سبب اور مقصد میں کامیابی کا باعث ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نجاح مرام است (جذب القلوب صفحہ ۲۲۰)
وگفت آنحضرت بحق نبیک والانبیاء الذین
من قبلی، دریں حدیث دلیل است بر توسل
در ہر دو حالت، نسبت، باآنحضرت صلی اللہ
تعالےٰ علیہ وسلم در حالتِ حیات ونسبت
بانبیاء علیہم السلام بعد از وفات، وچوں
توسل بانبیاء دیگر صلوات اللہ علیہم بعد از وفات
جائز است بسیدِ انبیاء بطریق اولیٰ
جائز باشد، بلکہ اگر باین حدیث توسل
باولیاء خدا۔ نیز بعد از وفاتِ ایشاں
قیاس کنند دور نیست مگر آں کہ دلیلے بر
تخصیص حضراتِ رسل صلوات الرحمٰن علیہم
اجمعین قائم شود، وایں الدلیل ؟
(جذب القلوب صفحہ ۲۲۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے نبی کے
اور ان انبیاء کے وسیلہ سے جو مجھ سے پہلے
ہیں اس حدیث سے حیات اور بعدِ وفات
دونوں حالتوں میں وسیلہ چاہنے کا ثبوت
ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام کی بہ نسبت زندگی میں اور
دیگر انبیاء کی بہ نسبت بعد وفات۔ اور جب دیگر
انبیاء علیہم السلام سے بعدِ وفات توسل
جائز ہوا تو سیدِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
بعدِ وفات توسل بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا بلکہ
بعید نہیں اگر اس حدیث پر اولیاء سے انکی
وفات کے بعد بھی وسیلہ چاہنے کو قیاس کرلیں
اس لیے کہ پیغمبرانِ عظام علیہم السلام کی
تخصیص نہیں اگر دلیلِ تخصیص ہو تو البتہ۔

مگر دلیل کہاں ؟

شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔

امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے
در حیات، استمداد کردہ می شود بوے بعد
از وفات۔

حجۃ الاسلام امام غزالی کا فرمان ہے کہ جس
سے زندگی میں مدد مانگی جائے اس سے بعدِ
وفات بھی مدد مانگی جائیگی۔

یکے از مشائخِ عظام گفتہ دیدم چہار
کس را از مشائخ تصرف می کنند در قبور خود

ایک عظیم بزرگ نے فرمایا۔ میں نے چار مشائخ
کو دیکھا کہ اپنی قبروں میں تصرف کرتے ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مانند تصرفہائے شاں در حیاتِ خود یا بیشتر شیخ معروف و عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دو کس دیگر را از اولیاء شمردہ۔ و مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ یافتہ گفتہ است۔

جیسے اپنی زندگی میں تصرف کیا کرتے تھے یا اس سے زیادہ (۱) شیخ معروف کرخی (۲) غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی اور دو ولیوں (۳) شیخ عقیل منبجی (۴) شیخ ابنِ قیس حرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شمار کرایا اور حصر مقصود نہیں بلکہ جو کچھ خود دیکھا اور پایا بتایا۔

سیدی احمد بن مرزوق کہ از اعاظمِ فقہاء و علماء و مشائخ دیارِ مغرب است گفت روزے شیخ ابوالعباس حضرمی از من پرسید امدادِ حی قوی است یا امدادِ میت قوی است۔ من گفتم می گویند کہ امدادِ حی قوی تر است و من می گویم کہ امدادِ میت قوی تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساطِ حق است و در حضرت اوست۔
(اشعۃ اللمعات ج ۱ باب زیارۃ القبور ص ۷۱۵ و ۷۱۶)

سیدی احمد بن مرزوق جو دیارِ مغرب کے اکابر فقہاء و علماء و مشائخ سے ہیں انہوں نے فرمایا شیخ ابوالعباس حضرمی نے ایک دن مجھ سے پوچھا۔ زندہ کی امداد قوی ہے یا مردہ کی؟ میں نے کہا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ وفات یافتہ کی مدد زیادہ قوی ہے۔ شیخ نے فرمایا ہاں اس لیے کہ وہ خدا کے دربار اور اس کی بارگاہ میں ہے۔

جامع البرکات میں فرماتے ہیں۔

اولیاء را کرامات و تصرفات در اکوان حاصل است۔

کائنات میں اولیاء کی کرامات اور ان کے تصرفات ہوتے ہیں۔

اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

لیت شعری چہ می خواہند ایشاں باستمداد

آخر مدد مانگنے والے استمداد و امداد سے کون

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وامداد کہ ایں فرقہ منکر ند آں را۔ آں چہ ما
می فہمیم ازاں ایں است کہ داعی دعا کند
خدارا، و توسل کند بروحانیت ایں بندہ مقرب
یا ندا کند ایں بندہ مقرب را کہ اے بندہ
و ولی وے شفاعت کن مرا و بخواہ از خدا کہ
بدہد مسئول و مطلوب مرا، اگر ایں معنی موجب شرک
باشد چنانچہ منکر زعم می کند باید کہ منع کردہ
شود توسل و طلبِ دعا از دوستانِ خدا در حالت
حیات نیز۔ و ایں مستحب و مستحسن است باتفاق
و شائع است در دین، و آنچہ مروے محکی
است از مشائخ اہلِ کشف در استمداد
از ارواحِ کمل و استفادہ ازاں خارج از حصر
است و مذکور است در کتب و رسائل
ایشاں و مشہور است میانِ ایشاں حاجت
نیست کہ آں را ذکر کنیم و شاید کہ منکر متعصب سود
نہ کند او را کلماتِ ایشاں عافانا اللہ من ذلک
کلام دریں مقام بحد اطناب کشید برغم
منکراں کہ در قربِ ایں زمان فرقہ پیدا شدہ
اند کہ منکر استمداد و استعانت را از
اولیائے خدا و متوجہاں بجناب ایشاں
را مشرک بخدا و عبدۂ اصنام می دانند

ایسا معنیٰ مراد لیتے ہیں کہ یہ فرقہ اس کا منکر ہے
اس سے ہم تو بس یہی سمجھتے ہیں کہ داعی خدا
سے دعا کرتا ہے اور اس بندۂ مقرب کو
وسیلہ بناتا یا اس کو پکارتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور اس
کے ولی میرے لیے شفاعت کیجئے اور خدا سے دعا
کیجئے کہ میری مراد بر لائے اور میرا مطلوب عطا فرما
دے اگر یہ معنیٰ شرک کا سبب ہے جیسا کہ منکر
گمان کرتا ہے تو چاہیے کہ زندگی میں بھی خدا
کے دوستوں سے توسل اور طلبِ دعا سے
روک دیں (کیونکہ جو چیز شرک ہو گی حیات
و بعدِ وفات دونوں حالتوں میں شرک ہو گی)
حالانکہ یہ معنیٰ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور
دین میں رائج ہے۔ ارواحِ کاملین سے استمداد
اور استفادہ کے بارے میں اہلِ کشف بزرگوں
سے جو مشاہدہ کے واقعات مروی ہیں وہ حصر
سے باہر ان کے رسائل اور کتابوں میں مذکور
اور ان کے درمیان مشہور ہیں ہمیں ان کے
ذکر کی حاجت نہیں۔ شاید متعصب منکر کے
لیے ان کے کلمات بھی مفید نہ ہوں خدا ہمیں
اس سے عافیت میں رکھے اس جگہ کلام طول
و اطناب کی حد کو پہنچ گیا۔ منکروں کی خاک

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دمی گویند آنچہ می گویند۔ (اشعۃ اللمعات ص۲۶ و ج۳ ص۲۳ ملخصًا)

آلود کرنے کے لیے۔ کیونکہ قریب زمانہ میں ایک فرقہ پیدا ہو گیا ہے جو اولیاء اللہ سے استمداد و استعانت کا منکر ہے اور اولیاء کی طرف توجہ کرنے والوں کو مشرک اور بت پرست سمجھتا ہے اور کہتا ہے جو کہتا ہے۔

اس آخری مضمون کو عربی میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

وانما اطنبنا الکلام فی ھذا المقام رغمًا لانف المنکرین فانہ قد حدث فی زماننا شرذمۃ ینکرون الاستمداد من الاولیاء ویقولون ما یقولون وما لھم علی ذلک من علم ان ھم الا یخرصون (لمعات)

ہم نے اس مقام میں کلام طویل کیا منکرین کی ناک خاک آلود کرنے کے لیے۔ کیوں کہ ہمارے زمانے میں معدودے چند ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو حضرات اولیاء سے مدد مانگنے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں اور انہیں اس پر کچھ علم نہیں یوں ہی اپنے سے اٹکلیں لڑاتے ہیں

شفاعت

یشفع یوم القیمۃ ثلثۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشھداء

روز قیامت تین گروہ شفاعت کریں گے انبیاء پھر علماء پھر شہداء۔

شیخ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

تخصیص شفاعت بایں سہ گروہ بجہت زیادت فضل و کرامات ایشاں است والا ہمہ اہلِ خیر از مسلماناں را ثابت ست و احادیث مشہورہ دریں باب وارد (اشعۃ اللمعات ج۴ ص۴۰۸)

ان تینوں گروہوں کی تخصیص ان کے زیادتِ فضل و کرامت کی وجہ سے ہے ورنہ مسلمانوں میں سے تمام اہلِ خیر کے لیے شفاعت ثابت ہے اور اس باب میں احادیثِ مشہورہ وارد ہیں۔

دوسری حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ازیں جا معلوم می شود کہ فاسقاں و

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ فاسقوں اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

گناہگاراں اگر خدمتے وامدادے باہلِ طاعت وتقویٰ در دنیا کردہ باشند در آخرت نتیجہ آں بیابند و بامداد شفاعت ایشاں در بہشت در آئند۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۵۴)

گناہگاروں نے دنیا میں اہلِ طاعت وتقویٰ کی اگر کوئی خدمت وامداد کی ہے تو آخرت میں اس کا نتیجہ پائیں گے اور ان کی مدد و شفاعت سے بہشت میں داخل ہوں گے۔

اور فرماتے ہیں:

وانکارِ شفاعت بدعت و ضلالت است چنانچہ خوارج وبعضِ معتزلہ بداں رفتہ اند (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۰۳)

شفاعت کا انکار بدمذہبی وگمراہی ہے جیسا کہ خوارج اور بعضِ معتزلہ اس کے منکر ہیں۔

محفلِ میلاد

ابولہب بولادت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرور کرد۔ در عذاب وے تخفیف کردو روزِ دوشنبہ از وے عذاب برداشت چنانکہ در حدیث آمدہ ست دو دریں جا سند است مر اہلِ موالید را کہ در شب میلاد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرور کنند و بذل اموال نمایند۔ یعنی ابولہب کہ کافر بود چوں بسرور میلاد آنحضرت وبذل جاریہ وے بجہت آنحضرت جزا دادہ شد تا حال مسلمان کہ مملو است بمحبت و سرور و بذلِ مال در وے چہ باشد۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی کے عوض ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوئی اور دوشنبہ کو اس سے عذاب اٹھالیا گیا۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ یہاں میلاد کرنے والوں کے لیے سند ودلیل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میلاد کی شب میں خوشی منائیں، اور مال خرچ کریں یعنی ابولہب جو کافر تھا جب حضور کی ولادت کی خوشی اور باندی کو آزاد کردینے کی اُسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے جزا دی گئی۔ تو مسلمان کا حال جو محبت ومسرت اور صرفِ مال سے بھرا ہوا ہے اس میں کیا ہوگا۔ مدارج النبوۃ دوم۔ وصل رضاعت)

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فاتحہ وایصال ثواب

مستحب است کہ تصدق کردہ شود از
میت بعد از رفتنِ او از عالم تا ہفت روز
تصدق از میت نفع می کند اور ابے خلاف
میان اہلِ علم وارد شدہ است دراں احادیث
صحیحہ خصوصاً آب و بعضے از علماء گفتہ اند کہ
نمی رسد بہ میت مگر صدقہ و دعا و در بعض روایات
آمدہ است کہ روح میت می آید خانہ خود را
شب جمعہ پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے
یا نہ (اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور ج ۱ ص ۷۱۶)

شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔

میت کے دنیا سے جانے کے بعد سات دنوں
تک اس کی طرف سے صدقہ کرنا مستحب ہے
میت کی طرف سے صدقہ کرنا اُسے نفع پہنچاتا
ہے۔ اس میں اہلِ علم کے درمیان اختلاف نہیں
اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہیں خصوصاً
پانی اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ میت کو صرف
صدقہ اور دعا پہنچتی ہے۔ بعض روایات
میں آیا ہے کہ میت کی روح جمعہ کی رات میں
اپنے گھر آتی ہے اور منتظر رہتی ہے کہ اہلِ خانہ اس
کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں۔

تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں۔

ودعا ہائے زندگاں مر مردہا را و صدقہ
دادن بہ نیتِ ثواب ایشاں را نفع عظیم
است مر مردہا را و احادیث و آثار دریں
باب بسیار است (تکمیل الایمان ص ۷۶، ۷۷)

زندوں کے مردوں کے لیے دعا کرنے اور
ان کے ثواب کی نیت سے صدقہ دینے میں
مردوں کے لیے بڑا فائدہ ہے۔ اس باب
میں آثار و احادیث بہت ہیں۔

ما ثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں۔

عرسِ بزرگان

ذکر بعض
المتاخرین من مشائخ المغرب ان الیوم
الذی وصلوا الی جناب العزۃ وحظائر

بعض متاخرین مشائخ مغرب نے فرمایا ہے
کہ وہ دن جس میں اولیاء کرام بارگاہِ عزت
اور حظیرہائے قدس میں پہنچتے ہیں اس دن میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

القدس يرجی فيه من الخير والبرکة و النورانية اکثر واوفر من سائر الايام وانما هو من مستحسنات المتاخرين (ماثبت بالسنة ص ۱۶۴)

تمام دنوں سے زیادہ خیر و برکت اور نورانیت کی امید ہے اور متاخرین ہی کے مستحسن تبائے اعمال سے تو ہے۔

عرس کی حقیقت یہی ہے کہ ولی کی تاریخ وفات میں اہل اسلام جمع ہو کر دعا و قرآن خوانی، صدقہ اور ایصال ثواب کریں اور صاحب قبر کے فیوض و برکات سے مستفید ہوں اس دن کی خصوصیت کی وجہ حضرت شیخ نے نقل فرمائی

رہے منکرات اور محرمات شرعیہ تو وہ جس طرح اور تمام ایام و مقامات میں حرام ہیں یہاں بھی حرام ہوں گے۔ بزرگوں کے پاک اعراس کو ان سے خالی رکھنا بے حد ضروری ہے

مزارات پر قبے اور عمارت بنانا

فرماتے ہیں۔

در آخر زمان بجہت اقتصار نظر عوام برظاہر، مصلحت در تعمیر و ترویج مشاہد و مقابر مشائخ و عظماء دیدہ چیزہا افزودند تا آں جا ہیبت و شوکت اسلام و اہل صلاح پیدا آید خصوصاً در دیار ہند کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بسیار اند، و ترویج و اعلاء شان ایں مقامات باعث رعب وانقیادِ ایشان است و بسیار اعمال و افعال و اوضاع کہ در زمان سلف مکروہ بودہ اند در آخر زمان از مستحسنات گشتہ (شرح سفر السعادة)

آخر زمانہ میں چونکہ عام لوگ محض ظاہر بین رہ گئے ہیں۔ مشائخ اور صلحاء کی قبروں پر عمارت بنانے میں مصلحت دیکھ کر کچھ چیزوں کا اضافہ کر دیا۔ تاکہ وہاں مسلمانوں اور اولیاء اللہ کی ہیبت و شوکت ظاہر ہو۔ خصوصاً ہندوستان میں جہاں ہندو اور کفار بہت سے دشمنان دین ہیں، ان مقامات کی بلندی شان ظاہر کرنا کفار کے رعب اور اطاعت کا ذریعہ ہے اور بہت سے کام پہلے مکروہ تھے اور آخر زمانہ میں مستحب ہو گئے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سرکار کا سایہ نہ تھا

ونبود مر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را سایہ نہ در آفتاب و نہ در قمر رواہ الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول۔ وعجب است ازیں بزرگان کہ ذکر نہ کردند چراغ را و نور یکے از اسمائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نور را سایہ نمی باشد (مدارج النبوۃ)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔ اسے امام محمد بن علی حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں روایت کیا ہے اور تعجب ہے کہ ان بزرگوں نے چراغ کی روشنی میں سایہ نہ ہونے کا ذکر نہ کیا اور "نور" حضور کے اسماء گرامی سے ایک نام ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

دور سے ندا کرنا

اپنے قصیدۂ نعتیہ میں عرض کرتے ہیں۔

خرابم در غم ہجر جمالت یا رسول اللہ
جمالِ خود نما رحمے بجان زار شیدا کن

یا رسول اللہ آپکے غم ہجر میں برباد ہوں، اپنا جمال دکھائیں اس جان زار عاشق پر ذرا رحم فرمائیں

بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما
بلطفِ خود سروسامان جمع بے سروپا کن

جیسے بھی ہو یا رسول اللہ! اپنے کرم سے نوازیں اپنی عنایت سے اس بے یار و مددگار کو سروسامان بخشیں۔

معراجِ جسمانی

مدارج النبوۃ میں رقمطراز ہیں۔

صحیح آنست کہ وجود اسرار و معراج ہمہ در بیداری و بجسد بود و جمہور علماء از صحابہ و تابعین و اتباع و من بعدہم از محدثین و فقہاء و متکلمین برین اند و متواتر است بداں احادیث صحیحہ و اخبار صریحہ (مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۱۵۷)

صحیح یہ ہے کہ سرکار کی سیر گرامی اور معراج سب بیداری میں اور جسم اطہر کے ساتھ تھی۔ صحابہ و تابعین ان کے بعد محدثین، فقہاء اور متکلمین کے جمہور علماء اسی مذہب پر ہیں۔ اس بارے میں صحیح اور صریح احادیث و اخبار وارد ہیں۔

رویتِ باری تعالیٰ

رویتِ حق

دیدار الٰہی دنیا میں بھی ممکن ہے مگر واقع

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سبحانہ تعالیٰ در دنیا نیز ممکن ست ولیکن وقوع نیست بہ اتفاق الا حضرت سید المرسلین را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در شبِ معراج کہ آں واقع است (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۲۴)

نہیں ہے بالاتفاق ہاں حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے شبِ معراج میں دیدارِ الٰہی واقع وثابت ہے۔

اعلاءِ شانِ رسالت

شیخ کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ اکبری دورِ الحاد میں جب کہ شانِ رسالت کی بے حرمتی کی جارہی تھی اور اسلام کی عظمتیں پامال ہو رہی تھیں۔ انہوں نے لوگوں کو مقامِ رسالت سے روشناس کیا اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آداب وخصائص، اختیارات وتصرفات اور ان کی عظمتوں کو ایک دلِ سوزمند اور رحق شناس قلم سے اپنی کتابوں میں پوری قوتِ تحریر کے ساتھ بیان کیا۔ جس نے گم گشتگانِ راہ کو ہدایت سے ہمکنار کیا۔ اور اہلِ اسلام کو دینِ حق پر استقامت بخشی۔

رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعظیم ومحبت شیخ کی سطر سطر میں نمایاں ہے اور آج بھی ان کے رشحاتِ قلم اِس دورِ بے ادبی کے لیے شمعِ ہدایت ہیں

بیانِ شفاعت میں شیخ کی یہ سطور قابلِ ملاحظہ ہیں۔ جو ان کے جذباتِ تعظیم وعقیدت سے لبریز ہیں۔ فرماتے ہیں۔

واول کسے کہ فتحِ بابِ شفاعت کند محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود، فردا ظاہر شود کہ او را در درگاہِ خداوندی چہ قدر جاہ وعزت بودہ است روز روزِ اوست، وجاہ جاہِ او۔

اور سب سے پہلے جو دروازۂ شفاعت وا فرمائیں گے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونگے۔ کل ظاہر ہوگا کہ ان کو بارگاہِ خداوندی میں کس قدر عزت ووجاہت حاصل ہے۔ دن ان کا دن ہے اور مرتبہ ان کا مرتبہ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پھر فرماتے ہیں۔

بالجملہ روزِ محشر روزِ محمد است صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم و جائے جائے او ست و مقام مقامِ
او، و سخن سخنِ او، مہمان او ست۔ دیگراں
طفیلی اند و در قرآن مجید خطاب پروردگار
ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ ترا
اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ترا اے محبّ من
اے محبوبِ من و مطلوبِ من! اے بندۂ
خاص من! چنداں نعمت دہم و رحمت کنم کہ
راضی شوی از من تا ہیچ آرزو در دل تو شکند
اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر کس رضائے من
طلبند و من رضائے تو، خواہد گفت من راضی
نہ شوم تا یک یک از امت من بیامرزی۔
(تکمیل الایمان ص ۲۱، ۲۲ ملخصاً)

حاصل یہ ہے کہ دن محمد رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا دن ہے اور جا ان کی جا ہے
اور مقام ان کا مقام اور بات ان کی بات
وہ مہمان ہیں اور تمام اہلِ محشر طفیلی۔ قرآن مجید
میں خطاب ہوتا ہے ولسوف یعطیک ربک
فترضیٰ تمہیں اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)،
تمہیں اے میرے محب! اے میرے محبوب
و مطلوب! اے میرے بندۂ خاص! اتنی
نعمت دوں گا اور اتنی رحمت سے نوازوں
گا کہ تم مجھ سے راضی ہو جاؤ۔ کسی آرزو و تمنائے
تمہارا دل شکستہ نہ ہو۔ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم) سب میری رضا کے طالب ہیں اور میں
تمہاری رضا کا۔ عرض کریں گے میں اس وقت
تک راضی نہ ہوں گا جب تک میرے ایک ایک امتی کی مغفرت نہ فرما دے۔

اسی دیباچہ اخبار الاخیار میں عظمتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا اور مقامِ سید المرسل صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہوئے ان کے حسنِ محبت اور صلابتِ اعتقاد کا عالم قابلِ دید ہے۔
فرماتے ہیں۔

ہم چناں کہ شکر و سپاس خالقِ موجودات از
حیطۂ امکان و احاطۂ انسان بیرون است
مدح و ثنائے سیدِ کائنات از مجال شرح

جس طرح خالقِ موجودات کا شکر ادا کرنا
دائرہ امکان اور قدرتِ انسان سے باہر ہے
اسی طرح سیدِ کائنات علیہ الصلوات والتحیات

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وبیان افزوں ؎ کی مدح و ثنا قوتِ شرح و بیان سے فزوں تر۔

خیر الوری امامِ رسل، مظہرِ اتم ۔۔۔ او از خدا و ہر چہ جز او منتہی از او

بہترینِ خلق پیشوائے رسولاں، ذاتِ خدا کے مظہرِ اکمل وہ تو خدا سے اور سب کا منتہی ان کی ذات۔

جانِ جملہ عالم و حق جاں شمار ۔۔۔ حق را بغیر واسطۂ ذاتِ او مجو

وہ سارے عالم کی جان اور حق کو جانِ جاں سمجھو ان کے واسطے کے بغیر خدا کے طالب نہ بنو۔

پھر ان کی بلاغت، عقیدت اور اکرام و جلال کے مرقع یکجا نظم دیکھیں۔

در اول باعثِ خلقتِ عالم است، و در
آخر واسطۂ ہدایتِ نبی آدم، در باطن مربی
ارواح و در ظاہر متممِ اشباح کا سرِ ارکان
ادیان و دول، ناسخِ احکامِ ملل و نحل، فصِ
خاتمِ وجود نقشِ معرفت و شہود، مقصود
معتکفان مقصورۂ افلاک، مقصد سالکانِ
معمورۂ خاک، متممِ مکارمِ اخلاق، مکملِ
کاملانِ آفاق، حاجزِ منزلینِ وجود و عدم
برزخِ بحرینِ حدوث و قدم، جامعِ نسخۂ امکان
و وجوب، موجبِ رابطۂ طالب و مطلوب
عزیزِ مصرِ صمدیت، ملکِ مملکتِ احدیت
مظہرِ حقیقتِ فردانیت، مظہرِ صورتِ رحمانیت
سرِ مکتومِ غیبِ لاہوت، طلسمِ معلومِ گنجِ جبروت
مروجِ ارواحِ ملکوتیہ، مزینِ اشباحِ ناسوتیہ
ہدایتِ خطِ ولایت، نہایتِ دائرۂ نبوت

ابتدا میں باعثِ تخلیقِ عالم انتہا میں ذریعہ
ہدایتِ بنی آدم، باطن میں روحوں کے تربیت
فرما، ظاہر میں جسموں کے تکمیل کار، باطل مذہبوں
اور حکومتوں کے ارکان شکن، دوسرے مذاہب
و ملل کے احکام منسوخ فرمانیوالے، انگشتریِ
وجود کے نگینہ، معرفت و شہود کے نقش، حجرۂ
آسمان کے اعتکاف نشینوں کا مقصود، آبادیِ
زمین کے اہل سلوک کا مطلوب، اخلاقی خوبیوں
کے منتظم، کاملانِ عالم کے تکمیل کار، وجود و
عدم کی منزلوں کے درمیانی رابطہ، حدوث و قدم
کے سمندروں کے درمیانی واسطہ، نسخۂ
امکان و وجوب کے جامع، طالب و مطلوب
کے رابطہ، مصرِ صمدیت کے عزیز، حکومتِ
احدیت کے سلطان، حقیقتِ فردانی کے
پرتو، صورتِ رحمانی کے مظہر، غیبِ لاہوتی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مظہر اتم، رحمتِ اعم، عقلِ اول ترجمانِ ازل — کے رازِ نہاں گوشۂ جبروت کے طلسم آشکار

نور الانوار، سرِ اسرار، ہادیٔ سبل، سیدِ رسل — ملکوتی روحوں کے راحت دہندہ، انسانی نجبوں

نورِ الٰہی، سرِ الٰہی، حبیبِ اعلیٰ، صفیِ اصفیٰ، — کے تزئین فرما، خطِ ولایت کی ہدایت دائرۂ

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — نبوت کی انتہا، پرتوِ کامل، رحمتِ عام،

مخلوق کے وجودِ اول، ازل کے ترجمان، نوروں کے نور، رازوں کے راز، حق راستوں کے ہادی رسولوں کے سردار، نورِ حق، رازِ حق، محبوبِ بالا، سب سے پاکیزہ انتخاب محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سیدِ رسل، شفیعِ امم، خواجۂ دو کون — نورِ خدا، حبیبِ خدا، سید انام

رسولوں کے سردار، امتوں کے شفاعت فرما، دونوں جہان کے آقا، ہدایت کے نور، خدا کے محبوب، مخلوق کے سردار

مقصود ذات اوست دگر جملہ طفیل — منظور نور اوست دگر جملگی ظلام

مقصود ان کی ذات ہے۔ باقی سب طفیل — نمایاں ان کا نور ہے باقی سب تاریکی

ہر رتبہ کہ بود در امکاں بروست ختم — ہر نعمتے کہ داشت خدا بروشد تمام

امکان کا ہر مرتبہ ان پر ختم ہے — اور خدا کی ہر نعمت ان پر تمام

(اخبار الاخیار ص ۴)

حضرت شیخ سرورِ کائنات علیہ الصلوات والتحیات کو مظہرِ ذاتِ خدا، مصدرِ جملہ موجودات اور منبع تمام فیوض و برکات مانتے ہیں، مدارج النبوۃ میں اپنے نظریات بڑی صلابت اور پختگی کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔

انبیا مخلوق اند از اسماء ذاتیہ حق، و اولیاء — انبیاء کرام اللہ کے اسماء ذاتیہ سے پیدا ہیں،

از اسماء صفاتیہ، و بقیہ کائنات از صفات — اور اولیاء اسماء صفاتیہ سے، باقی کائنات صفات

فعلیہ، سیدِ رسل، مخلوق است از ذاتِ حق، — فعلیہ سے، اور سیدِ رسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

و ظہورِ حق در وے بالذات است پس انبیاء — ذاتِ حق سے پیدا ہیں۔ ان میں خدا کا ظہور بالذات

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

"واولیاء علیہم صلوات اللہ وسلامہ مظہر اسماء وصفات گشتند ومحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مظہر ذات (مدارج النبوۃ ص ۶۰۹ و ص ۶۱۱ ج ۲ ملخصاً)

ہے۔ تو انبیاء واولیاء علیہم صلوات اللہ وسلامہ اسماء وصفات کے مظہر ہوئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مظہر ذات۔

اور فرماتے ہیں۔

پس حقیقتِ محمدی مصدرِ جمیع موجودات ومبدأ وواسطہ تمام فیوض وبرکات است پس اگر مستحق شود یکے یکمالے ازاں کمالات مشار الیہا معطوف خواہد بود بروے وتابع خواہد گشت مراورا (مدارج النبوۃ ص ۶۱۱ ج ۲)

تو حقیقتِ محمدی تمام موجودات کا سرچشمہ، سب کا منبع ومبدأ اور تمام فیوض وبرکات کا واسطہ ہے۔ تو اگر کسی کو کوئی نمایاں کمال حاصل ہو تو ان ہی کی طرف راجع، اور انہیں کے تابع ہوگا۔

دیباچہ میں فرماتے ہیں۔

ھُوَ الاول والآخر والظاھر والباطن و ھو بکل شیٔ علیم۔ ایں کلمات اعجاز سمات ہم مشتمل بر حمد وثنائے الٰہی است، تعالیٰ و تقدس کہ در کتاب مجید خطبۂ کبریائی خود بداں خوانده، وہم متضمن نعت ووصف حضرت رسالت پناہی ست صلی اللہ علیہ وسلم کہ وے سبحانہ او را بداں تسمیہ وتوصیف نمودہ، وچندیں اسماء حسنہ جل شانہ است کہ در وحیٔ متلو وغیرہ متلو حبیب خود را بداں نامیدہ وجلیہ جمال وحلیٔ کمال وے ساختہ، اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اسماء

وہ اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے۔ اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ یہ اعجاز نشان کلمات خدائے تعالیٰ کی حمد وثناء پر بھی مشتمل ہیں جن سے قرآن مجید میں اپنی کبریائی کا خطبہ پڑھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت وصفت کو بھی متضمن ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے یہ نام وصفات رکھے اور وحیٔ متلو وغیر متلو (قرآن وحدیث) میں کتنے اسماء حسنہ اللہ تعالیٰ کے ایسے ہیں کہ اپنے حبیب کو بھی ان سے موسوم فرمایا، اور ان کے جمال وکمال کا زیور بنایا۔ اگرچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وصفات الٰہی متخلق ومتصف است، باوجود
آں بہ بعضے ازاں بخصوص نامزد ونامور گشتہ
است مثلِ نور، حق، علیم، حکیم، مومن، مہیمن،
ولی، ہادی، رؤف، رحیم، وجز آں۔ واین
چہار اسم اول وآخر، ظاہر وباطن نیز ازاں
قبیل است۔ (مدراج النبوۃ ج ۱ ص ۲)

تمام صفات واسماء الٰہی سے متصف ہیں،
پھر بھی بعض اسماء وصفات سے خاص طور
پر نامزد اور مشہور ہیں جیسے نور، حق، علیم، حکیم،
مومن، مہیمن، ولی، ہادی، رؤف، رحیم وغیرہا
اور یہ چاروں نام اول وآخر ظاہر وباطن بھی
اسی قبیل سے ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب معراج دیدارِ الٰہی سے شرفیاب ہوئے۔
اس پر احادیث، دلائل فریقین اور علماء کا راجح مسلک تحریر فرمانے کے بعد اپنے وجدان، اور
عقل وبصیرت کا ایمانی فیصلہ تحریر فرماتے ہیں۔

گفت بندۂ مسکین عبدالحق بن سیف الدین
خصہ اللہ بمزید الصدق والیقین، کہ کلام علماء
نظر بہ دلائل وآثار واخبار ہمچناں ست کہ مذکور
شد، اما ایں مقدار خلجان می کند کہ معراج اتم
مقامات واقصیٰ کمالات آنحضرت بود صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم، کہ ہیچ یکے از انبیاء در انجا با
وے شرکت نبود، وہیچ بشرے وملکے را گنجائش
آں مقام نہ پس عجب است کہ دراں مقام
برند ودر خلوت خاص درآرند وباعلیٰ مطلب
واقصیٰ مسألت کہ دیدار است مشرف نگر
دانند وآنحضرت بایں معنی راضی باشد۔ اگرچہ
بکمال بندگی وادب وسطوت کبریائی حق

بندۂ ناچیز عبدالحق بن سیف الدین اللہ تعالیٰ
اُسے مزید صدق ویقین سے نوازے، کہتا ہے
کہ دلائل اور آثار واحادیث پر نظر کرتے ہوئے
علماء کے کلام اس طرح ہیں جیسا کہ ذکر ہوا لیکن
اتنا خلجان رہ جاتا ہے کہ معراج آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کامل ترین مقام اور
بعید الحصول کمال تھا، کہ اس مقام وکمال میں
کوئی نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک
نہیں، اور نہ ہی کسی انسان یا فرشتہ کی اس
مقام تک رسائی پس تعجب خیز امر ہے کہ
اس مقام میں لے جائیں۔ خلوتِ خاص میں
بلائیں اور سب سے اعلیٰ واقصیٰ مطلوب و
مقصود، دیدار سے مشرف نہ فرمائیں اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور ایں دارد کہ سوال نتواند کرد، و از ذوقِ کلام مست گشتہ انبساط نماید طلب دیدار نکند، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کرد۔ اما کمالِ محبت و محبوبیت کہ باجنابِ اقدس دارد کجا می گزارد کہ حجابے ماند (مدارج ج ۱ ص ۱۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر راضی بھی رہیں ، اگرچہ کمالِ بندگی و ادب اور سطوت بکبریائی کی بنا پر خدا انہیں اسی حال پر رکھے کہ سوال نہ کریں اور ذوقِ کلام سے مست ہو کر مسرور ہو جائیں اور طلبِ دیدار نہ کریں ۔

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا۔ لیکن کمالِ محبت و محبوبیت جو حضور کو رب کی جناب اقدس میں حاصل ہے کب اس حال پر چھوڑے گا کہ کوئی حجاب باقی رہ جائے۔

عظمتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء سے متعلق شیخ کے کلمات و عبارت کا اِحصا انتہائی مشکل ہے۔ ہر کتاب میں تعظیم و اجلال اور ادب و محبت کے شواہد و آثار نمایاں ہیں۔ ذوقِ مطالعہ رہنمائی کر سکتا ہے۔

بہر حال شیخ نے اس وقت کے بگڑے ماحول میں عظمتِ رسالت سے اہلِ عالم کو روشناس کر کے ایسی عظیم خدمت انجام دی ہے جو رہتی دنیا تک ان کے نمایاں تجدیدی و اصلاحی کارناموں میں شمار کی جائے گی۔

سرکارِ غوثیت

شیخ کو تمام اولیاء کرام سے عقیدت و محبت ہے مگر سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے انہیں گہری اور بے پناہ عقیدت تھی۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے حالات میں انہوں نے زبدۃ الآثار تصنیف فرمائی۔ جو بہجۃ الاسرار شریف کی تلخیص ہے۔ پھر فارسی میں خود ہی اس کا ترجمہ بھی فرمایا۔

اخبار الاخیار شریف کے خاتمہ میں بارگاہِ غوثیت میں ان کی نذرِ عقیدت ملاحظہ ہو۔

اگر دیگراں قطب اند او قطب الاقطاب است و اگر ایشاں سلاطین، او سلطان السلاطین محی الدین کہ دینِ اسلام را زندہ

اگر دوسرے اولیاء قطب ہیں تو وہ قطبوں کے قطب اور اگر یہ بادشاہ ہیں تو وہ بادشاہوں کے بادشاہ محی الدین کہ دینِ اسلام کو زندہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

گردانید، ملت کفر ارا بمیرانید کہ الشیخ یحیی ومیت۔	فرمایا۔ ملتِ کفر موت کے گھاٹ اتاری کہ شیخ جلاتا مارتا ہے
زہے مرتبہ کہ ایجاد دین ازحی قیوم است واحیا از وے غوث الثقلین اس را گویند کہ جن وانس ہمہ بوے پناہ جویند من بے کس نیز پناہ باو جستہ ام، و بر درگاہِ او فتادہ	خوش تمام مرتبہ کہ ایجادِ دین خدائے حی وقیوم سے ہے اور احیائے دین ان سے غوث الثقلین اسے کہتے ہیں جس کی جن و انس سب پناہ لیں بندہ بیکس نے بھی اُن ہی کی پناہ لی ہے اور انہیں کی بارگاہ پر پڑا
مراجز عنایت او کس نیست و بغیر لطفِ او فریاد رس نے۔	ہوا ہے۔ میرا اُن کی عنایت کے سوا کوئی ء نہیں اور نہ ان کے کرم کے بغیر کوئی فریاد رس۔

آگے فرماتے ہیں

اوست در جملہ اولیاء ممتاز	چوں پیمبر در انبیاء ممتاز
وہ ہیں تمام اولیاء میں ممتاز	جیسے ہمارے پیغمبر تمام انبیاء میں ممتاز

(اخبار الاخیار ص ۳۱۵)

بارگاہِ غوثیت سے اپنی عقیدت کا اظہار دوسری تصنیفات میں بھی طرح طرح فرمایا ہے اپنے نام کے ساتھ قادری لکھا کرتے تھے۔ جب کہ دیگر سلاسل میں بھی ان کو بیعت و خلافت حاصل تھی۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب "فتوح الغیب" کی شیخ نے فارسی میں شرح کی ہے۔ مگر شرح میں اپنا مقدمہ یا نام تحریر نہ فرمایا۔

بلکہ فرماتے ہیں۔

ذکر نام ایں حقیر چہ حد و مجال کہ دریں مقام تواں برد "شرح فتوح الغیب خاتمہ ص ۴۴۲"	کیا جرأت وطاقت کہ اس حقیر کا نام اس مقام میں ذکر ہو سکے۔

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بارگاہِ غوثیت میں ان کے کمالِ احترام و عقیدت کا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کیا حال تھا۔؟

ہم نے مختلف مسائل میں شیخ کے عقائد و نظریات تحریر کر دیئے۔ جن سے شیخ کا موقف اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ مزید تفصیل اور دوسرے تمام مسائل میں ان کے نظریات معلوم کرنے کے لیے "تکمیل الایمان" کا مطالعہ مفید ہوگا۔ اس کا اردو ترجمہ پاک و ہند میں شائع ہو چکا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا
محمد و علی آلہ وصحبہ و ابنہ وحزبہ اجمعین۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں

اک دل ہمارا کیا ہے آزار اس کا کتنا
تم نے تو چلتے پھرتے مردے جلا دیئے ہیں

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے
اب تو غنی صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر بستر جما دیئے ہیں

اللہ عزوجل کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفے (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دریا بہا دیئے ہیں

میرے کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں دربے بہا دیئے ہیں

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نور العقائد

ترجمہ اردو

تکمیل ایمان

مصنف :

فخر المحدثین

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ

ترجمہ

مولانا مولوی محمد مشتاق احمد چشتی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مقدمہ

بائیس خواجہ کی چوکھٹ دلی کے جنوبی کنارے مقدس اور نورانی حصہ میں جسے عوام الناس قطبؒ صاحب اور مہرولی کے ناموں سے جانتے اور پکارتے ہیں خواجہ خواجگان حضرت شیخ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے خلیفہ اعظم قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور دیگر سینکڑوں اولیاء کرام آرام فرما رہے ہیں درگاہ حضرت قطب الاقطابؒ سے تھوڑے فاصلہ پر اولیا مسجد سے متصل حوض شمسی کے شمال میں ایک بلند چہار دیواری اور اس کے درمیان ایک بڑا سا گنبد واقع ہے۔ اس گنبد کے نیچے شیخ اولیا، عالم ربانی، شیخ العصر فخر العلماء اور شمالی ہندوستان کے پہلے محدث حضرت شیخ عبدالحق محدثؒ ترکی بخاری حنفی قادری دہلویؒ آرام فرما رہے ہیں۔ مزار مبارک کے سرہانے دیوار پر ایک لوح نصب ہے جسے حضرت شیخ نورالحقؒ نے اپنے والد ماجد حضرت شیخ محدثؒ کی وصیت کے مطابق نصب کیا اور ان کے مختصر حالات زندگی فارسی میں کندہ کرائے جس کا ترجمہ اس طرح ہے۔

ابوالمجد عبدالحقؒ۔ اللہ تعالیٰ کی تمام تر نعمتیں ان پر ہوں۔
اپنے دور کے شیخ وقت مقتدائے زماں (زمانہ کے رہبر)
اور بلندیوں کے مالک تھے۔ ان کے مختصر حالات یہ ہیں کہ
اپنے ہوش کی ابتدا سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور حصول علم
کے لیے سربستہ رہے جب عہد جوانی کے قریب پہنچے تو
دین کے زیادہ تر علوم پر دسترس حاصل کرلی تھی۔ بائیس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سال کی عمر میں ان سب سے فراغت پانے کے بعد کلام پاک حفظ کیا اور سلسلہ درس و تدریس شروع کیا۔ آغاز جوانی ہی میں شوق الٰہی آپ کے اندر گھر کر چکا تھا۔ اچانک دوست احباب اور وطن سے دل بیزار ہوا اور حرمین شریفین کی راہ لی۔ خاص مدت تک ان متبرک مقامات میں رہ کر زمانہ کے قطب[1] اور بڑے بڑے اولیاء کی صحبت میں رہے۔ چلتے وقت آپ کو تصوف و طریقت و معرفت کے طالبوں کی تلقین کی خصوصیت بھی حاصل ہوئی۔ اس کے علاوہ فن حدیث پر عبور حاصل کرنے کے بعد بڑی برکات کے ساتھ اپنے وطن واپس تشریف لائے اور باون (۵۲) سال تک ظاہر و باطن کی یکسوئی کے ساتھ یہاں مقیم رہ کر اپنے بچوں اور طالبان کی تربیت کی۔ علم سیما اور علم حدیث کی اشاعت میں مصروف ہوئے اور ایک ممتاز و منفرد مقام حاصل کیا۔ یہاں تک کہ عجم کے اولین اور متاخرین علماء میں سے کوئی بھی ان کا ثانی نہ تھا۔ فنون علمی خاص طور پر فن حدیث پر بڑی معتبر کتابیں لکھیں۔ چنانچہ زمانہ کے علماء نے آپ کی تصنیفات کا بغور مطالعہ کیا اور ان کو اپنا دستور العمل بنایا۔ خواص و عوام میں علم دوست لوگ آپ کی تصنیفات کو حاصل کرتے ہیں۔ اس عالی نسب اور فیض بخش شخصیت کی بڑی چھوٹی تصنیفات تقریباً سو[2] ہیں۔ اور سطور کا شمار پانچ لاکھ ہے۔ ماہ محرم

---

[1] حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ

[2] پروفیسر خلیق نظامی صاحب نے "حیات شیخ" میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کی کل تعداد ساٹھ تحریر فرمائی ہے۔ ان میں ایک تصنیف المکاتیب و رسائل بھی شامل ہے جو اڑسٹھ (۶۸) رسالوں کا مجموعہ ہے۔ زاد المتقین کے مصنف نے بھی یہی تعداد بیان کی ہے اور سطروں کی تعداد لاکھ سے زائد بیان کی ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

۹۵۸ھ میں آپ کے ظہور پر نور کا سایہ اس دنیا پر پڑا اور ۱۰۵۲ھ میں پوری آگاہی اور کشادہ پیشانی کے ساتھ آپ اس دنیا سے رخصت ہوئے تاریخ ولادت شیخ اولیا ۹۵۸ھ اور تاریخ رحلت ۱۰۵۲ھ فخر العالم ہے۔[1]

حضرت شیخ رح کا اچانک دوست احباب اور وطن سے دل بیزار کیوں ہوا! پروفیسر خلیق نظامی صاحب حیات شیخ عبدالحق محدث میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

آخر وہ ہندوستان میں اپنے آپ کو بے خانماں کیوں سمجھتے تھے اور وحشت جس کا ذکر انھوں نے زاد المتقین میں کیا ہے ان کو ہندوستان میں کیوں محسوس ہونے لگی تھی؟ حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رح کی خدمت میں انہوں نے اس وحشت کا ذکر اس طرح بیان کیا:

یا سیدی! میں وہ شخص ہوں جو بچپن سے ہی تحصیل علم اور عبادت گذاری کی محنت و ریاضت میں پلا ہوں۔ میں کبھی عام لوگوں کی صحبت اور میل جول کو خاطر میں نہ لایا اور جب اللہ کے کرم سے مجھے (علم کا) اچھا خاصہ حصّہ مل گیا اور میں نے اپنی ضروریات یہاں کی چیزوں سے پوری کرلیں تو بعض اہل حقوق نے مجھے دنیادار لوگوں کی طرف بلایا۔ چنانچہ میں بادشاہ وقت اور امراء کے پاس گیا۔ انہوں نے میری طرف بہت توجہ کی میرا رتبہ بلند کیا اور یہ ارادہ کیا کہ میرے ذریعہ اپنی جماعت بڑھائیں اور مجھ کمزور سے اپنی طاقت مضبوط کریں۔ بس اللہ نے مجھے محفوظ رکھا اور ان کے ساتھ مجھے نہ چھوڑا۔ اپنے بندہ کے دل میں ایک جذبہ پیدا کیا جس نے اس مقام شریف تک پہنچایا۔[2]

---

[1] مترجم عبارت لوح۔ جناب فیض العمر صاحب ایم۔ اے (دہلی)

[2] پروفیسر خلیق نظامی، حیات شیخ عبدالحق۔ صہ ۹۲-۹۱

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حضرت شیخ عبدالوہاب متقیؒ نے اپنے علم حدیث کا وہ بیش بہا حصّہ حضرت شیخؒ کو عطا فرمایا جس کی شہرت سے مصر و عرب کے حلقے گونج رہے تھے۔ حضرت شیخؒ خود فرماتے ہیں:

> تمام کتب احادیث اور سارے علوم دینیہ علماء کرام سے حاصل کیے۔ خصوصاً حضرت متقیؒ سے ذکر وغیرہ کی تعلیم حاصل کی اور ان کی خدمت میں سے بہت سی نعمتیں حاصل کیں اور حصول انوار و برکات و ترقی درجات اور علوم دینی کی نشر و اشاعت میں استقامت کے متعلق بہت سی بشارتیں سننے کے بعد بندہ وطن مالوف کو واپس ہوا۔[1]

حدیث، فقہ حنفی، تصوف، حقوق العباد ان چار چیزوں کی اعلیٰ تعلیم حضرت شیخ نے حقیقت میں شیخ متقیؒ کے قدموں میں ہی حاصل کی۔[2] حضرت شیخ کی دلی تمنا تھی کہ وہ حرمین شریفین میں ہی مقیم رہیں اور ہندوستان واپس نہ جائیں۔ مگر حضرت شیخ متقیؒ کا اصرار تھا کہ وہ ہندوستان واپس جائیں۔ حضرت شیخ نے عذر پیش کیے۔ مگر قبول نہ ہوئے۔ پھر براہ بغداد شریف ہندوستان واپس جانے کی اجازت چاہی، مگر اجازت نہ ملی اور فرمایا:

> اب تمہارے لیے بہتر ہے کہ وطن جاؤ جن لوگوں کے تم پر حقوق ہیں ان کو اپنے دیدار سے مسرور کرو کہ یہ بھی عبادت ہے۔[3]

شیخ نے سرخم تسلیم کیا۔ اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت

---

[1] حیات شیخ عبدالحقؒ صہ ۱۱۰

[2] 〃 〃 〃 صہ ۱۱۱

[3] 〃 〃 〃 صہ ۱۲۳

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

شیخ متقی رہ نے اپنی بصیرت اور دور نظری سے یہ جان لیا تھا کہ ان کا ہونہار شاگرد ہندوستان کے گمراہ اور بے دین ماحول اور باطل کے اندھیرے میں حق کی روشنی پھیلانے کی سعادت حاصل کرے گا۔

جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۰۰ھ میں ہندوستان واپس آئے اس وقت اکبر کے غیر متعین افکار نے دین الٰہی کی شکل اختیار کر لی تھی اور ملک کا سارا دینی ماحول خراب ہو چکا تھا۔ شریعت و سنت سے بے اعتنائی عام ہو گئی تھی۔ دربار میں اسلامی شعار کی کھلم کھلا تضحیک کی جاتی تھی بادشاہ کی بے راہ روی نے عوام کی زندگی پر بھی اثر ڈالا حد یہ ہے کہ مدرسہ اور خانقاہیں اس کے مسموم اثرات سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ صوفیہ نے شریعت کو طریقت سے علیحدہ کر کے اپنے غیر شرعی اعمال کا جواز تلاش کر لیا تھا۔ علماء سوء نے فقہ کو اپنی بہانہ جو فطرت کا آلہ بنایا۔ اور حیلہ بازی کا دور دورہ شروع ہوا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے ان روح فرسا حالات میں حجاز سے واپس آئے۔

چار سال قبل جو مایوسی ان پر غالب تھی اب اس پر قابو پا لیا تھا۔ علوم دینی کا بے پناہ سرمایہ ان کے سینہ میں تھا اور اسی سے مذہبی انتشار دور کرنے کے لیے انھیں محاذ کا کام لینا تھا۔

ہندوستان واپس آنے کے بعد شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی میں مسند درس و تدریس وارشاد بچھائی۔ شمالی ہندوستان میں اس زمانہ میں یہ پہلا مدرسہ تھا جہاں سے شریعت و سنت کی آواز بلند ہوئی۔ اس مدرسہ کا نصاب تعلیم دوسری درس گاہوں سے بالکل مختلف تھا۔ یہاں قرآن و حدیث کو تمام علوم دینی کا مرکزی نقطہ قرار دے کر تعلیم دی جاتی تھی۔ درس و تدریس کا یہ ہنگامہ شیخ نے آخری عمر تک برپا رکھا۔ ان کا مدرسہ سارے شمالی ہندوستان میں امتیازی شان رکھتا تھا۔ سینکڑوں کی تعداد میں طلب استفادہ کے لیے جمع ہوتے تھے۔ اور متعدد اساتذہ درس و تدریس کا کام انجام دیتے تھے۔ شیخ محدث کا یہ دارالعلوم اس طوفانی دور میں شریعت اسلامی اور سنت نبوی کی سب سے بڑی پشت پناہ تھا۔ مذہبی گمراہیوں کے بادل چاروں طرف سے منڈلائے اور اس دارالعلوم کی دیواروں سے ٹکرائے لیکن شیخ کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پائے ثبات میں ذرا بھی جنبش نہ آئی۔ ان کے عزم واستقلال نے وہ کام انجام دیا جو ان حالات میں ممکن نظر نہ آتا تھا۔ [1]

ایک طرف شیخ رح اپنے دارالعلوم کے تربیت یافتہ علماء کو شریعت اسلام کی خدمت کرنے اور بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو بے دینی اور گمراہ عقائد سے نکالنے کے لیے ملک کے مختلف گوشوں میں پھیلاتے رہے تو دوسری طرف دین الٰہی مہدوی تحریک اور علماء سوء کے فتنوں کا رد کرنے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ و ارفع مقام اور ان کی تعلیمات سے لوگوں کو روشناس کرانے کے لیے تصنیفات پر بھی خصوصی توجہ فرمائی۔ ان کے درس و تصنیف نے ایک پورا سلسلہ تعلیم ملک میں عام کیا۔

علم حدیث پر ایسی صحیح اور معتبر کتابیں تصنیف فرمائیں کہ اس سے پہلے علماء متقدمین و متاخرین نے کیں تھیں۔ اپنی تصنیفات کے ذریعہ پورے ملک میں علم حدیث پھیلایا۔ جس کی وجہ سے "محدث" کا لقب پایا۔ ان سے پہلے شمالی ہندوستان میں کوئی محدث نہیں ہوا۔ اس کے بعد جو محدث ہوئے آپ کے مقلد اور پیرو ہوئے لہٰذا آپ امام المحدثین ہیں۔ آپ کی تصنیفات پر علماء زمانہ فخر کرتے اور ان کو اپنا دستور العمل بناتے رہے ہیں۔ علم حدیث کے علاوہ حضرت شیخ رح نے دین کے مختلف موضوعات پر بھی کتابیں تصنیف فرمائیں، جن کی تعداد ساٹھ اور سطروں کی گنتی چھ لاکھ سے زائد ہے۔ چند عربی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ حضرت شیخ رح کو عربی سے فارسی میں ترجمہ کرنے کی خصوصی مہارت حاصل تھی۔ حضرت شیخ رح کی جملہ تصنیفات مندرجہ ذیل موضوعات پر پائی جاتی ہیں:

(۱) تفسیر (۲) تجوید (۳) حدیث (۴) عقائد (۵) فقہ (۶) تصوف (۷) اخلاق (۸) اعمال (۹) فلسفہ و منطق (۱۰) تاریخ (۱۱) سیر (سیرت و سوانح) (۱۲) نحو (۱۳) ذاتی حالات (۱۴) خطبات (۱۵) مکتوبات (۱۶) اشعار (۱۷) وصیت۔

---

[1] پروفیسر خلیق نظامی، شیخ عبدالحق ص ۱۲۴ تا ص ۱۲۶۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مصنف مرآۃ الحقائق فرماتے ہیں کہ میں حیران ہوں وہ کون سے اوقات ہوتے تھے جن میں نوبت اسقدر کتب کی تصانیف کی ہوتی تھی۔ اور تعلیم ظاہری و باطنی طالبان کو دی جاتی تھی۔ وعظ و تلقین عام طور پر ہوتا تھا۔ اور شب خیزی و عبادت خاص عمل میں آتی تھی۔ اور ضروریات لازمی و دنیاوی انجام پاتی تھیں۔ سوائے اس کے میرے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب حضرت رح کی کرامت ہے [1]

حضرت شیخ رح کی تحریریں عموماً سیدھی سادی زبان میں ہیں، شہد سے زیادہ شیریں اور قلوب پر اثر کرنے والی ہیں۔ بحث و استدلال اور قیل و قال کی الجھنوں سے دور رہ کر اظہار مدعا فرماتے ہیں۔ کسی مسئلہ پر علماء کے اختلاف کی وضاحت کے ساتھ ساتھ اپنا نظریہ اور فیصلہ دلیل کے ساتھ واضح فرماتے ہیں۔ حضرت شیخ رح کا خلوص اور اصلاح کا جذبہ قاری کو فیضیاب کئے بغیر نہیں رہتا۔ اگر کسی میں طلب صادق ہو تو حضرت کی تصنیفات کا مطالعہ اس کی دینی و دنیاوی زندگی کی اصلاح و کامیابی کا ضامن ہے۔ حضرت کی متعدد کتابوں کے اردو میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ اکثر تصنیفات کے قلمی نسخہ جات مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ جن میں سے بعض حضرتؒ کے قلم مبارک سے تصحیح شدہ ہیں۔ گویا حضرت کی ذاتی تحریریں دنیا کی مشہور لائبریریوں میں آج تک محفوظ ہیں۔

عقائد کے موضوع پر حضرت شیخ رح کی مشہور اور مقبول تصنیف "تکمیل الایمان" ہے۔ حجم میں مختصر مگر افادیت میں بہت زیادہ ہے۔ کتاب کی ابتدا میں حضرت شیخ رح فرماتے ہیں کہ:-

> یہ کتاب تکمیل الایمان عقائد اسلام اور مسلک اہل سنت والجماعت کے قواعد پر مشتمل ہے یہ بہترین فوائد اور لطیف معانی کا خزانہ ہے۔ کلام کی وضاحت اور مطالب کی تشریح اس

---

[1] منشی برکت علی۔ مرآۃ الحقائق ص۸۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

انداز سے کی گئی ہے جس سے اللہ نے چاہا تو دلوں پر اثر ہوگا اور نظر و قلب نور یقین سے منور ہو جائیں گے۔ اسے ہر مومن جس کے دل میں طلب صادق ہو، کے لیے لکھا گیا ہے۔

انسان کو کسی شے کا علم ہونا پھر بلا تذبذب اس کا دل سے صحیح ماننا اور یقین کرنا عقیدہ کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبی طور پر یقین کرنا پھر زبان سے تصدیق کرنا علامت ایمان ہے۔ دل سے یقین اور تصدیق کیے بغیر زبان سے اقرار کرنا منافقت ہے۔ گویا ایمان کی بنیاد قلب کے یقین و تصدیق پر رکھی جاتی ہے۔ اگر عقیدہ درست ہے تو ایمان بھی درست و سلامت ہے۔ ایمان لانے کے بعد متعدد عقائد اور ایسے ہیں جنھیں بلا حجت اور تذبذب مان لینا اور تصدیق بالقلب کر کے ایمان کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اس میں عقل انسانی کو کوئی دخل نہیں اگر کوئی انسانی عقل و خرد اس میں دخل دے اور حجت کرے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسے اپنی عقل و خرد پر فخر اور زعم ہے۔ جو باتیں اس کی عقل و خرد کی پہنچ سے باہر ہیں ان پر ایمان نہیں لاتا۔ مذہبی احکامات اور قیود کو نہ صرف حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے بلکہ مذاق بھی اڑاتا ہے۔

اکبر اور اس کے دور کے علماء سوء اور دانشوروں نے اپنی عقل و دانش کے زعم میں خود کو بھی گمراہ کیا اور عوام الناس کے اعتقادات میں بھی فساد پیدا کرنے کی مہم چلائی۔ حضرت شیخ رح اکبر کے دور کی بد اعتقادی اور نظریاتی فتنوں کے خلاف، عقائد کی اصلاح، ایمان کی تازگی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اور ارفع مقام اور تعلیمات شریعت مطہرہ کو عوام الناس تک پہنچانے اور سمجھانے میں تندہی کے ساتھ آخر دم تک منہمک رہے۔
اللہ تعالیٰ نے ان کے درس و تصنیفات کو اپنے غیب کے فیض سے نوازا۔ اور پورے ملک میں ان کا سلسلہ تعلیم و تصنیف مقبول عام ہوا۔
تکمیل الایمان میں حضرت شیخ رح نے انتہائی آسان اور دل نشین انداز میں مسلک اہل سنت والجماعت کے عقائد پر روشنی ڈالی ہے۔ فضیلت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

خلفاء راشدینؓ مسئلہ خلافت اور (شیعیہ عقیدہ) تقیہ حضرت علیؓ پر دلائل کے ساتھ بحث کی ہے۔ جگہ جگہ قرآن حکیم، احادیث مقدسہ اور بزرگانِ دین کی کتابوں کے حوالہ درج کیے ہیں اس کے مطالعہ سے ہم اہل سنت والجماعت کی معلومات میں زبردست اضافہ ہوگا۔ یہ بھی معلوم ہوگا کہ ہمارے اکثر عقائد ہماری لاعلمی کی وجہ سے غلط ہیں اور ہم اس سے قطعی بے خبر ہیں۔

حضرت شیخؒ نے یہ کتاب فارسی میں تصنیف فرمائی تھی، مولوی عبدالاحدؒ مالک مطبع مجتبائی دہلی کی ایما پر مولوی محمد مشتاق احمدؒ حنفی چشتی انبہٹوی نے ایک قلمی اور صحیح نسخہ سے جو ان کے پاس موجود تھا اردو میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ ۱۳۱۲ھ میں مولوی عبدالاحدؒ نے مطبع مجتبائی سے شائع کیا۔ شیخ عبدالحقؒ اکیڈمی دہلی اسی ترجمہ کو شائع کر رہی ہے۔ اکیڈمی حضرت شیخؒ کی مشہور تصنیف "مرج البحرین" کا اردو ترجمہ شائع کرنے کی سعادت بھی حاصل کر چکی ہے۔

بانی شیخ عبدالحق اکیڈمی و منتظم درگاہ شیخؒ جناب ضیاء الحق صاحب سوز دہلوی حقی حضرت شیخ کی اولاد میں سے ہیں۔ انھیں حضرت شیخؒ سے حد درجہ عقیدت اور لگاؤ ہے۔ اکیڈمی کا قیام درگاہ کے فرش و مسجد کی تعمیر اور دیگر انتظامات، باقاعدگی کے ساتھ سالانہ عرس کا انعقاد اور درگاہ میں حضرت شیخ کی شایان شان دینی مدرسہ قائم کرنے کا پروگرام، حضرت شیخؒ کی جملہ تصنیفات کے اردو تراجم کی اشاعت وقتاً فوقتاً سیمینار کا انعقاد، ان کی حضرت شیخؒ سے سچی عقیدت کا مظہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حوصلہ قائم رکھے اور ارادوں میں کامیابی عطا فرمائے۔

یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ جیسے کم علم اور ناچیز میں یہ جرأت نہ تھی کہ علم و فضل میں ممتاز فخر العالم حضرت شیخ عبدالحق محدثؒ کی بلند پایہ شخصیت یا ان کی کسی تصنیف پر کچھ تحریر کروں۔ حضرت شیخؒ سے میری عقیدت استاد محترم جناب ڈاکٹر نثار احمد فاروقی صدر شعبہ عربی دہلی یونیورسٹی کی شفقت اور توجہ خصوصی، جناب سوز صاحب کا پیہم اصرار اور حضرت شیخؒ کے عقیدت مند میرے والد ڈاکٹر عبیداللہ۔ کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہمت افزائی اور تعاون میری ہمت کا باعث ہوئے۔ یہ چند جملے حضرت شیخ رح سے میری عقیدت کا مظہر ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مجھے حضرت شیخ رح کے علم و فضل کا قدرے قلیل حصہ عطا فرمائے۔ آمین۔

اہل علم حضرات میری کوتاہیوں اور غلطیوں سے مجھے مطلع فرماکر مشکور فرمائیں۔ فقط

غلام حقی
حفظ الرحمن
ریسرچ اسکالر۔ شعبہ عربی۔ دہلی یونیورسٹی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سخنہائے گفتنی

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے وہ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے علم حدیث کا باضابطہ درس شروع کیا کہا جاتا ہے کہ حضرت شیخ مدینہ منورہ علی صاحبہا التحیہ میں ایک شب خواب میں حضرت ختمی رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آنحضرت نے آپ کو حکم دیا کہ ہندوستان جاکر دین کی اشاعت کرو چنانچہ آپ نے ہندوستان کے لیے رخت سفر باندھا۔ دہلی تشریف لائے اور کار مفوضہ میں مصروف ہو گئے۔

ظاہر ہے کہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خدمت پر مامور کیا ہو یقیناً اس کی زبان و بیان کو خدا اور رسول کی خوشنودی اور حفاظت و صیانت حاصل ہوگی اس لیے یہ حقیقت بدیہی الثبوت ہے کہ حضرت شیخ نے دین متین کے تعلق سے جو کچھ فرمایا ہے وہ لاریب حق ہے، معتبر ہے، مستند ہے اور یہی وجہ ہے کہ پورے عالم اسلام میں آپ کو عقیدت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور آپ کی تصانیف کو قبول عام حاصل ہے۔

حضرت شیخ کا زمانہ بھی بڑا پُر آشوب تھا۔ مذہب حقہ کو نقصان پہنچانے کے لیے چومکھی کوششیں جاری تھیں۔ خود بادشاہ وقت جلال الدین اکبر نے دین الٰہی قائم کرکے ایک نئے فتنے کی داغ بیل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ڈال دی تھی اور اس کے پروپگنڈہ کے لیے ساری سرکاری مشینری جھونک دی تھی۔ جلال الدین اکبر کے سامنے سینہ سپر ہونا بجائے خود بڑی جرأت کی بات تھی۔ ملا محمد یزدی جونپوری کو اسی جرم بے گناہی کی پاداش میں جمنا ندی میں پھینک دیا گیا تھا ایسے ہیبت ناک اور ہلاکت خیز دور میں اس منصوبہ بند فتنے کا سر کچلنے کے لیے حضرت مجدد الف ثانی حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت شیخ اپنی پوری جرأت ایمانی کے ساتھ میدان عمل میں آئے۔ بالآخر حق کا بول بالا رہا اور اکبر کا خود ساختہ "دین الٰہی نسیاً منسیا ہو گیا۔

حضرت شیخ نے ماضی وحال کے تلخ حقائق کے پیش نظر شدت کے ساتھ محسوس کیا کہ اگر ایمان اور عقیدے کی حفاظت نہ کی گئی تو معاندین اسلام بدعات و منکرات کی آمیزش کر کے اس کی صحیح تصویر کو مسخ کرنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ آپ نے یہ فریضہ بہ طریقۂ احسن انجام دیا۔ زیر نظر کتاب تکمیل الایمان بھی اسی داعیۂ کا ایک حصّہ ہے۔

ذیل میں حضرت شیخ کی بعض تصانیف سے چند اقتباسات درج کیے جاتے ہیں جن کے نفس مضمون سے ظاہر ہے۔ کہ آج بھی اس کی تشہیر و اشاعت اتنی ہی ضروری ہے جتنی حضرت شیخ کے زمانۂ حیات میں تھی۔

علم غیب مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں: "فعلمت مافی السمٰوات والارض" کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

پس دانستم ہرچہ در آسمانہا و ہرچہ در زمین بود عبارت است از حصول تمامۂ علوم جزئی و کلی و احاطہ آن۔	(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) پس مجھے معلوم ہو گیا جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین ہے۔ اس سے مراد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یہ ہے کہ تمام جزئی و کلی علوم حضور کو حاصل ہو گئے اور آپ نے سارے علوم کا احاطہ فرمایا۔

مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

وہرچہ در دنیا است از زمان آدم علیہ السلام تا نفخۂ اولی بروے علیہ السلام منکشف ساختہ تا ہمہ احوال اورا از اوّل تا آخر معلوم گردد ویاران خود را از بعضے احوال خبر داد۔

حضرت آدم علیہ السلام سے قیامت تک جو کچھ دنیا میں ہے سب کچھ حضور علیہ السلام پر ظاہر فرمادیا گیا تاکہ اوّل سے آخر تک تمام حالات آپ کو معلوم ہو جائیں اور حضور علیہ السلام نے بعض حالات کی خبر اپنے صحابہ کو بھی دی۔

اختیار و تصرف مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مدارج النبوۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و تصرف کے تعلق سے رقم فرماتے ہیں:۔

وشارع را می رسد کہ تخصیص کند ہر کرا خواہد بہرچہ خواہد۔ (جلد اوّل صفحہ ۱۵۷)

اور شارع علیہ السلام کو یہ حق ہے کہ جس کے لیے جو حکم چاہیں خاص فرمادیں۔

اسی سلسلہ اختیار و تصرف کے تحت ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

واز اں جملہ آنست کہ دادہ شد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مفاتیح خزائن وسپردہ شد بوے وظاہرش آنست کہ خزائن ملوک فارس و روم ہمہ بدست صحابہ افتادہ وباطنش آں کہ مراد از خزائن اجناس عالم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خزانوں کی کنجیاں دی گئیں اور خزانے ان کو سپرد کر دیے گئے اس کا ظاہر تو یہ ہے کہ شاہان فارس و روم کے سارے خزانے صحابہ کے ہاتھوں میں آگئے اور باطن یہ ہے کہ اجناس عالم کے خزانے مراد ہیں کہ سب کا رزق ان کے دست قدرت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

است کہ رزق ہمہ درکف اقتدار وے سپرد۔

و اختیار میں دے دیا گیا۔

حیات الانبیاء

مدارج النبوت میں حیات پاک کے سلسلے میں یوں اظہار حقیقت فرماتے ہیں:

اگر بعد ازاں گویند کہ حق تعالیٰ جسد شریف راحالتے وقدرتے بخشیدہ است کہ درھر مکانے کہ خواھد تشریف بخشد خواہ بعینہ خواہ بہ مثال خواہ برآسماں خواہ برزمین خواہ درقبر یا غیروے ، صورتے دارد باوجود نسبت خاص بہ قبر درہمہ حال۔

اگر اس کے بعد یہ کہیں کہ رب تعالیٰ نے حضور کے جسم پاک کو ایسی حالت اور قدرت بخشی ہے کہ جس جگہ چاہیں تشریف لے جائیں خواہ بعینہ اس جسم سے خواہ جسم مثالی سے خواہ آسمان پر خواہ زمین پر خواہ قبر میں یا اور کہیں تو درست ہے۔ قبر سے ہر حال میں خاص نسبت رہتی ہے۔

اسی مضمون کے تحت جامع البرکات میں تحریر فرماتے ہیں:

وے علیہ السلام براحوال واعمال امت مطلع است بر مقربان و خاصان خود مفیض و حاضر و ناظر است۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے احوال و اعمال سے باخبر ہیں اور خاصان بارگاہ کو فیض پہنچانے والے اور حاضر و ناظر ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی مشہور کتاب "فتوح الغیب" کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں:

امام انبیاء علیہ السلام بحیات حقیقی دنیاوی حی و باقی و متصرف درینجا سخن نیست۔

امام انبیاء علیہ السلام حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ و باقی اور تصرف فرمانے والے ہیں۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

محفل میلاد صلی اللہ علیہ وسلم

مدارج النبوۃ میں محفل میلاد کے سلسلے میں رقم فرماتے ہیں:۔

ابولہب بولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرور کرد عذاب دے تخفیف کرد و بروز دوشنبہ از وے عذاب برداشت چنانکہ در حدیث آمدہ است دریں جا سند است بر اہل موالید را کہ در شب میلاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرور کنند و بذل اموال نمائند یعنی ابولہب کہ کافر بود چوں سرور میلاد آنحضرت و بذل جاریہ وے آنحضرت جزا دادہ شد تا حال مسلماں کہ مملو است سرور و بذل مال درو وے چہ باشد۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی کے عوض ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوئی اور دوشنبہ کو اس سے عذاب اٹھالیا گیا جیساکہ حدیث میں وارد ہے یہاں میلاد خوانی کرنے والوں کے لیے سند اور دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد کی شب خوشی منائیں اور مال خرچ کریں۔ یعنی ابولہب جو کافر تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی اور باندی آزاد کر دینے کی اُسے آنحضرت کی طرف سے جزا دی گئی تو مسلمان کا کیا حال ہوگا جو مسرت اور صرف مال سے بھرا پڑا ہے۔

ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت شیخ نے اپنے اشعار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یارسول اللہ کہہ کر ندا دی ہے اور اپنی عقیدت کا اظہار یوں فرمایا ہے۔

خرابم در غم ہجر جمالت یارسول اللہ — جمال خود نما رحمے بجانِ زار شیداکن
بہر صورت کہ باشد یارسول اللہ کرم فرما — بلطف خود سروسامان جمع بے سروپاکن

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یہ خبر باعث مسرت ہے کہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے خاندان گرامی کے باقیات الصالحات میں سے محترم ضیاء الحق سوز حقی (متولی درگاہ حضرت شیخ) جو کہ دہلی کی تہذیب و ثقافت کے امین ہیں، جنھیں اہل دہلی ایک مخلص، غریب پرور، سماجی کارکن کی حیثیت سے جانتے پہچانتے ہیں۔ انھوں نے گزشتہ برس "حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اکیڈمی" کی بنا ڈالی ہے جس کے عظیم منصوبوں میں حضرت شیخ کے افکار و نظریات کی تبلیغ و ترویج اور تالیفات و تصنیفات کے تراجم کی اشاعت شامل ہے۔ گزشتہ برس اکیڈمی کی طرف سے شیخ کی مشہور زمانہ کتاب "مرج البحرین" کا فارسی متن مع اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ زیر نظر کتاب تکمیل الایمان اسی سلسلۂ اشاعت کی دوسری کڑی ہے۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

(ڈاکٹر) محمد فضل الرحمٰن شرر مصباحی
(ڈیپارٹمنٹ آف مڈیسن طبیہ کالج دہلی یونیورسٹی)

۱۳ر نومبر ۱۹۹۳ء

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منظور ہے گزارش احوال واقعی...

اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے پایاں شکر و احسان کہ اس نے مجھ سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نایاب کتاب "نورالعقائد ترجمہ اردو تکمیل الایمان" کو شائع کرانے کا کام لیا۔ چونکہ زیر نظر کتاب فارسی میں تکمیل الایمان" کے نام سے ہے۔ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے اور اس کے حسن و قبیح پر میں آپ کی رائے جاننے کا متمنی بھی ہوں۔ ہماری حتی الوسع کوشش رہی ہے کہ اس کتاب کا گٹ اپ بھی حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے افکار عالیہ کی شایان شان رہے۔ ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ ہم اس پہلو سے آپ کی توقع پر پورے اتریں گے۔ لیکن یہاں میں میں اس دشوار گذار ماضی اور پر آشوب مستقبل کے بارے میں کچھ گوشش گذار کرنا چاہتا ہوں، جن کا سامنا ہمیں ہے۔ واللہ المستعان۔

مجھے بچپن سے ہی حضرت شیخ قدس سرہٗ سے قلبی عقیدت و محبت رہی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہی نہیں تھی کہ آپ کی ذات بزرگوار سے نسبی تعلق کا شرف مجھ خاکسار کو حاصل رہا ہے بلکہ جب میں لوگوں سے حضرت شیخ المحدثین کے علمی تبحر اور ان کے اجتہاد معرفت کے بارے میں سنتا تھا تو مجھے خواہش

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہوتی تھی کہ کاش میں بھی ان نایاب جواہرات سے کما حقہٗ بہرہ ور ہو سکتا۔ شومئی نصیب سے تقسیم ہند کے بعد کے ایام کچھ ایسے دشوار گذار ثابت ہوئے کہ معاشی اور دیگر پریشانیوں کی وجہ سے ہم لوگوں کی خاطر خواہ تعلیم نہ ہو سکی اور اس محرومی نے اس احساس کی شکل اختیار کر لی کہ جس طرح بھی ممکن ہو حضرت شیخ المحدثین کی تعلیمات اور ان کی شخصیت سے عوام کو متعارف کرایا جائے۔ موجودہ کوشش بھی اسی احساسِ ذمہ داری کا ایک حصّہ ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق رح کا زمانہ دسویں صدی ہجری کا زمانہ ہے۔ ان کی پیدائش محرم ۹۵۸ھ میں اور وفات ۲۱ اور ۲۲ ربیع الاوّل کی درمیانی شب میں ۱۰۵۲ھ میں ہوئی تھی۔ ہم لوگوں کے مورث اعلیٰ حضرت آقائے محمد ترک البخاری تھے جو کہ سلطان علاؤالدین خلجی کے دور حکومت میں ہندوستان تشریف لائے تھے۔ ان کی اولادوں میں حضرت شیخ محدث دہلوی نے چہار دانگ عالم نام کمایا۔ حضرت شیخ رح کی تین نرینہ اولادیں تھیں۔ جن میں سے شیخ علی محمد ہمارے جدّاعلیٰ تھے۔ میں اُن کی آٹھویں نسل کی یادگار ہوں۔ خاکسار کے گیارہ بھائیوں میں سے آٹھ بفضلہٖ تعالیٰ حیات ہیں اور تین بہنیں ہیں۔ بیشتر کی شادیاں والدین نے اپنی زندگی میں ہی کر دی تھیں۔ والد صاحب کا انتقال ۲۷ء ۱۹ میں ہوا اور ۱۹۷۸ء میں والدہ محترمہ بھی داغ مفارقت دے گئیں۔

والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ تقسیم سے قبل حضرت شیخ محدث دہلوی کا عرس پاک بڑے اہتمام سے ہوا کرتا تھا۔ خاندان کے تمام لوگ اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ پھر تقسیم وطن کی منحوس گھڑی آئی اور ہمارا بھرا پُرا خاندان تتر بتر ہو گیا۔ پاکستان جانے والوں میں ہمارے تین بھائی بھی تھے والد صاحب تقسیم ہند کے بعد پاکستان نہیں گئے یہیں رہے۔ لیکن یہاں ہوا یہ کہ والد صاحب کی چاندی کی دوکان جو دریبہ میں واقع تھی، اس وقت کے فسادات کی نذر ہو گئی۔ تاہم والد صاحب نے ہمت نہیں ہاری۔ ان کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جیسے متقی اور پرہیزگار شخص سے یہ کسی بھی طرح ممکن نہیں تھا کہ وہ جھوٹے سچے ہتھکنڈوں کے ذریعہ فسادات کا نقصان پورا کرنے کی بات سوچتے۔

۱۹۷۲ء میں جب والد صاحب کا انتقال ہو گیا تو خاکسار کو حضرت شیخ رح کی درگاہ کی خدمت گذاری کے لیے خود کو وقف کرنا پڑا۔ چنانچہ گذشتہ ۱۶ برسوں سے خاکسار جدی و مربیؔ حضرت شیخ المحدثین کے اعراس پابندی سے کراتا رہا ہے اور ان کی درگاہ نیز ملحقہ مساجد و متعلقہ موقوفہ آراضی کی دیکھ بھال کی ذمہ داری بھی ادا کرتا رہا ہے۔ یہ کام جو بظاہر آسان نظر آتا تھا میرے لیے کئی موقعوں پر بڑے خطرات کا باعث ثابت ہوا اور آج بھی اس کام میں ایسی مشکلات درپیش ہیں جن کی وجہ سے حضرت شیخ رح کے مشن کو کما حقہ آگے بڑھانے میں سخت دشواریوں کا سامنا ہے۔

تفصیل اس کی اس طرح ہے کہ فسادات کی افراتفری سے فائدہ اُٹھا کر بہت سے لوگوں نے درگاہ شیخ المحدثین سے ملحق آراضی پر ناجائز قبضہ کر لیا تھا۔ خاندان کی دوسری شاخ کے فرزندِ رشید محترم تسنیم الحق مرحوم اگرچہ تعلیم یافتہ تھے اور سرکاری عہدہ پر بھی تھے لیکن ذاتی مصروفیات کی بنا پر وہ اُن ناجائز قبضوں کے سلسلہ میں کچھ نہیں کر سکے۔ چنانچہ خاکسار نے ہی درگاہ اور اس سے ملحقہ آراضی کے تخلیہ کی ذمہ داری قبول کی۔ لیکن اس کام میں شورہ پشتوں نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ بلکہ ۱۹۸۹ء میں ان لوگوں نے درگاہ کی مسجد کے امام کو قتل بھی کر ڈالا۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح ان تمام مشکلات کو جھیلا گیا اور ناجائز قبضوں کے خلاف مقدمات قائم کر دیئے گئے جو مختلف عدالتوں میں تاہنوز زیرِ سماعت ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ حیرت و افسوس کی بات یہ ہے کہ دہلی وقف بورڈ نے نہ تو خود کوئی اقدام کیا اور نہ ہی خاکسار کے ساتھ کوئی عملی تعاون کیا حتیٰ کہ ہمیں یہ بھی اپنے طور پر معلوم کرنا پڑا کہ درگاہ کی موقوفہ آراضی کتنی اور کہاں کہاں ہے؟ چونکہ وقف بورڈ نے ہمیں کوئی بھی رکارڈ بہم نہیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پہنچایا لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تمام موقوفہ آراضی ہمارے علم میں آ چکی ہے یا ابھی کچھ اور آراضی کسی ناجائز قبضہ میں باقی ہے۔

ہمارا پلان یہ ہے کہ ناجائز قبضوں کے بعد ہم اس آراضی پر ایک جدید طرز کی اسلامی لائبریری اور ایک دینی مدرسہ قائم کریں گے۔ قبرستان کی خبر گیری بھی فوری توجہ کی طالب ہے کیونکہ مناسب حد بندی نہ ہو سکنے کی وجہ سے بہت سی قبروں کی نگہداشت مناسب ڈھنگ سے نہیں ہو پا رہی ہے۔ قبرستان سے ہی ملحق بڑی آراضی غیر آباد پڑی ہے۔ اسی جگہ پر ان شاء اللہ حضرت شیخ المحدثین کی یادگار کے بطور مذکورۂ بالا مدرسہ نیز دار المطالعہ قائم کیا جائے گا جو ان شاء اللہ حضرت شیخ المحدثینؒ کے شایان شان ہو گا۔

حضرت شیخ کے علمی مرتبہ کے بارے میں خاکسار کا کچھ عرض کرنا چھوٹا منہ بڑی بات کے مصداق ہو گا۔ ع چہ نسبت خاک را قدسیان پاک ؟ تاہم یہ بات تو معروف ہے کہ ہندوستان میں علم حدیث کا اجرا حضرت والا تبار کی ذات گرامی سے ہی ہوا۔ چنانچہ ہندوستان کے محدثین میں شاید ہی کوئی ایسا سلسلہ ہو جو روایت حدیث میں حضرت شیخؒ کے توسل سے مستغنی ہو۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ حضرت شیخؒ کی ذات و تعلیمات پر ہندوستان میں تقریباً کچھ کام نہیں ہوا اور حضرت شیخؒ کی متعدد تصنیفات نایاب ہوتی جا رہی ہیں۔ انہی دونوں مقاصد کی تکمیل کی خاطر ہم نے اکتوبر ۱۹۹۱ء میں شیخ عبد الحق محدثؒ اکیڈمی قائم کی۔

اکیڈمی کی جانب سے پہلے تو ہم نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ حضرت شیخؒ کی نایاب کتابوں کے نسخے کہاں کہاں دستیاب ہیں اور یہ کہ حضرت شیخؒ کی ذات و تعلیمات پر تحقیقی کام دنیا میں کہاں کہاں ہو رہا ہے۔ الحمد للہ مجھے یہ بتاتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ دنیا کی متعدد یونیورسٹیوں میں حضرت شیخؒ کی ذات اور تعلیمات پر تحقیقی کام ہو رہا ہے اور آپ کی متعدد کتابوں کا عالمی زبانوں میں ترجمہ کیا جا چکا ہے۔ امریکہ کی مشی گن سٹی یونیورسٹی، مصر کی جامعہ ازہر، جرمنی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کی بون یونیورسٹی اور ہندوستان کی جامعہ عثمانیہ سے اسکالرز نے حضرت شیخ کی ذات و تعلیمات پر تحقیقی کام کر کے پی ایچ ڈی / ڈی لٹ / اس کے مساوی سند نامے حاصل کیے ہیں۔ پاکستان اور مغربی جرمنی میں حضرت شیخ کی متعدد نایاب کتابوں کی مائکرو فلمیں تیار کی گئیں یا انھیں فوٹو آفسیٹ پر شائع کیا گیا ہے۔ ہمارا پلان ہے کہ انشاء اللہ ہم ان تمام نایاب کتابوں نیز تحقیقی کارناموں کو اکیڈمی کی جانب سے شائع کرنے کا اہتمام کریں گے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

والسلام

ضیاء الحق سوز حقی دہلوی

نبیرۂ شیخ

متولی و سجادہ نشین درگاہ شیخ عبدالحق

محدث دہلوی

فاؤنڈر و آرگنائزر شیخ عبدالحق محدث اکیڈمی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حرفِ چند

یہ ایک حقیقت ہے کہ دہلی والے ہمیشہ سے هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ پر کار بند رہے۔ لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ جب ہماری نظر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اٹھتی ہے جنھوں نے بحکم سرکار مدینہ علی صاحبہا التحیہ مدینہ منورہ سے دہلی تشریف لا کر یہاں سے پورے عالم اسلام کے لیے علم دین کی ترویج و اشاعت کا کام شروع کیا جو فی الحقیقت دنیائے اسلام پر حضرت شیخ کا احسان عظیم ہے تو ایسا لگتا ہے کہ دہلی والوں نے اس بزرگ شخصیت کی کماینبغی قدر نہیں کی نہایت خوشی کا مقام ہے کہ حضرت شیخ کی اولاد امجاد میں سے محترم ضیاء الحق سوز حقی صاحب نے کمر ہمت باندھ کر حضرت شیخ کے افکار و معتقدات کی اشاعت کیلئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اکیڈمی قائم کردی ہے۔

گزشتہ ۱۱ر اکتوبر کو عرس کے موقع پر ملک کے عظیم رہبران قوم اور دانشوروں نے اکیڈمی کے قیام پر محترم سوز صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے اس کی ضرورت اور اہمیت کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔ عزت مآب گیانی ذیل سنگھ سابق صدر جمہوریہ ہند، حضرت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مولانا مفتی مکرم احمد امام شاہی جامع مسجد فتحپوری ، محترم ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن شرر مصباحی رکن الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اور جناب خواجہ حسن ثانی نظامی دہلوی کی گرانقدر تقریریں ہوئیں۔ دہلی کی متعدد خانقاہوں کے سجادہ نشین اور ہزاروں دہلی و بیرون دہلی کے زائرین نے عرس کی تقریبات میں عقیدت کے ساتھ حصّہ لیا جو اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ اب حضرت شیخ رح کے فکر و عمل کی شمع روشن ہوچکی ہے اور جہل خرد کی کثیف تاریکی دور ہونے والی ہے۔ مجھے امید ہے کہ محترم سوز صاحب متولی درگاہ کی سربراہی میں وہ جملہ مقاصد پورے ہوں گے جن کے لیے اکیڈمی کا قیام عمل میں آیا ہے۔

سگ در آستانہ عالیہ حضرت شیخ صاحب رح

فقیر عبدالواحد چشتی قادری

گنج میر خاں ترکمان گیٹ دہلی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

احقر انام محمد الاحد ابن مولانا غلام محمد جملہ اہل اسلام کی خدمت میں عموماً اور شائقین علم کلام و عقائد کی خدمت میں خصوصاً عرض رسا ہے کہ یوں تو اس فن کی کتابیں بہت سی ہیں منجملہ ان کے تصانیف امام الکلام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کافی و وافی ہیں جیسا کہ قواعد العقائد۔ کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد ہے۔ جس میں متکلمین کے علم کا خلاصہ ہے اور اُن کی رسمی کتابوں سے تحقیق میں بہت بڑھی ہوئی ہے اور معرفت کے دروازے کھٹ کھٹانے کی طرف زیادہ قریب ہے اور اس کے علاوہ اور بہت سی کتابیں ہیں جو خاص علماً کے دیکھنے اور سمجھنے کی ہیں جن میں ہر قسم کے مباحث و دلائل موجود ہیں مگر ایسی عام فہم کتاب جو تمام مضامین کو حاوی اور اکثر مسائل کی جامع ہو تکمیل الایمان حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ سے بڑھ کر کسی کو نہ دیکھا۔ یہ کتاب اس فن میں واقعی لاجواب ہے۔ شیخ رح نے آسانی کے ساتھ وہ وہ باتیں لکھی ہیں جو بڑی بڑی کتابوں میں بھی نہیں پائی جاتیں۔ عقائد دین اسلام کو موافق طریقہ اہل سنت والجماعت نہایت شستہ تقریر سے اس خوبی سے ادا کیا ہے جس سے خود بخود دلوں میں اثر اور نور یقین پیدا ہوتا چلا جائے (جس کی طرف دیباچہ میں شیخ نے اشارہ بھی کیا ہے) چونکہ یہ کتاب فارسی زبان میں تھی اور ہمارے ملکی بھائی اس سے اچھی طرح فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے اس لیے احقر نے جامع علوم ربانیہ واقف اسرار قرآنیہ فاضل اجل عالم اکمل حضرت مولانا مولوی محمد مشتاق احمد صاحب حنفی چشتی انبہٹوی دامت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

برکاتہم وافاضاتہم کو اس کتاب کے ترجمہ کے لیے تکلیف دی اور حضرت مولانا سلمہ نے بطیب خاطر عامۂ مسلمین کے نفع کے لیے ترجمہ کی طرف توجہ فرمائی اور چند روز میں اس کی تکمیل فرمائی۔ جزاہ اللہ عنا خیرا لجزاء ایک قلمی صحیح نسخہ آپ کے پاس تھا اس سے متن کی بھی تصحیح فرمائی اور ترجمہ ایسی خوبی سے کیا جس سے عام حاجتیں رفع ہوگئیں۔ اور تمام مضامین ومقاصد بے تکلف اچھی طرح سمجھ میں آنے لگے ترجمہ کی پاکیزگی۔ زبان کی سلاست کتاب کے دیکھنے پر موقوف ہے۔ جب حضرت مولانا سلمہ ترجمہ سے فارغ ہوئے تو احقر اس کے چھاپنے کے لیے مستعد ہوا اور تھوڑے دنوں میں حق تعالےٰ کریم کی امداد سے یہ کتاب چھپ کر تیار ہوگئی ذات باری تعالےٰ شانہ سے امید ہے کہ اسے میرے لئے ذخیرۂ عقبےٰ کرے اور عامۂ مومنین کو اس کے مطالعہ سے نفع بخشے آمین ثم آمین۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریف اللہ کو ہے جو صاحب سارے جہان کا اور درود وسلام نازل ہو مرسلوں کے سردار متقیوں کے امام خاتم الانبیاء محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر اور ان کی اولاد اور اصحاب اور تمام ان کے پیروؤں پر۔

اس کے بعد کہتا ہے فقیر حقیر اللہ قوی پیدا کرنے والے کے تمام بندوں میں زیادہ ضعیف عبدالحق سیف الدین ترک دہلوی بخاری کا بیٹا کہ یہ ایک رسالہ ہے جس کا نام تکمیل الایمان وتقویۃ الایقان ہے اس میں اسلام کے عقیدوں اور طریقہ اہل سنت وجماعت کے موافق مذہب کے قواعد بیان کئے گئے ہیں۔ فوائد شریفہ اور معانی لطیفہ پر شامل ہے۔ کلام کی توضیح اور مطالب کی تشریح ایسے طرز میں کی گئی ہے کہ خدا نے چاہا تو دلوں میں اثر پیدا کرے گی اور باطن میں یقین کا نور بڑھا دے گی۔ میں نے اس رسالہ کو ہر ایک سچے مومن اور سچے طالب کے لیے لکھا ہے اور میں نے اس میں قول صحیح کے بیان کرنے اور مذہب حق کے اثبات پر اقتصار کیا ہے باطل مذہبوں کے ذکر کرنے اور لایعنی اقوال کے رد کرنے سے تعرض نہیں کیا۔ بحث وجدال اور قیل وقال کے راستہ کو چھوڑ دیا اور اور میں نے اس رسالہ کو علم کلام کے دلائل اور علم فلسفہ کی باریکیوں سے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سے خالی رکھا ہے تاکہ طالب کو تذبذب اور حیرت کے گرداب میں نہ ڈالے مقصد کے پانے اور مطلب کے حاصل ہونے سے نہ روکے اللہ ہی توفیق کا مالک اور اسی کے ہاتھ میں تحقیق کی باگ ہے۔

حَقَائِقُ الْاَشْیَآءِ ثَابِتَۃٌ تمام چیزوں کی حقیقتیں ثابت ہیں۔ جملہ عقائد اور احکام کا مدار اس اعتقاد پر ہے کہ نفس الامر میں ہر چیز کی ایک حقیقت ہے اور یہ (ہر شئے کی حقیقت کا ہونا) کسی کے علم میں آنے یا اعتقاد کرنے پر موقوف نہیں نہ صرف وہم اور خیال ہے مثلاً پانی درحقیقت پانی ہے اور آگ اصل میں آگ ہی ہے یہ بات نہیں ہے کہ اگر آگ کی نسبت ہم پانی ہونے کا خیال کریں گے پانی ہو اور پانی کی نسبت آگ ہونے کا خیال جمائیں وہ آگ ہو اور مثلاً گرم کو سرد کہیں وہ سرد ہو اور سرد کی نسبت گرم کا اعتقاد کرلیں گرم ہو جن لوگوں کا ایسا اعتقاد ہے اُن کو سوفطائی کہتے ہیں۔ اور یہ بات عقلاً اور شرعاً دونوں طرح بیہودہ اور باطل ہے۔ کوئی عقل والا یہ نہیں کہے گا کہ پانی اور آگ کی حقیقت صرف وہم اور خیال ہے اور اگر کچھ حقیقت ہے وہ اعتقاد کے تابع ہے۔

ایک اور جماعت ان سوفسطائیوں کی ہر چیز کی نسبت شک کرتے ہیں کہ وہ موجود ہے یا نہیں ان کو اپنے شک کرنے میں بھی شک ہے یہ کلام نامعقول اور مکابرہ ہے ان لوگوں کے ساتھ زبانی بحث و مناظرہ کرنے کا کوئی نتیجہ نہیں ان کی سزا تو یہ ہے کہ ان کو (مثلاً) آگ میں جلا دیا جاوے اگر آگ کی حقیقت اور اس کی گرمی کا اقرار کریں تو ملزم ہوگئے (یعنی ہار گئے) اور چپ رہے دم نہیں مارا یہی اصل مراد ہے (یعنی وہ اسی سزا کے لائق ہیں)۔

وَالْعَالَمُ حَادِثٌ اور عالم حادث ہے قدیم نہیں یعنی جو کچھ ذات حق اور اس کی صفات کے سوا ہے وہ حادث ہے عدم سے وجود میں آیا ہے اور قدیم نہیں ہے۔ کیونکہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یعنی اللہ ازل میں موجود تھا اور اس کے ہمراہ کوئی چیز نہ تھی اور دلیل عقلی یہ ہے کہ عالم متغیر اور حوادث کی جگہ ہے اور جو ایسا ہو وہ قدیم نہیں ہوتا کیونکہ جو قدیم ہو وہ متغیر نہیں ہوتا ایک حالت پر ہمیشہ رہتا ہے خدا تعالیٰ کی ذات اور (اس کی جملہ) صفات ہی ایسی ہیں کہ ان میں تغیر اور تبدل کو راستہ نہیں۔ اس کی شان بلند اور اس کی برہان قوی ہے۔

وَهُوَ قَابِلٌ لِلْفَنَاءِ اور عالم موجود ہونے کے بعد فنا اور ہلاک ہونے والا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ہر شے فنا ہوگی سوائے اللہ کی ذات کے پس فرشتے اور بہشت اور دوزخ وغیرہ جن کے ہمیشہ رہنے کی خبر احادیث میں ہے (موافق اس آیہ شریفہ کے) وہ بھی فنا ہو جاویں گے۔ خواہ ایک لمحہ کو فنا ہوں البتہ فنا ہونے کے بعد باقی رہیں گے اور کبھی فنا نہیں ہوں گے۔

وَلَهُ صَانِعٌ اور واسطے عالم کے پروردگار ہے جس نے اس کو معدوم سے موجود بنایا کیونکہ جب عالم حادث ہے اور حادث اسی کو کہتے ہیں کہ عدم کے بعد وجود میں آیا ہو لہٰذا حادث کو عدم سے وجود میں لانے کے واسطے کوئی ذات چاہیئے جو اس کو موجود بنائے کس واسطے کہ اگر حادث خود بخود ہو جاتا تو حادث کیوں ہوتا قدیم اور ہمیشہ سے ہوتا اور جب قدیم اور ہمیشہ سے نہیں معلوم ہوا کہ کسی نے اس کو معدوم سے موجود بنایا اور پیدا کیا ہے۔

قَدِيمٌ ہمیشہ سے ہے یعنی عالم کو پیدا کرنے والا قدیم ہونا چاہیے اگر قدیم نہیں ہوگا حادث اور منجملہ عالم کے ایک ہوگا عالم کا پیدا کرنے والا نہیں ہوگا۔

واجب الوجود اس کا وجود واجب ہے اور اس کی ذات سے ہے غیر سے نہیں ورنہ غیر کا محتاج ہوگا اور جو غیر کا محتاج ہو وہ خدا ہونے کے لائق نہیں (کیونکہ لفظ خدا کے معنی خود آنے والے اور خود موجود ہونے والے کے ہیں) اور یہ بات ضروری ہے کہ تمام موجودات کا سلسلہ ایسی ہی ذات

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تک منتہی ہونا چاہیئے جو خود موجود ہو ورنہ اس طرح یہ سلسلہ بے نہایت چلا جاوے گا اور یہ غیر معقول ہے۔

وَاحِدٌ وہ یکتا ہے فرمایا اس نے یلاشبہ اللہ معبود یکتا ہے اور حقیقت میں عالم کا پیدا کرنا اور دنیا کا انتظام کرنا سوائے ایک پیدا کرنے والے اور ایک کے درست نہیں ہو سکتا۔

حَیٌّ عَالِمٌ قَادِرٌ مُرِیْدٌ زندہ اور دانا قدرت والا اور اختیار والا ہے جو کچھ کرتا ہے نہ جبر اور اضطرار سے کیونکہ ایسے عجیب و غریب عالم کا پیدا کرنا جو کمال درجہ مضبوطی اور اتقان میں ہے بغیر ان صفات کے ناممکن ہے مردہ اور جاہل اور غیر مختار سے کسی طرح نہیں ہو سکتا اور نیز یہ صفات (حیات۔علم۔قدرت۔ارادہ) اس کی مخلوقات میں موجود ہیں اگر اس کی ذات میں نہ ہوتیں تو ان میں کیونکر پیدا کر سکتا۔

مُتَکَلِّمٌ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ بولنے والا سننے والا دیکھنے والا ہے کیونکہ گونگا بہرا اندھا ناقص ہے اور ناقص خدائی کے لائق نہیں ہوتا (ان صفات کے ہونے پر) قرآن شریف گواہ ہے۔ان صفات کی حقیقت بلکہ تمام صفات الٰہی کو قیاس اور عقل سے دریافت نہیں کر سکتے ہاں اللہ کریم نے ان صفات کا نمونہ انسان کی ذات میں پیدا کیا ہے کہ جس نمونہ کے ذریعہ کسی قدر بِوَجْہٍ مِنَ الْوُجُوْہِ نشان اس کی صفات کا مل جاتا ہے۔لیکن فی الواقع انسان کی صفات اس کی صفات سے کسی طرح مشابہ نہیں۔

صِفَاتُہٗ قَدِیْمَۃٌ اللہ پاک کی صفتیں اس کی ذات کی طرح قدیم اور باقی ہیں۔

وَلَا یَقُوْمُ بِذَاتِہٖ حَادِثٌ اللہ پاک کی ذات کے ساتھ کوئی حادثات قائم نہیں جس قدر اس کے کمالات حقیقیہ ہیں وہ ازل میں ثابت ہیں کیونکہ محل حوادث حادث ہوتا ہے اور جو قدیم ہے وہ محل حوادث نہیں ہو سکتا۔

وَلَیْسَ بِجِسْمٍ وَلَا جَوْہَرٍ وَلَا عَرَضٍ وَلَا مُصَوَّرٍ وَلَا مُرَکَّبٍ وَلَا مَحْدُوْدٍ وَلَا مَعْدُوْدٍ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وَلَا فِیْ جِهَةٍ وَلَا فِیْ مَکَانٍ وَلَا فِیْ زَمَانٍ۔

اور اللہ پاک نہ جسم ہے نہ جوہر ہے نہ عرض ہے یعنی بدن نہیں ہے اور نہ صفات بدن سے ہے جیسے سیاہی اور سفیدی اور مصوَّر نہیں ہے یعنی صورت اور شکل سے پاک ہے مُرکّب نہیں ہے کہ اجزاء سے مل کر بنا ہو معدود نہیں ہے کہ اس کو گن سکیں۔ محدود نہیں ہے کہ اس کی حد و نہایت ہو کسی جہت میں (اوپر نیچے پیچھے آگے بائیں داہنے) نہیں ہے نہ کسی جگہ میں ہے اور نہ زمانہ میں کیونکہ یہ تمام صفتیں عالم کی ہیں اور اللہ پاک عالم کی صفات سے پاک ہے۔ زمانہ میں نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ زمانہ اس کو احاطہ کیے ہوئے اور شامل نہیں ہے اور اس کا وجود زمان پر موقوف نہیں ہے جب زمانہ نہ تھا اس وقت بھی وہ موجود تھا اب بھی کہ زمانہ ہے وہ موجود ہے وہ زمانہ میں نہیں ہے زمانہ کے ہمراہ ہے۔

لَا مِثْلَ لَهٗ وَلَا شِبْهَ وَلَا ضِدَّ وَلَا نِدَّ وَلَا ظَهِیْرَ وَلَا مُعِیْنَ اللہ جل جلالہ کی ذات اور صفات میں کوئی اس کی مانند اور مشابہ نہیں اور نہ اس کی ضد اور نہ ند جو اس کے مخالف ہو ضد وہ مخالف ہے جو غیر جنس سے ہو اور ند وہ مخالف ہے جو اس شے کے ہم جنس ہو۔ اور نہ کوئی اس کا پشت پناہ ہے اور نہ مددگار۔

وَلَا یَتَّحِدُ بِغَیْرِهٖ وَلَا یَحِلُّ فِیْهِ نہ اپنے غیر کے ساتھ مل کر ایک ہو اور نہ غیر میں حلول کرے کیونکہ دو کا ایک ہونا محال ہے۔ دوئی ایک ہونے کی ضد ہے اور غیر میں حلول کرنا یعنی داخل ہونا اجسام کی صفات میں سے ہے جیسا پانی مٹی میں اور آگ پتھر میں روشنی گھر میں آدمی مکان میں ہے یہاں مذہب حلول اور اتحاد کا بطلان ہوا۔

مُتَّصِفٌ بِجَمِیْعِ صِفَاتِ الْکَمَالِ مُنَزَّهٌ عَنْ سِمَاتِ النَّقْصِ وَالزَّوَالِ صفات کمال سے موصوف ہے اور نقصان و زوال کی علامتوں سے پاک ہے حاصل کلام یہ ہے کہ جس قدر صفات بقا اور کمال کی ہیں سب اس میں موجود

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہیں اور جس قدر نشان نقص وزوال کے ہیں تمام سے منزہ ہے رجلے جلالہٗ وتعالیٰ شانہ وھو مرئی للمؤمنین یوم القیامۃ اعتقاد کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایمان والوں کو اپنا دیدار دکھاوے گا فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکم سترون ربکم یوم القیامۃ کما ترون القمر لیلۃ البدر بےشک قریب ہے کہ تم دیکھوگے اپنے رب کو قیامت کے دن جیسے دیکھتے ہو چاند کو چودھویں رات تشبیہ فقط دیکھنے میں ہے ذات پروردگار اور چاند میں نہیں ہے اور قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے دیدار میں مقابلہ اور مواجہ اور قرب و بعد نہ ہوگا اس بصر یعنی آنکھ کو بصیرت کی قوت عطا ہو جاوے گی جو آج بصیرت یعنی دل کی آنکھ سے دیکھتے ہیں قیامت کو سر کی آنکھوں سے دیکھیں گے حاصل یہ کہ جس طرح آج اس کو بے کیف جانتے ہیں ایسا ہی اُس دن بے کیف دیکھیں گے عالم آخرت حقیقت ظاہر ہونے کی جگہ ہے جو آج باطن ہے وہ کل ظاہر ہو جاوے گا اور جو آج پوشیدہ ہے وہ کل کو کھل جاوے گا اور جب شارع علیہ السلام نے خبر دی اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہو گیا (رہا) اس کی کیفیت اللہ کریم کے سوا اور کسی کو معلوم نہیں۔

بعض کتابوں میں ایسا مذکور ہوا اور مشہور ہے کہ فرشتوں کو اللہ کریم کا دیدار نہیں ہوگا جبرئیل علیہ السلام کو کہ تمام عمر میں ایک مرتبہ سے زیادہ ان کو بھی نہیں ہوگا اور جنات کو بھی دیدار نہیں ہوگا۔

شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنے رسائل میں تحقیق کی ہے کہ یہ بات صحیح نہیں کیونکہ امام شیخ ابوالحسن اشعری نے جو اہل سنت و جماعت کے پیشوا اور رئیس ہیں اپنی کتاب میں بتلایا ہے کہ بہشت میں فرشتوں کو دیدار ہوگا اور امام بیہقی نے بھی اسی کے موافق بیان کیا ہے اور حدیثوں کو اس کی تائید میں ، نقل کیا ہے ائمہ متاخرین میں سے بعض نے ایسا ہی لکھا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہاں اگر جنات کی نسبت دیدار کا نہ ہونا بیان کریں تو ہو سکتا ہے کیونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور اماموں کی جماعت اس طرف گئی ہے کہ ان کو ثواب نہیں ملتا اور بہشت میں داخل نہیں ہوں گے نہایت بدلہ ان کا یہ ہے کہ دوزخ کی آگ سے نجات پاویں لیکن اللہ تعالےٰ کا فضل بہت وسیع ہے ممکن ہے کہ کسی وقت اس نعمت سے بہرہ اندوز ہوں اگرچہ (آدمیوں کی مانند) ہر روز اور ہر جمعہ کو نہ ہو۔ عورتوں کی رویت دیدار میں بھی اختلاف ہے حق یہ ہے کہ کبھی کبھی ان کو دیدار ہوگا مثلاً دنیا کے بعض ایام عید وغیرہ کی طرح دربار عام ہو اُس میں ان کو دیدار نصیب ہو مومنوں کی طرح نہیں کہ خواص مومنوں کو ہر صبح و شام دیدار ہوگا اور عام مومنوں کو ہر جمعہ دیدار ہوگا اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں یہ جو میں نے بیان کیا سیوطی کا کلام ہے۔ کہتا ہوں میں (حضرت مصنف شیخ عبدالحق) کہ عورتیں عام مومنوں کی طرح بشارت دیدار میں داخل ہیں اسی طرح فرشتے اور جن داخل ہیں ممکن ہے کہ یہ کرامت (بشارت دیدار) آدمیوں کے واسطے خاص طور پر فرشتوں اور جنات کے واسطے یہ خصوصیت نہ ہو۔ ہاں اگر کوئی دلیل بہم پہنچے تو پھر کوئی خدشہ نہیں لیکن اس بشارت سے عورتوں کا اخراج کرنا جائز نہیں اور کس طرح یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا، اور خدیجۃ الکبرے و عائشہ صدیقہ و دیگر نساء اہل بیت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مریم و آسیہ کو عالم کی عورتوں کی سردار ہیں عرفان و کمال میں بہت مردوں سے زیادہ ہیں دیدار الٰہی سے ممنوع اور محجوب رہیں۔ یا عوام مردوں سے اس نعمت و کرامت میں کم ہوں بلکہ ان کو عام مومنات سے مخصوص اور مستثنیٰ رکھا جاوے جن کی نسبت احادیث میں اغنیاء اور جمعہ کا تعین ہے ہو سکتا ہے چنانچہ سیوطی نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے اور یہ جو کہتے ہیں (کہ عورتوں کو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دیدار اس واسطے نہ ہوگا) وہ خیموں میں ہونگیں ضعیف بات ہے کیونکہ وہاں خیمے دنیا کے گھروں کی طرح حجاب نہیں ہوں گے اور یَرَاہُ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ میں جو دو صیغے جمع مذکر کے ہیں پہلے جملے کے معنی یہ ہیں کہ مومن اللہ کریم کا دیدار دیکھیں گے اور دوسرے جملہ کے معنی یہ ہیں کہ بےشک تم عنقریب اپنے رب کو دیکھو گے سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تغلیباً ہے یعنی غلبہ مردوں کا بیان کیا گیا اور عورتیں بھی اس حکم میں داخل ہیں واللہ علم۔ سیوطی نے یہ بھی کہا ہے کہ روایت کی یہ تخصیص اور تفصیل بہشت میں داخل ہونے کے بعد ہے اور موقف میں روایت ہو گی لیکن جلال و قہر کی صفت میں ہوگی اس کے بعد محجوب کیئے جاویں گے تاکہ حسرت اور عذاب زیادہ ہو واللہ اعلم اور اللہ کریم کو خواب میں دیکھنے کی نسبت بھی اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ خواب میں دیدار پروردگار سے مشرف ہونا درست ہے اور سلف سے اس کے متعلق روایتیں منقول ہیں۔ امام احمد سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا اے پروردگار سب عبادتوں میں کونسی عبادت افضل ہے اور تیری بارگاہ میں پہنچنے کا کونسا راستہ نزدیک ہے فرمایا قرآن مجید کی تلاوت۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انھوں نے پروردگار عالم کو سو دفعہ خواب میں دیکھا۔ ابن سیرین جو اکابر تابعین سے ہیں اور خواب کی تعبیر میں پیشوا مانے جاتے ہیں فرماتے ہیں کہ جو شخص حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھے (تعبیر اس کی یہ ہے) کہ بہشت میں داخل ہو اور غم و رنج سے نجات پاوے۔ یہ درحقیقت مشاہدہ قلبی ہے آنکھ کو دیکھنا نہیں ہے۔ اور اگر کوئی آنکھ سے دیکھے وہ مثال کو دیکھنے والا ہے حق تعالیٰ مثل نہیں ہے مگر مثالی ہے مثل اور مثال میں فرق ہے۔ مثل وہ ہے جو جمیع صفات میں ممثل لہ کے مشابہ ہو۔ مثال میں مساوات شرط نہیں ہے مثلاً عقل کو آفتاب سے تشبیہ دیتے ہیں اور وہ جمیع صفات میں آفتاب کی مثل نہیں ہے حالانکہ آفتاب کی مثال عقل کو لاتے ہیں مناسبت صرف اس میں ہے کہ جس طرح آفتاب کے نور سے محسوس چیزیں منکشف ہوتی ہیں عقل کو نور سے معقولات

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

منکشف ہوتی ہیں۔ مثال ہونے کے واسطے اسی قدر مناسبت کافی ہے اسی طرح بادشاہ کو سورج کی مثال اور چاند کو وزیر کی مثال دیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص آفتاب کو خواب میں دیکھے اس کی تعبیر یہ ہے کہ بادشاہ سے ملے اور چاند کو خواب میں دیکھے اس کی تعبیر یہ ہے کہ وزیر سے ملے۔ حق تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ یعنی اللہ کے نور کی مثال مانند طاق کے ہے کہ اس میں چراغ ہے اور چراغ شیشہ کی قندیل میں ہے اور اللہ پاک ہے اس سے کہ مصباح اور زجاجہ یعنی چراغ اور قندیل اور طاق اور درخت زیتون اس کی مثل ہوں (ہاں اس کے نور کی مثال ہیں) اور قرآن کو حبل متین یعنی مضبوط رسی سے تعبیر کیا۔ اور شک نہیں ہے کہ رسی مثل قرآن نہیں ہاں مثال ہے عالم خواب عالم مثال ہے اور حضرت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے اور مشرف بزیارت ہونے کی کیفیت بھی اسی طرح ہے۔ اس کلام کی پوری تحقیق امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل سے معلوم کرنی چاہئیے اور اللہ توفیق دینے والا ہے۔

دنیا میں اللہ سبحانہ کو سر کی آنکھ سے دیکھنے میں بیداری کی حالت میں دو قول ہیں استاد ابوالقاسم قشیری صاحب رسالہ نے فرمایا کہ عدم جواز کا قول صحیح ہے یہ گفتگو جواز اور امکان میں ہے۔ اور عدم وقوع میں سب کے نزدیک محقق ہو چکا کہ سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے (کہ شب معراج میں حسب روایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے دیدار ہوا) اور کسی کو میسر نہ ہوا۔

محدثین اور فقہاء متکلمین اور مشائخ طریقت کا اس پر اجماع ہے کہ اولیاء اللہ میں سے کسی کو (دنیا میں سر کی آنکھوں سے) دیدار پروردگار میسر نہیں ہوا۔ کتاب تعرف میں لکھا ہے مشائخ میں سے کسی نے رویت کا دعویٰ نہیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کیا اور نہ کسی سے ثبوت کو پہنچا مگر جاہلوں کے گروہ سے کہ انھیں کوئی نہیں جانتا۔ مشائخ اس پر اتفاق رکھتے ہیں کہ رویت کا مدعی کاذب اور جھوٹا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسی رویت کا دعویٰ کرنا معرفت کے حاصل نہ ہونے کی نشانی ہے جس نے یہ دعویٰ کیا حقیقت میں اُس نے اللہ تعالےٰ کو نہیں پہچانا۔ شیخ علاءالدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح تعرف میں فرمایا ہے کہ اگر کسی معتبر سے نقل اس کی صحت کو پہنچے تو اس کی تاویل کرنی چاہیے۔ تفسیر کواشی میں مذکور ہے کہ سر کی آنکھ سے رویت آلہی کا معتقد مسلمان نہیں ہے۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت یہ اعتقاد درست ہے۔ اردبیلی نے کتاب الانوار میں جو شافعی فقہ کی کتاب ہے لکھا ہے کہ جو شخص کہتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کو دنیا میں (سر کی آنکھ سے) دیکھتا ہوں اور اُس کے ساتھ بالمشافہہ کلام کرتا ہوں وہ کافر ہے۔ اور عقیدہ منظومہ میں یہ اشعار ہیں۔

وَمَنْ قَالَ فِی الدُّنْیَا یَرَاہُ بِعَیْنِہٖ ؎ فَذٰلِكَ زِنْدِیْقٌ طَغٰی وَتَمَرَّدَا

وَخَالَفَ کُتُبَ اللہِ وَالرُّسُلَ کُلَّھَا ؎ وَزَاغَ عَنِ الشَّرْعِ الشَّرِیْفِ وَاَبْعَدَا

وَذٰلِكَ مِمَّنْ قَالَ فِیْہِ اِلٰھُنَا ؎ یُرٰی وَجْھُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَسْوَدَا

ترجمہ اور جس شخص نے کہا کہ وہ اللہ کو دنیا میں اس آنکھ سے دیکھتا ہے وہ شخص زندیق ہے اس نے گمراہی اختیار کی اور سرکش ہوا اور مخالفت کی اللہ کی کتابوں کی اور اس کے تمام رسولوں کی اور شرع شریف کے راستہ کے خلاف ہوگیا اور دور ہوگیا۔ یہ اُن اشخاص میں سے ہے جن کی نسبت اللہ نے فرمایا کہ ان کا چہرہ قیامت کے دن سیاہ نظر آوے گا۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** نہیں پھرنا گناہ سے اور نہیں قوت نیک کام کرنے کی مگر ساتھ مدد اللہ تعالےٰ۔ خَالِقٌ لِجَمِیْعِ الْاَشْیَاءِ اللہ تعالےٰ پیدا کرنے والا تمام چیزوں کا ہے آسمان اور زمین اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور اُن سب کی ذات اور اُن کے کام اللہ کے پیدا کئے ہوئے اور اُس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کی قدرت سے ہیں۔

وَمُدَبِّرُهَا وَمُقَدِّرُهَا تدبیر کرنے والا سب کاموں کا اندازہ کرنے والا تمام چیزوں کا انجام معلوم کر کے ایسی درستی سے بنانا کہ ان میں کوئی نقصان پیدا نہ ہو اور تقدیر قدر مخصوص اور اندازہ معین سے جو ازل میں ہو چکا تھا اشیاء کو پیدا کرنا۔ خیر و شر اور نفع و ضرر حسن و قبح تمام قضا و قدر آلٰہی سے ہیں۔

وَعَالِمٌ بِجَمِيعِ الْمَعْلُومَاتِ اور اللہ تمام اشیاء کا عالم ہے جزء و کل تمام عالم کے ذرات میں سے کوئی ایک ذرہ اس کے علم سے باہر اور غائب نہیں ہے۔

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

وَلَا يَجِبُ عَلَيْهِ شَيْءٌ کوئی چیز اس پر واجب اور لازم نہیں ہے نہ لطف اور نہ قہر اور نہ ثواب نہ عقاب خدا وہ کرتا ہے جو چاہتا ہے خدا پر کچھ حکم نہیں کر سکتے عبادت کرنے والوں کو ثواب اس کے فضل سے ہے اور گناہ گاروں کو سزا اس کے عدل سے ہے اللہ جل شانہ ہر حالت میں قہر میں عدل میں فضل اور کرم میں محمود ہے کسی کا اس پر استحقاق اور حق لازمی نہیں ہے ہاں اس نے خود فرمایا ہے کہ فرمانبرداروں کو ثواب دونگا اور نافرمانوں کو عذاب کروں گا یقیناً ایسا ہی ہوگا جیسا اس نے فرمایا لیکن یہ اس پر واجب نہیں ہے اور اگر بالفرض اس کے خلاف کرے کسی کی یہ طاقت نہیں کہ کہہ سکے ایسا کیوں کیا۔

وَلَا غَرَضَ لِفِعْلِهِ اس کو اپنے کاموں کے متعلق کوئی غرض نہیں اس واسطے کہ صاحب غرض اپنی غرض کے پورا کرنے کا محتاج ہوتا ہے لیکن اس کے ہر ایک کام میں حکمتیں ہیں کہ انسان ان کی حقیقت دریافت کرنے سے عاجز ہے اور جو فائدے ان حکمتوں سے پہنچیں وہ مخلوق کے واسطے ہیں۔ اللہ پاک کو ان فائدوں کی احتیاج نہیں خلقت کا موجود ہونا اور معدوم ہونا اور ان کے نفع اور نقصان پروردگار کی ذات کی نسبت یکساں ہیں وہ اپنی حقیقی اور ذاتی بخشش سے اور اپنے ارادہ سے جو چاہتا ہے کرتا ہے (اگرچہ ہر کام مصلحت سے ہوتا ہے) مگر رعایت حکمت اور مصلحت اس پر واجب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نہیں ہے جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَظُمَ شَانُہٗ
وَلَا حَاکِمَ سِوَاہُ اُس کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے صرف اسی کا حکم ہے واجب حرام اور حسن وقبیح پر ثواب یا عذاب اسی کے حکم سے مرتب ہوتا ہے اچھا کام وہ ہے جس کا اس نے حکم دیا برا وہ جس کو اس نے منع فرمایا پس کام کا اچھا ہونا یا برا ہونا شارع کے حکم دیتے یا منع کرنے کے متعلق ہے یہاں عقل کا کچھ دخل نہیں ہے کہ وہ حکم لگاوے یہ فعل اچھا اور موجب ثواب ہے اور یہ کام برا اور باعث عذاب ہے پس جن لوگوں کو دعوتِ اسلام نہ پہنچے جیسے پہاڑ کے رہنے والے کہ وہیں پیدا ہوئے اور وہیں مر گئے اور آبادی والوں سے نہیں ملے آخرت میں ماخوذ اور معذب نہیں ہوں گے ہاں بعض مشائخ کے نزدیک ایمان نہ لانے اور اللہ تعالےٰ کی توحید کا اعتقاد نہ کرنے پر ماخوذ ہوں گے کیونکہ اسی قدر معلوم کر لینا کہ اس عالم کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ تمام صفات کمال سے موصوف ہے شرع شریف پر موقوف نہیں عالم کا تغیر اور امکان دیکھ کر عقل کے نزدیک توحید صانع پر ایمان لانا واجب ہے۔
پہلے فریق کی دلیل قرآن شریف کی یہ آیت ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ہم کسی کو عذاب نہیں کریں گے مگر جب کہ اس کے پاس رسول اسلام کی طرف بلاوے اور وہ اس کے بلانے کو نہ مانیں رسول کی مخالفت کریں تب عذاب کے مستحق ہوں گے اور یہ تاویل کرنا کہ مراد رسول سے اس آیہ شریفہ میں عقل ہے محض لغو اور بیہودہ خیال ہے۔ شیخ کمال الدین ابن ہمام نے کہ محققین حنفیہ سے ہیں فریق اول ہی کی تائید کی ہے ابوالیسر بردوی بھی اسی طرف ہیں اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔
فَالْحَسَنُ مَا حَسَّنَہُ الشَّرْعُ وَالْقَبِیْحُ مَا قَبَّحَہُ الشَّرْعُ پس لازم آیا کہ فعل حسن اور نیک کام وہی ہے کہ شارع علیہ السلام نے اس کا حکم دیا اور فعل قبیح اور برا کام وہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا خود فعل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اپنی ذات میں نہ حسن ہے نہ قبیح کیونکہ اچھے اور برے کی نسبت ثواب یا عذاب آخرت کا مترتب ہونا عقل کی دریافت سے باہر ہے۔ ہاں فعل کے متعلق مدح اور ذم کا ہونا مثلاً عدل کو اچھا جاننا اور ظلم کو برا سمجھنا یا علم کو صفت کمال اور جہل کو صفت نقصان خیال کرنا یہ عقل کے متعلق ہے اور عقل اس کو پہچانتی ہے۔

وَلِلّٰہِ مَلٰئِکَۃٌ اور اعتقاد کرنا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ نے فرشتے پیدا کئے ہیں اجسام اُن کے نورانی ہیں جس شکل میں چاہیں ظاہر ہوں حقیقت ان کی ارواح مجردہ ہیں ان کا بدن ان کے حق میں لباس کا حکم رکھتا ہے نہ مرد ہیں نہ عورت ہیں توالد و تناسل کا سلسلہ ان میں جاری نہیں۔ آسمان اور زمین بلکہ عالم کے تمام اجزاء پر فرشتے موکل ہیں کہ اس کے مربی اور مدبر و نگہبان ہیں اور ایک آدمی پر کئی کئی فرشتے مقرر ہیں بعض اعمال کے لکھنے پر اور بعض شیطان سے اور دیگر موذیوں سے بچانے پر مقرر اور محافظ ہیں تمام عالم علوی و سفلی میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ فرشتوں سے معمور نہ ہو۔ حدیث میں آیا ہے کہ تمام خلقت کے دس حصے ہیں جن میں نو حصے فرشتے اور ایک حصہ باقی مخلوقات ہے۔

اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فرشتوں کے بازو ہیں دو دو تین تین چار چار قرآن شریف میں فرشتوں کے واسطے بازوؤں کا ہونا ثابت ہے لہٰذا اس پر ایمان لانا اور اعتقاد کرنا واجب ہے اور واقعی مراد کو خدا تعالےٰ کے سپرد کرنا چاہیے یا یہ تاویل کی جاوے کہ بازوؤں سے مراد قوائے ملکی ہیں جیسا کہ حکم متشابہات قرآنی کا ہے واللہ اعلم اور عدد مذکور سے مراد حصر نہیں ہے کہ چار چار بازو تک فرشتوں کے ہیں کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں جبریل علیہ السلام کے چھ سو پر دیکھے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مِنْهُمْ جِبْرَئِیْلُ تمام فرشتوں میں چار فرشتے زیادہ مقرب ہیں کہ عالم کے بڑے بڑے کاموں پر مامور ہیں اور ملک و ملکوت کے اہم معاملات ان ان کے سپرد ہیں ایک ان میں جبریل علیہ السلام ہیں کہ علوم کا القار کرنا اور وحی کا انبیا علیہم السلام پر پہنچانا ان کے سپرد ہے۔

وَمِیْکَائِیْلُ دوسرے میکائیل علیہ السلام ہیں کہ مخلوقات کے رزقوں کا پہنچانا اور اُن کی مقدار ان کے سپرد ہے

وَاِسْرَافِیْلُ تیسرے اسرافیل علیہ السلام ہیں کہ صور کا پھونکنا پہلی بار واسطے ہلاک ہونے کے اور دوبارہ قبروں سے اُٹھ کر محشر میں حاضر ہونے کے واسطے صور پھونکنا ان کے سپرد ہے و عزرائیل چوتھے عزرائیل علیہ السلام ہیں کہ تمام عالم کی ارواح کا قبض کرنا ان کے متعلق ہے۔ اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام سب سے افضل ہیں بعض علماء کا قول یہ ہے کہ چاروں فرشتے فضیلت میں برابر برابر ہیں۔ سوائے ان چاروں کے اور فرشتے بھی مقرب اور عظیم الشان ہیں اُن میں آٹھ فرشتے عرش کے اُٹھانے والے ہیں عظمت ان کے اجسام کی اس قدر ہے کہ ان کے کندھوں سے کان کی لو تک دو سو برس کے راستہ کی برابر مسافت ہے اور ایک روایت میں سات سو برس کے راستہ کی برابر فاصلہ آیا ہے۔

وَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ اور ہر ایک کے لیے ان فرشتوں میں سے اللہ تعالیٰ کے قرب اور بارگاہ میں مقام معلوم اور مرتبہ خاص ہے کہ اس سے تجاوز اور ترقی نہیں کرتے اور جو کمال کہ لائق ان کے حال کے ہو بالفعل ان کو حاصل ہے ان میں شوق تحصیل کمال کا نہیں اور جو چیز اُن کے حق میں بالقوہ ہو اس کو بالفعل نہیں کرتے کیونکہ شوق اس چیز پر ہوتا ہے جو حاصل نہ ہو اور مفقود ہو اسی اعتبار سے کہتے ہیں کہ ملائکہ میں عشق نہیں اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ فرشتوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نہیں ہے۔

لَا یَعۡصُوۡنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمۡ وَیَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ خدا تعالےٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ ابلیس نے جو نافرمانی کی درحقیقت وہ فرشتہ نہ تھا بلکہ اصل خلقت میں جن تھا عبادت کے سبب فرشتوں میں شمار کیا جاتا تھا انجام کار اس نے اپنی اصل کی طرف رجوع کیا بعض کہتے ہیں کہ فرشتے اور جن پیدائش میں ایک دوسرے کے قریب ہیں نار نور بھی رکھتی ہے اور دھواں بھی اگر دھواں اس میں سے جاتا رہے تو نور رہ جاوے۔ واللہ اعلم۔

وَلَہٗ کُتُبٌ اَنۡزَلَھَا عَلٰی رُسُلِہٖ اللہ تعالیٰ کی کتابیں ہیں جو بعض انبیاء پر نازل کی ہیں اور سب کو ان کی متابعت کا حکم دیا ہے تمام کتابیں ایک سو چار ہیں جن میں چار کتابیں بڑی اور مشہور ہیں۔

مِنۡھَا التَّوۡرٰۃُ ان آسمانی کتابوں میں سے ایک توراۃ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے اور تمام انبیاء بنی اسرائیل اسی کتاب کے تابع ہیں۔ وَالزَّبُوۡرُ دوسری کتاب آسمانی زبور ہے کہ داؤد علیہ السلام پر اتری ہے۔ وَالۡاِنۡجِیۡلُ اور تیسری کتاب آسمانی انجیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے۔

اور یہ تمام کتابیں بعد ذکر اللہ اور بیان احکام شرعی کے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب اور ان کے احوال اور اوصاف سے پر ہیں۔ انبیاء سابقین صلوات اللہ علیہم اجمعین کے عمدہ اوقات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مناقب اور محامد میں گذرتے تھے کہ حضور کے نام مبارک سے بارگاہ الٰہی میں تقرب اور توسل تلاش کیا کرتے تھے۔ وَالۡقُرۡاٰنُ الۡعَظِیۡمُ اور چوتھی کتاب آسمانی قرآن شریف ہے کہ تمام کتب آسمانی کا خلاصہ ہے اور یہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے اعجاز نظم قرآن شریف کا خلاصہ ہے جو کسی کتاب آسمانی میں نہیں دیکھی کوئی بشر قرآن شریف کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تین آیتوں کے برابر نہیں بنا سکتا، توراۃ ضخامت میں اس قدر بڑی ہے کہ سوائے پیغمبروں کے اور کسی کو یاد نہیں ہو سکتی تھی لیکن قرآن مجید باوجود اختصار کے سب کتابوں سے اعظم واکمل ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ قرآن شریف ایسی کتاب ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں پرہیزگاروں کے واسطے باعث ہدایت ہے۔ تمام کتابیں اس حیثیت سے کہ خدا کا کلام ہیں برابر ہیں اگرچہ بوجوہ دیگر ایک دوسری سے افضل ہیں جس طرح انبیاء علیہم السلام نفس پیغمبر ہونے میں سب برابر ہیں جیسا کہ فرمایا لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ نہیں فرق کرتے ہم رسولوں میں سے کسی میں مگر مراتب میں بعض بعض سے افضل ہیں جیسا کہ فرمایا اَلرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یہ رسول بزرگی دی ہم نے بعض کو بعض پر۔

وَاَسْمَاؤُهٗ تَوْقِیْفِیَّةٌ اور نام اللہ کے توقیفی ہیں یعنی سننے پر موقوف ہیں اور شرع شریف سے منقول ہیں پس جو نام شرع شریف میں آیا ہے اُسی سے اللہ کو پکار سکتے ہیں اپنی طرف سے نیا نام مقرر نہیں کر سکتے اگرچہ عقل کے نزدیک اس کا اطلاق درست ہو یا اس کے معنی اللہ کے نام کے مطابق ہوں مثلاً اللہ تعالیٰ کو شافی کہہ سکتے ہیں طبیب نہیں کہہ سکتے جواد کہیں گے سخی نہیں کہیں گے عالم کہیں گے۔ عاقل نہیں کہیں گے۔ جاننا چاہیے کہ یہ ممانعت نام رکھنے میں ہے وصف کرنے میں ممانعت نہیں کیونکہ نام رکھنا ایک تصرف ہے کہ سوائے نام رکھنے والے کے اور کسی کو نہیں پہنچتا اور یہ گفتگو اُن ناموں میں ہے جو صفات اور افعال سے لیے گئے ہیں ورنہ اسماء اعلام میں کلام نہیں کہ ہر زبان ذات الٰہی کے واسطے موضوع ہے لیکن کفار کی زبان میں جو نام مخصوص ہیں اللہ تعالےٰ کو اُن سے پکارنا نہیں چاہیے کہ اس میں اندیشہ کفر کا ہے اور جاننا چاہیے کہ اسماء الٰہی ان ننانوے ناموں میں منحصر نہیں ہیں بہت سے نام ایسے ہیں کہ خلقت کو نہیں معلوم کرائے اور بعض اسماء الٰہی ایسے ہیں کہ خلقت اُن کو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جان نہیں سکتی اور شرع شریف میں بھی ان ننانوے سے زیادہ آئے ہیں لیکن ان اسمار کی شہرت ایک خاصیت خاص کے سبب ہے جو اِن میں رکھی ہے چنانچہ فرمایا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ لِلّٰہِ تِسْعَۃٌ وَّتِسْعِیْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ یعنی اللہ کے ننانوے نام ہیں جس نے ان کو یاد رکھا جنت میں داخل ہوا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً کوئی بادشاہ کہے میرے ہزار سوار ایسے ہیں کہ جو شخص ان سے مدد چاہے مدد کرتے ہیں اور جہاں جاتے ہیں فتح یاب ہوتے ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس بادشاہ کے پاس سوا ان ہزار کے اور سوار نہیں بلکہ بادشاہ کے سوار بیشمار ہیں مگر ان میں ہزار اسی قسم کے ہیں کہ بیان کیے پس اللہ کے نام بیشمار ہیں لیکن ان ننانوے ناموں کے ذکر میں یہ خاصیت ہے کہ ان کے یاد کرنے سے جنت میں داخل ہوگا واللہ اعلم۔

وَھُوَ خَالِقٌ لِاَفْعَالِ الْعِبَادِ فَالْکُفْرُ وَالْمَعْصِیَۃُ بِاِرَادَتِہٖ وَتَقْدِیْرِہٖ لَا بِرِضَاہٗ اور اللہ ہی بندوں کے افعال کا پیدا کرنے والا ہے پس کفر اور گناہ اسی کے ارادہ اور تقدیر سے ہے مگر وہ کفر اور گناہ سے رضامند نہیں۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ تمام اشیار کا پیدا کرنے والا اللہ تعالےٰ ہے پس بندوں کے افعال بھی اس کی پیدائش اور تقدیر سے ہیں کہ افعال بھی منجملہ اشیار کے ہیں اور وہ عموماً تمام اشیار کا خالق ہے خاص افعال عباد کی نسبت بھی فرمایا وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔ یعنی اللہ نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے عملوں کو پیدا کیا غرض کفر و اور ایمان اور طاعت و عصیان نیکی اور بدی بندوں سے اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور تقدیر اور حکم سے صادر ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ ایمان اور طاعت اور نیکی سے رضامند ہے اور کفر و معصیت سے ناراض ہے چنانچہ فرمایا۔ وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ یعنی اللہ اپنے بندوں سے کفر کرنے میں رضامند نہیں ہے۔ چاہنا اور پیدا کرنا دوسرا امر ہے اور راضی ہونا امر دوسرا۔ رضا جب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سمجھی جاوے کہ حکم کرے یوں کرو اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کسی حکمت کے سبب سے حکم کرتا ہے لیکن اس کا واقع ہونا نہیں چاہتا اور حکمت اس کی سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اس کی مثال ایسی ہے جیسے مالک اپنے بندہ کی نافرمانی اور گناہ کا اثبات اور اظہار کرنا چاہے بندہ کو کسی کام کرنے کا حکم دے اور یہ نہ چاہے کہ وہ کرے تاکہ اس کا نافرمان ہونا سب پر ظاہر ہو جاوے اس جگہ امر و نہی کرنے میں حکمت اور فائدہ یہ ظاہر ہوا کہ حقیقت بندوں کی جو علم ازلی میں پوشیدہ ہے وہ کھل جاوے اور یہ معلوم ہو جاوے کہ کون مطیع اور فرمانبردار ہے ——— اور کون فاسق اور غیر فرمانبردار ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

وَلِلْعِبَادِ اَفْعَالٌ اخْتِیَارِیَّةٌ یُثَابُوْنَ بِهَا وَیُعَاقَبُوْنَ عَلَیْهَا اور واسطے بندوں کے افعال اختیاریہ ہیں جن کے کرنے سے اُن کو ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے عذاب ہوتا ہے۔ باوجودیکہ ہر کام اللہ تعالےٰ کے ارادہ اور تقدیر سے ہے بندہ بھی غافل و مختار ہے کہ اپنے کام میں اختیار رکھتا ہے مجبور اور مضطر نہیں۔ ثواب و عذاب اسی اختیار پر مترتب ہے جو بندہ کو حاصل ہے۔

اوّل جاننا چاہئے کہ جبر و اختیار کے کیا معنی ہیں تاکہ اس مسئلہ کی حقیقت معلوم ہو۔ آدمی سے جو کام صادر ہوتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ پہلے کسی چیز کا تصور کرے اور اگر وہ چیز اس کی طبیعت کے موافق ہو اس کے باطن میں اس کے کرنے کی خواہش پیدا ہو اور اس خواہش کے پیچھے چلے اور اس کی طرف حرکت کرے اور اگر وہ چیز طبیعت کے مخالف نفرت اور کراہت اس سے دل میں پیدا ہو اور اس کے نہ کرنے کی حرکت کرے حالانکہ خواہش اور نفرت پیدا ہونے سے پہلے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اس چیز کا کرنا اور نہ کرنا ممکن تھا کرتا یا نہ کرتا خواہ مرتبہ تصور میں جو فعل کے ساتھ قوت قریبہ ہے یا تصور سے پہلے جو مرتبہ فعل سے دور تر ہے آدمی کی اس حرکت کو حرکت اختیاری کہتے ہیں اور جو فعل اس حرکت پر مترتب ہو وہ فعل اختیاری ہے۔

دوم یہ کہ کام سے پہلے اس کا تصور اور شوق اور خواہش نہ ہو بغیر خواہش کے رعشہ والے کی طرح حرکت صادر ہو اس حرکت کو جبری اور اضطراری کہتے ہیں۔ پس اختیار ان معنی سے جو قسم اوّل میں بیان کیا گیا اس کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا اس قسم کے اختیار کا انکار ایسا ہے جیسے کوئی شخص کہنے لگے آدمی کے کان نہیں یا آنکھ نہیں اور اگر کوئی شخص کہے کہ آدمی کی تمام حرکات اور اس کے افعال قسم دوم سے یعنی مرتعش کی حرکت کی طرح ہیں یہ حس کا انکار کرنا ہے جس کو کوئی عاقل گوارا نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ شبہ پیش آجاتا ہے کہ آدمی کے افعال علم الٰہی اور ارادت ازلی اور قضا و قدر کے موافق وجود میں آتے ہیں اگر خدا تعالےٰ نے ازل میں جانا اور چاہا کہ فلاں فعل فلاں بندہ سے صادر ہو ضرور وہ کام اس بندہ سے ہو گا خواہ بے اختیار ہو جیسے حرکت اضطراری یا اختیار سے ہو اگر فعل اختیاری ہے پس انسان کا اس کام کے کرنے اور وجود میں لانے کا اختیار نہیں ہاں یہی کہا جا سکتا ہے کہ تصور اور خواہش سے کرنا اختیار میں داخل ہے اور نیز آدمی کو اگرچہ فعل میں اختیار ہے مگر اس کے مبادی میں یعنی جو موقوف علیہ ابتدائی اس کام کے ہیں اختیار نہیں دیا مثلاً اگر ان کی آنکھیں کھلی ہوں پھر نہ دیکھے یہ اس کے اختیار میں نہیں دیکھنے کے بعد اگر وہ شے مطلوب ہے اس کی خواہش پیدا ہوتی ہے شوق بڑھتا ہے حرکت اس کام کے کرنے کی پیدا ہو جانی لازم ہو جاتی ہے پس آدمی کو اختیار ہے مگر اپنے اختیار میں اختیار نہیں رکھتا آخر الامر وہی بات قرار پائی جو علماء

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کہتے ہیں۔

مُخۡتَارٌ فِیۡ فِعۡلِهٖ وَمَجۡبُوۡرٌ فِی اخۡتِیَارِهٖ یعنی بندہ اپنے فعل میں مختار ہے مگر خود اختیار میں مجبور ہے یا یوں کہیئے کہ ظاہر میں اختیار ہے اور باطن میں جبر ہے۔ اور در حقیقت مسئلہ قضاء و قدر اور بندہ کے با اختیار ہونے کا ایسا ہے کہ عقل اس میں حیران ہے سوائے عجز و سکوت کے چارہ نہیں۔ بات وہی ہے جو اللہ کریم نے فرمائی لَا یُسۡئَلُ عَمَّا یَفۡعَلُ وَهُمۡ یُسۡئَلُوۡنَ یعنی وہ مالک علی الاطلاق ہے اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ یہ کام کیوں کیا بندے پوچھے جاویں گے۔ اس موقف اور مقام میں کھڑا ہونا اور سوال و جواب کرنا نہیں چاہیے کہ پوشیدہ بھید ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہ اہل طریقت کے استاد اور اہل حقیقت کے پیشوا ہیں فرماتے ہیں لَا جَبۡرَ وَلَا قَدۡرَ وَلٰكِنۡ اَمۡرٌ بَیۡنَ اَمۡرَیۡنِ مطلب حضرت امام کا یہ ہے کہ جبر فرقہ جبریہ کا مذہب ہے کہتے ہیں آدمی کو کچھ اختیار نہیں ہے اور اس کی حرکت جمادات کی حرکت کی طرح ہے۔ اور قدر فرقہ قدریہ کا مذہب ہے کہتے ہیں سب کام آدمی کے اختیار میں ہیں اور آدمی اپنے کام میں مستقل ہے اور اپنے افعال کا خالق ہے۔ پس حضرت ممدوح فرماتے ہیں یہ دونوں مذہب باطل ہیں اور افراط و تفریط میں پڑے ہوئے ہیں۔ سچا مذہب توسط ہے جو ما بین جبر اور قدر کے ہے۔ عقل اس توسط کی حقیقت دریافت کرنے سے عاجز اور حیران ہے اور فی الواقع یہ حیرانی اور سرگردانی بحث کرنے والے کے واسطے ہے وہ لوگ عقل سے معتقدات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اور جو چیز ان کی عقل میں نہ آوے اس کی تصدیق نہیں کرتے اور اس پر ایمان نہیں لاتے اور ہم ایمان والوں کو دعوی مذکور کے ثبوت پر دلیل قطعی کلام الٰہی کافی ہے جس میں موجود ہے کہ تمام کام اللہ کی قدرت اور اس کے ارادہ سے ہوتے ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور باوجود اس کے طاعات اور معاصی کو بندوں کی طرف نسبت کرکے فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ خدا ان پر ظلم نہیں کرتا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں اور فرمایا وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ نے پیدا کیا تم کو اور ان کاموں کو جو تم کرتے ہو۔ ان دونوں آیتوں میں دونوں امر کا اثبات کیا پیدا کرنا اپنی نسبت بتلایا اور عمل کو بندوں کی طرف منسوب کیا لہذا ایمان لانا چاہیئے کہ دونوں حق ہیں اور اعتقاد کرنا چاہیئے کہ خدا کی طرف سے پیدا کرنا اور بندہ کی طرف سے عمل کرنا ہے ہاں اس کی حقیقت اور کنہہ ہمارے علم سے باہر ہے۔

دوسرے یہ کہ شریعت اور امر و نہی کا ثبوت اختیار کی فرع ہے لہذا اختیار کا قائل ہونا ضروری ہے اور قضاء و قدر کا مسئلہ شارع علیہ السلام کے بتلانے سے معلوم ہوا جب دونوں شرع سے معلوم ہوئے پھر نزاع و جدال کس واسطے ہے دونوں پر ایمان لانا لازم ہے پس امر متوسط پر اعتقاد کرنا واجب ہوا اور فی الواقع اس مسئلہ میں خوض کرنا جہالت اور گمراہی کی نشانی ہے کوئی عمل اور کوئی حقیقت اس کی بحث پر موقوف نہیں۔ عمل کرنا چاہیئے اور حقیقت کا جاننے والا اللہ ہے۔ اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُّيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ عمل کرو ہر شخص آسان کیا گیا ہے اس کام کے واسطے جس کام کے واسطے پیدا کیا گیا ہے۔

اگر شارع علیہ السلام سے سن کر پھر تردد اور خلجان دل میں باقی رہے تو اس سے بہتر کسی اور دین کا فکر کرنا چاہیئے (نعوذ باللہ من ذالک) ایمان کی حقیقت تو یہی ہے کہ جب تو شارع علیہ السلام سے کچھ سنے فوراً یقین لاوے اور اگر تو نے اپنی عقل پر ایمان کو موقوف رکھا ہے در حقیقت تو اپنی عقل پر ایمان لایا ہے شارع علیہ السلام پر ایمان نہیں لایا۔ ہم کو اس مسئلہ پر (جبر و اختیار)

مترجم کہتا کہ منفذ الایمان میں مولانا رحیم بخش نے تفسیر فتح العزیز سے مسئلہ (باقی اگلے صفحہ پر)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کے اثبات میں پہلے سے اِسی مسلک پر چلنا چاہیے تھا اور اس رسالہ کی توسط وضع بھی اسی مسلک پر ہے مگر کیا کیا جائے قلم کی طبیعت میں طغیانی ہے۔ خدا تعالےٰ ہم کو خطا اور خلل سے بچاوے اور ہمیں ہم پر نہ چھوڑے وَاللّٰہُ یُضِلُّ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اللہ جسکو چاہے گمراہ بنادے جسکو چاہے ہدایت کرے پیدا کرنے والا ہدایت اور گمراہی کا بندے میں خدا تعالےٰ ہے جس کو چاہے گمراہ کرے اور جس کو چاہے سیدھے راہ پر لاوے۔ جس کو وہ گمراہ کرے

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) جبر و اختیار و قضا قدر میں جو عبارت نقل کی ہے اس کا یہاں نقل کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے جو کہتے ہیں کہ ہم نے یہ کام اس لیے کیا کہ ہماری تقدیر میں لکھا تھا کہ تقدیر کے حقیقت سے غافل ہیں قضا و تقدیر کے معنی یہ ہیں کہ علم اللہ تعالےٰ کا بسیط ہے ذرہ ذرہ کو شامل ہے پس وہ روز ازل سے جانتا ہے کہ فلاں شخص فلاں وقت میں فلاں کام کرے گا وہی اس نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے اور وہی ہر شخص کی تقدیر ہے اگر یہ آدمی اس کام کا کرنے والا نہ ہوتا تو اللہ تعالےٰ اس کی تقدیر میں کیوں لکھتا جب تقدیر کے یہ معنی ہوئے تو اس سے ثابت ہوا کہ تقدیر آدمی کے افعال کے تابع ہے نہ یہ کہ اس کے افعال اس کی تقدیر کے تابع ہوں اب یہ جو کہتے ہیں کہ ہماری تقدیر میں لکھا تھا جو ہم سے یہ کام ہوا وہ تقدیر کے معنی اُلٹے سمجھے ہیں کہ اپنے افعال کو تقدیر کے تابع سمجھتے ہیں اور یہ اُلٹی تقدیر ان کو سزا سے نہیں بچا سکتی۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی حاکم اپنے دو نوکروں کو دو کاموں کے لیے بھیجے اور اپنی قیافہ شناسی سے معلوم کرکے اپنے مصاحبوں سے کہہ دے کہ ان دونوں میں فلاں آدمی تو دیانت دار معلوم ہوتا ہے اسے جس کام کو بھیجا ہے ضرور سرانجام دے گا اور وہ دوسرا آدمی خائن معلوم ہوتا ہے خیانت کرے گا اور کام کو بگاڑے گا۔ پھر وہ دونوں آدمی ایسا ہی کریں تو قصور مند اگر یہ دلیل پیش کرے کہ آپ نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ خائن ہے اس لیے میں نے یہ کام بگاڑا اور خیانت کی نہ آپ مجھ کو خائن کہتے نہ میں ایسا کرتا میرا کیا قصور ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کوئی اس کو راہ راست پر نہیں لا سکتا اور جس کو وہ ہدایت کرے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ قرآن اور حدیث دونوں سے یہی ثابت ہے

ہاں قرآن شریف اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہدایت کی نسبت کرتے ہیں۔ شیطان

اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہدایت کی نسبت کرتے ہیں۔ شیطان اور بتوں کی طرف گمراہی کی نسبت کرتے ہیں۔ ہم کو دونوں پر ایمان اور دونوں پر اعتقاد رکھنا چاہیے۔

اور دراصل ہدایت کے دو معنی ہیں ایک سیدھا راستہ بتلانا دوم سیدھے راستہ سے مقصود تک پہنچا دینا۔ یہ دوسرے معنی اللہ تعالےٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں کسی دوسرے کے اختیار میں نہیں اور ہدایت کے پہلے معنی قرآن شریف اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں ثابت ہیں کہ دونوں سیدھا راستہ بتلاتے ہیں مگر سیدھے راستہ سے مقصود تک پہنچانا یہ اللہ ہی کا کام ہے پس اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ اور وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْ دونوں مطابق ہو گئے۔ یعنی اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ میں د جس کے معنی یہ ہیں

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) تو سزا سے نجات کسی طرح نہیں پا سکتا کیونکہ حاکم کہے گا میں نے تیرا قیافہ معلوم کر کے اپنے مصاحبوں سے تیرا یہ حال کہہ دیا تھا تجھے خیانت کرنے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ اس سے تجھ کو منع کیا تھا کہ ایسا کرے گا تو سخت سزا پائے گا اس وعدہ کے بموجب اب تو واجب السزا ہے اس تقریر کی رو سے جب آدمی کے فعل اس کی تقدیر کے تابع نہ ہوئے تو وہ اپنے اختیار میں مجبور نہ ہوا ۱۲۔ مترجم کہتا ہے حضرت علامہ مصنف تفسیر فتح العزیز نے سمجھانے کے واسطے یہ تقریر بیان فرمائی اس سے یہ مطلب نہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے۔ بلکہ بنظر غور اسی سے واضح ہو گیا کہ خالق افعال عباد اللہ ہی ہے بندہ کاسب اور وہ خالق ہے نہ بالکل مختار ہے اور نہ بالکل مجبور ہے واللہ اعلم ۱۲۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کہ اے نبی آپ ہدایت نہیں کر سکتے) نفی مقصود تک پہنچانے کی ہے اور وانک لتہدی (جس کے معنی یہ ہیں کہ اے نبی آپ ہدایت کرتے ہیں) اثبات راستہ بتانے اور طریق مستقیم پر چلانے کا ہے۔ پیغمبر کو ہدایت کا سبب اور شیطان کو گمراہی کا سبب بتایا ہے اور درحقیقت سب اللہ کی طرف سے اللہ ہی ہدایت کرنے والا اور وہی توفیق کا عطا کرنے والا ہے

وَعَذَابُ الْقَبْرِ لِلْكَافِرِ وَالْفَاسِقِ وَتَنْعِيْمُ أَهْلِ الطَّاعَةِ بِمَا يَعْلَمُهُ اللّٰهُ وَيُرِيْدُهٗ وَسُؤَالُ مُنْكَرٍ وَنَكِيْرٍ حَقٌّ اور عذاب قبر کا کافر اور فاسق کے واسطے اور راحت و آرام فرمانبرداروں کے واسطے جس طرح اللہ کے علم میں ہے اور جس طرح اس نے ارادہ کیا اور قبر کے اندر منکر و نکیر کا بندہ سے سوال کرنا یہ سب حق ہے۔

اہل سنت و جماعت کے عقیدوں میں سے ایک عقیدہ یہ ہے کہ قبر میں کافر اور فاسق کو عذاب ہوگا۔ قبر سے مراد عالم برزخ ہے کہ دنیا اور اور آخرت کے درمیانی واسطہ ہے اس عالم میں جس طرح خدا چاہے اور اس کے علم میں جس طرح ہے کافر اور فاسق عذاب اور تکلیف میں رہیں گے اور مومن اور فرمانبردار عیش و نعمت میں رہیں گے اور منکر و نکیر دو فرشتے ہیں عظیم الجثہ ہیبت ناک کالی صورت نیلی آنکھیں قبر میں آتے ہیں اور بندہ سے اس کے پروردگار اور رسول اور دین کی بابت سوال کرتے ہیں اگر اللہ کریم کی توفیق اور تعلیم سے ان کے سوال کا جواب بندہ نے صحیح دیا تو اس پر آرام و راحت کا دروازہ کھولا جاتا ہے۔ نئی دلہن کی طرح آرام سے سوتا ہے اور اس کے حق میں قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے۔ اور اگر (معاذ اللہ) جواب ٹھیک نہ دیا محنت و عذاب میں گرفتار ہوا اور قبر اس کے حق میں دوزخ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہو جاتی ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جب آیات واحادیث سے عذاب وثواب عالم برزخ ثابت ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کی کیفیت علم الٰہی کے سپرد کرنی چاہیے خواہ بدن کو زندہ کرکے یہ عذاب ہو یا مقابلہ میں روح کے ہو یا کسی اور طرح ہو اس کا علم قادر مطلق کو ہے جس طرح عذاب دے یا مومن کو نعمتوں میں رکھے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ گنہگاروں کے پاس جو فرشتے آتے ہیں اُن کا نام منکر ونکیر ہے اور فرمانبرداروں کے پاس جو فرشتے آتے ہیں اُن کا نام مبشر وبشیر ہے۔ لیکن یہ قول غریب ہے اور اس کا ذکر احادیث میں کم ہے اور کہتے ہیں سوال کرنے والے فرشتوں کی جماعت زیادہ ہے۔ بعض کا نام منکر بعض کا نام نکیر ہے ہر قبر میں دو فرشتے ان ناموں کے آتے ہیں جیسا نامہ اعمال لکھنے کے واسطے ہر ایک بندہ کے واسطے دو فرشتے مقرر ہیں اور ممکن ہے کہ دو ہی فرشتے ہوں اور متعدد مقامات میں ایک ہی وقت متمثل ہو جاتے ہوں واللہ اعلم۔

صاحب خلاصہ بزازی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ سوال بعد دفن کرنے میت کے ہوتا ہے بلکہ آدمیوں کے غائب ہونے کے بعد اور جو میت کو تابوت میں دوسری جگہ منتقل کرنے کی نیت سے رکھیں اس سے نہیں کیا جاتا۔ اگر کسی کو درندے نے کھا لیا ہے درندے کے پیٹ میں اس سے سوال ہوتا ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے سوال نہیں ہوتا اور اگر سوال ہوتا ہے بطور تعظیم اور بزرگی کے توحید اور امت کے احوال سے ہوتا ہے مومنین کے بچوں میں اختلاف ہے اکثر کہتے ہیں کہ ان سے سوال ہوتا ہے مگر فرشتے سوال کے بعد ان کو تلقین کر دیتے ہیں کہ کہہ اللہ تعالےٰ میرا رب ہے اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) میرے رسول ہیں اور اسلام میرا دین ہے۔ یا اللہ تعالےٰ ان کو الہام

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کرتا ہے جیسے عیسیٰ علیہ السلام کو طفلی میں الہام کیا۔

اور مشرکین کے بچوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے توقف کیا بسبب تعارض دلیلوں کے اور ان کو عذاب ہونے یا ثواب ملنے بھی علماء نے توقف کیا ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ دوزخ میں جاویں گے بعض کہتے ہیں بہشت میں جاویں گے۔ محمد بن حسین کہتے ہیں کہ مجھے اس امر کا یقین ہے کہ حق تعالیٰ کسی کو بے گناہ عذاب نہیں کرے گا۔ جنوں سے بھی سوال ہوگا کیونکہ دلائل سوال[1] ہونے کے عام ہیں جن و انسان دونوں کو شامل ہیں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمان جنات کو ثواب ملنے میں توقف کیا ہے اور کافر جن باتفاق عذاب کئے جائیں گے۔ امام ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ کافر مجاہر سے یعنی جو علانیہ کافر ہے سوال نہیں ہوتا بلکہ بغیر سوال کئے اس کو عذاب دیتے ہیں البتہ منافق سے سوال قبر میں ہوتا ہے اور بعض شارحین نے کہا کہ شہید اور مرابط فی سبیل اللہ (یعنی جو جہاد کے موقعہ پر پاسبانی کی خدمت بجالاوے) اور جو شب جمعہ یا روز جمعہ کو وفات اور جو ہر رات سورہ ملک پڑھا کرے اور جو استسقایا اسہال کی بیماری میں مرے یہ سب مستثنیٰ ہیں۔ ان سے قبر میں سوال نہیں ہوگا کہ اس باب میں احادیث وارد ہیں۔ امام ترمذی اور ابن عبدالبر نے یہ بھی کہا ہے کہ قبر کا سوال اس امت عظمیٰ کے واسطے مخصوص ہے۔ کہتے ہیں حکمت اس میں یہ ہے کہ عالم برزخ میں گناہوں کی آلایش سے پاک ہو کر قیامت کے دن تمام گناہوں سے پاک آئیں مشرح عقیدہ

---

[1] مترجم کہتا ہے آیہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ سے جنات کا انسان کی طرح مکلف ہونا ثابت ہے اور جملہ مکلفین کی نسبت فرمایا ہے کہ اُن سے سوال ہوگا کَمَا قَالَ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُوْنَ پس معلوم ہوا کہ جنات سے بھی سوال ہوگا۔ ۱۲

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

طحاوی میں بھی اسی طرح ہے اور تعمیم عذاب قبر کہ سب کو ہے یا اس مسئلہ میں توقف کہ پہلوں کو ہے یا نہیں۔ دونوں مذہب منقول ہیں واللہ اعلم۔

حبان کی حدیثوں میں آیا ہے کہ گنہگار کی قبر میں ستر ستر بچھو اور اژدہا ایسے ہوں گے کہ اگر ان میں سے ایک بھی دنیا میں سانس لے یعنی پھنکار مارے تمام دنیا اور دنیا کے درخت جل کر خاک ہو جائیں اور درحقیقت وہ سانپ اور بچھو برے کاموں اور گناہوں اور تعلقات دنیاوی کی صورتیں اس عالم میں متمثل ہو گئی ہیں۔ سانپ بچھو بن کر کاٹتے ہیں۔ ستر کی تعداد یا بغرض کثرت ہے۔ یعنی سانپ بچھو بہت ہوں گے یا شارع نے اصول صفات کی گنتی پر اطلاع دی ہے کہ بری صفتیں اور گناہوں کی جڑیں دنیا میں ستر ہیں یعنی جس نے سب قسم کے گناہ کئے اور سب بری صفتیں اپنے اندر پیدا کیں اس کی قبر میں پورے ستر ہوں گے اور جس نے کم کئے اس کے واسطے کم ہوں گے۔

اس پر اور اس کی مانند اور آخرت پر مخبر صادق علیہ الصلوۃ والسلام نے جن کی خبر دی ہے ایمان اور اعتقاد کرنے کے دو راستہ ہیں ایک یہ کہ سانپوں اور بچھوؤں کا وجود ظاہر میں ہے اور کاٹنا ان کا میت کو واقعی ہے لیکن ہم ان آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے کیونکہ ان آنکھوں سے ہر شخص عالم ملکوت کی باتیں نہیں دیکھ سکتے مگر (جو لوجہ صفائی باطن عالم ملکوت تک پہنچ گئے ہیں وہ دیکھ لیتے ہیں۔ مثلاً انبیاء علیہم السلام اور بعض اولیاء چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھتے تھے ——— آپ کے سوا اور کوئی نہیں دیکھتا تھا مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے چاہا دکھا دیا۔ اور یہ آپ کا دیکھنا یا اور کو دکھانا محض اللہ تعالےٰ کی قدرت سے ہے خواہ اجسام ہوں یا ارواح ہوں اگر پہاڑ سامنے ہو اور آنکھ کھول کر دیکھے اور خداوند کریم کو دکھلانا منظور نہ ہو تو نہیں دیکھ سکتا اور اگر خداوند کریم کو دکھلانا منظور ہو ارواح کو دیکھ سکتا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے۔ ایمان کا امتحان اور اعتقاد کی صحت اور احادیث کی پیروی اِسی راستہ کے اختیار کرنے میں ہے۔

اور دوسرا راستہ جوادنیٰ درجہ کا ہے وہ یہ ہے کہ اعتقاد کرے کہ دیکھنا ان سانپ اور بچھوؤں کا اور انکا اذیت پہنچانا خواب میں دیکھنے کے مانند ہے کہ سونے والا دیکھتا ہے اور تکلیف اٹھاتا ہے اور دیکھنے والوں کو ظاہر میں کچھ معلوم نہیں ہوتا مگر سونے والے کے حق میں وہ موجود ہیں۔ اگرچہ مقصود اس دوسرے راستہ سے بھی حاصل ہے لیکن ایسے اعتقاد والا ضعیف الایمان ہے اور پہلے راستہ کے موافق اعتقاد رکھنے والا پختہ اور سلامتی کے قریب ہے واللہ الموفق۔

وَالْبَعْثُ حَقٌّ پروردگار تعالےٰ کا قبروں سے مردوں کو اٹھانا اور مخلوق کو دوبارہ زندہ کرنا حق اور ثابت ہے تمام قرآن شریف اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دوبارہ زندہ کرنا مذکور ہے۔ دین اسلام اور مسلمانی کا مدار اِسی پر ہے جس ذات پاک نے اوّل ہی عدم صرف اور نابود محض سے تمام عالم کو پیدا کیا وہ یقیناً قادر ہے کہ دوبارہ عالم کو زندہ کرے اور وجود میں لاوے۔

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ اور وہی ہے جو پہلی بار بناتا ہے پھر اس کو دوہراوے گا اور وہ آسان ہے اس پر۔

اور در حقیقت آدمی کا بیج کہ اس کے پیدا ہونے اور بڑھنے کا سبب ہے جس کو عجب الذنب یعنی ریڑ کی ہڈی کہتے ہیں اس کو اجزاء زمین میں پوشیدہ رکھتے ہیں جس طرح گھاسوں اور درختوں کا بیج ریت مٹی میں دبا ہوا رہتا ہے اور برسات کا مہینہ برستے ہی یک بارگی اُگ جاتے ہیں اسی طرح تمام آدمی اور تمام خلائق پیدا ہو جاویں گے حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن آسمان سے مینہہ برسے گا اس کے سبب سے تمام انسان وحیوانات اور پرندے اور حشرات الارض

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پیدا ہو جاویں گے اور اللہ انصاف فرماوے گا اور ایک کا بدلہ دوسرے سے دلاوے گا۔ صحیح مسلم اور مسند امام احمد میں حدیث ہے کہ قیامت کو تمام خلائق ایک دوسرے سے بدلہ لیں گے یہاں تک کہ دنیا میں اگر سینگ والی بکری نے بے سینگ والی کو مارا ہوگا۔ ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹی کو ناحق ستایا ہوگا یہ بھی ایک دوسرے سے قصاص لیں گے۔ جب باوجود تمیز اور تکلیف نہ ہونے کے جانوروں میں قصاص ہوگا تو بعض علماء نے اسی پر قیاس کر کے کہا ہے کہ ایک لڑکے کا بھی دوسرے لڑکے سے بدلہ دلایا جاوے گا اور بعد بدلہ دلانے کے تمام حیوانات معدوم کر دیئے جاویں گے اور جن حیوانات کو ذبح کر کے کھایا ہے وہ بہشت کی خاک بنائے جاویں گے اور یہ مرنا اور زندہ ہونا اور قبروں سے اٹھانا قیامت کو صور کے نفخوں سے ہوگا پہلا نفخہ قیامت کے شروع میں ہوگا کہ اس سے تمام اہل زمین و آسمان کے دلوں میں دہشت اور ہول پیدا ہو جاویگا۔ خوف اور وحشت چھاوے گی اور تمام جاندار مرجائیں گے اور ہلاک ہو جاویں گے جیسا کہ اللہ کریم نے فرمایا یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ اس دن پھونک ماری جاوے گی صور میں پس گھبرا جاویں گے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہیں مگر جس کو اللہ چاہے دوسری جگہ فرمایا وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ اور پھونک ماری جاوے گی صور میں پس بیہوش ہو جاویں گے جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر جس کو اللہ چاہے۔

دوسرا نفخہ مردوں کو قبروں سے اٹھانے اور زندہ کرنے کے واسطے ہوگا کہ اس کے ہوتے ہی مردے قبروں سے نکلیں گے اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

منتشر ہوں گے یعنی میدان حشر کی طرف دوڑیں گے چنانچہ اسی آیہ کے آگے فرمایا ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ پھر صور پھونکی جاوے گی دوبارہ پس ناگہاں وہ کھڑے ہوکر دیکھتے ہوں گے اور جگہ فرمایا وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ اور صور پھونکی جاوے گی پس وہ دفعتہً قبروں سے پروردگار کی طرف دوڑیں گے اور دونوں نفخوں کے درمیان چالیس برس کا فاصلہ ہوگا۔ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ میں کلمہ مَن عالم آنے سے معلوم ہوا کہ اس فزع اور صعق یعنی گھبراہٹ اور بیہوشی کا اثر تمام اہل آسمان اور اہل زمین کو پہنچے گا۔ جن ہوں یا آدمی یا فرشتے اور اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہ جو استثنا کیا ہے اس میں جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام اور حوریں اور فرشتے دوزخ کے محافظ اور جنت کے نگہبان اور عرش عظیم کے اٹھانے والے اور شہید شامل ہیں کہ ان کو بیہوشی نہیں ہوگی۔

قیامت کبھی نفخہ ثانیہ کے زمانہ پر اطلاق کرتے ہیں اور کبھی ابتدار اماتت یعنی نفخہ اوّل کے وقت سے جنت میں داخل ہونے تک کے سارے زمانہ کو قیامت کہتے ہیں۔

اور فی الواقع اگر نظرِ عبرت سے دیکھا جاوے ہر روز یہ حال آدمیوں پر گذرتا ہے اور قیامت سے غافل ہیں اور شارع علیہ السلام کی خبروں میں شک کرتے ہیں۔ مثلاً جب شام ہوتی ہے اندھیرا ہوجانے سے سب جانوروں اور آدمیوں پر ہول اور خوف اور دہشت غالب ہوتی ہے اپنے اپنے گھروں اور گھونسلوں اور کونوں میں گھس جاتے ہیں اور رات میں سو جاتے ہیں بےحس و بےحرکت ہو جاتے ہیں گویا ہلاک ہو جاتے ہیں۔ یہ حال نفخہ اولی کے اثر کی مانند ہے۔ جب صبح ہوتی ہے دفعتہً بے اختیار سب بیدار ہو جاتے ہیں اور اِدھر اُدھر چلنے پھرنے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لگتے ہیں یہ نفخۂ ثانیہ کے اثر کی مانند ہے فَسُبْحَانَ الْقَادِرِ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ پس پاک ہے قدرت والا کہ اپنی قدرت کاملہ سے جلاتا ہے اور مارتا ہے اور قیامت کو اُسی کی طرف سب کو جانا ہے۔

وَالْوَزْنُ حَقٌّ۔ یعنی بندوں کے اعمال کا قیامت کے دن تولا جانا حق ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کا علم سب چیزوں کو محیط ہے لیکن اس تولنے میں بہت حکمتیں ہیں ایک حکمت تو یہی ہے کہ بندوں کا حال خود اُن پر ظاہر ہو جاوے اور حکمتیں جو ہوں گی اُس کا علم اللہ کو ہے وہی خوب جانتا ہے اس پر ایمان لانا چاہیے اور کیفیت تولنے کی اور ترازو کی اللہ تعالےٰ کے علم کے سپرد کرنی چاہیے اسی قدر ایمان لانے کے واسطے کافی ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ترازو حقیقی ہے اور اُس کے دو پلڑے ایک ڈنڈی اور زبان ہے کہ معلوم ہوتی ہے اور ہر پلڑا اُس کا زمین و آسمان کی مقدار سے زیادہ ہے۔ حضرت سلمان صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اگر زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے ایک پلڑے میں رکھیں تو سما جاوے نیکیوں کا پلڑا عرش کے داہنے طرف جنت کے سامنے ہے اور بدیوں کا پلڑا عرش کے بائیں طرف دوزخ کے مقابل ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ترازو سے مراد ایک چیز ہے جس سے اعمال کا اندازہ معلوم ہوگا۔ غرض کسی طرح ہو اصل مقصود قیامت کے دن عدل کا ظاہر فرمانا ہے میزان گویا اس کی تمثیل ہے۔ یہ کلام بعض علماء کا درجہ تاویل میں ہے اور اصل وہی ہے جیسا کہ احادیث میں آیا کہ میزان حقیقۃً موجود ہے اسی پر ایمان لادیں اور عقل کے فریب میں آکر ایمان میں خلل نہ ڈالیں۔

اور جس کو تولیں گے یا وہ اعمال ہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنی قدرت سے نیکیوں کی صورتیں نورانی اور بدیوں کی صورتیں ظلمانی اجسام بنادے گا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور وہ تولے جاویں گے۔ یا اعمال کے صحیفے تولے جاویں گے کہ اللہ تعالےٰ بندوں کے کاموں کے موافق ان کو ہلکے[1] اور بھاری کر دے گا۔ بطاقہ کی حدیث سے صحیفوں ہی کا تولا جانا ثابت ہے۔ بطاقہ کاغذ کے ٹکڑے کو کہتے ہیں جس میں کسی سامان کی قیمت لکھیں اور یہاں یہ مراد ہے کہ اگر کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو اس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ایک کاغذ پر لکھ کر کہہ دیں گے وہ پلڑا بہت بھاری ہو جاوے گا اور بعض علماء نے دونوں حدیثوں میں تطبیق دے کر یہ قرار دیا ہے کہ اعمال اور صحائف دونوں تولے جائیں گے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ رکھیں گے ہم عدل کی ترازوئیں قیامت کے دن۔ اس آیہ شریفہ میں موازین جمع کا صیغہ لائے ہیں یہ میزان کی جمع ہے سو جمع کا لانا یا باعتبار ترازوؤں کے متعدد ہونے کے ہے کہ ہر امت یا ہر بندہ یا ہر عمل کے واسطے ترازو علیحدہ ہو گی یا باعتبار تعدد اوزان کے ہے یا اس ترازو کی عظمت اور کثرت اجزاء کے سبب جمع کا لفظ فرمایا۔

اور اس شخص کے اعمال کا تولنا جس نے ایک نیکی نہ کی ہو یا ایک بدی اس سے سرزد نہ ہوئی ہو واسطے اظہار رسوائی اور اس کی نافرمانی کے یا واسطے اظہار شرافت اور کرامت کے ہو گا۔ کافروں کے اعمال تولنے میں یہی حکمت ہو گی ورنہ کفار کے پاس نیکی کہاں اور ممکن ہے

---

[1] چنانچہ کلام الٰہی میں موجود ہے فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ یعنی جس کے وزن بھاری ہو گئے وہ عیش پسندیدہ میں ہے اور جس کے وزن ہلکے ہوئے اس کی جگہ دوزخ ہے ۱۲۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کہ حسنات کا ہونا کافر کے واسطے باعث تخفیف عذاب ہو۔ کہتے ہیں کہ آخرت کی میزان کا ہلکا ہونا اور بھاری ہونا دنیا کی ترازو کے خلاف ہوگا یعنی وہاں وہ پلڑا بھاری ہوگا جو اوپر کو اٹھ جاوے گا اور وہ ہلکا ہوگا جو نیچے جھک جاوے گا لیکن بطاقہ کی حدیث اس کا ذکر کرتی ہے واللہ اعلم۔

وَالْکِتَابُ حَقٌّ اور وہ کتاب کہ اس میں نیکیاں اور نافرمانیاں بندوں کی لکھی ہیں حق اور ثابت ہے مومنوں کو ان کی کتابیں یعنی اعمال نامے ان کے داہنے ہاتھ میں دیئے جاویں گے اور کافروں کے بائیں ہاتھ میں ان کی پشت کے پیچھے سے دیئے جاویں گے اس طرح کہ بایاں ہاتھ پست سے چمٹا ہوگا یا بایاں ہاتھ سینہ کی طرف سے پشت کی طرف کیا گیا ہوگا اور یہ سب مومنوں اور کافروں میں تمیز ہونے کے لیے ہوگا کہ جس سے مومن کی عزت ہو اور کافر کی رسوائی اور ذلت ظاہر ہو۔

یہ مومن فرمانبردار اور کافر کا حال بیان ہو۔ مومن گنہگار کے حال میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں داہنے ہاتھ میں دیں گے لیکن بعد سزا کے اور دوزخ میں سے نکلنے کے۔ بعض کہتے ہیں داہنے ہاتھ میں دیں گے مگر پڑھ نہیں سکے گا جب دوزخ سے نکلے گا تو پڑھے گا۔ بعض کہتے ہیں نہ داہنے ہاتھ میں دیں گے اور نہ بائیں ہاتھ میں دیں گے بلکہ سامنے سے دیں گے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہاتھ میں نہیں دیں گے اس کا اعمال نامہ پڑھ کر سنا دیں گے اور حق یہ ہے کہ اس باب میں کوئی نص صریح موجود نہیں اس واسطے عاصی کا حال موقوف ہے اور جس قدر یہ احتمالات بیان کیئے گئے بطریق اجتہاد واستنباط کے بیان کئے گئے واللہ اعلم۔

وَالْحِسَابُ حَقٌّ مقصود کتاب یعنی اعمال نامہ سے حساب ہے جب کتاب حق ہے حساب بھی حق ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وَالسُّوَالُ حَقٌّ اور پوچھنا اللہ تعالےٰ کا بندوں سے کہ دنیا میں کیا کیا کام کئے اور کونسی طاعت ادا کی اور کس معصیت میں مبتلا ہوئے یہ سب حق ہے۔ فرشتوں سے بھی حساب لیا جاوے گا حدیث شریف میں آیا ہے کہ اوّل جبرئیل امین سے پوچھا جاوے گا کہ وحی کی امانت پیغمبروں کو کس طرح پہنچائی اور بعض احادیث میں ہے کہ اوّل لوح محفوظ سے حساب ہوگا اس کو حاضر کریں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے کانپتی ہوگی حکم ہوگا اے لوح تو نے جو جبرئیل کو علوم پہنچائے تیرا گواہ کون ہے عرض کرے گی میرا گواہ اسرافیل ہے اسرافیل حاضر کئے جاویں گے اور سب کے بدن پر اللہ تعالےٰ کی عظمت اور اس کے سوال کی ہیبت سے لرزہ پڑا ہوا ہوگا پھر پیغمبروں کو حاضر کیا جاوے گا اور اُن سے رسالت کے ادا کرنے اور اُس امانت کے پہنچانے کا سوال ہوگا (پھر سب سے) عبادات میں اوّل نماز کا سوال ہوگا اور معاملات میں خون کا سوال ہوگا۔ اور نیکیاں ظالم کی مظلوم کو دی جاویں گی اور بدیاں مظلوم کی ظالم پر رکھی جاویں گی حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک[1] دانگ کے بدلے میں سات سو مقبول نمازیں دی جاویں گی۔ اور بعض روایت میں آیا ہے کہ اگر بالفرض ایک مرد کے پاس ستر پیغمبروں کا ثواب ہو اور نصف دانگ کسی کا اُس کے ذمہ ہو تو جب تک اپنے دشمن کو راضی نہیں کرے گا بہشت میں نہیں جا سکتا۔

(عجب بات ہے) کہ ایسا دن در پیش ہو اور (نام کا خواجہ) عیش و عشرت میں مصروف ہو اور کہے جو کچھ میں نے پایا ہے کسی نے نہیں پایا اور جو میں سمجھا ہوں کوئی نہیں سمجھا عوام آدمی غفلت میں پڑے

---

[1] دانگ چھ رتی کا وزن

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہوئے ہیں اور علماء بحث مباحثہ میں گرفتار ہیں اور صوفیہ شیخی اور بڑائی و فخر میں اور حقیقت خوانی میں ہیں عالم آخرت سے بالکل بے خبر ہیں نہیں خیال کرتے کیا ہوگا اور کیا دن پیش آنے والا ہے تمام دن باتیں بنانے میں مشغول رہتے ہیں اور موت کا کچھ فکر نہیں کرتے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اے انسان اب تو خدا تعالےٰ کی رحمت کی طرف دیکھ کہ اگر وہ چاہے گا مدعیوں کو اس طرح راضی کر دے گا کہ اوّل ان کو جنّت دور سے دکھاوے گا اور فرماوے گا اس کو کون خرید کرتا ہے وہ عرض کریں گے اے خداوند اس کو کون خرید سکتا ہے اور اتنی قیمت کس کے پاس ہے کہ بہت ہے فرمان ہوگا کہ تم خرید سکتے ہو اور اس کی قیمت تمہارے ہاتھ میں ہے اگر یہ حق اپنا جو اس بھائی مسلمان کے ذمہ ہے معاف کر دو اور اس کو بری الذمہ کر دو تو اس کے عوض تم کو جنّت مل جاوے پس وہ راضی ہو جاویں گے اور بخشدیں گے اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ سوال کے وقت اللہ تعالےٰ مومنوں کو اپنی رحمت و مغفرت کے پردے میں ڈھانک لے گا اور ان سے اس طرح پوچھے گا کہ کسی کو خبر نہ ہوگی اور فرماوے گا جس طرح دنیا میں ہم نے تمہارے گناہوں کو چھپایا آج اپنی رحمت سے بخش دیا اور نیکیوں کے اعمال نامے ان کے ہاتھ میں دے دے گا۔ کافروں اور منافقوں کو رسوا کرے گا منادی آواز دے گا۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ آگاہ ہو جاؤ ظالموں پر خدا کی پھٹکار ہے۔ سُبْحَانَ ذِی الْعَدْلِ الْقَوِیِّ وَالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ پاک ہے اللہ قوی عدل والا اور بڑے فضل والا۔ اگرچہ اُس کا فضل اپنا کام کرتا ہے لیکن اس کے عدل سے خوف ہے۔

اگر در دہد یک صلائے کرم ٭ عزازیل گوید نصیبے برم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جیسے یہ بیت پڑھی دوسری بھی پڑھ۔

تہدید اگر برکشد تیغ حکم ۔ بمانند کر دبیان صم بکم

ایک جگہ قرآن شریف میں فرمایا اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ آگاہ ہو تحقیق اللہ کے دوستوں کو خوف نہیں اور نہ وہ غم کریں گے۔ دوسری جگہ فرمایا لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ۔ خداوند کریم نہیں پوچھا جاتا اُس کام سے جو وہ کرتا ہے اور بندے پوچھے جاویں گے۔ سوائے عاجزی اور بے چارگی کے اور کچھ ہم نہیں کر سکتے ہم کو دونوں پر ایمان لانا چاہیئے باقی مالک اور حاکم وہی ہے واللہ علی کل شیئٍ قدیر اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَالْحَوْضُ حَقٌّ اور حوض کوثر حق اور ثابت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے دن حوض کوثر عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔ اور یہ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ کی تفسیر میں علماء نے اسی حوض کوثر کا ذکر لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے رسول ہم نے تمھیں حوض کوثر دی ہے اس کی مسافت ایک مہینے کے راستہ کے برابر ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک سے بہتر اور شہد سے زیادہ شیریں برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے اس پر جو کوزے رکھے ہیں وہ گنتی میں آسمان کے تاروں سے زیادہ ہیں اور روشنی و چمک میں بہتر ہیں جو شخص ایک دفعہ اُس حوض کا پانی پیئے گا کبھی پیاسا نہیں ہوگا اور اُس کا طول احادیث میں مختلف ہے اور اُس کا سبب مخاطبوں کے احوال کی رعایت ہے چنانچہ یمن والوں سے فرمایا صَنْعَاءَ اِلٰی عَدَنٍ یعنی حوض کوثر کا طول صنعاء شہر یمن سے عدن تک ہے شام والوں سے اور الفاظ میں فرمایا۔ پس ہر شخص کو جو مسافت معلوم تھی اور اس کی زبان میں مشہور تھی اس کو وہی بتلائی اور بعض احادیث میں تحدید زمانہ کے ساتھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بھی بیان ہوئی ہے مثلاً جیساکہ گذرا کہ اس کا طول ایک مہینے کے راستہ کے برابر ہے حاصل معنی بیان کرنا حوض کی وسعت اور عظمت کا ہے۔

کہتے ہیں ہر پیغمبر کے واسطے ایک حوض ہوگا موافق ان کے مرتبہ کے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو حوض ہیں دونوں کا نام کوثر ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ حوض کوثر کے ساقی ہوں گے۔ آج کے دن جو ان کی محبت سے سیراب اور ان کی زیارت کا پیاسا نہیں اس حوض میں سے اس کو پانی ملنا دشوار ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی محبت نہیں ہوگی حوض کوثر کے پانی کا ایک قطرہ اس کو نہیں دوں گا۔

وَالصِّرَاطُ حَقٌّ اور پل صراط حق ہے حق تعالے قیامت کے دن دوزخ کی پشت پر ایک پل رکھے گا بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا اور تمام خلقت کو حکم فرمادے گا کہ اس پر سے گذریں لیں بہشتی اس پر سے گذر کر بہشت میں داخل ہوں گے کوئی چمکتی ہوئی بجلی کی طرح گذریگا بعض تیز ہوا کی مانند بعض تیز گھوڑے کی طرح۔ بعض اس سے کم یہ غرض ہر ایک کا پل صراط پر سے عبور کرنا اس کے دنیا میں اتباع اور ایمان کے موافق ہوگا۔

اگر دنیا میں صراط مستقیم اسلام پر پختہ رہا تو اس پل صراط پر سے حسب درجہ خود بآسانی گذر جاوے گا اور دوزخی پھسل کر دوزخ میں گریں گے اور قرآن شریف کی اس آیہ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا سے تو یہ ظاہر ہے کہ پل صراط پر سے عبور کرنا اور گذرنا عام ہے۔ تمام مخلوق کو یہاں تک کہ انبیا اور سردار انبیاء صلوٰت اللہ علیہ وعلیہم اجمعین سب پل صراط پر سے کہ دوزخ کی پشت پر ہے گذریں گے۔ بعض عشاق نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پل صراط پر سے گذرنے میں یہ حکمت ہے کہ بعض گنہگار جو بدقسمتی سے دوزخ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

میں گرفتار ہوں گے آپ کا جمال باکمال اُن کے ایام فراق کی غمگساری کا سبب ہوگا۔

اور ایک روایت میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیۃ کے عموم سے مخصوص ہیں آپ کھڑے ہوئے دیکھتے ہوں گے سب آپ کے سامنے سے گذریں گے اور بیشک ایسا ہی لائق ہے اگر آپ آگ پر سے گذریں سب گلستان ہو جاوے جب مومن کے گذرنے سے آگ فریاد کرے گی اور کہے گی جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَكَ اَطْفَاءَ لَهَبِیْ اے مومن جلدی میرے اوپر سے گذر جا تیرے ایمان کے نور نے میرا شعلہ بجھا دیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ نور الانور مومنین ہیں آپ کے سامنے آگ کی کیا حقیقت ہے کہ ٹھیر سکے آپ کے نور نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیشانی میں کیا کام کیا اور کس طرح آگ کو گلزار بنا دیا اور جب بے واسطہ خود نور الانوار موجود ہو تو کیا کچھ اثر ہوگا۔

وَالشَّفَاعَةُ حَقٌّ یعنی اللہ تعالیٰ سے گنہگاروں کے واسطے مغفرت چاہنا پیغمبروں کا اور اولیاء کا اور نیکوں اور علماء کا اور فرشتوں کا کہ ان کو بارگاہ الٰہی میں عزت و آبرو اور عرض معروض کرنے کی مجال حاصل ہے، حق ہے۔ اوّل دروازہ شفاعت کا حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھلوادیں گے جس سے معلوم ہو جاوے گا کہ بارگاہ الٰہی میں حضور کا کس قدر درجہ اور کتنی آبرو ہے اور معلوم ہو جاوے گا کہ یہ دن خاص آپ ہی کے واسطے ہے اور آپ کا مرتبہ آپ ہی کے واسطے ہے اَللّٰھُمَّ بِجَاہِ مُحَمَّدٍ اغفرلنا اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ کے طفیل سے ہمارے گناہ معاف کردے۔ جب حشر کے میدان میں تمام اہل عالم دوزخ کے خوف اور دہشت سے بیقرار اور حیران ہوں گے تو اس اضطراب اور بیقراری میں آرزو کریں گے کہ کوئی ہمارا شفیع ہووے جو اس عذاب سے بچاوے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور ہمارے اس درد کی دوا کرے۔ پہلے آدم علیہ السلام کے پاس آویں گے
اور کہیں گے کہ آپ سب آدمیوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہا
سے پیدا کیا اور فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا اور سب چیزوں کے نام آ
کو سکھائے آج ہم کو سخت دن پیش آیا ہے ہماری شفاعت کیجیے آدم صفی اللہ
کہیں گے کہ اس مقام پر کھڑا ہونا اور دم مارنا میرا کام نہیں ہے اس لیے کہ
میں نے اللہ تعالیٰ کا قصور کیا اور درخت ممنوع کو کھا لیا اس شرمندگی سے
میں اس لائق نہیں رہا۔ شاید یہ کام نوح سے ہو جاوے پس بموجب فرمانے
آدم علیہ السلام کے تمام نوح علیہ السلام کے پاس جاویں گے اور نوح علیہ السلام
اسی طرح یعنی عذر پیش کر کے ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے ابراہیم
علیہ السلام اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے موسیٰ علیہ السلام
اسی طرح عذر کر کے عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے سب پیغمبر اولوالعزم
علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے[۱] اپنے قصوروں کا اقرار کریں گے اور
عذر پیش کر کے دہشت کے مارے اس مقام سے قدم آگے نہیں بڑھاویں گے
آخر الامر حضرت خاتم المرسلین شفیع المذنبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[۱] یعنی حضرت آدم علیہ السلام درخت ممنوع سے کھانے کا قصور یاد کریں گے اور نوح
علیہ السلام اس دعا کو یاد کریں گے جو کافر پسر کے واسطے بچانے کو کی تھی اور معتوب
ہوئے تھے ابراہیم علیہ السلام اپنے تین دفعہ جھوٹ بولنے کو یاد کریں گے حالانکہ
وہ تینوں دین کے واسطے تھے اور ان میں تاویل تھی۔ موسیٰ علیہ السلام ایک
قبطی کافر کو مکے سے مار ڈالنے کے قصور کو یاد کریں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام کہیں
گے میری امت نے مجھے خدا کا بیٹا قرار دیا میں شرمندہ ہوں۔ بجز محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کے سب کچھ نہ کچھ عذر کریں گے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کی خدمت میں حاضر ہوں گے کہ آپ کی شان میں لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وارد ہوا ہے (اور بخشدیئے اللہ نے سب گناہ تیرے پہلے اور پچھلے) اور حاضر ہو کر حال عرض کریں گے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی وقت کھڑے ہو جاویں گے اور سراپردہ عزت وجلال میں حاضر ہوں گے حضور کو مقام محمود عطا ہوگا کہ حضور کے سوا اور کسی کو نہیں ملے گا جیسا کہ اللہ کریم نے فرمایا عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا قریب ہے کہ پہنچا دے گا تجھ کو تیرا رب مقام محمود[1] پر بس آپ اللہ کو سجدہ کریں گے حکم ہوگا اے حبیب اپنا سر سجدہ سے اٹھا اور جو کچھ مانگتا ہے مانگ اور جو کچھ کہنا ہو کہہ۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ سے سر مبارک اٹھاویں گے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ان الفاظ میں کریں گے جو اللہ کریم ہی آپ کو سکھاوے گا اور کچھ حصہ اپنی امت کے گنہگاروں کا بخشوائیں گے۔ اس کے بعد دوسرا سجدہ کریں گے اور بحکم پروردگار سر سجدہ سے اٹھا کر اسی طرح پروردگار کی حمد وثنا کریں گے اور ایک اور حصہ اپنی امت کے گنہگاروں کو بخشوائیں گے۔ پھر تیسری دفعہ سجدہ کریں گے اور اسی طرح بحکم پروردگار سر اٹھا کر خداوند کریم کی حمد وثنا کر کے باقی امت بخشوائیں گے۔ اس وقت دوزخ میں وہی اشخاص باقی رہیں گے جن کے واسطے قرآن شریف میں ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا حکم ہے اور وہ منکرین اور کافرین ہیں۔ یہ مضمون اس حدیث کا ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب کے گناہ آپ ہی بخشوائیں گے اور کسی کی شفاعت کی ضرورت نہ ہو گی یا اوروں کو حضور

---

[1] مقام محمود کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ تمام اولین وآخرین آپ کی تعریف کریں گے کہ شفاعت کا دروازہ آپ کے سوا اور کوئی نہیں کھول سکا۔ ۱۲

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت کی حاجت ہو گی اور حضور بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گے ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ بعد شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی شخص دوزخ میں نہ رہے گا مگر وہ لوگ کہ بجز لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ذرہ بھر بھی نیکی ان کے پاس نہ ہو گی سراپا گناہ ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے واسطے بھی شفاعت کرنے کا اذن چاہیں گے پروردگار فرماوے گا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ لوگ خاص ہمارے لیے ہیں اِن کی شفاعت ہم اپنے سے آپ کریں گے اور ان کو دوزخ سے باہر نکالیں گے۔

حاصل کلام یہ شفاعت کا اذن اور شفاعت کا مقام اور یہ مرتبہ اور یہ کلام بالملک العلام سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہی سے مخصوص ہے حضور ہی اللہ کے مہمان ہیں اور سب طفیلی ہیں جیسا کہ خداوند کریم فرماتا ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اے محمد اے میرے محبوب اے میرے مطلوب اے میرے خاص بندہ قریب ہے ایسی نعمت اور رحمت تیرے اوپر نثار کردوں گا کہ تو خوش ہو جاوے گا اور کوئی

لہ یقیناً شفاعت حصہ خاص حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے کتب علم کلام اور احادیث میں جہاں شفاعت کا ذکر ہے وہاں شفاعت کے اقسام شفاعت بالاذن اور شفاعت بالوجاہت اور شفاعت بالمحبوبیۃ نظر سے نہیں گذرے اس وقت کے بعض علماء معلوم نہیں کہاں سے قسم اوّل شفاعت کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ثابت کرتے ہیں باقی دو قسموں کی نفی کرتے ہیں۔ یہ تقسیم اور نفی جمہور کے خلاف ہے جس قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے وہ سب شفیع المذنبین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ثابت ہے ہمارا اپنے خیال سے شفاعت کے اقسام بنانا پھر بعض اقسام سے انکار کرنا کمال بے ادبی ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

آرزو تیرے دل میں باقی نہیں رہے گی اے محمد سب میری رضا کے طالب ہیں اور میں تیری رضا کا طالب ہوں۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے میں ہرگز راضی نہیں ہوں گا جب تک کہ میری امت کے تمام گنہگار نہیں بخشے جاویں گے۔ کہتے ہیں یہ آیہ شریف لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو بیشک اللہ تمہارے سب گناہ بخشے گا اسی امت کے واسطے مخصوص ہے۔ نوح علیہ السلام کی امت کے واسطے حکم ہوا یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ یعنی اللہ بخشے گا واسطے تمہارے تمہارے گناہوں میں سے علم نحو کے قاعدہ کے موافق لفظ من تبعیض کا فائدہ دیتا ہے یعنی بعض گناہ معاف کئے جائیں گے۔ اس امت میں اللہ تعالٰی کا فضل ہے اور ان کے ساتھ عدل ہے اسی قدر امیدواری اور بشارت گنہگاروں کو کافی ہے اُمَّةٌ مُّذْنِبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ امت گنہگار ہے اور پروردگار بخشنے والا ہے جب مہمان عزیز ہوتا ہے طفیلی بھی عزیز ہوتے ہیں۔ بیت۔

نومید نباشی گرت آں یار براند ✽ امروز براند نہ کہ فردات نخواند

اگر وہ تجھے نکال دے تو مید نہ ہو آج نکالتا ہے مگر کل بلائے گا یعنی بخشدے گا۔ اے مخاطب حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت بن جا پھر سب کام آسان ہیں مشکل اسی وقت تک ہے کہ تو نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنا تعلق پورا نہیں کیا اگر تعلق سچا ہے تو پھر کچھ مشکل نہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد لاکھ گناہ ایک گھاس کے تنکے کے برابر بھی نہیں اگر ایمان کے نور کا چراغ بندہ کے دل میں روشن ہے گناہوں کے اندھیرے کو وہاں کیا دخل ہے ایمان کا غم کھانا چاہیے یعنی ایمان درست کرنا چاہیے پھر کچھ فکر نہیں ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ تمام رات روتے رہے لوگوں نے کہا آپ کیوں روتے ہیں آپ خوش رہیں کہ گناہوں کا بوجھ آپ کے اوپر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نہیں ہے حضرت ممدوح نے جواب دیا گناہ اگر پہاڑ کے برابر ہیں پروردگار کی رحمت کے مقابلہ میں گھاس کے تنکے کے برابر نہیں۔ رونا تو اس واسطے ہے کہ ایمان دنیا سے سلامت جاتا ہے یا نہیں۔ بیت

ایمان چو سلامت بلب گور برم ✤ اَحسنت بریں چستی و چالاکی

یعنی اگر قبر تک ہم ایمان سلامت ہمراہ لے جاویں ہماری اس چستی اور چالاکی پر ہزار آفریں ہے۔

اب جو بات شفاعت کے باب میں باقی رہی ہے اس کو تمام کئے دیتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ شفاعت کئی مقام پر ہوگی۔ اوّل موقوف میں یعنی محشر میں اس مقام پر سخت ہیبت اور دہشت ہوگی۔ کھڑے کھڑے سخت اذیت اور شدت اٹھاویں گے۔ یہاں اُن شدتوں کی تخفیف کے واسطے شفاعت ہوگی۔ دوسرے سوال اور حساب پیش ہونے کے وقت کہ سوال اور حساب میں آسانی ہو مناقشہ نہ ہو حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ نُوْقِشَ فِی الْحِسَابِ فَقَدْ عُذِّبَ جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا وہ عذاب میں گرفتار ہوا تیسرے عذاب کا حکم جاری ہونے کے وقت شفاعت ہوگی کہ قصور معاف فرمایا جاوے اور عذاب نہ ہو۔ چوتھے درکات دوزخ میں داخل ہونے کے بعد کہ گنہگاروں کے قصور معاف ہوں اور دوزخ سے نکالے جاویں۔ پانچویں جنّت میں درجے بلند ہونے اور ثواب زیادہ ملنے کے باب میں شفاعت ہوگی جیسے کسی گنہگار کو بادشاہ کے روبرو کھڑا کریں اور وہ سخت دہشت میں ہو کوئی مقرب درگاہ اس کی سفارش کرے کہ اس کو بٹھا کر نرمی سے پوچھو پھر حساب لیتے وقت کوئی شفاعت کرے اور حکم ہو چھوڑ دو حساب نہ لو یا تھوڑا سا حساب نرمی سے لے لو پھر ثبوت جرم کے بعد قید کا حکم ہو اور شفاعت سے معاف ہو جاوے قصور بخشا جاوے قید خانہ سے نکالا جاوے اور بعد نکالنے کے کوئی شفاعت کرے اور منصب عالی عطا کیا جاوے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پس ہر گنہگار عاجز کو امید رکھنی چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب مواقع اور مقامات پر شفاعت فرماویں گے اور دوزخ سے نکال کر جنت کے اعلیٰ درجات میں پہنچائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

نصیب ما بہشت اے خدا شناس برو ۔ کہ مستحق کرامت گناہ گاران اند

اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت عام بھی ہوگی تمام امت بلکہ تمام خلائق کے واسطے اور خاص بھی ہوگی۔ مثلاً مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً کے رہنے والوں کے واسطے اور روضہ شریفہ کی زیارت کرنے والوں کے واسطے اور آپ پر کثرت سے درود شریف پڑھنے والوں کے واسطے۔ محققین نے کہا ہے کہ شفاعت دراصل انوار رحمت الٰہی کا عکس ہے کہ وہ انوار بارگاہ رب العزت سے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب شریف پر نازل ہوتے ہیں اور حضور کے قلب شریف سے ان انوار کا عکس ان دلوں پر پڑتا ہے جو حضور کے قلب شریف کے مقابل اور محاذی ہیں مثلاً آفتاب کی روشنی کا عکس پانی پر پڑتا ہے اور اس عکس سے جو چمک پانی میں پیدا ہوتی ہے اس کا عکس اس دیوار پر پڑتا ہے جو پانی کی سطح کے مقابل ہو اور یہ شرف مقابلہ اور محاذات حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دل توجہ کرنے اور حضور کے اتباع کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ زیادہ قوی سبب حصول اس عکس کا اتباع سنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے جس قدر متابعت قوی ہوگی زیادہ عکس پڑے گا مگر درجات ملنے کی شفاعت کے متعلق ہے۔

اور گناہوں کی بخشش کے مقام پر شفاعت ہونے کے واسطے اصل ایمان کافی ہے۔ زیادہ موثر اس باب میں کثرت سے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف کا رات دن ظاہر اور باطن میں پڑھنا ہے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ لَيْلًا وَّنَهَارًا ظَاهِرًا وَّبَاطِنًا كُلَّمَا ذُكِرَ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہ الذَّ اکِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِکْرِہٖ الْغَافِلُوْنَ و باللہ التوفیق۔

وَالْجَنَّۃُ حَقٌّ وَّالنَّارُ حَقٌّ بہشت اور دوزخ جس طرح اور جس صفت سے کہ ان کا بیان قرآن اور حدیث میں ہے وہ حق ہے۔ جنت اور دوزخ کے مکان میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ جنت پہلے آسمان پر ہے بعض چوتھے پر بتاتے ہیں ساتویں پر۔ دوزخ کو بعض زمین کے نیچے کہتے ہیں بعض آسمان کے اوپر۔ اور ایک جماعت کو دونوں میں توقف ہے کہتے ہیں کہ دونوں کے مکان اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ اور شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ جنت و دوزخ دونوں کے مکان معین ہونے میں کوئی نص صریح نہیں ہے لیکن اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ بہشت ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے ہے اور دوزخ ساتویں زمین کے نیچے ہے لیکن یہ مشکل ہے کہ قرآن مجید میں فرمایا ہے وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ یعنی وہ جنت ایسی ہے کہ اس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ پس جبکہ اتنا بڑا ایک خلق کا مکان ہو یا ایک جنت کا ہو تو اس کا وجود آسمان زمین میں سے ایک معین مکان میں کیونکر سما سکتا ہے اس کا جواب تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ جنت کا عرض جب آسمان و زمین کے برابر ہو کہ زمین و آسمان آپس میں ملے ہوئے ہوں اور ایک دوسرے کے متصل ہوں سب توجیہات سے بہتر توجیہہ یہ ہے کہ آدمیوں کے نزدیک کوئی چیز آسمان و زمین سے زیادہ وسیع نہیں ہے اور اس تمثیل سے جنت کی وسعت کا مبالغہ منظور ہے اس کی حدود کا بیان مقصود نہیں ہے اور حقیقت میں جنت کی وسعت اللہ کریم کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ چھوٹا سا گھر بہشت کا تمام دنیا کے برابر اور اس سے دس گنا ہوگا واللہ اعلم۔

اور اعراف اس مقام کا نام ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان ہوگا نہ اس میں جنت کی سی راحت اور عیش ہوگی نہ دوزخ کی سی مصیبت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور محنت ہوگی مگر اس کا وجود نقل صحیح اور نص قطعی سے ثابت نہیں ہوا بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے مشرکوں کے بچوں اور ان لوگوں کے واسطے پیدا کیا ہے جو زمانہ فترت میں ہوئے ہیں یعنی جن پر دنیا میں وحی نہیں بھیجی امام سبکی نے کہا ہے کہ اعراف کا قول حدیث شریف میں کہیں نہیں آیا اور نہ علماء میں سے کوئی اس طرف گیا ہے انتہی اور قرآن شریف میں جو آیا ہے (وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰهُمْ اور اعراف پر مرد ہوں گے کہ ہر ایک کو جنتیوں اور دوزخیوں میں سے ان کے قیافہ سے پہچانیں گے) اس سے ان پردوں اور دیواروں کی بلندیاں مراد ہیں جو جنت اور دوزخ کے درمیان حائل ہیں اور رجال سے یہاں پیغمبر اور شہدا اور نیک مومن اور علماء یا فرشتے مراد ہیں کہ اہل بہشت و دوزخ کو ان کی پیشانی کے نشان سے پہچانیں گے اور خطاب کریں گے۔

وَهُمَا مَخْلُوْقَتَانِ مَوْجُوْدَتَانِ دوزخ اور جنت پیدا ہو چکے اور اب موجود ہیں نہ یہ کہ قیامت کے دن پیدا ہوں گے آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کا قصہ دلیل کافی ہے۔

بَاقِيَتَانِ وَلَا يَفْنَيَانِ وَلَا يَفْنٰى اَهْلُهُمَا بہشت اور دوزخ اور بہشتی اور دوزخی ہمیشہ باقی رہیں گے کبھی فنا نہیں ہوں گے۔ جب سب ایک بار مر گئے پھر زندہ ہو گئے۔ اس کے بعد ابد تک زندہ رہیں گے۔ کسی کو وہاں موت نہیں ہوگی اسی واسطے فرمایا وَخَلَقْتُكُمْ لِلْاَبَدِ میں نے تم کو ہمیشہ کے واسطے پیدا کیا ہے۔

وَكُلُّ مَا اَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَاَحْوَالِ الْاٰخِرَةِ حَقٌّ جو خبریں کہ مخبر صادق حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں کے متعلق فرمائی ہیں جیسے سورج کا مغرب سے نکلنا کہ وہ دن توبہ کے دروازہ کے بند ہونے کا ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور دجال اور دابۃ الارض کا نکلنا اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر سے اترنا اور صور کا پھونکنا اور سوا اس کے تمام حالات قیامت کے قائم ہونے سے جنت میں داخل ہونے تک بلکہ ہر خبر جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی اور حکم شریعت[1] کا جو حضور نے فرمایا سب حق ہے یہ بطور اجمال بیان کیا گیا۔ مفصل حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ وَالْاِیْمَانُ تَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ وَاِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ ایمان دل سے یقین کرنا کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ اور اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہیں اور زبان سے بھی ان دونوں باتوں کا اقرار کرنا دل سے یقین کرنا ایمان کی حقیقت ہے اور زبان سے گواہی دینا اس کی نشانی اور علامت ہے اس واسطے کہ زبان دل کی ترجمان ہے بغیر زبان پر لائے دل کا حال معلوم نہیں

---

[1] تمام اہل سنت جماعت کا یہ عقیدہ کتب علم کلام میں لکھا ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے دنیا میں تشریف لاویں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور ایسا ہی احادیث سے ثابت ہے برخلاف اس کے اس چودھویں صدی میں ایک فرقہ مرزا قادیانی کا پیرو پنجاب میں پیدا ہوا اور اس نے یہ جھوٹا دعویٰ کیا کہ خود عیسےٰ علیہ السلام نہیں آویں گے وہ فوت ہو چکے بلکہ اُن کا مثیل مرزا غلام احمد آیا ہے علمار نے صدہا کتابیں ان کے رد میں لکھیں اور اس جھوٹے دعویٰ کو خوب رد کیا۔ اب کئی سال ہوئے خود مرزا غلام احمد ہی مرگیا اور ثابت ہو گیا کہ قیامت سے پہلے حسب ارشاد مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھیں گے ۱۲۔ [2] پنجاب ہی میں ایک اور جدید باطل فرقہ پیدا ہوا اس نے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قطعی انکار کر دیا اپنا نام فرقہ قرآنیہ رکھا ان کا مذہب باطل یہ ہے کہ جو مسئلہ قرآن سے ثابت ہو وہ درست ہے اور جو حدیث سے ثابت ہو وہ غلط ہے حالانکہ خود خداوند کریم نے قرآن شریف میں فرمایا اور بتلا دیا مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا جو حکم تم کو رسول نے دے اس پر عمل کرو اور جس سے روکے اس کو نہ کرو۔ اللہ تعالےٰ ان کو ہدایت دے ۱۲۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہوتا احکام ظاہری کا جاری ہونا اسی پر موقوف ہے۔ اگر کوئی گونگا ہو یا کوئی شخص کسی سے زبردستی کفر کا کلمہ کہلوائے اور دل میں اس کے ایمان ہو یا کوئی دل سے یقین کر لینے کے بعد مر جاوے اور زبان سے اقرار کرنے کی فرصت نہ ہو پاوے ان صورتوں میں زبانی اقرار شرط نہیں اور اہل حدیث کہتے ہیں اَلْاِیْمَانُ تَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ وَاِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالْاَرْکَانِ ایمان دل سے یقین کرنا اور زبان سے اقرار کرنا اور اُرکان یعنی ہاتھ پاؤں سے عمل کرنا ان تینوں کا نام ایمان ہے۔

اور درحقیقت دونوں میں کچھ فرق نہیں ایمان کامل وہی ہے جو محدثین کا مذہب ہے کیونکہ ایمان بغیر عمل کے ناقص ہے لیکن ایمان کی اصل اور جڑ تصدیق ہی ہے جیسا کہ علم کلام والے حنفیہ کہتے ہیں۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایمان ایک درخت کی مانند ہے اس کی جڑ تصدیق ہے اور اعمال جو ثمرہ اور نتیجہ تصدیق کے ہیں وہ مثل ٹہنیوں اور پتوں اور پھولوں اور پھلوں کے ہیں۔ اگرچہ بغیر پھل والے درخت کو بھی درخت کہتے ہیں لیکن کام کا درخت وہی ہے جس میں پھل ہوں اسی طرح ایمان کامل وہی ہے جس کے ساتھ اچھے عمل ہوں اور بے عمل کے ناقص نام اس کا بھی ایمان ہے اِس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے اکثر جگہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کو ملایا ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے۔ اس آیۃ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اصل ایمان کی تصدیق ہے اور عمل صالح اِس سے جدا مگر اس کو کامل کرنے والے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو کہیں کہ فلاں یہ چیز بھی رکھتا ہے اور وہ چیز بھی رکھتا ہے اس سے یہی سمجھا جاوے گا کہ وہ شخص دونوں چیزیں رکھتا ہے مگر وہ دونوں جدا جدا ہیں۔ دونوں کو ایک کہنا درست نہ ہوا جو دونوں کو ایک کہے وہ غلطی کی طرف نسوب کیا جاوے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور یہ بات بھی معلوم کرنی چاہیے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صرف سچے نبی جاننے کا نام ایمان نہیں ہے جب تک کہ دل میں اس کی تصدیق نہ ہو کیونکہ علم اور چیز ہے اور تصدیق اور شے ہے۔ تصدیق عبارت ہے اذعان اور قبول کر لینے سے اس کو فارسی میں گرویدن کہتے ہیں اور یہ درحقیقت دل رنگ قبول سے رنگا جانا اور نور یقین سے دل کا منور ہو جانا ہے اور علم صرف جاننے کا نام ہے۔ تمام کفار عرب علی الخصوص نااہل یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی جانتے تھے اور یہ علم ان کا ایسا تھا جیسے اپنے فرزند کا انسان کو علم ہو کہ اس کے سامنے پیدا ہوا ہو چنانچہ خداوند کریم فرماتا ہے یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ وہ نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنی اولاد کو۔

پیغمبر آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی خبریں اور آپ کی صورت و سیرت اور صفتیں اور نام و نشان اور پیدا ہونے کا مقام سب یہودی کتابوں میں لکھا تھا اور ان کی زبانوں پر جاری تھا۔ بہت یہود موسیٰ علیہ السلام کے وقت سے حضرت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک آپ پر ایمان لانے کی نیت سے مدینہ میں آ گزرے ہیں اور ساری عمر اسی شوق میں گزاری اور مرتے وقت اپنی اولاد کو وصیت کی کہ اگر تم زمانہ نبی آخر الزماں کا پاؤ تو آپ کی خدمت میں ہمارا سلام پہنچانا اور ہمارے ایمان لانے کا پیغام عرض کرنا اور درحقیقت اس باب میں یہود سے زیادہ کسی کو علم نہ تھا مگر جب آفتاب نبوت نے طلوع کیا یہود کی شقاوت ازلی سامنے آ گئی ان کی عقل کی آنکھوں پر خفاشی کا پردہ پڑ گیا اور حسد و عناد اور غرور پیدا ہو گیا۔ کفر و انکار کے گڑھے میں جا پڑے اور نجات کے راستہ سے محروم رہے یہاں سے معلوم ہو گیا کہ علم اور عقل اللہ کریم کی عنایت اور ہدایت کے بغیر کچھ کام نہیں آتی اور کچھ اثر نہیں رکھتی وَجَحَدُوْا بِھَا وَاسْتَیْقَنَتْھَآ اَنْفُسُھُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا یعنی انکار کیا اس کا بوجہ ظلم اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تجبر کے اور یقین کر چکے تھے ان کے دل فَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَقَلْبٍ لَا يَخْشَعُ ہم پناہ مانگتے ہیں ساتھ اللہ کے اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس دل سے جو خدا سے نہ ڈرے۔ علمے کہ راہ بحق ننماید جہالت است۔ جو علم کہ سچا راستہ نہ بتاوے جہل ہے۔

وَهُوَ لَا يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ اور ایمان زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے۔

جب ثابت ہوا کہ ایمان عبادت ہے تصدیق قلبی سے اور وہ ایک ہے لہٰذا ایمان زیادہ کم نہیں ہوگا اس واسطے کہ زیادہ ہونا اور کم ہونا تعداد اور گنتی میں ہوتا ہے۔ اگر تصدیق کے ساتھ اعمال صالحہ بھی ایمان میں داخل کئے جاویں تو بسبب زیادتی اور کمی اعمال کے ایمان بھی کم اور زیادہ ہوگا لیکن جب ایمان کے معنی تصدیق قلبی کے ہیں اور اعمال اس میں داخل نہیں تو امام اعظم ابوحنیفہ رح کا یہ قول کہ اَلْاِیْمَانُ یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ یعنی ایمان زیادہ اور کم نہیں ہوتا بے شبہ اور بغیر کسی اشکال کے درست اور ثابت ہوا اور حقیقت میں یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اعمال ایمان میں داخل نہیں اور یہی اہل سنت جماعت کا مذہب ہے وباللہ التوفیق۔

وَالْاِیْمَانُ وَالْاِسْلَامُ وَاحِدٌ ایمان اور اسلام ایک ہی ہیں لیکن اکثر اطلاق ایمان کا تصدیق دل اور حال باطن پر ہوتا ہے اور اسلام کا اطلاق خشوع اور انقیاد ظاہری پر ہوتا ہے جیسا کہ اس آیہ شریفہ میں ہے۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا اعرابیوں نے کہا ہم ایمان لاتے ہیں۔ اے محمد تم ان سے کہو تم ایمان تو نہیں لائے یعنی دل سے تصدیق نہیں کی۔ لیکن یہ کہو ہم مسلمان ہیں یعنی ظاہر کے فرمانبردار ہیں مقصود اس جگہ یہ ہے کہ جو مومن ہے وہ مسلمان ہے اور جو مسلمان ہے وہ مومن ہے۔ بیچ میں مغائرت نہیں۔

وَلَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یَّقُوْلَ اَنَا مُؤْمِنٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی اور نہیں مناسب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کسی کے واسطے یہ جملہ کہنا میں مومن ہوں انشاءاللہ علماء میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اَنَا مُؤْمِنٌ اِنْشَآءَ اللّٰہ کہنا درست ہے اور بعض کے نزدیک درست نہیں۔ حنفی ناجائز بتلاتے ہیں اور شافعی جائز کہتے ہیں اور فی الواقع کچھ اختلاف نہیں اگر اس جملہ شرطیہ انشاءاللہ سے مقصود تردد اور شک ہو تو جیسا کہ علماء حنفیہ کہتے ہیں اس کا کہنا جائز نہیں اور اگر اللہ کا نام تیمناً اور تبرکاً لیا ہے تو درست ہے کہ مقصود عجب و غرور کا دور کرنا ہے اور نفس کا درست بنانا ہے۔ یا مثلاً انجام کا تردد ہو کہ ایسا کامل ایمان حاصل ہوتا ہے یا نہیں جس کی نسبت فرمایا اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا وہ لوگ سچے مومن ہیں غرض بعض وجوہ سے کلمہ انشاءاللہ کہنا درست ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ نہ کہے ظاہر میں بھی تردد اور شک کا کلمہ زبان پر نہ آوے۔

وَاِیْمَانُ الْیَاسِ غَیْرُ مَقْبُوْلٍ ایمان یاس کا مقبول نہیں ہے یاس کے معنی شدت اور عذاب کے ہیں مگر یہاں سکرات موت سے مراد ہے کہ اس وقت آخرت کے حالات معلوم ہونے لگتے ہیں۔ چنانچہ احادیث میں وارد ہے کہ ہر شخص موت کے وقت اپنی جگہ دیکھ لیتا ہے۔ مومن بہشت میں اور کافر دوزخ میں۔ پس اگر اس حالت میں کوئی کافر ایمان لاوے تو مقبول نہیں کیونکہ ایمان غیب پر لانا چاہیے بندہ اپنے اختیار اور قصد سے اللہ کے حکم کی فرماں برداری اور اطاعت کرتا ہے اور حالت سکرات میں غیب کی حالت نہیں رہی۔ اس وقت بندہ بلا قصد اضطرار سے ایمان لانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ قیامت کے دن کافر پکاریں گے۔ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ (اے رب ہماری آنکھیں بینا ہو گئیں اور کان سننے والے ہو گئے اور ہم نے یقیناً جان لیا کہ جو کچھ تیرے پیغمبروں نے دنیا میں خبریں دی تھیں اور تیری کتابوں میں لکھا تھا سب سچ ہے ہم کو دنیا میں بھیج دے کہ ایمان لاویں اور اچھے کام کریں۔ اور ثواب کے مستحق بنیں) یہ ایمان اور حق کا اقرار اس وقت ان کو کچھ فائدہ نہیں دے گا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تمام اہل حق کو اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ ایمان یاس مقبول نہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقْبَلُ تَوْبَۃَ الْعَبْدِ مَالَمْ یُغَرْغِرْ۔ یعنی اللہ تعالےٰ بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے۔ جب تک غرغرہ کی نوبت نہ پہنچے۔ غرغرہ موت کی حالت اور سکرات کی شدت اور روح کے حلقوں میں پہنچنے سے مراد ہے اور قرآن شریف میں ہے فَلَمْ یَکُ یَنْفَعُھُمْ اِیْمَانُھُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا یعنی عذاب الٰہی دیکھنے کے وقت ایمان لانا فائدہ نہیں کرتا۔ دوسری بار فرمایا وَلَیْسَتِ التَّوْبَۃُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰی اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْاٰنَ اور نہیں قبول ہوتی توبہ اُن لوگوں کی جو گناہ کرتے ہیں برابر یہاں تک کہ جب موت آموجود ہوئی کہنے لگا اب میں توبہ کرتا ہوں۔

اس آیۃ کے ساتھ استدلال صحیح ہے کیونکہ پہلی آیۃ میں یہ احتمال ہے کہ رویت یاس سے قیامت کی نشانیوں کا دیکھنا مراد ہو۔ جیسے مغرب سے آفتاب کا نکلنا۔ بعض مفسرین نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ پچھلی آیۃ صراحۃً پکارتی ہے کہ مرتے وقت کی توبہ اور ایمان مقبول نہیں ہے اور انہی دلائل سے یہ معلوم ہوا کہ گناہوں سے توبہ بھی حالت یاس اور غرغرہ کے وقت قبول نہیں جس طرح کہ ایمان لانا ایسی حالت میں قبول نہیں یہی مذہب اکثر اشاعرہ اور فقہاء کا ہے اور اکثر علماء کے نزدیک یاس کے وقت توبہ گناہوں سے قبول ہوجاتی ہے لیکن یاس کے وقت بالاتفاق والاجماع ایمان قبول نہیں ہوتا۔ یہاں سے لازم آیا کہ باجماع اُمت فرعون کا ایمان کہ غرق ہونے کے وقت لایا تھا قبول نہیں ہوا کیونکہ غرق کا وقت یاس کا وقت اور حیات سے ناامیدی کا وقت تھا اضطراری کا زمانہ تھا اختیار کا نہیں تھا اس امت کے تمام علماء اور مجتہدین اور پیشواؤں کا عقیدہ یہی ہے کہ فرعون حالت کفر میں کا فر مرا اس واسطے شرع شریف میں ہر جگہ اس کی مذمت آئی ہے اور غرور قرآن شریف کی آیتوں سے ظاہر ہے۔ اس کے جہنمی ہونے پر نص صریح دلالت کرتی ہے جیسا کہ فرمایا فَاَخَذَہُ اللّٰہُ نَکَالَ الْاٰخِرَۃِ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وَالْاُوْلٰی یعنی پکڑا اللہ نے فرعون کو آخرت اور دنیا کے عذاب میں دوسری جگہ فرمایا یَقْدُمُ قَوْمَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَاَوْرَدَھُمُ النَّارَ یعنی قیامت کے دن فرعون اپنی قوم کا پیشوا ہوگا پس پہنچادے گا ان کو آگ میں اور اُن کا پیشوا و سردار دوزخ کے اندر ہوگا حدیث شریف میں وارد ہے کہ امرأ القیس دوزخ میں اور شعراء زمانہ جاہلیت کا پیشوا ہوگا۔ الفاظ حدیث شریف کے یہ ہیں یقدم الشعراء الی النار اور جگہ فرمایا وَاسْتَکْبَرَ ھُوَ وَجُنُوْدُہٗ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ اِلَیْنَا لَا یُرْجَعُوْنَ یعنی تکبر کیا فرعون اور اس کے لشکر نے زمین میں حق کے خلاف اور گمان کیا اس نے اور اس کے لشکر نے کہ ہماری طرف نہیں رجوع کریں گے اور ہماری بارگاہ میں حاضر نہیں ہوں گے جیسا کہ اور کافر گمان کرتے ہیں فَاَخَذْنٰہُ وَجُنُوْدَہٗ فَنَبَذْنٰھُمْ فِی الْیَمِّ پس اپنے قہر اور عذاب میں ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑ لیا اور ہم نے اُن سب کو دریا میں ڈال دیا فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الظّٰلِمِیْنَ پس دیکھ کہ انجام ظالموں اور متکبروں اور کافروں کا کہ انھوں نے خدا اور اُس کے رسول کے ساتھ تکبر کیا تھا دنیا اور آخرت میں اس کی سزا پائی رسوا ہوئے) کیا ہوا وَجَعَلْنٰھُمْ اَئِمَّۃً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ اور کیا ہم نے ان کو یعنی فرعون اور اس کے لشکر کو امام اور پیشوا دوزخیوں کا کہ دوزخ کی طرف ان کو بلاتے ہوں گے وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لَا یُنْصَرُوْنَ اور وہ قیامت کے دن مدد نہیں دیئے جاویں گے بلکہ مطرود اور مردود ہوں گے وَاَتْبَعْنٰھُمْ فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا لَعْنَۃً وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ھُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ اور ہم نے مقرر کی ان کے واسطے اس دنیا میں لعنت اور قیامت کے دن وہ اور اس کا لشکر رسوا ہوگا۔

حال فرعون کا قرآن شریف سے معلوم ہوا اگر وہ مسلمان ہو کر اور پاک ہو کر دنیا سے جاتا ہرگز ایسے وصفوں کے ساتھ اس کو یاد نہ کرتے اگر اس کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اسراف اور تکبر و ظلم کو اس کی حیات اور دنیا کے حالات پر حمل کریں تو اس کا کیا جواب کہ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ یعنی فرعون اور اس کا لشکر قیامت کے دن رسوا ہوں گے۔ جو شخص ان آیات کے سیاق پر نظر ڈالے وہ یقین کرلے گا کہ اس جگہ ضمیریں اور کنایات فرعون کے لشکر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ فرعون اور لشکر دونوں کی طرف پھرتی ہیں غرض ہرگز عقل میں نہیں آتا کہ فرعون اللہ کے نزدیک سچا مومن ہو کہیں اس کی تعریف مذکور نہیں اور نہ کہیں اس کے خاتمہ کے اچھے ہونے کا ذکر ہے کہ ہمارا فلاں بندہ تمام عمر کفر و عصیان میں مبتلا رہا آخر ہمارے فضل و رحمت نے اس کی دستگیری کی بلکہ سب جگہ اس کی مذمت اور اس پر ملامت ہے کہیں اس کے ایمان یا اسلام کا ذکر تک نہیں مگر اس آیۃ میں حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (ترجمہ یہاں تک کہ جب فرعون ڈوبنے لگا کہا ایمان لایا میں کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے جس پر ایمان لائے بنی اسرائیل اور میں مسلمانوں ہی میں سے ہوں)۔

اس آیۃ کے سیاق اور سباق سے سوائے اس کے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ظالم تمام عمر تکبر و غرور اور اسراف میں غرق رہا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے اس کے واسطے اور اس کے لشکر کے واسطے عذاب کی درخواست کی آخر وقت جب زندگی سے ناامید ہوا اور عذاب الٰہی کو دیکھ چکا اس وقت زبان پر اسلام کا کلمہ جاری کیا حکم ہوا کہ اس وقت ایمان کچھ فائدہ نہیں دیتا کہ اختیار کی باگ ہاتھ سے چھوٹ گئی اور تیرا کفر و فساد کھل گیا آج ہم تجھ کو دنیا میں رسوا کریں گے اور تیری نعش کو دریا سے نکال کر عالم کا تماشا گاہ بنائیں گے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو کہ کفر و اور غرور و سرکشی خدا اور رسول کے ساتھ کرنے کا انجام دنیا اور آخرت دونوں میں رسوائی ہے جیسا کہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فرمایا فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى
یعنی پکڑا اللہ نے فرعون کو آخرت اور دنیا کے عذاب میں بیشک اس میں
عبرت ہے اُس کے واسطے جو اللہ تعالےٰ کے عذاب سے ڈرے اور یہ خیال دکہ
فرعون کی بی بی حضرت آسیہ نے موسےٰ علیہ السلام کی نسبت فرعون سے کہا
تھا قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ بچہ یعنی یہ میرے اور تیرے واسطے آنکھ
کی ٹھنڈک ہوگا۔ اس کو قتل نہ کرو) حضرت آسیہ کا محض خیال اور گمان ہے
حکمت الٰہی اس میں یہ تھی کہ موسےٰ علیہ السلام ظالم کے ہاتھ سے خلاص پاویں
ہلاک نہ ہوں کیونکہ اور بچوں ذکور کو فرعون زندہ نہیں چھوڑتا تھا گویا حضرت
آسیہ نے یہ حیلہ ان کے بچانے کا کیا تھا۔ حضرت آسیہ کو فراست یا الہام
سے موسیٰ علیہ السلام کا نبی مرسل ہونا معلوم ہو گیا تھا اور اس آیۃ
فَالْتَقَطَهٗ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا یعنی اٹھا لیا موسیٰ
علیہ السلام کو پیدا ہونے کے بعد آل فرعون نے تاکہ ان کا دشمن اور باعث رنج
و خرابی ہو) میں بظاہر وہ عداوت مراد ہے جو نفس الامر میں ہو اگر فرعون مسلمان
ہو کر مرتا تو یہ عداوت دائمی کیوں ہوتی۔ قرآن شریف کے علاوہ فرعون کی مذمت
احادیث اجماع امت یعنی صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اور علماء مجتہدین و مشائخ
متقدمین و متاخرین رحمہم اللہ سے بکثرت ثابت ہے اگر اس کا خاتمہ بخیر ہوتا تو
اُس کا کفر اور طغیان ضرب المثل نہ ہوتا روایت ہے کہ جب غزوہ بدر میں ابوجہل
لعین مارا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَاتَ فِرْعَوْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ
اس امت کا فرعون وقت مر گیا اگر فرعون پاک ہوتا تو اس کے ساتھ ابوجہل
قطعی دوزخی کی تشبیہ کیونکر درست ہوتی۔ اور اگر یہ خیال گذرے کہ یہ تشبیہ
اُس کفر و تکبر کے سبب ہے جو حالت حیات میں رکھتا تھا جواب یہ ہے کہ کہیں
شریعت میں نہیں آیا کہ بعد توبہ کرنے اور اسلام لانے کے کسی کو اس کے پہلے
کفر و گنہگاری کے اعتبار سے کفر و عصیان میں مشبہ بہ بنا دیں اس لیے کہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اسلام اپنے ماقبل کے سب گناہوں کو مٹا دیتا ہے بہت سے رئیس قریش کہ مدۃ العمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت میں رہے اور کفر و سرکشی کرتے رہے آخر ایمان لائے اور دنیا سے ایمان کے ساتھ گئے شرع شریف میں ان کے پہلے حال کے متعلق مذمت اور ہجو کہیں بیان نہیں ہوئی۔

خاص کر قرآن مجید میں فرعون کے متعلق کثرت سے مذمت اور تشنیع کی گئی ہے مشائخ میں سے بھی کسی نے اس کو مومن مسلمان نہیں بتلایا صرف شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب فصوص الحکم میں مومن قرار دیا ہے یہ خیال ان کا اگر ایمان یاس کے قبول ہونے کے متعلق ہے تو یہ امر اجماع کے خلاف ہے یا اس خیال سے ایسا فرمایا کہ فرعون کی حالت یاس نہ تھی مگر یہ بھی صحیح نہیں اس کے واسطے ادراک غرق دریا کی حالت یاس اور موت کے پہنچنے کی ہے اور جب اجماع سے فرعون کا کفر ثابت ہوا حالت یاس کی نفی کرنا اثبات ایمان کے واسطے بیکار ہے۔ خود شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات مکیہ میں فرعون کی مذمت اور سخت کافر ہونا بیان کیا ہے فرماتے ہیں دوزخ میں مراتب اور درکات ہیں بعض ان میں بہ نسبت بعض کے سخت ہیں ایک درکہ سرکشوں اور مغروروں کے واسطے ہے جیسے فرعون وغیرہ کہ اشد کافر ہیں۔

لیکن فصوص میں اس کے خلاف ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ فصوص میں آیت قرآنی حتّٰی اذا ادرکہ الغرق قال اٰمنت الخ کو محتمل بتلایا ہے اور تحقیق مذہب اور شیخ کا معتقد علیہ وہی ہے جو فتوحات میں ہے واللہ اعلم۔

اور اگر حضرت محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرعون کا ایمان صحیح ہے دوسرے اہل علم باوجود مخالفت اجماع تمام امت کے کس طرح اس کو ایمان والا خیال کر سکتے ہیں اجماع دلیل قطعی ہے دلائل شرعیہ میں سے طبیعت کو حیرت پیدا ہوتی ہے کیا کیا جاوے یہی ہو سکتا ہے کہ تغافل اور اغماض کر کے تکلف کے ساتھ حضرت شیخ کے قول کو اجماع کے ساتھ مطابق کیا جاوے اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اغماض کرکے تکلف کے ساتھ حضرت شیخ کے قول کو اجماع کے ساتھ مطابق کیا جاوے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ باوجود مخالفت تمام ائمہ دین جو شیخ نے سب کے مخالف کہا اس پر اعتقاد رکھیں اور بعض اس زمانہ کے نادانوں کی طرح دین اسلام کے پیشوا یوں کے خلاف ہو کر فرعون کو مومن مان لیں نعوذ باللہ من الخلل والزلل آخر انبیاء کے سوا اور کوئی معصوم نہیں ہے اگر کسی سے اجتہاد میں خطا ہو جاوے تو کیا نقصان ہے۔ مذہبوں کے امام دین کے پیشوا جن کا تمام عالم اتباع کرتا ہے ان سے مسائل ونیہ میں کئی جگہ خطا اجتہادی ہو گئی ہے اگر حضرت شیخ سے ایک مسئلہ میں خطا ہو گئی تو کیا تعجب ہے۔ حیرت اس بات میں ہے کہ باوجود اجماع امت کے برخلاف ہونے کے ایک ذات پر کس طرح ایک مسئلہ میں یقین کر لیا جاوے اگر یہ عقیدہ ہے کہ تمام اُمت میں سے حق ایک ہی ذات میں وقف ہو چکا تو اس پہ دلیل کیا ہے اور اگر محض تقلید و اتباع ہے تو ایسے امور میں سلف اور مجتہدین کا اتباع بہتر اور احتیاط سے نزدیک تر ہے۔

اور اگر یہ کہیں کہ حضرت شیخ صاحب کشف و یقین ہیں حقائق و دقائق و معارف ایسے ان سے سرزد ہوئے ہیں مسئلہ شرعی میں خطاء کا ہونا ان سے ممکن نہیں اور جو کچھ انھوں نے اپنی کتاب میں کہا ہے بغیر کمی بیشی کے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ہے یہ دوسرا مضمون ہے دم مارنے کا مقام نہیں واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ حقائق و معارف حضرت شیخ کے اپنی جگہ پر ہیں کس کی مجال ہے کہ اس میں دم مارے مگر یہ مسئلہ فقہ کا ہے اس میں قیاس صحیح اور دلیل کی ضرورت ہے یہ بات ظاہر ہے کہ آدمی سہو و نسیان سے خالی نہیں ہے اور سوائے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے کوئی خطاء و خلل سے معصوم نہیں ہے آخر آپ نے فتوحات میں فرمایا ہے اور تمام تابع آپ کے اس کو نقل کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں کوئی آیت خلود عذاب کے باب میں واقع نہیں ہوئی ہے اگر ہے تو خلود نار مین ہے اور دخول نار عذاب کو مستلزم ہے پس آگ میں ہمیشہ رہنا بھی ہمیشگی عذاب کو مستلزم نہ ہوا حالانکہ قرآن مجید میں عذاب کے خلود کا بیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بہت جگہ ہے چنانچہ سورۂ مائدہ میں فرمایا وَ فِی الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُوْنَ اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے اور سورہ فرقان میں ہے وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا اور ہمیشہ کے واسطے داخل ہوگا عذاب میں ذلیل ہو کر فیہ میں ضمیر عذاب کی طرف راجع ہے اور سورہ الم سجدہ میں ہے وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ اور چکھو تم عذاب ہمیشگی کا اور سورہ زخرف میں ہے اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُوْنَ بیشک گنہگار یعنی کفار دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ باوجود حضرت شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے اس علم و کمال اور تلاش کے جو آپ میں مخصوص تھی خلود عذاب کا قائل نہ ہونا شیخ سے بھول نہیں تو اور کیا ہے واللہ علم۔

حاصل کلام یہ کہ اعتقاد اور احکام کفر و ایمان میں سواد اعظم سے باہر نہیں ہونا چاہیے اور ائمہ مجتہدین کا تابع رہنا چاہیئے خصوصاً ایسے مسئلہ میں جس میں سب کا اجماع اور اتفاق ہو ہاں آداب اور اخلاق میں مشائخ کے تابع رہنا چاہیے اور ان پر حسن ظنی اور اعتقاد رکھنا چاہیئے اور ان کے کلام کو علماء اور مجتہدین کے کلام کو علماء اور مجتہدین کے کلام کے موافق تطبیق دینی چاہیئے ریاضت اور مجاہدہ میں کوشش سے قدم رکھنا چاہیے اگر استعداد کامل ہے اور نیت صادق ہے اور مجاہدہ قوی ہے۔ احوال اور انوار خود بخود کھل جائیں گے اس میں تکلف بناوٹ اور تقلید سے بچنا چاہیئے واللہ الموفق وَفَّقَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ لِمَا يُحِبُّ وَيَرْضٰى۔

شیخ ابن حجر مکی نے کتاب زواجر میں ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اس قول کی رو سے فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا (پس نفع نہیں دے گا ان کو ایمان جب دیکھیں گے وہ عذاب ہمارا) تمام علماء امت اور مجتہدین نے فرعون کے کفر پر اجماع کیا ہے اور کسی کے نزدیک اللہ پر ایمان لانا معتبر ہو تو بھی اجماع کے انعقاد میں شک نہیں ہے کیونکہ صرف اللہ پر ایمان لانا رسول پر ایمان لانے کے بغیر معتبر نہیں پس اگر تسلیم کیا جاوے فرعون کا اللہ پر ایمان لانا تو بھی وہ موسیٰ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

علیہ السلام پر تو ایمان نہیں لایا تھا پس یہ ایمان اس کو کیا نفع دے گا اگر کوئی کافر ہزار بار اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْ اٰمَنَتْ بِہٖ الْمُسْلِمُوْنَ کہے تو وہ مومن نہیں ہے جب تک کہ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہ کہے۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ فرعون کے جادوگر بھی تو موسٰی علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے تھے اور ان کا ایمان مقبول ہوا جواب اس کا یہ ہے کہ جادوگروں نے جب یوں کہا کہ اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ رَبِّ مُوْسٰی وَ ہَارُوْنَ ۔۔۔۔ (یعنی ایمان لائے ہم تمام جہان کے پالنے والے پر کہ وہ موسی اور ہارون کا رب ہے) تو ایمان کی اضافت موسٰی و ہارون کے رب کی طرف کی ضمن میں موسٰی علیہ السلام پر بھی ایمان کا لانا ثابت ہوگیا اور فرعون نے موسٰی علیہ السلام کی طرف اضافت نہیں کی بلکہ اَلَّذِیْ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ کہا یعنی وہ خدا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔

دوسرے یہ کہ جادوگر ایمان لائے اللہ تعالٰی پر اور موسٰی علیہ السلام کے معجزہ پر اور رسول کے معجزہ پر ایمان لانا عین رسول پر ایمان لانا ہے پس جادوگر صریحًا موسٰی علیہ السلام پر ایمان لائے اور فرعون کے کلام میں ہرگز موسٰی علیہ السلام پر ایمان لانا اشارۃً یا صراحۃً نہیں پایا جاتا بلکہ موسٰی علیہ السلام کا نام لینا اور بنی اسرائیل کا ذکر کرنا کہ وہ اب تک موسٰی علیہ السلام کے ساتھ کافر رہے۔

اور اگر یہ کہا جاوے کہ بعض اہل تصوف نے نقل کیا ہے کہ عذاب دیکھ لینے کے وقت ایمان کا لانا نافع ہے پس دعوی اجماع فرعون کے کفر پر کس طرح درست ہوا اس کا جواب یہ ہے اول تو اس نقل کی صحت کلام ہے کہ ایسے صوفیہ نے جو مجتہدین ہیں ایسا کہا ہے کہ ان کے قول پر اعتماد ہے اور ان کی مخالفت اجماع کے انعقاد کو منع کرتی ہے اور جو نقل صحیح تسلیم کی جاوے تب بھی فرعون کے کفر پر اجماع امت کے انعقاد میں کچھ ضرر نہیں اس لیئے کہ نرے یاس کا ایمان معتبر نہ ہونے سے فرعون پر کفر کا حکم نہیں کیا گیا ہے بلکہ موسٰی علیہ السلام پر ایمان نہ لانے کی وجہ بھی اس میں شامل ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اگر کہیں کہ ابن عربی ایمان اضطراری کی صحت کے قائل ہوئے ہیں اور انھوں نے فرعون کے ایمان پر حکم لگایا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات ابن عربی سے مسلم اور مقرر نہیں ہے یعنی اس باب میں کلام ابن عربی مسلم نہیں ہے اور خطا سے معصوم ہونا انبیاء کا خاصہ ہے آیات اور احادیث ایمان یاس کے ناجائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں پس بعد موجود ہونے آیۃ اور حدیث کے کسی تاویل کی حاجت نہیں۔ ائمہ صحابہ اور تابعین ومجتہدین نے حدیث اور اجماع کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔ غرض جب ثابت ہوا کہ ایمان یاس صحیح نہیں تو فرعون کا ایمان نہ لانا بھی ثابت ہے اور اگر تسلیم بھی کہ ایمان یاس صحیح ہے تو فرعون کا ایمان جب بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ وہ موسےٰ اور ہارون علیہما السلام پر ایمان نہیں لایا۔

یہ ترجمہ کتاب زواجر ابن حجر کا مختصراً اور ملخصاً لکھا گیا ہے واللہ اعلم بالبواطن والسرائر والصلوٰۃ والسلام علی السید الصادق المصدوق محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

وَالْکَبِیْرَۃُ لَاتُخْرِجُ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ اِلَی الْاِیْمَانِ اور گناہ کبیرہ نہیں نکالتا بندہ مومن کو ایمان سے جب معلوم ہو چکا کہ ایمان کی اصل تصدیق قلبی ہے اور اعضاء کے عمل ایمان کی حقیقت میں داخل نہیں لیکن بغیر اعمال کے ایمان کامل نہیں ہوتا بلکہ ناقص ہے اور ناقص ہونا چیز کو اس کی حقیقت سے نہیں نکالتا بلکہ اس کو ایمان کامل سے نکال دیتا ہے مگر ایمان سے نہیں نکالتا اور گناہ وفسق بندہ کو کافر نہیں کرتا ہاں فاسق اور گنہگار بنا دیتا ہے پس مومن دو طرح کا ہوتا ہے ایک مطیع وفرمانبردار کہ وہ مومن کامل ہے۔ دوسرا عاصی و بدکردار کہ وہ مومن ناقص ہے۔ پس مومن کا اطلاق فاسق اور عاصی پر قرآن وحدیث میں موجود ہے اور ان پر تمام احکام مسلمانی کے جاری ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم فاسقوں اور گنہگاروں کی نمازیں پڑھتے اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرتے تھے اور ان کے واسطے دعا واستغفار کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گنہگار اسلام سے خارج نہیں ہوتے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ کبیرہ و صغیرہ۔ کبیرہ وہ ہے کہ اس کا گناہ ہونا یقینی دلیل سے معلوم ہوا ہو یا اس پر وعید آئی ہو جیسا کہ ناحق خون کرنا۔ لواطت کرنا نیک عورت کو جو کسی کے نکاح میں ہو زنا کی تہمت لگانی۔ دو چند کافروں کے مقابلہ سے بھاگ جانا۔ ماں باپ مسلمان کو ناحق ستانا۔ مکہ معظمہ کے حرم کی حد میں جن چیزوں کی ممانعت ہے وہ کرنی۔ بیاج کھانا۔ چوری کرنا۔ شراب اور نشہ کی کوئی چیز پینی یا کھانی۔ سور کا گوشت کھانا۔ جھوٹی گواہی دینی۔ بے عذر سچی گواہی چھپانی بے عذر رمضان شریف کے روزے نہ رکھنے۔ نماز نہ پڑھنا۔ یا نماز کا بے وقت پڑھنا۔ مال کی زکوٰۃ نہ دینا۔ جھوٹی قسم کھانی۔ قطع رحم کرنا۔ ناپنے یا تولنے میں خیانت کرنا۔ مسلمانوں کے ساتھ ناحق لڑائی کرنا۔ صحابہ کو برا کہنا۔ رشوت لینا۔ حاکم وقت سے کسی کی چغلی کھائی۔ باوجود قدرت کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنا۔ قرآن شریف یاد کر کے بھول جانا۔ کسی جاندار کو آگ میں جلا دینا۔ عورت کو مرد کی نافرمانی کرنی۔ مرد کو عورت پر ظلم کرنا۔ جورو خاوند میں لڑائی ڈلوانی۔ علماء دین اور حافظوں کی اہانت کرنی۔ اللہ تعالےٰ کی مغفرت سے ناامید ہونا۔ اور اس کے عذاب سے بے خوف ہونا۔ یہ تمام مولانا جلال الدین دوانی نے رویانی سے نقل کیا ہے۔ رویانی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ہیں بعض علماء نے ان پر اور زیادہ کیے ہیں ان کے معلوم کرنے کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ شرع شریف میں جس کے واسطے وعید کا آنا یقیناً معلوم ہوا وہ گناہ کبیرہ ہے اور جو ایسا نہ ہو وہ گناہ صغیرہ ہے گناہ صغیرہ میں ایسی سختی نہیں ہے اس واسطے کہ اس سے بچنا مشکل ہے اور مذہب مختار یہی ہے کہ گناہ صغیرہ تقویٰ میں نقصان نہیں پہنچاتا بشرطیکہ اس پر استمرار نہ ہو۔ گناہ کبیرہ کرنے والے کے دین میں اگرچہ نقصان اور ایمان میں ضعف ہے مگر وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا ہے۔ فرقہ خارجیہ کبیرہ بلکہ صغیرہ گناہ کرنے والے کو بھی کافر کہتے ہیں اس مذہب کا باطل ہونا ظاہر ہو چکا اور معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ نہ مومن ہے اور نہ کافر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے یہ پہلا مسئلہ ہے جو اہل اسلام کے دین میں تمام مسلمانوں کے اجماع کے برخلاف پیدا ہوا ہے اور معتزلہ ہی پہلا فرقہ ہے جس نے مسلمانی کی بنا ر میں رخنہ ڈالا ہے اپنی عقل وخواہش کی متابعت کی ہے نصوص ظاہری کی تاویل کی ہے (خذلھم اللہ)

یہ مذہب بالکل باطل اور رائے سخیف ہے اس واسطے کہ اللہ تعالٰے نے اپنے بندوں کو دو قسم پر بنایا ہے مومن اور کافر چنانچہ فرمایا ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ فَمِنْکُمْ کَافِرٌ وَّ مِنْکُمْ مُّؤْمِنٌ سوائے ان دو کے کوئی تیسری قسم نہیں ہے حقیقت میں اُن لوگوں نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور تصدیق کرنے کی قدر ہی نہیں کی کہ ایمان کی قوت اور نورانیت کے مقابلہ میں تمام گناہ بے حقیقت ہیں جیساکہ نیکیاں باوجود کفر کے کچھ فائدہ مند نہیں ہوتیں اسی طرح بدیاں بھی ایمان پر غالب نہیں آسکتیں اور ضرر نہیں پہنچاتیں ہاں ایمان کے کمال میں فرق آجاتا ہے اور اگر بطور استخفاف کے گناہ کرے یعنی حرام کو حلال جانے اور گناہ کو کچھ نہ سمجھے یہ کفر ہے اور تصدیق قلبی کے خلاف ہے اور جو حرام کو حرام سمجھے اور گناہ کو گناہ جانے مگر بشریت سے خواہش نفسانی غالب ہو جاتی ہے گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو کافر نہیں ہوتا کیونکہ تصدیق قلبی جو ایمان کی حقیقت ہے دل میں موجود ہے پس ایسا شخص مسلمان ہے مگر اس کے اعضاء اور جوارح نافرمان ہیں دل کا کہنا نہیں مانتے خصوصًا ایسے وقت کہ عذاب کا خوف اور مغفرت کی امید اور توبہ کا ارادہ ہو۔ باوجود اس کے مغرور ہونا نہیں چاہیے کہ گناہ کی نحوست دل کی صفائی اور ایمان کی تازگی کو اس طرح کھو دیتی ہے کہ نام ونشان باقی نہیں رہتا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور کفر سے ایک درجہ نزدیک کر دیتی ہے اور جو عادت ہو جاوے اور ہمیشہ گناہ میں مبتلا رہے تو کفر سے بچنا مشکل ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب بندہ سے گناہ ہوتا ہے اس کے دل پر سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اگر توبہ کرے تو جاتا رہتا ہے ورنہ بڑھتا جاتا ہے اور تمام دل کو سیاہ کر دیتا ہے اس میں ایمان کی اور حق بات سننے کی جگہ نہیں رہتی ختم اور طبع کے یہی معنی ہیں جو قرآن شریف میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَطَبَعَ اللّٰہُ قُلُوْبِہِمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ پہلی آیۃ کے معنی یہ ہیں ایسا نہیں جیسا کہ وہ گمان کرتے ہیں بلکہ ان کے دلوں میں زنگ پیدا ہو گیا۔ دوسری آیۃ کے یہ معنی ہیں مہر کردی اللہ نے ان کے دلوں پر۔ تیسری کے معنی بھی یہی ہیں مہر کردی اللہ تعالےٰ نے ان کے دلوں پر۔

پس گناہ اگرچہ مومن کو ایمان سے باہر نہیں لاتا لیکن کفر میں پڑ جانے کا خوف ہو جاتا ہے سلامتی اسی میں ہے کہ دنیا کو بقدر ضرورت اختیار کرے وہ تین چیزیں ہیں اوّل اسقدر کھانا کہ بھوک روک سکے دوم اسقدر کپڑا جس سے ستر عورت ہو جاوے سوم اتنا مکان کہ گرمی جاڑے سے پناہ دے سکے اور حد ضروریات سے تجاوز کر کے مباحات کے میدان میں قدم رکھنا اور توسع کا دروازہ اپنے اوپر کھولنا شبہات و مکروہات میں پڑ جانا ہے اور رفتہ رفتہ محرمات تک نوبت پہنچ جاتی ہے پس اسلام کی سرحد تو یہاں تک ختم ہو گئی اس کے آگے کفر کا گھر ہے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ

حاصل کلام یہ کہ کمال اور نقصان کی ترقی اور تنزل کے ہی دو راستے ہیں کمال اور ترقی ایمان کے لانے اور واجبات اور سنتوں اور نفلوں کے بجالانے اور مرتے دم تک اس پر قائم رہنے اور بقدر ضرورت دنیا حاصل ہوتی ہے اور تنزل ضرورت سے زیادہ شبہات اور حرام میں پڑنے سے پیدا ہوتا ہے اور کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے کلام کی حقیقت اور حال کی سلامتی اور خوف اور رجا کے درمیان ہے۔

وَاَہْلُ الْکَبَائِرِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَایَخْلُدُوْنَ فِی النَّارِ وَاِنْ مَاتُوْا مِنْ غَیْرِ تَوْبَۃٍ اور مومن کبیرہ گناہ کرنے والے ہمیشہ آگ میں نہیں رہیں گے۔ اگرچہ بے توبہ مریں کیونکہ جب بندہ کبیرہ گناہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا اور قرآن و حدیث سے ثابت ہو چکا کہ ہمیشہ آگ میں رہنا خاص دین کے منکروں اور کافروں ہی کے واسطے ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ گنہگار و مرتکبان کبائر ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے اگرچہ توبہ کے بغیر مریں جب تک خدا تعالےٰ چاہے گا ان کو عذاب کریگا اور دوزخ میں رکھے گا آخر پاک کریگا اور بہشت میں پہنچا دیگا پھر وہاں سے کبھی باہر نہیں لایا جائیگا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ٹھیرنا بعض گنہگاروں کا دوزخ میں ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ہوگا۔ اور بعض کا ایک دن اور بعض کا ایک مہینہ اور بعض کا ایک برس بعض کا اس سے زیادہ لیکن دنیا کی عمر سے زیادہ کوئی گنہگار دوزخ میں نہیں ٹھیرے گا اور وہ مدت سات ہزار برس کی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک اور ایسا ہی روایت کیا ہے ابن ابی حاتم اور ابن شاہین نے علی رضی اللہ عنہ سے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالےٰ نے اس آیۃ میں خبر دی ہے کہ مشرک اور کافر کو ہرگز نہیں بخشے گا باقی گناہ صغیرہ اور کبیرہ توبہ کی ہو یا نہ کی ہو چاہے بخشے اور چاہے پکڑے یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ اللہ جو چاہے کرے اور جو ارادہ فرماوے حکم دے۔ حاصل یہ کہ آدمی دو قسم کے ہیں مومن اور کافر مومن بھی دو طرح کے ہیں مطیع اور عاصی۔ عاصی بھی دو قسم ہیں توبہ کرنے والے اور توبہ سے محروم پس کفار اجماعا ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور مطیع اور عاصی توبہ کرنے والے بالاتفاق جنت میں رہیں گے رہا وہ گنہگار جس نے توبہ نہ کی ہو اگر خدا چاہے گا اسے عذاب کرے گا اور اس کے گناہوں کے مقدار دوزخ میں داخل کرے گا اور عذاب کے بعد پھر جنت میں داخل فرماوے گا اور جو چاہے گا کسی کی شفاعت سے یا بغیر شفاعت کے جنت میں داخل کردے گا عذاب نہیں دے گا۔
یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ (جس کو چاہے عذاب میں ڈالے اور جس کو چاہے بخشدے) سے یہی مراد ہے۔ گناہوں کے بخشدینے میں بہت حدیثیں ہیں ایک وہ حدیث ہے جو سوال کے باب میں مذکور ہوئی اور اسی کی مانند یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندہ کو اپنے سامنے کھڑا کرے گا اور اس کا اعمال نامہ اُس کے ہاتھ میں دے گا وہ دیکھے گا کہ اس میں گناہوں کے سوا اور کچھ نہیں اور اعمال نامہ کی پشت پر نیکیاں ہونگیں کہ تمام خلائق اس کی نیکیوں ہی کو دیکھے گی بدیاں مخلوق سے پوشیدہ رہیں گی۔ پس اللہ تعالےٰ فرماوے گا اے بندے میں نے دنیا میں تیرے گناہ چھپائے تھے آج بخشدیئے اب بہشت میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جا ہمیشہ وہاں رہ۔ یہ سب اللہ تعالےٰ کا حکم ہے عقل کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے کہ یہ بات زبان پر لاوے کہ کافر کو کیوں بخشا اور کس واسطے ایک کو بخشا اور دوسرے کو پکڑا یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے اور حکم کرتا ہے جس بات کا ارادہ کرتا ہے پس ظاہر ہوا کہ اس کا حکم ایسا ہے کہ وعدہ میں خلاف نہیں ہوتا اور ممکن ہے کہ وعید میں خلاف ہو یہ صرف اس کا کرم ہے کہ کریموں کی ایسی عادت ہوتی ہے کہ جب انعام واحسان کا وعدہ کرتے ہیں اسے ضرور پورا کرتے ہیں کہ الکریم اِذَا وَعَدَ وَفَا جب غصے اور عذاب سے ڈراتے ہیں تو اس سے درگذر کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ وعدہ اور وعید دونوں کے خلاف نہیں کرتا ورنہ اس کی خبر میں جھوٹ لازم آوے اور وہ جھوٹ سے پاک ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ وعید کی خبروں میں ممکن ہے کہ اس کے کرم کے مقتضار کے موافق مشیت کی شرط مقدار ہو اگرچہ اس کی تصریح نہیں ہے اور وعدے جیسے ہونے والے تھے ویسے ہی ہوں اور وہ آیتیں اور حدیثیں جن میں مشیت کا بیان ہے تقدیر مشیت کا قرینہ ہوں یا وعید کی خبروں سے استحقاق عذاب کا مراد ہو نہ اس کا وقوع بالفعل مراد ہے یا فقط انشار وعید مراد ہے حقیقۃً خبر مراد نہیں۔ ان سب صورتوں میں کذب اور تکذیب لازم نہیں آتی وَاللہ الموفق وھو اعلم۔

وَیَجُوْزُ الْعِقَابُ عَلَی الصَّغِیْرَۃِ اور چھوٹے گناہ پر عذاب ہو سکتا ہے اس لیے کہ جب کفر کے سوائے گناہوں پر مواخذہ و عذاب اللہ کی مشیت پر موقوف ہے اور صغیرہ بھی گناہ ہے تو اس پر بھی مواخذہ اور عذاب جائز ہوا۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَرْسَلَ رُسُلًا مِّنَ الْبَشَرِ اِلَی الْبَشَرِ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ وَمُبَیِّنِیْنَ لِلنَّاسِ مَا یَحْتَاجُوْنَ اِلَیْہِ مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا وَالدِّیْنِ اور اللہ تعالےٰ نے رسول بھیجے آدمیوں میں سے آدمیوں کی طرف جنت کی خوشی سنانے والے اور دوزخ سے ڈرانے والے اور آدمیوں کو دنیا اور دین کے وہ کام بتانے والے جن کی طرف ان کو حاجت پڑے اللہ تعالےٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے وہ خود فاعل و مختار ہے جو چاہتا ہے اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے نہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نہ اس کو ضرورت ہے اور نہ وہ کسی کا مجبور اور محکوم ہے نہ عقل کسی چیز کے واجب ہونے کا اس پر حکم کرتی ہے کہ خود اس کی محکوم ہے لیکن اس نے محض اپنے فضل وکرم سے وہ چیزیں کہ عالم کے باقی رہنے کا اور انسان کے کمال کا سبب ہوں اور اس کے دنیا و آخرت کے کاموں میں درستی و اصطلاح کا باعث ہوں اپنے اوپر مقرر و لازم کرلی ہیں اور وہی ان کا ضامن و کفیل ہے جیسے رزق کا دینا بندوں کو ہدایت کرنا پیغمبروں کو بھیجنا۔ یہ کام اس پر واجب نہیں بلکہ اپنی عادت سے محض اپنے فضل وکرم سے ان کاموں کو کرتا ہے اور جب کہ عام مخلوق کو اتنی استعداد اور ایسی قابلیت نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی جانب سے بے واسطہ فیضیاب ہوسکیں اور ان کو عالم ملکوت تک پہنچنا نہایت دشوار ہے اس واسطے انھیں آدمیوں میں سے بعض کو برگزیدہ کیا اور ان کو اپنی ذات وصفات اور افعال کا علم سکھایا اور جن امور میں انسان کی بھلائی تھی وہ ان کو سکھا دیئے اور خلقت کی طرف ان کو بھیجا کہ وہ مخلوق کو خدا تعالےٰ کی طرف بلاویں ہدایت کا راستہ سکھا دیں اور جن چیزوں کی دنیا و آخرت میں ضرورت ہے۔ وہ بتلادیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ کریم نے بہشت کو پیدا کیا اور اس میں نیکوں کے واسطے مقام مقرر کیا اور دوزخ بنایا اس کو نافرمانوں کے واسطے تجویز کیا اب ایسے کاموں کا معلوم کرنا جو اچھے ہوں اور بہشت میں لے جاویں یا برے ہوں اور دوزخ میں لے جاویں صرف عقل کا کام نہیں اس واسطے انبیاء کو بھیجا تاکہ وہ مخلوق کو بتلاویں کہ فلاں کام اچھے ہیں اور فلاں برے پھر خلق کو حجت اور عذر باقی نہ رہے چنانچہ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ تاکہ نہ رہے لوگوں کو اللہ پر الزام کی جگہ رسولوں کے آنے کے بعد۔ اور فرمایا وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت واسطے عالموں کے۔ فی الواقع تمام علوم کے مادے اور ان کے اصول خواہ زمین کے متعلق ہوں یا آسمان کے متعلق ہوں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کے ذریعہ سے تمام مخلوق کو پہنچے ہیں کا مدار اور چشمہ وحی آسمانی ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے تمام عالم اور حکیم اسی سے حاصل کرتے ہیں سب نے اسی سرچشمہ سے پانی پیا ہے یہ ممکن ہے کہ قیاس یا اجتہاد ریاضت و مجاہدہ کے سبب علمار نے اور باتیں بڑھائی ہوں مگر وہ اس کی شرح اور تفسیر ہے۔ اگر یہ خیال گذرے کہ بعض علوم شریعتوں کے مخالف ہیں اس کا کیا سبب ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ سنت اللہ اسی طرح ہے کہ شرائع سابقہ منسوخ ہوں وقت کے موافق احکام بدلے جائیں جب یہ صورت ہوئی بعض اشخاص پہلے دین پر رہے اور نئے پیغمبروں کی متابعت کے مخالف ہوئے اور محروم رہے بعض نے تحریف کر کے بہت چیزیں بڑھا دیں اور ایک جماعت ایسی ہوئی کہ انھوں نے اپنی عقل بوالفضول سے اوہام باطلہ اور خیالات واہیہ کو دخل دے کر قیل وقال اور بحث وجدال کا دروازہ کھول دیا۔ اور ایک فرقہ کا یہ اعتقاد جم گیا کہ حکیموں نے صرف اپنی ریاضت و استدلال سے بغیر کسی کے پڑہائے علوم ایجاد کئے ہیں کسی کا واسطہ بیچ میں نہیں یہ اعتقاد و خیال غلط اور نہایت بعید ہے علم کے حاصل کرنے کا ذریعہ استاد ہی ہے اور مطالب زیادہ حاصل ہوں وہ فہم و استنباط سے ہو سکتے ہیں حدیث شریف میں آیا ہے انما العلم بالتعلم والحلم بالتحلم اس میں اشارہ ہے کہ علم سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے اور علم بردباری سے آتا ہے۔

وَأَيَّدَهُمْ بِالْمُعْجِزَاتِ الْبَاهِرَةِ وَالْآيَاتِ السَّاطِعَةِ الْمُفِيْدَةِ لِلْيَقِيْنِ اور تائید فرمائی اللہ تعالے نے انبیار کی ظاہر معجزوں اور چمکتی نشانیوں کے ساتھ جن پر یقین اور ایمان حاصل ہوتا ہے چونکہ ہر ایک دعوی کے واسطے دلیل کی ضرورت ہے انبیار علیہم الصلوۃ والسلام جو رسالت کا دعوی کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ ہم سفیر ہیں مابین پروردگار اور مخلوق کے معجزوں کا ان سے ہونا ان کے دعوی کی دلیل ہے۔

معجزہ اس خرق عادت کو کہتے ہیں جو مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہو اور اس کے دعوی کے موافق ہو نبی کے سوائے غیر نبی اس کے لانے سے عاجز ہو۔ خرق عادت کے یہ معنی ہیں کہ بغیر سبب ظاہری کے وہ کام نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔ یعنی حکیم مطلق

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نے دنیا میں تمام کام اسباب پر موقوف رکھے ہیں سنت الٰہی یہی ہے کہ بغیر سبب کے کام پیدا نہیں کرتا اسی کو عادت کہتے ہیں اور کبھی اپنی قدرت سے عادت کو توڑ کر بے سبب اپنے رسول کے ہاتھ پر اس کام کو پیدا کر دیتے ہیں تاکہ اس کی رسالت کی دلیل ہو پس معجزہ فعل اللہ ہی کا ہے نہ رسول کا اس واسطے کہ اللہ تعالےٰ کی عادت کا توڑنا بندہ سے ممکن نہیں ہے۔ معجزہ نبی کے سچے ہونے کی دلیل یقینی ہے۔ معجزہ کو دیکھتے ہی بنی کے سچے ہونے کا علم بے اختیار دل میں حاصل ہو جاتا ہے اور نفس اس کی تصدیق میں مجبور ہو جاتا ہے انکار کی طاقت اور مجال نہیں رہتی نفس کی جبلی اور پیدائشی خاصیت یہی ہے۔ نبوت کا دعویٰ ایک امر عظیم ہے اس واسطے برہان بھی ایسی ہی چاہیئے کہ اعلےٰ درجہ کی ہو پس معجزہ اللہ تعالےٰ کی قدرت اور قہر کا نمونہ ہے اس کے غلبہ اور رعب کے آگے کسی کا پاؤں نہیں جمتا اور اختیار کی باگ ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے بخلاف دلائل عقلیہ و نقلیہ کے گویا چند گرہ ہیں کہ خیال کے تاگے میں لگائی ہیں ان سے دشمن کو الزام دینا اور مخالف کو ساکت کر دینا نہایت مشکل ہے نزاع اور جدال کا راستہ ان سے بند نہیں ہوتا چنانچہ علم کلام اور فلسفہ کے دلائل اسی قسم کے ہیں۔

پس اگر معجزہ دیکھنے کے بعد بھی کوئی کافر رہے یہ کفر اس کا صرف عناد اور ازلی بدنصیبی کے سبب ہے۔

وَاَوَّلُ الْاَنْبِیَاءِ آدَمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَآخِرُھُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سب سے پہلے پیغمبر آدم علیہ السلام ہیں اور سب کے آخر میں یعنی خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں چنانچہ اللہ کریم نے فرمایا وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیغمبری سے دین کا کامل کرنا اور مکارم اخلاق کا پورا کرنا تھا جب یہ مقصود حاصل ہو گیا اور دین و اخلاق دونوں پورے و کامل ہو چکے تو حضور کے بعد اور کسی پیغمبر کی ضرورت نہ رہی حضور کے خلفاء اور دین کے علماء جو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اسلام کے مددگار اور محافظ ہیں. قیامت تک اسلام کی نگہبانی اور اس کی اشاعت کے واسطے کافی ہوئے۔

وَالْاَوْلٰی اَنْ لَّا یُعَیَّنَ عَدَدُھُمْ بہتر یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعداد مقرر نہ کریں اگرچہ بعض حدیثوں میں ہے کہ تمام پیغمبر ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوئے ہیں لیکن قرآن مجید میں فرمایا ہے مِنْھُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَمِنْھُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ یعنی بعض انبیاء کا حال ہم نے تمہارے سے بیان کیا اور بعض کا بیان نہیں کیا یعنی ان کا نام بھی نہیں بتلایا اور نہ احوال ذکر کیا اور ممکن ہے کہ اس خبر کے بعد فرمایا ہو لیکن قرآن مجید میں نہیں فرمایا اس کے مجمل اور پوشیدہ رکھنے میں احتیاط ہے. واللہ اعلم۔

اور ذوالقرنین کی نبوت میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ پیغمبر ہیں اور اکثر کہتے ہیں کہ وہ مسلمان عادل بادشاہ تھے اور یہی حق ہے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے بعض ذوالقرنین کو فرشتہ کہتے ہیں مگر یہ بات نہایت بعید ہے. نام میں بھی اختلاف ہے. مشہور یہ ہے کہ ان کا نام اسکندر ہے بعض نے عبداللہ و مرزبان و مرزبی و ہرمن سوائے ان کے اور بھی بیان کئے ہیں اور یہ اسکندر رومی فیلقوس کا بیٹا ہے جس کے مصاحب حضرت خضر تھے اور جس نے آب حیات کے چشمے طلب کئے اور نہ پایا اور اسکندر یونانی دوسرا تھا وہ یونان یافث کے بیٹے نوح علیہ السلام کے پوتے کی اولاد میں تھا ارسطو اس کا وزیر تھا اور اکثر کا قول ہے کہ ذوالقرنین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں تھا بعض کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا ہے اور بقول ابن عبدالحق کہ امام حدیث و تفسیر کے ہیں وہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا ہے. کہتے ہیں کہ چار شخص مشرق سے مغرب تک دنیا کے مالک ہوئے ہیں دو مسلمان ایک حضرت سلیمان علیہ السلام۔ دوسرا ذوالقرنین دو کافر ایک نمرود۔ دوسرا بخت نصر اور پانچویں امام مہدی علیہ السلام ہوں گے کہ آخر زمانہ میں پیدا ہونگے۔ سکندر کا نام ذوالقرنین ہونے میں کئی قول ہیں وھب بن

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

منبہ کہتے ہیں کہ دو قرن زمین کا مالک تھا یعنی زمین کے دونوں جانب مشرق اور مغرب کا مالک تھا۔ یا ایک روم دوم فارس۔ یا ایک روم دوم ترک۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے دو گیسو تھے اس واسطے اُسے ذوالقرنین کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک اس کے سر پر دو سینگ بیل کی مانند تھے اور ایک قول یہ ہے کہ اس نے دو قرن بادشاہت کی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جہاد میں اس کے سر پہ دونوں طرف دو زخم آئے تھے اس لیے اس کو ذوالقرنین کہتے ہیں اور ابن کواسے جو اصحاب امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ سے ہیں کسی نے پوچھا کہ ذوالقرنین پیغمبر تھا کہا کہ نہیں مگر مرد صالح تھا خدا تعالےٰ کے رستہ میں اس کے سر پہ داہنی طرف زخم آیا اور مر گیا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کو زندہ کر دیا پھر بائیں طرف زخم آیا اور مر گیا۔ خدا تعالےٰ نے پھر جلا دیا اس وقت سے اس کا نام ذوالقرنین ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ آفتاب تک پہنچا اور اس کے دونوں طرفوں کا مالک ہو گیا جب سے اس کا نام ذوالقرنین ہو گیا واللہ اعلم۔

لقمان کی نبوت میں بھی اختلاف ہے۔ یہ حضرت ایوب علی نبینا وعلیہ السلام کے خواہر زادہ تھے بعض کے نزدیک خالہ زاد بھائی تھے بعض کہتے ہیں کہ نبی تھے مگر صحیح یہ ہے کہ وہ ولی اللہ اور حکیم تھے ہزاروں پیغمبروں کی خدمات اور شاگردی کئے ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے یہ منقول ہے کہ لقمان نبی تھے بادشاہ نہیں تھے بلکہ غلام حبشی تھے بکریاں چرایا کرتے تھے اللہ تعالےٰ نے انکو برگزیدہ کیا اور حکمت و جوانمردی عطا کی اور اپنی کتاب میں انکا ذکر کیا۔

حضرت خضر علیہ السلام کی نسبت صحیح امر یہ ہے کہ وہ نبی معمر بڑی عمر والے ہیں خلوق کی آنکھوں سے محجوب ہیں آب حیات پیئے ہوئے ہیں قیامت تک زندہ رہیں گے بعض کے نزدیک ولی ہیں لیکن جو فرشتہ کہتے ہیں ان کا قول باطل ہے اور جمہور اہل علم و صلاح کا یہی قول ہے کہ وہ زندہ ہیں اور نہیں مریں گے جب تک کہ دنیا سے قرآن مجید نہیں اٹھایا جاوے گا۔ حافظ ابن حجر نے بخاری کی شرح میں کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ وہ نبی ہیں سخاوی نے بھی یہی کہا ہے اور قسطلانی نے بخاری کی شرح میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لکھا ہے کہ خضر خ کے زبر اور ضاد نقطہ دار کے زیر سے اور خ کسر کے زیر اور ضاد نقطہ دار کے سکون سے ہے ان کا نام بلیا ابن ملکان ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ فرعون کے پسر تھے مگر یہ قول نہایت غریب اور شاذ ہے۔ بعض کہتے ہیں مالک کے پسر الیاس کے بھائی ہیں بعض کے نزدیک آدم علیہ السلام کے صلبی فرزند ہیں واللہ اعلم۔ حاصل کلام یہ ہے کہ باتفاق مشائخ صوفیہ اور بقول جماہیر علماء حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور محدثین کی ایک جماعت جن میں امام بخاری و ابن المبارک اور حربی و ابن جوزی ہیں حضرت خضر کی حیات کا انکار کرتے ہیں ان حضرات محدثین کی دلیل وہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات کے زمانے کے قریب فرمایا کہ کوئی جاندار روئے زمین پر سو برس کے بعد باقی نہیں رہے گا مگر اس حدیث میں تاویلات ہیں اور خضر علیہ السلام کی ملاقات اولیاء اللہ سے شہرت کے درجہ کو پہنچی ہے اور انھوں نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تعزیت کی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا لَوْ کَانَ الْخَضِرُ حَیًّا لَزَارَنِیْ یعنی اگر خضر زندہ ہوتے تو مجھ سے ملتے ملاقات سے پہلے کا ہے اس قسم کی ملاقات عرف و عادت پر ہے اس واسطے کہ خضر علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیثیں نقل کی ہیں اور بعض مشائخ رحمہم اللہ نے وہ حدیثیں ان سے سُنی ہیں۔

حضرت مریم اور آسیہ و سارہ و ہاجرہ و حوا اور اُمّ موسیٰ میں جن کا نام یوحلند ہے (علیہن السلام) کی نبوت میں ایک قول آیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ نبوت مردوں کے ساتھ خاص ہے اور قرآن شریف میں موجود ہے کہ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ یعنی اور ہم نے نہیں بھیجے آپ سے پہلے رسول مگر مرد جن کی طرف ہم بھیجتے رہے ہیں اگرچہ قرآن میں ان عورتوں کی طرف وحی کی نسبت واقع ہوئی ہے اور ان کو پیغمبروں کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن اس سے ان کی پیغمبری اور نبوت پر حکم نہ کرنا چاہیے کہ وحی سے ان مقاموں پر الہام و اعلام مراد ہے چنانچہ فرمایا وَاَوْحٰی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ اور تیرے رب نے وحی بھیجی شہد کی مکھیوں طرف اور انبیاء کے ساتھ ان کا ذکر ان کی بزرگی و اکرام کے واسطے ہے۔

وَكُلُّهُمْ كَانُوا مُبَلِّغِيْنَ عَنِ اللهِ صَادِقِيْنَ مَعْصُوْمِيْنَ غَيْرَ مَعْزُوْلِيْنَ یعنی تمام انبیاء اللہ تعالےٰ کی طرف سے احکام پہنچانے والے سچے اور گناہوں سے پاک تھے اور معزول نہیں ہوئے اپنے منصب نبوت سے یعنی جو کچھ پیغمبروں نے کہا سب سچ کہا اور جو کچھ لائے خدا تعالےٰ کے پاس سے لائے جو امر و نہی کرتے ہیں وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے کرتے ہیں گناہوں سے معصوم ہیں جب معجزہ سے رسالت کا دعویٰ ثابت ہوا اب جو کچھ وہ کہتے ہیں سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہتے ہیں وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ اور نہیں رسول کے ذمہ سوائے پہنچانے کے اور اگر وہ جھوٹ بولیں جو حکمت ان کے ارسال سے ہے وہ باطل ہو جاوے اور اگر گناہ کریں خلقت ان سے نفرت پکڑے نصیحت اور ارشاد کا راستہ مسدود ہو انبیاء کی عصمت جھوٹ بولنے اور کبیرہ گناہ کرنے سے مطلق ہے نہ قصداً گناہ کرتے ہیں اور نہ بھول کر گناہ کرتے ہیں صغیرہ گناہ بھی ان سے عمداً نہیں ہوتا اور بعض کے نزدیک کبیرہ بھولے سے اور صغیرہ قصداً جائز ہے لیکن وہ گناہ جو نفرت کا سبب ہو اور خِسّت پر دلالت کرتا ہو وہ کسی صورت میں جائز نہیں جیسے چوری ایک لقمہ کی یا حقیر چیز کی یا مثلاً لین دین میں ایک رتی بھر کی کمی اور جمہور اہل سنت کے نزدیک مختار یہی ہے کہ معصوم ہیں کبائر و صغائر سے عمداً و سہواً اور ان کے مرتبہ عالی اور منصب عظیم کے لائق بھی یہی ہے صلوات اللہ علیہم اجمعین ایسا ہی ذکر کیا ہے بعض فقہاء اور محدثین ساکنین مدینہ نے قصیدہ امالیہ کی شرح میں۔ احکام آلٰہی کے پہنچانے میں اور کاموں میں جو رسالت کے متعلق ہیں ہرگز ہرگز ان سے سہو نہیں ہوتا ہاں ان کے سوا اور افعال میں سہو ہو سکتا ہے چنانچہ سجود سہو کے باب میں مذکور ہے اور وہ خطائیں اور لغزشیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت مذکور ہیں بعض ان میں سے صحیح نہیں اور جو صحیح ہیں ان کی تاویلات

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہیں کتابوں میں مذکور ہیں ان کے ظاہر کا معتقد نہ ہونا چاہیے۔

اور انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم معزول نہیں ہوتے اللہ کریم نے اپنے فضل و کرم سے جو مرتبہ رسالت اور نبوت کا ان کو عطا فرمایا ہے وہ اُن سے اُلٹا واپس نہیں لیتا رسالت موت کے بعد بھی قائم رہتی ہے بلکہ انبیا علیہم السلام کو موت نہیں وہ زندہ اور باقی ہیں ان کے واسطے وہی ایک موت ہے جو ایک دفعہ ہو چکی اس کے بعد ان کی روحیں بدن میں لوٹا دی جاتی ہیں اور جو حیات ان کو دنیا میں تھی وہی عطا فرماتے ہیں یہ حیات انبیاء شہدہ کی حیات سے کامل تر ہے کیونکہ شہدا کی حیات معنوی اور پوشیدہ ہے۔

اور نسخ ہونا شریعت کا ثبوت سے معزول ہونا نہیں ہے اور اولیاء معزول ہوتے کے خوف سے اور خاتمہ کے ڈر سے دنیا میں بے خطر نہیں ہیں اگر ایمان پر گئے ہیں مومن اور ولی ہیں جیسے مثلاً خواب کی حالت میں ہوں۔

قبروں سے استعانت واستمداد میں فقہاء کو کلام ہے یہ کہتے ہیں کہ سوائے انبیاء علیہم السلام کے قبور کی زیارت سے مقصود صرف عبرت اور موت کا یاد کرنا ہے یا موتی کو نفع پہنچاتا ہے ان کے حق میں استغفار کرنا اسی طرح حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیارت قبور بقیع غرقد میں ثابت ہے۔ اور مشائخ صوفیہ صافیہ قدس اللہ اسرارہم کہتے ہیں کہ بعض اولیاء کا تصرف عالم برزخ میں بھی باقی رہتا ہے اور ان کی ارواح مقدسہ سے توسل واستمداد ثابت اور فائدہ مند ہے حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے جن حضرات سے بحالت حیات ان کے توسل اور برکت حاصل کرتے تھے بعد وفات بھی ان سے توسل اور برکت حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ مرنے کے بعد روح کا باقی رہنا حدیثوں اور اجماع سے ثابت ہے اور بحالت حیات و بعد وفات روح ہر حال میں متصرف ہے بدن کو تصرف سے کچھ تعلق نہیں اور متصرف حقیقی اللہ تعالیٰ ہے ولایت کے معنی فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے ہیں یہ نسبت موت کے بعد پوری اور کامل ہو جاتی ہے۔ اہل کشف اور محققین کے نزدیک

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یہ بھی ثابت ہے کہ زیارت کرنے والے کی روح اہل مزار کی روح سے انوار اور اسرار کا عکس قبول کرتی ہے جیسے آئینہ کے مقابلہ میں دوسرا آئینہ ہو اور اس میں عکس پڑے۔ اولیاء اللہ کے بدن مثالی بھی ہوتے ہیں جن سے وہ ظاہر ہو کر طالبان کی امداد کرتے ہیں اور جو صاحب اس کے منکر ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

ایک بزرگ نے مشائخ میں سے فرمایا ہے کہ میں نے اولیاء اللہ میں سے چار ایسے دیکھے ہیں کہ اپنی قبروں میں بھی تصرف کرتے ہیں جیسا تصرف زندگی میں کرتے تھے ایک حضرت خواجہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ۔ دوم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ دو اور بیان کئے۔ غرض یہ کلام شرح اور بسط کا طالب ہے خدا چاہے تو ایک رسالہ میں تفصیل کے ساتھ اس کا بیان کیا جاوے گا اور تھوڑا سا کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب میں کہ مدینہ منورہ کے بیان میں ہے لکھا گیا ہے واللہ اعلم۔

وَاَفْضَلُ الْاَنْبِیَآءِ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور سب پیغمبروں میں افضل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں حضور کی نبوت معجزات ظاہرہ اور آیات باہرہ سے ثابت ہے جن کی نقل تواتر کے درجہ تک پہنچتی ہے۔ ہر ایک نبی کے معجزات ایک جنس یا دو جنس سے خاص تھے اور حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات ہر جنس میں تھے اور بہت تھے یہاں سے معلوم ہوا کہ حضور کا تصرف تمام اجزاء عالم میں تھا زمین میں آسمان میں ملک اور ملکوت میں جو کمالات تمام انبیاء سابقین کی ذوات مقدس میں پائے جاتے تھے حضور کی ذات عالیہ میں وہ تمام کمالات جمع تھے۔ ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضور فرماتے ہیں اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ یعنی میں آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کا سردار ہوں اور یہ کچھ فخریہ نہیں ہے وُلد آدم اور بنی آدم کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے پس آدم علیہ السلام بھی اس میں داخل ہوئے چنانچہ دوسری حدیث

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

میں فرمایا آدم وَمَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِیْ یعنی آدم علیہ السلام اور جو ان کے سوا ہیں میرے نشان کے نیچے ہوں گے بعد حضور کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فضیلت اور بزرگی ہے ان کے بعد موسٰے اور عیسٰی اور نوح علیہم السلام ہیں یہ پانچ رسول اولوالعزم ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین سے افضل اور بزرگ ہیں اللہ تعالےٰ کے راستہ میں ان کا مجاہدہ اور صبر سب سے زیادہ ہے اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا معجزہ قرآن شریف ہے اللہ تعالےٰ کی صفت اور اس کا کلام قدیم ہے قیامت تک دنیا میں باقی ہے اور معجزے اگرچہ ظاہر ہو کر گذر گئے مگر یہ نقل متواتر ثابت ہیں گویا مشاہدہ میں موجود ہیں۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن شریف کے سچے ہونے پر بھی ایک آیہ بڑی دلیل ہے کہ آن قریش کے روبرو جو تمام عرب کے فصاحت و بلاغت میں پیشوا سمجھے جاتے تھے دین اسلام اور حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہایت دشمن تھے یہ دعویٰ پیش کیا گیا وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ترجمہ اگر تم کو اس کلام میں جو ہم نے اپنے بندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اتاری ہے کچھ شک ہو تو لے آؤ اس کی مانند ایک سورۃ۔ اور اس زمانہ سے اب تک کسی سے اس کا جواب نہ بن آیا اور ملک عرب میں اس وقت عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا بڑا چرچا تھا اس فن فصاحت کے بڑے بڑے کامل موجود تھے کہ انھوں نے فصاحت کا دعویٰ روئے زمین پر کیا آسمان تک پہنچایا تھا اس لیے اللہ کریم نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی جنس کا یہ معجزہ عطا کیا کیونکہ اکثر پیغمبروں کو اسی طرح کے معجزے عطا ہوئے ہیں کہ جن چیزوں میں ان کے ملکوں کے رہنے والوں کو نہایت درجہ کا کمال اور فخر ہوا جیسا کہ موسٰے علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا اور عیسٰی علیہ السلام کے وقت میں طب کا بہت چرچا تھا تو ان کو اسی قسم کے معجزے عنایت ہوئے اسی طرح آپ کے عہد میں عرب کو فصاحت و بلاغت میں کمال حاصل تھا تو آپ کو قرآن مجید کا معجزہ مرحمت ہوا۔ مقام غور ہے کہ وہی کلمات وہی الفاظ وہی حروف اور وہی ان کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

زبان وخاص و عام اور چھوٹے بڑے سب اس کو جانتے تھے اور ہر وقت اُسے بولتے تھے قرآن مجید کے مقابلہ میں ایسے عاجز ہوئے کہ سب کے سب جمع ہو کر بھی ایک آیۃ قرآن کی مانند بنا کر نہ لا سکے۔ روایت ہے کہ جب سورہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ کہ قرآن مجید کی پہلی آیۃ ہے نازل ہوئی تو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے سے اس کو خانہ کعبہ کے دروازے پر لٹکا دیا بموجب عادت فصحائے عرب کے کہ جب کسی کلام کو وہ بہت اچھا سمجھتے تھے اور اس پر ان کو فخر ہوتا تھا تو اس کو خانہ کعبہ کے دروازے پر لٹکا دیتے تھے تاکہ ہر شخص اس کو دیکھے۔ پس جب ہر شخص کی نظر اس کلام ربانی پر پڑی سب نے اس کو دیکھا اور اس کلام کی متانت اور طرز سخن میں غور کی تو حیران رہ گئے اور یہی کہا کہ یہ کلام آدمیوں کا نہیں ہے اور ایسا کلام لانا آدمی کی قدرت سے باہر ہے۔ معتزلہ کی ایک جماعت کہتی ہے کہ قرآن مجید کی مانند کلام تالیف کرنے کی وہ لوگ طاقت رکھتے تھے لیکن اللہ تعالٰی کی قدرت کاملہ نے قرآن مجید کے معارضہ اور مقابلہ سے ان کی ہمتوں کو لپیٹ کر دیا اور دلوں کو پھیر دیا تھا اور ان کے منہوں پر مہر لگا دی تھی اس سبب سے وہ اس کی مانند ایک آیۃ بھی نہ بنا سکے اور اس میدان میں ایک قدم بھی نہ رکھ سکے۔ اصل مقصود تو اس سے بھی حاصل ہے کہ باوجود یہ کہ ان کو ایسی کلام تالیف کرنے کی قدرت تھی اور اس بات میں مقابلہ اور معارضہ کرنے کی حرص رکھتے تھے ان کی ہمتوں کا اس طرف سے پھر جانا اور ان سب کی زبانوں کا بالکل بند ہو جانا یہ بھی تو اعجاز ہے مگر معتزلہ کا یہ کلام محض بیہودہ اور نرا وہم ہے۔ انھوں نے کس طرح اور کس دلیل سے جانا کہ قرآن کی مانند کلام بنانے کی قدرت رکھتے تھے حق یہی ہے کہ کوئی شخص سوائے اللہ تعالٰی کے ایسے کلام بنانے کی ہرگز قدرت نہیں رکھتا اور نہ اس وقت سے اب تک کوئی نہ کوئی تو کچھ نہ کچھ بنا تا۔ اس مضمون کو خود قرآن مجید بلند آواز سے پکارتا ہے سنو اور غور کرو قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ترجمہ اے محمد کہدو اگر جمع ہوں آدمی اور جن اس پر کہ لاویں ایسا قرآن نہ لا سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کی مدد کریں اس سے زیادہ اور کیا دعوی ہو گا اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیک

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

عادتیں اور خصلتیں اور صفتیں اور اخلاق حسنہ دیکھیں اور غور کریں تو یقین کامل ہو جاوے کہ آپ کا وجود پاک سر سے پاؤں تک اللہ تعالےٰ کی نشانی اور اعجاز ہے اور بالکل حسن و ناز ہے۔

ہر جلوۂ جمال ترا ناز دیگر است ہر نغمہ کمال ترا ساز دیگر است
اعجاز حسن را بسخن ہست احتیاج ہر غمزہ زچشم تو اعجاز دیگر است

وَهُوَ مَبْعُوثٌ إِلَى كَافَّةِ الْخَلْقِ أَجْمَعِيْنَ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام خلقت کے رسول ہیں آدمیوں اور جنات کے اسی واسطے آپ رسول الثقلین کہلاتے ہیں آپ کی حضور میں جنوں کا حاضر ہونا اور ایمان لانا اور قرآن شریف کا سننا اور اپنی قوم میں جاکر ان کو اسلام کی طرف بلانا یہ سب قرآن شریف میں موجود ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک انس و جن کی طرف رسالت کا عام ہونا حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے خاص ہے شیخ جلال الدین سیوطی نے کہا ہے کہ بلاشبہ جن ہمیشہ سے مکلف ہیں اور مکلف جب ہی ہوتے ہیں کہ پیغمبر سے خود سنیں یا کسی ثقہ صادق القول کے ذریعہ سے روایت پہنچے اور اس پر تمام کا اتفاق ہے کہ جنوں میں کوئی پیغمبر نہیں ہوا قرآن شریف میں جنوں کا یہ قول مذکور ہے قَالُوْا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْ إِلَى الْحَقِّ وَإِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ کہا جنوں نے اے قوم ہم نے سنی ہے ایک کتاب جو اتری ہے موسےٰ کے بعد تصدیق کرتی ہے پہلی کتابوں کی بتاتی ہے حق بات اور سیدھی راہ۔ اس آیۃ سے معلوم ہوا کہ یہ جن پہلے سے موسےٰ علیہ السلام کی شریعت پر ایمان رکھتے تھے اور اس پر چلتے تھے۔ معلوم ہوا کہ جن اور پیغمبروں پر بھی ایمان لاتے تھے مگر ان کے روبرو حاضر نہیں ہوتے تھے فقط کتاب اللہ کو سن کر اور شریعت کے احکام کو معلوم کر کے عمل کرتے تھے ان پیغمبروں کو بالمشافہ جنوں کی دعوت میسر نہیں ہوئی جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے ان کو خطاب کیا اور دعوت فرمائی یہ امر بالمشافہ جنوں کو دعوت دینا خصوصیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے علامہ سیوطی نے کہا ہے کہ یہی مذہب ضحاک کا ہے اور یہ ظاہر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے انتہی اور بعض نے کہا ہے کہ آپ کی رسالت فرشتوں کو بھی شامل ہے پر یہ قول شاذ ہے۔ اور اہل تحقیق کے نزدیک آپ کی رسالت عالم کے سب اجزاء اور ٹکڑوں پر اور موجودات کی سب قسموں سے جمادات ہوں یا نباتات یا حیوانات اور موجودات کے کل ذروں اور تمام چھپی ہوئی چیزوں کی مربی اور کامل کرنے والی ہے کہ پتھروں کا سلام کرنا ــــــــــ اور درختوں کا سجدہ کرنا اور جانوروں کا آپ کی رسالت پر گواہی دینا اس پر گواہ ہے فرق یہی ہے کہ آدمیوں اور جنوں کو اپنے افعال میں ارادے اور اختیار والا پیدا کیا ہے اسی سبب سے کفر اور گناہ ان سے صادر ہوئے اور باقیوں سے سوا اطاعت اور ایمان کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوا جیسا کہ فرشتوں سے اور یہ آیت شریف بھی اس پر دلالت کرتی ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اے رسول مگر واسطے رحمۃ عالمین کے وَمِعْرَاجُهٗ فِی الْيَقْظَةِ بِشَخْصِهٖ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ اِلٰى مَا شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى حَقٌّ اور معراج حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جاگتے میں جسم مبارک کے ساتھ آسمان تک ہوا اور اس کے آگے تک جہاں تک اللہ تعالے نے چاہا یہ سب حق ہے ایمان کا امتحان معراج کی تصدیق میں ہے کہ اتنی تھوڑی دیر میں بیداری کی حالت میں مع جسم اطہر کے عرش اعظم سے اوپر بلکہ لامکان میں اُن خصوصیات اور قصوں کے ساتھ کہ صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں حضور نے سیر فرمائی یہ نسبت عالم الٰہ اور روحانیات میں محقق ہے کہ وہ زمانہ کی تنگی اور جہت سے ماہر ہیں۔ بزرگان اہل کشف اور شہود نے اس کو بیان کیا ہے۔

ایمان یہ ہے کہ اس خبر کو سنتے ہی بے توقف و بے تامل اور بلا دریافت اس کی حقیقت اور کیفیت کے یقین کامل ہو جانا لازم ہے۔ ذرا تردد اور خلجان باقی رہنا نہیں چاہیئے پھر اگر اس حالت کا ادراک اور اس مرتبے کی حقیقت حاصل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اس پر اطلاع بخشے تو یہ راستہ دوسرا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت والے اور درگاہ ربانی کے خاص بندے جو اپنے اوپر سے بشریت کی چادر دور کرنے والے ہیں جانتے ہیں۔ جہاں سچی محبت اور تسلیم اور کامل ایمان ہے وہاں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تصور اور تامل کرنے کی فرصت کہاں ہے یہاں تو سننا اور ایمان لانا توام یعنی ملے ہوئے ہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق اُسی روز سے ہوا کہ انھوں نے بے تامل و توقف معراج کے قصے کی تصدیق کی اور فوراً ایمان لائے اور کتنے مسلمان ایسے شک میں پڑے کہ ان میں سے بعض مرتد ہو گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پہلے ابتداً میں ایمان لانا بھی بغیر طلب معجزہ اور دلیل کے تھا۔ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور آیات کا نور اُس وقت چمک رہا تھا مگر اُنھوں نے کچھ دریافت نہیں کیا اور فوراً بے توقف ایمان لے آئے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج سے تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا حال آپ سے پوچھا تو حضور نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایسا جواب دیا جس میں کھلی حقیقت تھی اور بعض کو مجاز کے پردہ میں جواب دیا اور ہر شخص سے اس کی حالت اور استعداد کے مطابق کلام کیا پس معلوم ہوا کہ ہر کوئی اس قابل نہیں ہوتا ہے کہ اُس سے حقیقت ظاہر کی جاوے اور بھید کھولا جاوے۔ بات تو ایک ہی ہے لیکن عبارت اور لفظوں کا فرق ہے اور حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پروردگار کو سر کی آنکھوں سے دیکھا جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کا مذہب یہی ہے ورنہ دل کی آنکھوں سے دیکھنا ہر حال میں ہر شخص کو جائز ہے۔ معراج کی کیا خصوصیت ہے بعض کہتے ہیں دل کی آنکھوں سے دیکھنا اور ہے اور دل سے جاننا اور ہے واللہ اعلم۔

وَاُمَّتُہٗ خَیْرُ الْاُمَمِ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سب امتوں سے بہتر ہے جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب نبیوں سے افضل اور بہتر ہیں فرمایا قرآن شریف میں کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ اے اُمت محمدیہ تم بہترین امتوں کے ہو جو بنی آدم میں ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ تمھاری عمر اور بقا کا زمانہ پہلی امتوں کی عمروں اور بقا کے زمانہ کی نسبت ایسا حکم رکھتا ہے کہ جیسا عصر سے مغرب تک کا وقت کہ باوجود تھوڑے ہونے وقت کے تم کو اول سے زیادہ ثواب دیں گے اور تمھارے حال کی یہود اور نصاریٰ کے حال کی نسبت حضرت رسول مقبول

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی مثال بیان فرمائی ہے کہ ایک شخص نے کئی مزدوروں سے مزدوری کرائی ایک مزدور سے صبح سے ظہر کے وقت تک اور ایک قیراط مزدوری کا اس سے مقرر کیا دوسرے سے ظہر سے عصر تک اور اس کے لیئے بھی اتنی دیر کا ایک قیراط مقرر کر دیا اور تیسرے سے عصر سے مغرب تک اور اس کے دو قیراط ٹھہرائے اور دیئے پس پہلے دونوں بہت غصے ہوئے اور جھگڑنے لگے کہ اس تفاوت کا کیا سبب ہے کہ ہم دونوں نے اس سے بہت زیادہ مزدوری کی اور ایک ایک قیراط پایا اور اس کو تھوڑی مزدوری پر دو قیراط ملے اس کا کیا باعث۔ اس شخص نے جواب دیا کہ تم سے جو مزدوری ٹھہرائی تھی حوالہ کر دی اور اس کو ہم نے اپنے فضل سے زیادہ دیا کہ ہم کو اپنے مال کا اختیار ہے جیسے چاہیں دے دیں۔ سو اول سے یہود کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے سے نصارا کی طرف اور تیسرے سے اس اُمۃ مرحومہ کی طرف کہ پیدائش میں یہ اُمت متاخر ہے اور کثرت ثواب و فضائل میں متقدم ہے اس اُمت کے ثواب میں بہت حدیثیں آئی ہیں اور حقیقت میں جو علوم و معارف اور عجائب و غرائب و حقائق کہ اس اُمت کے ہر ہر شخص سے ظاہر ہوئے ہیں کسی اُمت سے ظاہر نہیں ہوئے اور اس میں کچھ شک و شبہ نہیں۔

وَشَرِیْعَتُہٗ اَکْمَلُ الشَّرَآئِعِ وَدِیْنُہٗ نَاسِخُ الْاَدْیَانِ شریعت محمدیؐ پہلی تمام شریعتوں سے زیادہ کامل اور جامع ہے اور دین محمدیؐ تمام ادیان سابقہ کا ناسخ ہے جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہوئے تو حضور کے بعد کوئی دین اور شریعت نہیں ہو سکتی اور کسی کمال کا انتظار باقی نہیں رہتا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ یعنی میں اس واسطے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق حمیدہ کی تکمیل کروں۔ موسٰے علیہ السلام کی شریعت میں قہر و جلال بہت تھا جیسے توبہ کے واسطے نفسوں کا قتل کرنا۔ پاک چیزوں کا حرام ہونا۔ غنیمت کے مال کا منع ہونا۔ عذابوں کے نازل ہونے میں جلدی ہونا موسٰی علیہ السلام میں عظمت وہیبت اور غصہ کی شدت اور اعداء دین پر سختی کرنی اس قدر تھی کہ کسی کو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ان کی طرف دیکھنے کی طاقت نہیں تھی۔

اور عیسیٰ علیہ السلام لطف و مہربانی کا مظہر تھے اور آن کی شریعت میں فضل و احسان بہت تھا کہ قتال و عذاب کا اس میں بالکل حکم نہ تھا بلکہ آن پر قتال حرام تھا۔ انجیل سے یہ فقرات نقل کرتے ہیں کہ اگر کوئی تیرے رخسارہ پر طمانچہ مارتے تو دوسرا رخسارہ بھی اس کے آگے کر دے اور جو کوئی شخص تیرے کپڑے کے کونہ کو ہاتھ سے پکڑے تو وہ کپڑا اس کو دے دے اور جو شخص ایک میل تک تمسخر کرتا ہوا تیرے ساتھ جاوے تو دو میل ساتھ جا اور اس پر احسان کر۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات مقدس میں ہر کمال کے مظاہر کو پورا کر دیا اور جمال و جلال کی صفتوں کو اکٹھا کر دیا تھا۔ لطف و قہر کو ملا دیا تھا موسےٰ علیہ السلام کی قوت و صلابت و عدل و شدت کا بھی آپ میں کمال تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کا لطف و کرم اور فضل و علم بھی آپ میں بیحد تھا اسی سبب سے ہر چیز میں اعتدال تھا چنانچہ آپ نے فرمایا انا الضحوك القتول یعنی میں ہمیشہ ہنستا رہتا ہوں اور عین ہنسی میں قتل کرتا ہوں یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جامعیت کا کمال ہے۔

بخندۂ نمکین دل بری و جاں بخشی ۔ ۔ تبارک اللہ ایں چہ خندۂ وچہ لب است

قولہ تعالےٰ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ اور حلال کرتا ہے ان کے لیے پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں۔ اس آیہ شریفہ میں بھی حضور کی عدالت اور توسط شریعت کی طرف اشارہ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادات شریفہ اور فضائل جمیلہ اور حضور کی شریعت مطہرہ اور احکام معتدلہ سے اس دین اسلام کے معتدل ہونے کی ساری حقیقت کھل سکتی ہے۔ وباللہ التوفیق۔

وَاَصْحَابُہٗ خَیْرُ الْاُمَّۃِ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ تعالےٰ عنہم آپ کی ساری امت سے بہتر اور افضل ہیں کہ ان کو اللہ تعالےٰ نے حضور کی صحبت اور نصرت کے لئے پسند کیا اور اس دین قویم کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تقویت اور اس ملت عظیم کی اعانت اُن سے کرائی وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا یعنی تھے صحابہ لائق صحبت اور امداد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اہل ان خدمات کے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اسقدر حدیثیں صحابہ رضی اللہ عنہم کی مدح اور بزرگی میں آئی ہیں کہ ان کے دیکھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کا مرتبہ ساری اُمت سے زیادہ ہے اور ان کا ثواب سب سے بڑا ہے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی جبل احد کی برابر سونا خدا کی راہ میں خرچ کرے تو صحابہ کے آدھے پیمانہ جو دینے کے برابر تمہیں ثواب نہیں مل سکتا اور حدیث خیر القرون قرنی بھی اسی مدعا پر دلالت کرتی ہے اس کے سوا اور بہت سی دلیلیں ہیں اور اس سے زیادہ کھلی ہوئی کونسی دلیل ہوگی کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمال باکمال بے واسطہ دیکھا اور خدمت حضور میں حاضر رہے اور قرآن شریف و دیگر احکام دین حضور کی زبان مبارک سے سنے اور اللہ تعالےٰ کے احکام امر و نہی بلا واسطہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پہنچائے اور اپنے خطاب کا ان کو مخاطب بنایا اور صحابہ نے اپنی جانیں اور اموال اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کیے۔ صحابہ وہ مومن ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایمان کی حالت میں دیکھا ہو اور دنیا سے باایمان گیا ہو خواہ ایک ہی نظر دیکھا ہو۔ بعض علماء یہ شرط بڑھاتے ہیں کہ بہت مدت تک آپ کی صحبت میں رہا ہو اور جہاد و غزوون میں آپ کے ساتھ شریک رہا ہو کم سے کم اس مدت کی حاضری چھ ماہ مقرر کئے ہیں اور جس نے ایک نظر دیکھا ہو یا ایک ساعت آپ کے پاس بیٹھا ہو وہ اُسے صحابی نہیں کہتے بعض علماء کہتے ہیں کہ صحابی تو سب ہیں لیکن خیریت اور افضلیت جو بیان ہوئی اسی جماعت کے ساتھ مخصوص ہے نہ عام اور جمہور علماء کے نزدیک جس نے صرف ایک نظر آپ کو دیکھا ہو وہ بھی اس فضیلت میں شامل ہے اور حقیقت میں آپ کے جمال مبارک کا ایک بار دیکھنا اور ایک ساعت حضور کی مجلس شریف میں بیٹھنا اور حضور سے بات سننی ایسی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مفید ہے اور اُس سے وہ مطالب حاصل ہوتے ہیں کہ اوروں کے مدتوں خلوت میں بیٹھنے سے بھی نہیں حاصل ہوتے ایسا ہی قوت القلوب میں مذکور ہے۔

ابو عمر بن عبدالبر نے کہ حدیث کے مشہور علماء میں سے ہیں اصحاب رضی اللہ عنہم کے تمام اُمت سے افضل ہونے میں کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ ممکن ہے اُمت میں سے کوئی شخص ایسا پیدا ہو کہ صحابہ کے برابر ہو یا اُن سے بہتر دلیل ان کی یہ حدیث ہے مَثَلُ اُمَّتِیْ کَمَثَلِ الْمَطَرِ لَایُدْرٰی اَوَّلُہٗ خَیْرٌ اٰخِرُہٗ میری امت کی مثال بارش جیسی ہے جس میں یہ معلوم نہیں ہوتا اول بہتر ہے یا آخر اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے صحابہ میں سے عرض کیا ہم حضور پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے حضور کے ہمراہ جہاد کیا ہے کوئی ہم میں سے بھی بہتر ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نَعَمْ یعنی ہاں بہتر ہے وہ قوم کہ تمہارے بعد بعد پیدا ہوگی اور مجھ پر بے دیکھے ایمان لاوے گی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال اس پر ظاہر اور روشن ہے جس نے حضور کو دیکھا لیکن ایمان انھیں کا فاضلتر ہے کہ بے دیکھے آپ پر ایمان لاویں گے اور بعض مفسروں نے یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کی تفسیر میں یہی معنی لکھے ہیں اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں طریقہ سنت پر چلنا ہاتھ میں جلتی چنگاری لینے کے برابر مشکل ہوگا جو کوئی اُس وقت سنت پر چلے گا اس کا اجر پچاس آدمیوں کے برابر ہوگا کسی نے عرض کیا حضور پچاس اُن میں سے یا ہم میں سے فرمایا تم میں سے اور اسی کے مانند ایک اور حدیث میں ہے مگر تحقیق و مختار وہی ہے جو جمہور علماء کا مذہب ہے اور یہ خیریت جو پچھلوں کے واسطے ثابت کی ہے ایک خاص وجہ یعنی غیب پر ایمان لانے کے سبب سے ہے اور فضل کلی صحابہ ہی کے واسطے ہے اور فضل جزوئی فضل کلی سے مخالفت نہیں رکھتا۔ ابن عبدالبر کا اختلاف اس وقت ہے کہ صحابی کے معنی عام لئے جاویں اور کہیں کہ صحابی وہ ہے جس نے حضور کو ایک نظر دیکھا ہو اور جب صحابی بمعنی خاص ہو یعنی جن کو شرف صحبت اور ہمنشینی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دائمی حاصل ہوئی ہو اُس وقت ابن عبدالبر بھی جمہور کے موافق ہیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال مبارک پر نظر کرنے کے برابر کوئی فضیلت نہیں ہے اگرچہ اولیاء اللہ کو صحبت معنوی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہے مگر صحابی کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔

وَالْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَةُ اَفْضَلُ الْاَصْحَابِ اور چاروں خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ جانشین آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تمام صحابہ سے افضل ہیں اسلام میں ان کے فضائل اور مناقب اور نیکیاں اسقدر ہیں کہ تمام اصحاب میں سے کسی کے پاس وہ خوبیاں نہیں ہیں جیساکہ احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔

وَفَضْلُهُمْ عَلٰی تَرْتِیْبِ الْخِلَافَةِ وَالْمُرَادُ بِالْاَفْضَلِیَّةِ اَکْثَرِیَّةُ الثَّوَابِ اور بزرگی ان کی خلافت کی ترتیب کے موافق ہے اور اس بزرگی سے ثواب کی زیادتی مراد ہے یہاں دو مقام ہیں اوّل مقام یہ ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر صدیق خلیفہ برحق ہیں ان کے بعد عمر فاروق ان کے بعد عثمان ذوالنورین ان کے بعد علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور یہ مسئلہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک یقینیات میں سے ہے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت کرنے کا طریق یہ ہے کہ بعض کے نزدیک وہ نص صریح اور حدیث صحیح سے ثابت ہے اور جمہور علماء سنت و جماعت کے نزدیک اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے یعنی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کیا اور ان کی اطاعت اور تابعداری قبول کی اور دنیا و آخرت کے سبب کاموں میں ان کے احکام کی موافقت و متابعت اختیار کی اور اُسی پر چلے اور انہیں میں تھے ابوذر و عمار و سلمان و صہیب اور انہیں جیسے اور صحابہ کہ دین کے رستہ سے ذرا سی بھی میل اور مداہنت کو ان کے حال میں بالکل دخل نہ تھا اور ان کی شان میں یہ آیہ وارد ہے لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ملامت کرنے والے کی ملامت سے وہ نہیں ڈرتے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور اگرچہ امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب اور حضرت عباس بن عبدالمطلب اور صحابہ نے جیسے طلحہ و زبیر و مقداد بن اسود کہ بڑے صحابیوں میں سے تھے رضی اللہ عنہم تمام اصحاب کے بیعت کرنے کے وقت بیعت نہیں کی تھی لیکن دوسرے وقت ان سب نے بھی بیعت کی اور آپ کی اطاعت قبول کی اور ہمیشہ آپ کی موافقت میں رہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے پاس بلایا اور تمام صحابہ کو جمع کیا اور خطبہ پڑھا اور کہا یہ علی بن ابی طالب موجود ہیں میں ان کو اپنی بیعت کی تکلیف نہیں دیتا ان کو اپنا اختیار ہے اور تم کو بھی اپنا اپنا اختیار ہے اگر کسی کو مجھ سے اولیٰ سمجھتے ہو اور اس میں مصلحت دیکھتے ہو تو سب سے پہلے میں اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہوں اس وقت علی مرتضیٰ اور جو لوگ آپ کے ساتھ تھے رضی اللہ عنہم سب نے کہا کہ ہم آپ کے سوا اور کسی کو اولیٰ اور بہتر نہیں جانتے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو دین کے کام میں پیشوا کیا اور اپنی حیات کے آخر دن میں نماز میں آپ کو امام بنایا اور باوجودیکہ ہم اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ارباب مشاورت و اجتہاد تھے آپ نے کسی سے نہ پوچھا۔ اس سبب سے ہم جانتے ہیں کہ آپ لائق اور حقدار امامت ہیں۔ پس حضرت علی مرتضیٰ اور آپ کے ہمراہ جو اصحاب تھے رضی اللہ عنہم سب نے علانیہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اجماع منعقد ہو گیا اور ان صاحبوں نے بیعت کرنے میں اس واسطے تاخیر کی کہ یہ امر عظیم تھا اور ان حضرات کا بیعت کرنے میں تاخیر کرنا بسبب تامل اور اجتہاد کے انعقاد اجماع کے مخالف نہیں۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ کا بیعت میں تاخیر کرنا اور بیعت کے وقت موجود نہ ہونا اس واسطے تھا کہ آپ تجہیز و تکفین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مشغول تھے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کے غم میں خلوت اختیار کر لی تھی اور قرآن شریف کے جمع کرنے میں مصروف ہو گئے تھے اور ان کاموں میں چھ ماہ کا عرصہ منقضی ہو گیا یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ بعد وفات حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور صحیح یہ ہے کہ اسقدر مدت دراز نہ تھی بلکہ اُسی دن شام کو یا دوسرے دن آپ نے بیعت کی اور ہمیشہ مطیع و فرمانبردار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رہے اور فرض نمازوں و جمعوں و عیدوں میں ان کا اقتدار کرتے رہے اور غزوہ بنی حنیفہ میں کہ مسیلمہ کذاب اس میں قتل ہوا آپ صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے اور غزوہ کی غنیمت میں سے آپ نے ایک لونڈی لی تھی کہ اُس سے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اگر وہ اس غزوہ میں امام برحق کے ہمراہ نہ ہوتے تو اس کی غنیمت میں تصرف جائز نہ ہوتا اور کوئی عاقل نہیں کہے گا کہ علی مرتضیٰ شیر خدا اولیاء اللہ کے امام اور حق کے دائرہ کے مرکز ہو کر باوجودیکہ ان کے ساتھ قرآن تھا اور وہ قرآن کے ساتھ تھے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے اَلْقُرْآنُ مَعَ عَلِیٍّ وَعَلِیٌّ مَعَ الْقُرْآنِ یعنی قرآن علی رضی کے ساتھ ہے اور علی رضی قرآن کے ساتھ ہیں ایک مدت دراز تک نماز اور سب عبادات بدنی و مالی میں ایسے شخص کی تابعداری کریں کہ اس کی جانب حق نہ ہو بلکہ جانتے ہوں کہ حق اپنی جانب ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی شان میں حکم قطعی اپنی خلافت کا سن چکے ہوں اور پھر حق طلب نہ کریں اور مہر سکوت اپنے منہ پر لگا کر تمام عمر اپنے آپ کو اہل باطل اور اصحاب ہوا کی قید میں رکھیں آخر حضرت معاویہ سے کہ انھوں نے آپ کے ساتھ ناحق جھگڑا کیا اور خلافت چاہی۔ کیوں لڑے اور کس لیے حجت کی اور حضرت کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا قسم اس پروردگار کی جس نے نفس انسان کو پیدا کیا اور دانہ کو اگایا کہ اگر پیغمبر خدا نے مجھ سے عہد کیا ہوتا یا مجھ کو حکم فرمایا ہوتا تو ابی قحافہ کے فرزند کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کے زیریں پایہ پر بھی قدم نہ رکھنے دیتا لیکن جبکہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے موجود ہوتے اور میرے مرتبہ کے واقف ہوتے کے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مع تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان کے پیچھے نماز پڑھی اس وقت مجھ کو کچھ بھی نزاع کی مجال نہ ہوئی۔ جب آپ نے دین کے کام میں ان کو اختیار کیا اولی اور بہتر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے کہ ہم دنیا کے کاموں میں بھی انھیں کو اختیار کریں۔

شیعہ کہتے ہیں کہ علی مرتضیٰ نے یہ سب کام تقیہ سے کئے تھے کہ ان کو دشمنوں کا خوف اور اپنی جان کا ڈر تھا۔ انصاف کی نظر سے دیکھا جاوے تو تقیہ سراسر عیب اور نقصان ہے کہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ نے حق کو چھوڑ دیا اور سکوت اختیار کیا۔ دشمنوں سے ڈر گئے کہ ان کو ہلاک کر دیں گے باوجود اس کمال اور یقین کے کہ آپ نے فرمایا لَوْ كُشِفَ الغطاءُ مَا ازْدَدْتُ يقيناً اگر اس پردہ کھل جاوے تو جو میرا یقین پہلے سے ہے بدستور رہے کم و بیش نہ ہو اور باوجود آپ کے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن لینے کہ میرے بعد تو ہی میرا خلیفہ ہے اس بشارت کے یہی معنی ہیں کہ میرے بعد دین کے احکام جاری کرنے کا تو ہی متکفل ہوگا اور اس کام کو تو ہی کرے گا) پھر آپ آدمیوں سے ڈرتے اور خیال کرتے کہ اگر خلافت کی طلب کرونگا تو قتل کر دیا جاؤں گا (ہر گز یہ بات نہیں محض افترا ہے)

دوسرے یہ تقیہ ایسی جگہ ہوتا ہے کہ صاحب حق ضعیف و مغلوب و عاجز ہو اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ حضرت امیر المومنین مرتضیٰ ایسے شجاع و قوی اور خدا تعالیٰ پر پورا توکل کرنے والے اور حضرت خاتون جنت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی ایسی عظمت و بلند مرتبہ والی آپ کی زوجہ اور حضرت امام حسن امام حسین علیہما السلام حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے تمام خلقت کے محبوب آپ کے فرزند اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ایسے عالی درجہ والے موجود اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برادر پھوپی زاد شجاع وقت موجود اور تمام بنی ہاشم ہمراہ تھے جو شوکت و شجاعت میں مشہور تھے پھر ضعف اور بزدلی کا دخل وہاں کس طرح ہو سکتا تھا۔

روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے توقف کی مدت میں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ آپ ہاتھ نکال لیجئے کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اہل علم جان لیں کہ حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا نے حضور کے چچازاد بھائی کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے تاکہ پھر کسی کو مخالفت کی مجال نہ رہے اور ابی سفیان اموی نے کہا کہ اے عبد مناف کی اولاد تم کو کیا ہو گیا جو تم راضی ہو گئے کہ قریش میں سے کم درجہ کے گھرانہ والا پروالی ہو جاوے یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ قبیلہ بنی تمیم میں سے تھے جو قریش میں زور آور نہیں تھے اور ابی سفیان نے کہا کہ اگر تم خلافت کا دعویٰ کرو تو میں اسقدر سوار و پیادے اکھٹے کرسکتا ہوں کہ تمام جنگل بھر جاوے اور ان کا بھیجا نکال ڈالوں حضرت امیر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو منع کیا اور جھڑ کا کہ یہ تو اہل اسلام کے ساتھ دشمنی ہے اور فتنہ و فساد کا سبب ہے۔ اب ناظرین یہاں کب تقیہ کی گنجائش ہے۔ ان شیعہ گروہ نے پیغمبروں پر تقیہ کو جائز بلکہ واجب قرار دیا ہے کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خوف کے مقام پر تقیہ کرنا اور کفر کا اظہار کر دینا جائز ہے یہاں تک کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دل میں علی مرتضیٰ کو نماز کا امام مقرر کیا تھا لیکن خوف و تقیہ نے اس کے اظہار کو منع کیا جبکہ اس قسم کے بے جا احتمال خاص حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں روا رکھتے ہوں پھر اور کسی کی کیا حقیقت ہے۔

اقبحہم اللہ ما اجہلہم و افسد اعتقادہم (خدا ان کو خراب کرے کس قدر جاہل ہیں اور کیا بیجا عقیدہ رکھتے ہیں) اگر انبیاء علیہم السلام حق کو چھپاویں تو پھر حق کس جگہ ظاہر ہو اور اس کو کون ظاہر کرے۔ نوح علیہ السلام کی قوم سے زیادہ نافرمان اور متکبر اور نمرود و فرعون سے زیادہ کون ظالم و متمرد ہو گا حضرت نوح و ابراہیم و موسیٰ علیہم السلام نے حق کا اظہار کیا پھر تقیہ کا احتمال کہاں رہا۔ پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خلافت پر اجماع کیا اور جس چیز پر سارے صحابہ و علماء و مجتہدین اس امت مرحومہ کے اجماع کریں وہ یقیناً حق اور ثابت ہے اس واسطے کہ اگر الگ الگ اجتہاد کریں تو اس میں خطا کا احتمال ہو کہ اَلْمُجْتَهِدُ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ آیا ہے لیکن

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سب کے اجماع اور اتفاق میں یہ خاصیت ہے کہ وہ ضرور حق و ثواب پر ہوتا ہے۔ اور اسمیں احتمال خطا کا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالے نے فرمایا لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ یعنی اے امت محمدیہ تم کو معتدل اُمت اس واسطے بنایا ہے تاکہ تم اوروں پر گواہی دینے والے ہو اور فرمایا وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ الآیہ یعنی جو کوئی مخالفت کرے رسول کی اور مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے ہم اس کو حوالہ کریں وہی طرف جو اس نے پکڑی ہے اور ڈالیں اُس کو دوزخ میں اور بری جگہ پہنچا اور فرمایا حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَنْ يَجْتَمِعَ اُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ میری امت گمراہی پر ہرگز جمع نہیں ہوگی۔ بس جس چیز پر سب نے اجماع کیا وہ حق ہے اور اگر روا رکھا جاوے کہ تمام یا اکثر صحابہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرتے ہیں عمداً خطا کی اور ظلم کیا اور حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی اور جان بوجھ کر حق کو چھپایا تو اس کلام کا فساد تمام دین اور ملت میں پہنچے گا اور سرایت کر جاوے گا۔ شرع شریف کی مضبوطی بالکل جاتی رہے گی کیونکہ تمام احکام شریعت کے اور خود قرآن شریف تمام احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں اصحاب رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے ہم کو پہنچے ہیں اور جب تمہارے گمان کے موجب یہ ظالم اور فاسق اور حق بات کے چھپانے والے تھے تو اس سے بڑھ کر اور کونسی قباحت اور خرابی ہے۔

نعوذ باللہ من الجھالۃ والغباوۃ امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تصانیف میں کیا اچھی بات کہی ہے کہ قرآن مجید کی اس آیہ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (یعنی چیونٹے نے اپنے گروہ کو کہا نہ پیس ڈالے تم کو سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں) سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کا چیونٹا رافضی سے زیادہ عقل رکھتا تھا اس لیئے کہ اُس نے اور چیونٹوں سے کہا کہ اپنے گھروں میں گھس جاؤ کہ سلیمان علیہ السلام کا لشکر نادانستہ تم کو پامال نہ کر ڈالے۔ پس چیونٹے نے تجویز نہ کیا کہ سلیمان علیہ السلام کے لشکری جو پیغمبر کے اصحاب اور ان کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

خدمت میں رہنے والے ہیں۔ جان بوجھ کر چیونٹوں کو پامال کریں گے اور یہ ظلم اُن پر روا رکھیں گے۔ چنانچہ اس لئے لَا یَشْعُرُوْنَ کا لفظ کہا۔ اور رافضی کہتے ہیں کہ حضرت سیدالمرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق جانکر دیدہ ودانستہ برباد کیا اور آپ کی اہلیت پر ظلم کیا اور اتنا نہ سمجھے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کا ظلم پر اتفاق نہیں ہو سکتا۔ حاصل یہ کہ دین کے سب احکام صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ میں تھے احادیث رسول اللہ سب ان کے ہی سپرد تھی پس ان سب کے اجماع کے برابر اور کونسی دلیل ہو سکتی ہے اور حضرت امیرالمومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دین اور دنیا کے سب احکام میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کی یہی بڑی دلیل حقانیت خلافت ابوبکر صدیق کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ نے باوجود اس فضل وکمال اور ہادی اور حقانی ہونے کے حضرت ممدوح کی متابعت کی اور حضرت سے بیعت کی۔

نقل کرتے ہیں کہ امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ پہلے تینوں خلفاء رضی اللہ عنہم کی خلافت میں نہایت انتظام رہا اور کسی طرح کی مخالفت نہ ہونے پائی اور آپ کی خلافت کے زمانہ میں اسقدر ہرج مرج اور اختلاف واقع ہوا۔ حضرت امیرالمومنین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ان کے عہد میں ہم ان کے مددگار تھے اور ہمارے تم مددگار ہو اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ فی الواقع عقل سلیم مجبول ہے اس پر کہ اجماع اور اتفاق اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یقین لاوے اور صحابہ کو راہ راست کا چلنے والا اعتقاد کرے نہ یہ کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر زمانہ کے پیغمبر اور کل آدمیوں کے اور تمام جنات کے ہادی اور جملہ خلائق کے رسول ہیں ان کی امت میں فقط چند صحابی ہدایت اور حق پر ہوں اور سیدھا راستہ ان کو ملا ہو اور باقی ان کے تمام اصحاب اور یار کہ ساری عمر ان کی صحبت میں رہے ہوں اور اُن سے فضائل وکمالات حاصل کئے ہوں سب کے سب باطل وظلم وگمراہی پر ہوں اور آپ کے بعد ایسے کام میں خطا کریں اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

گمراہی وظلم کا راستہ چلیں کہ جس پر دین کے احکام کا مدار ہو پس اگر ایسا ہے تو اس کا نقصان دین کے سب کاموں میں سرایت کرتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ اس سے یقیناً معلوم ہو گیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیح و درست ہے اور ایک فرقہ زیدیہ ہے کہ شیعوں کے سب فرقوں میں اعدل گنا جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقرر کرنے میں مصلحت تھی اس واسطے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار سے ابھی دشمنوں کا خون نہیں سوکھا تھا اور ان کی عداوت دلوں میں جاگزیں تھی اگر ان کو خلیفہ کرتے دین میں ہرج ومرج واقع ہوتا اور اسلام کے کاموں کا سرانجام اچھی طرح سے نہ ہوتا پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے سے سب شعلے فساد کے دب گئے بنیاد اس مذہب کی علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر ہے اور اس بات پر کہ افضل واکمل کا خلیفہ کرنا واجب ہے۔ علماء سنت جماعت کو ان دونوں باتوں میں کلام ہے کہتے ہیں یہ امر واجب نہیں کہ خلیفہ اپنے زمانہ میں افضل واکمل ہو بلکہ ضرور ہے کہ قریش میں سے ہو اور حلال وحرام کا عالم ہو اور دین اسلام کی مصلحتوں سے اور سب اموروں سے واقف ہو اور پرہیزگاری وعدالت وشہامت و کفایت امامت کے لائق اور خلافت کے مستحق ہونے کو کافی ہیں اور یہ سب صفتیں ابوبکر صدیق میں موجود تھیں چنانچہ روایت آثار اور عادات وفضائل حضرت ابوبکر صدیق میں موجود تھیں چنانچہ روایت آثار اور عادات وفضائل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کا مصداق ان صفات کا ہونا یقیناً ثابت ہے۔

بعض علما ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو نص سے ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی خلافت پر تنصیص کی ہے لیکن اہل تحقیق کا یہ مذہب ہے کہ ابوبکر صدیق اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہما دونوں میں سے کسی کی خلافت کے لیے نص قطعی وارد نہیں ہوئی ہے اگرچہ سنی اور شیعہ دونوں فریق اپنے اپنے مذہب کے موافق نصوص لائے ہیں اور اپنے اپنے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مخالفین کی نصوص کے انھوں نے جواب دیئے ہیں کس لیئے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص موجود ہوتی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع نہ ہوتا اور وہ اس نص کے بیان کرنے سے اور حق کے ظاہر کرنے سے کیوں سکوت کرتے اور خلافت کی طلب کیوں ترک کرتے اور جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص ہوتی تو مہاجرین اور انصار میں کیوں گفتگو ہوتی کہ مِنَّا اَمِیْرٌ وَّمِنْکُمْ اَمِیْرٌ (یعنی انصار نے کہا ہم میں سے ایک امیر اور تم میں سے ایک امیر) اور اس وقت ردوبدل کی کیا حاجت تھی جیسا کہ نصب خلافت کے قصے میں کتابوں میں مذکور ہے اور اگر کہیں شاید یہ گفتگو حجت کے تحقیق کرنے اور نص کے دریافت کرنے میں ہو جو بعض اصحاب پر پوشیدہ ہو سب اس کو نہ جانتے ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی مرتضیٰ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ کہا کہ تم مختار ہو جس کے ہاتھ پر کہو سب بیعت کریں پس جو امر نص سے واجب ہو اس میں ایسی تواضع اور تخیر کی کیا گنجائش تھی چنانچہ نقل کیا گیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق کا اور حضرت ابو عبید ابن جراح کا (جن کو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امین امت فرمایا ہے) ہاتھ پکڑا اور انصار سے کہا کہ امامت قریش کا حق ہے اور سوائے قریش کے اور کسی کو امامت کا دعویٰ نہیں پہنچتا پس تم ان دونوں میں سے جسے چاہو قبول کرو پس اگر اس بات پر نص ہوتی تو وہ ایسا کیوں کرتے حق یہی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجتہاد و اجماع سے مقرر ہوئی ہے اور اجماع کے لیئے سند چاہیئے۔ نص ظنی غیر قطعی اجماع کرنے کے لیئے سند کافی ہے علم اصول فقہ میں اسی طرح ہے۔ دونوں طرف دلیلیں اور گفتگو بڑی کتابوں میں مذکور ہیں اور اس رسالہ کی وضع سے خارج ہیں اسی واسطے ان کو یہاں ترک کیا گیا دیگر کتابوں پر موقوف رکھا۔ واللہ الموفق۔

جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اجماع سے ثابت ہوئی اور ان کے حکم کی اطاعت سب مسلمانوں پر واجب ہوئی اور انھوں نے اپنی رحلت کے وقت حضرت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کر دی اور ان کو خلیفہ بنا دیا اور عہد نامہ ان کے نام لکھدیا اور اس میں سب کو ان کی اطاعت کا حکم اور متابعت کا امر فرمایا اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کی اور کہا بَایَعْنَا بِمَن فِیہِ وَاِنْ کَانَ عُمَر (یعنی ہم نے بیعت کی اس شخص کے ہاتھ پر جس کا اس میں نام ہے اگرچہ اس میں عمر ہی کا نام لکھا ہو) پس خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی اجماع سے ثابت ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ نے اپنی شہادت کے وقت خلافت کو ان چھ صحابہ میں مشترک کیا عثمان و علی و عبدالرحمٰن بن یوسف و طلحہ و زبیر و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور ان سب نے اپنی رائے کو عبدالرحمٰن بن عوف کی رائے پر منحصر کر دیا اور کہدیا کہ ہم سب میں سے جسے یہ کہہ دیں وہی خلیفہ ہے۔ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پسند کر لیا پس حضرت علی مرتضیٰ اور کامل صحابہ نے (رضی اللہ عنہم) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے حکم کے مطیع ہوئے اور دین و دنیا کے کاموں میں اپنا امیر و حاکم جانتے رہے۔

پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی اجماع سے ثابت ہوئی ان کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کے سب صحابہ سے افضل و اکمل تھے باجماع صحابہ رضی اللہ عنہم خلیفہ برحق و امام مطلق مقرر ہوئے اور ان کے زمانہ میں جھگڑا و مخالفت جو مخالفین سے ظہور میں آیا وہ خلافت کے استحقاق و امامت میں نہ تھا بلکہ اس لڑائی و بغاوت کا منشاء اجتہاد میں خطا تھی کہ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے قاتلوں کی سزا میں جلدی چاہی تھی۔

دوسرا مقام یہ ہے کہ ان خلفاء کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کے موافق ہے یعنی سب اصحاب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہ ان کے بعد عمر فاروق ہیں رضی اللہ عنہ۔ ان کے بعد عثمان ذی النورین ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔ ان کے بعد علی مرتضیٰ ہیں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ اور افضلیت سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثواب کی زیادتی مراد ہے۔ علماء نے اس مسئلہ میں یوں لکھا ہے کہ جب ہم کہیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فلاں اپنے غیر سے افضل ہے تو اس سے اس فلاں کی زیادتی ورجحان اپنے غیر پر لازم آتا ہے یہ زیادتی تمام صفتوں میں جدا جدا ہو یعنی ہر صفت میں یہ افضل اپنے غیر سے زائد و کامل ہو یا یہ صورت ہے کہ مجموعہ صفات میں افضل ہو یعنی اس افضل کی صفتوں کا مجموعہ غیر کی صفتوں کے مجموعہ سے زیادہ ہو اس صورت میں ممکن ہے کہ غیر میں کوئی خاص صفت ایسی ہو جو افضل میں نہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ رجحان و زیادتی کسی خاص صفت یا وجہ کے سبب سے ہو۔ اس مسئلہ میں بھی وجہ خاص اختلاف کا باعث ہے کس لئے کہ عرف عام میں علم کی زیادتی اور نسب کی بزرگی اور ملکات نفسانیہ کی قوت جیسے شجاعت سخاوت شہامت وغیرہ کو فضیلت کہتے ہیں اور ثواب عنداللہ ان صفتوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ثواب کی کثرت کے اسباب وہ فضائل ہیں کہ ان کے منافع اور نتیجے دین اسلام کو پہنچیں اور مفید ہوں جیسے ایمان لانے میں سبقت اور دین کی نصرت اور اسلام کی تقویت اور مسلمانوں کی امداد اور نیکیوں کی کثرت اور خلقت و ہدایت کرنی اور کفار سے دور رہنا اور ان پر سختی کرنی وغیرہا اور یہ صفتیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات میں بہت تھیں۔ کتب سیر سے معلوم ہوا ہے کہ آپ جب سے ایمان لائے ہیں اسلام کی دعوت اور دین کی نصرت ہمیشہ آپ کا کام رہا ہے۔ عثمان و طلحہ و زبیر و سعد بن ابی وقاص و عبدالرحمن بن عوف و عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ بڑے صحابیوں میں سے ہیں اور مہاجرین کے سردار ہیں آپ ہی کے ہاتھ پر ایمان لائے ہیں اور آپ ہمیشہ دین کی ترقی اور کفار کے جھگڑے دور کرنے میں مصروف رہے ہیں حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات شریف میں بھی اور حضور کی وفات کے بعد بھی۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیغمبری کی ابتدا میں کہ کسی کو اس وقت شعائر دین کے برملا ظاہر کرنے کی مجال نہ تھی اپنے دروازہ پر مسجد بنائی تھی اور اس میں آپ نماز و قرآن پڑھا کرتے تھے اور لڑکے جوان اور عورتیں قریش کی وہاں اکٹھی ہوتی تھیں اور قرآن سنتی تھیں۔

جب یہ مطلب لکھا گیا تو اب اس کے متعلق تقریر شروع کرتے ہیں اور اس باب میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جو علمار کے اقوال آئے ہیں ان کو نقل کرتے ہیں جمہور اہل سنت جماعت کا مذہب تو اسی ترتیب کے موافق ہے جو بیان کی گئی اور امام مالک اور بعض متقدمین اہل سنت سے عثمان اور علی رضی اللہ تعالےٰ عنہما میں توقف روایت کیا گیا ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ تمام امت میں افضل کون ہے بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہا ابوبکر پھر عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما پھر کہا گیا کہ علی و عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی بابت کیا کہتے ہو کہا میں نے دین کے پیشواؤں سے بہت پوچھا ایسا کوئی نہ ملا کہ ایک کو دوسرے پر تفضیل دیتا ہو اور امام الحرمین کا مذہب بھی ان دونوں کے باب میں توقف ہے اور ابوبکر بن خزیمہ سے عثمان ذی النورین پر علی مرتضیٰ کی تفضیل نقل کی ہے اور جواہر الاصول میں لکھا ہے کہ اہل کوفہ سے بھی علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی تفضیل عثمان رضی اللہ عنہ پر منقول ہے اور ابن خزیمہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور شیخ بن عمر بن صلاح کے مقدمہ میں بھی مذکور ہے کہ اہل کوفہ کا مذہب علی کی تقدیم عثمان پر ہے رضی اللہ عنہما اور سفیان ثوری بھی اسی کے قائل ہیں اور علمار حدیث میں سے محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے تقدیم علی کو عثمان پر بیان کی ہے رضی اللہ تعالےٰ عنہما اور امام محی الدین نووی نے مسلم کی شرح میں لکھا ہے کہ کوفہ کے بعض اہل سنت عثمان رضی اللہ عنہ کی تقدیم کے حضرت علی پر قائل نہیں ہیں مگر صحیح اور مشہور یہی قول ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ مقدم ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ پر۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اصول حدیث میں لکھا ہے کہ سب اصحاب سے افضل مطلق ابوبکر ہیں ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہما باجماع اہل سنت۔ اور خطابی نے لکھا ہے کہ علمار اہل سنت میں سے کوفہ کے باشندے ہیں علی رضی اللہ عنہ کی تقدیم عثمان رضی اللہ عنہ پر نقل کی ہے اور ابوبکر بن خزیمہ بھی اسی طرف مائل ہے اور قسطلانی نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ بعض متقدمین نے علی رضی اللہ عنہ کی تقدیم عثمان رضی اللہ عنہ پر کی ہے سفیان ثوری بھی انھیں میں سے ہیں اور بعض نے کہا کہ آخر عمر میں سفیان نے اس سے رجوع کیا ہے۔ واللہ اعلم اور بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں کہا ہے کہ ابوثور نے شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے کہ کسی نے صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تفضیل و تقدیم میں اختلاف نہیں کیا ہے سب کے نزدیک ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ پر تفضیل و تقدیم یکساں ہے اختلاف ہے تو عثمان و علی رضی اللہ عنہما کی تفضیل و تقدیم میں ہے۔ حاصل یہ کہ اہل سنت کے مشائخ اس پر ہیں کہ تمام صحابہ پر ابوبکر و عمر کو تقدیم ہے رضی اللہ عنہم اور ان میں یہی ترتیب ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے لیکن بعض فقہار و محدثین نے چنانچہ قصیدہ امالیہ کی شرح میں نقل کیا ہے کہ چاروں خلفار کی بزرگی پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کے بعد ہے اور ابن عبدالبر نے کہ حدیث کے مشہور علمار میں سے ہیں استیعاب میں بیان کیا کہ پہلوں نے اختلاف کیا ہے ابوبکر اور علی رضی اللہ عنہما کی تفضیل میں اور سلمان و ابوذر و مقداد و خباب و جابر و ابوسعید خدری و زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سب سے اول ایمان لائے ہیں لیکن ابوطالب کے خوف سے انھوں نے چھپایا اور کہا گیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ جماعت علی رضی اللہ عنہ کو سب صحابہ رضی اللہ عنہم پر تفضیل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابن عبدالبر کا یہ کلام مقبول اور معتبر نہیں ہے اس واسطے کہ روایت شاذ مخالف قول جمہور کے معتبر نہیں ہوئی جمہور اماموں نے اس باب میں اجماع نقل کیا ہے (جیسا کہ گذرا) اور اسی طرح علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تفضیل میں اور روایتیں بھی آئی ہیں جیسا کہ خطابی نے بعض مشائخ رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے کہ ابوبکر خَیْرٌ مِنْ عَلِیٍّ وَعَلِیٌّ اَفْضَلُ مِنْ ابوبکر یعنی ابوبکر بہتر ہیں علی سے اور علی افضل ہیں ابوبکر سے (رضی اللہ عنہما) اور امام تاج الدین سبکی نے کہ شافعیہ کے بڑے علمار میں سے ہیں طبقات کبریٰ میں بعض متاخرین سے نقل کیا ہے کہ وہ حسنین رضی اللہ تعالے عنہما کو تفضیل دیتے ہیں اس لیے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ٹکڑے کے ٹکڑے ہیں اور شیخ جلال الدین سیوطی نے کتاب خصائص میں امام علم الدین عراقی سے نقل کیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی ابراہیم چاروں خلفار سے بالاتفاق افضل ہیں اور مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے مَا اَفْضَلُ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

عَلٰی بَضْعَۃٍ مِنَ النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم احدً" (میں فضیلت نہیں دیتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ٹکڑے پر کسی کو) یہ سب روایتیں بھی اصل مقصود کو کچھ ضرر نہیں پہنچاتیں اور ہمارے مدعا کے منافی نہیں، ہیں جیسا کہ اوپر لکھ چکے کہ یہ ایک خاص وجہ کی افضلیت ہے اور وہ افضلیت اور وجہ سے ہے اور یہ اس کے مخالف نہیں ہے اور یہ فضائل ذات جو نقل کئے گئے ہیں کثرت ثواب اور اہل اسلام کا نفع ان سے نہیں ہے بلکہ شرف نسب اور جوہر ذات ہے اور بیشک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد آپ کی ذات مبارک کے ٹکڑے ہیں اور آپ کے جگر پارہ ہیں اور جو شرف وشان ان میں ہے۔ شیخین میں نہیں ہے یہاں کس کو انکار کی مجال ہے۔ لیکن باوجود ان کی اس بزرگی کے شیخین کا ثواب بہت ہے اور نفع ان کا اسلام اور اہل اسلام کو عظیم اور بہت بڑا ہے اور خطابی نے جو اپنے بعض مشائخ سے نقل کیا ہے "ابوبکرٍ خیرٌ مِن علیٍ وعلیٌ افضلُ من ابی بکرٍ" معلوم نہیں اس سے اس کا مقصود کیا ہے خیریت و افضلیت سے کیا مراد ہے اگر خیریت اور وجہ سے ہے اور افضلیت اور وجہ سے تو دائرہ خلافت سے باہر اور محل نزاع سے الگ ہے اور جو خیریت سے مراد کثرت ثواب اور افضلیت سے مقصود شرف ذات و کرامت نسب وغیرہ ہے تو یہ بات مقصود کے خلاف نہیں ہے اور اگر کچھ اور غرض ہے تو جب تک بیان نہ کرے کیا معلوم حقیقت حال کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اب رہی یہ بات کہ ترتیب افضلیت کا مسئلہ یقینی ہے کہ قطعی دلیل اس پر قائم ہے جس طرح ترتیب خلافت یقینی ہے یا ظنی ہے کہ دلیل اس کی نشان اور قرینے ہیں جس سے اولویت ثابت ہوتی ہو بعض کہتے ہیں کہ قطعی ہے اور اکثر محققوں کے نزدیک مختار یہی ہے کہ ظنی ہے۔ امام الحرمین نے ارشاد میں علی الترتیب خلافت ثابت کرنے کے بعد یہ سوال لکھا ہے کہ بعض علماء صحابہ کو بعض پر تفضیل دیتے ہیں یا اس باب میں اعراض و سکوت کرتے ہیں پھر جواب دیا ہے کہ تفضیل کے مسئلہ کی بنا اس پر ہے کہ امامت مفضول کی باوجود افضل کے جائز نہیں ہے اہل سنت جماعت کے متعلق

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اس پر ہیں کہ امام کا افضل ہونا بہتر ہے لیکن اگر افضل کے مقرر کرنے میں ہرج ومرج واقع ہوتا ہو یا کوئی فتنہ وفساد برپا ہوتا ہو تو مفضول کو امام بنادیں بشرطیکہ امامت کے لائق ہو اور امامت کی شرائط اس میں پائی جاتی ہوں۔ مثلاً قریشی ہونا حرام حلال سے واقف ہونا۔ دین اسلام کے کاموں کی مصلحتوں کو جاننا۔ عادل پرہیز گار ہونا۔ پھر کہا میرے نزدیک یہ مسئلہ قطعی نہیں ہے کہ افضل ہی خلیفہ بنادیا جائے۔ اس امامت کبریٰ کے سوائی جس میں ہم کلام کررہے ہیں نماز کی امامت میں کہ امامت صغریٰ ہے اخبار آحاد ہی ہیں کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یَؤُمُّکُمْ اَقْرَاُکُمْ یعنی نمازیں وہ امام ہو کہ حاضرین سے قرآن اچھا پڑھتا ہو اور علم فقہ حاضرین سے زیادہ جانتا ہو اس سے حکم قطعی نہیں نکلتا پس صحیح یہ ہے کہ امامت وخلافت میں افضلیت شرط نہیں ہے اور امامت افضلیت کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ ہمارے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو قاطع ہو اور بعض ائمہ کی تفضیل بعض پر ثابت کرتی ہو کہ عقل تو اس کو دریافت کرہی نہیں سکتی۔ اور احادیث وفضائل جو ان حضرات کے اوصاف میں وارد ہیں وہ آپس میں متعارض ہیں اب توقف اور سکوت کے سوا اور کونسا راستہ ہے لیکن ظن غالب یہی ہوتا ہے کہ بعد رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابوبکر رضی اللہ عنہ سب خلقت میں افضل ہیں ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہ کے باب میں ظن متعارض ہیں۔ پھر کہا امام الحرمین نے کہ علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا سب میں بہتر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ابوبکر اور عمر ہیں اور ان کے بعد خدا جانتا ہے کہ کون بہتر ہے انتھی۔ یہاں تک امام الحرمین کے کلام کا ترجمہ ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ قول ہے کہ جو ہم نے اپنے واسطے اختیار کیا ہے اور ہم تقلید سے علیحدہ ہو کر کھلے حق کی طرف چلے ہیں انتھی۔ اور بعض فقہا ومحدثین مدینہ طیبہ کے رہنے والوں نے قصیدہ امالیہ کی شرح میں نقل کیا ہے کہ شیخ احمد زرق نے کہا کہ ملک مغرب کے بڑے فقیہ اور شیخ اکبر ہیں عقیدہ کی شرح میں کہا ہے کہ علماء کا اختلاف ہے کہ یہ تفضیل قطعی ہے یا ظنی۔ اشعری کہتا ہے قطعی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے۔ اور باقلانی کہتا ہے ظنی ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ تفضیل ظاہر اور باطن دونوں میں ہے یا نری ظاہر میں اور یہاں دونوں قول ہیں انتہے اور قاضی عضد نے مواقف میں اول علی رضی اللہ عنہ کے وہ سب فضائل بیان کئے ہیں جن سے شیعہ آپ کی افضلیت پر استدلال کرتے ہیں بعد اس کے ان سب کا جواب دیا ہے اور افضلیت کو کثرت ثواب پر حمل کیا ہے جاننا چاہیئے کہ یہ مسئلہ افضلیت کا ایسا ہے کہ جزم اور یقین کی تو اس میں امید ہی نہ رکھنی چاہئے اور عقل ایسی افضلیت کو کہ اس کے معنی کثرت ثواب ہیں نہیں دریافت کر سکتی پس سوائے نقل کے اس کی سند نہیں ہو سکتی اور یہ مسئلہ عمل کے متعلق بھی نہیں ہے کہ نرا ظن عمل کرنے کو کافی ہو جائے بلکہ علم اور اعتقاد کے متعلق ہے کہ اس میں جزم و یقین درکار ہے اور نصوص جو طرفین سے مذکور ہوئی ہیں وہ آپس میں متعارض ہیں۔ دلالت قطعی ان سے نہیں نکلتی غایت یہ کہ وہ ثواب کے اسباب کی کثرت پر دلالت کرتی ہیں اور ثواب کے سببوں کی زیادتی ثواب کی کثرت کا باعث قطعاً نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اجر اور ثواب اللہ تعالےٰ کے فضل پر موقوف ہے نہ کسی سبب پر اگر وہ چاہے نافرمانبردار کو زیادہ ثواب دے اور فرمانبردار کو اس سے تھوڑا دے جیسا کہ اوپر عقائد میں گزر چکا ہے اور امامت اگرچہ دلیل قطعی سے ثابت ہے لیکن اس سے افضلیت کا قطعی ہونا لازم نہیں آتا مگر ظن غالب کے طور پر کس واسطے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک باوجود فاضل کے مفضول کی امامت جائز ہے۔ لیکن سلف کے کل مشائخ کو ہم نے یہی کہتے پایا کہ سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں ان کے بعد عمر فاروق ان کے بعد عثمان ذی النورین ان کے بعد علی مرتضےٰ و حسن ہیں رضی اللہ عنہم اور ہمارا ظن بھی تقاضا کرتا ہے کہ ہم اعتقاد کریں اگر یہ متقدمین اس پر دلیل نہ رکھتے تو ہم کو اس کا حکم نہ کرتے اور اس پر اتفاق نہ کرتے پس اس مسئلے میں ہم ان کا اتباع کرتے ہیں اور ان کے رستے پر چلتے ہیں اور حقیقت امر کی خدا تعالےٰ کے علم پر سونپتے ہیں اور دوامدی کہ اصول فقہ اور کلام کا بہت بڑا عالم ہے کہتا ہے کہ مراد تفضیل سے یہ ہے کہ ایک شخص میں کوئی صفت اور بزرگی ایسی ہو کہ وہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور دن میں نہ ہو جیسے کہ عالم علم کی صفت میں جاہل سے افضل ہے کہ اس میں یہ صفت موجود ہے اور جاہل میں نہیں ہے یا ہو مگر نقصان کے ساتھ اور اس میں کمال کے ساتھ ہو۔ پر اصل فضیلت مشترک ہو جیسے ایک شخص اوروں سے زیادہ علم رکھتا ہو اور علم سب کو ہو مگر اوروں کو اتنا نہ ہو پس جو کمال اس کو حاصل ہے وہ اوروں کو نہیں ہے اگرچہ اصل علم سب میں مشترک ہے پس اس معنی کر بھی صحابہ رضی اللہ عنہم میں فضیلت قطعی ثابت نہیں ہو سکتی کہ جو فضیلت ایک میں ہے دوسرا بھی شریک ہے اور جو اس میں شریک نہیں ہے تو اس کے لئے اور فضیلت خاص ہے جس میں یہ شریک نہیں ہے پس یہ فضیلت اس کے مقابلے میں آپڑی اور فضیلتوں کی کثرت پر بھی ترجیح نہیں دے سکتے اس واسطے کہ بعضی ایک فضیلت شرف اور نفاست کی زیادتی کسی سبب سے دوسری سو فضیلتوں پر راجح ہو سکتی ہے جیسا کہ ایک جوہر قیمت میں لاکھ درہم سے بھی زیادہ ہو سکتا ہے۔ پس ممکن ہے کہ بعضی ایک فضیلت والے کو اللہ تعالے کے ہاں اتنا بڑا ثواب ملے کہ اور بہت سے فضائل والوں کو نہ ملے پس افضلیت کے معنی کثرت ثواب لیے جاویں تو اس پر بھی قطعی یقین نہیں ہو سکتا یہ مواقف اور اس کی شرح کا ترجمہ ہے اور مولانا سعید الدین تفتازانی نے عقائد نفسی کی شرح میں یوں کہا ہے کہ ہم نے علماء سلف کو اسی پر پایا اور یہ ظاہر ہے کہ اگر اس کے پاس دلیل نہ ہوتی تو ہم کو حکم نہ کرتے اور ہم نے دلیلیں دونوں طرفوں کی متعارض پائی ہیں اور یہ مسئلہ اعمال کے متعلق بھی نہیں ہے کہ اس میں توقف کرنا کسی واجب کا محل ہو۔ انتہی اور محقق دوانی نے بھی عقائد عضدیہ کی شرح میں ایسا ہی کہا ہے اور ابن حجر مکیؒ نے صواعق محرقہ میں کہ شیعوں کا رد نہایت سختی سے کیا ہے اور تشددت و تعصب مذہب کی داد دی ہے یوں کہا ہے کہ شیخ ابو الحسن اشعری اس پر ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تفضیل سارے صحابی رضی اللہ عنہم پر قطعی ہے اور ابو بکر باقلانی نے کہا ہے کہ ظنی ہے اور ارشاد میں امام الحرمین نے بھی اسے ہی کو اختیار کیا ہے اور صاحب مفہم شرح صحیح مسلم نے بھی ظنیت ہی پر جزم کیا ہے اور استیعاب میں ابن عبد البر نے عبد الرزاق سے نقل کیا ہے کہ معمر نے کہا ہے اگر کوئی کہے عمر ابو بکر سے افضل ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

رضی اللہ عنہما اسے منع نہ کروں اور نہ اس پر سختی کروں اور جو یوں کہے کہ علی ابو بکر سے افضل ہیں رضی اللہ عنہما اس پر بھی سختی نہ کروں اگر شیخین کی بزرگی کا اقرار کرے اور اُن پر محبت رکھے اور ان کی مدح و ثنا جس کے یہ لائق ہیں کرے پھر عبدالرزاق نے کہا یہ کلام معمر کا میں نے وکیع سے کہا وہ بھی خوش ہوا اور اس نے آفریں کہی۔ شیخ ابن حجر کہتا ہے کہ نہ منع کرنا اور سختی نہ کرنی اس سبب سے ہے کہ تفضیل مذکور ظنی ہے اور قطعی نہیں ہے اور اگر کہیں کہ اس تفضیل کی ظنیت انھیں کے نزدیک ہے جو اجماع کا دعوی نہیں کرتے اور مخالف اجماع کے جو روایات شاذہ نقل کی ہیں اُن پر کان رکھتے ہیں اور اگر اجماع کا دعوی کریں کہ راجح و مختار ہے تو ظنیت کا حکم کیونکر درست ہے کہ اجماع کی سب قسمیں دلیل قطعی نہیں ہیں۔ بلکہ وہی قسم ہے جس میں ذرا سا بھی اختلاف نہ ہو اور جس میں اختلاف ہو اگرچہ شاذ و نادر ہو وہ قسم قطعیت سے نکل جاتی ہے اور ظنی ہو جاتی ہے اگرچہ اتنا تھوڑا اختلاف بسبب شاذ و نادر ہونے کے اجماع کے انعقاد کو مانع نہیں ہو سکتا لیکن بالکل بے تاثیر بھی نہیں ہوتا اور اس کو قطعیت کے درجے سے گرا دیتا ہے پس یہاں اسی قسم کا اجماع ہے اسی لیے یہ افضلیت ظنی ہے اور اہل اجماع نے بھی اس کو قطعی نہیں کہا جیسا کہ اماموں کے کلام سے اشارتاً سمجھا جاتا ہے پس ظنیت کی صفت اس مسئلہ میں محکوم یہ ہے نہ یہ کہ بعد اجماع کے حکم کو عارض ہوئی ہے اور اُس سے فقط یہی مستند ہو سکتا ہے کہ جب خلافت اس ترتیب سے قطعی ثابت ہو چکی تو اس سے ظاہر ہو کہ افضلیت بھی اسی طرح ہو گی لیکن ترتیب خلافت سے افضلیت کی ترتیب کا قطعی اور یقینی ہونا لازم نہیں آتا۔ نہیں دیکھتے ہو کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے احق ہونے پر اہل سنت و جماعت اجماع رکھتے ہیں اور ان کی افضلیت میں اختلاف ہے۔ پس معلوم ہوا کہ خلافت کی قطعیت سے افضلیت کی قطعیت لازم نہیں آتی اور افضلیت کی ظنیت سے خلافت کی ظنیت بھی لازم نہیں ہوتی۔ اور افضل کی حقیقت وہی ہے جو اللہ تعالے کے پاس ہے اور اس پر بجز وحی یا خبر کے اطلاع ممکن نہیں ہے اور ان سب کی مدح و ثنا میں حدیثیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وارد ہوئی ہیں اور وہ آپس میں متعارض ہیں پس جن لوگوں نے وحی اترنے کا زمانہ پایا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے اور قرینوں اور نشانوں سے دریافت کیا ہے وہ اس حال کے خوب دانا تھے پچھلوں کی نظر صرف دلیل و مفہوم کلام پر پڑتی ہے اور کلام متعارض ہے پس ان کی دلیل بجز پہلوں کی تقلید اور اتباع کے اور ان کے ساتھ حسنِ ظن کے اور کیا ہے لیکن ان احادیث اور اخبار پر کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل و کمالات میں وارد ہوئی ہیں نظر کرنے سے سوائے توقف کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ یہ ترجمہ ما حاصل صواعق محرقہ کا ہے اور سوائے اس کے جو مواقف کی شرح سے اوپر نقل کیا ہے وہ بھی تمام صواعق میں مذکور ہے اور یہ بھی صواعق میں ہے کہ اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ اس ترتیب سے افضلیت کا مسئلہ ظنی ہے لیکن شیعوں پر لازم آتا ہے کہ قطعی ہے اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت اور از روئے جزم و یقین کے ان کو معتقد ہونا چاہیے اس واسطے کہ علی مرتضیٰ اور سب اماموں علیہما السلام کی عصمت کے وہ معتقد ہیں اور معصوم کی خبر باتفاق یعنی سب کے نزدیک قطع اور یقین کا فائدہ دیتی ہے اس لیے کہ معصوم پر جھوٹ جائز نہیں ہے اور صحیح روایت سے ثابت ہوا ہے بلکہ تواتر کے درجے کو پہنچا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اپنی خلافت و سلطنت کے زمانہ میں علانیہ و برملا اپنے شیعوں کے روبرو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی مدح و ثنا اور ان کی افضلیت کا بیان کرتے رہے۔ ذہبی نے اسّی سے زیادہ آدمیوں سے صحیح سندوں کے ساتھ ثابت کیا ہے اور صحیح بخاری میں آیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے خیر الناس بعد النبیؐ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ابوبکر ثم عمر ثم رجلٌ اٰخر آپ کے صاحبزادے محمدؐ ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ثم انتَ فرمایا کہ میں ایک آدمی ہوں مسلمانوں میں سے اور یہ حدیث متعدد رستوں سے صحت کو پہنچی ہے اور بعضی روایتوں میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ ایک گروہ آدمیوں کا مجھ کو ان پر تفضیل دیتے ہیں یہ لوگ مفتری ہیں مجھ کو وہ معلوم ہو جاویں گے اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یہ کہنا ان پر ثابت ہو جاوے گا تو میں ان کو افترا کی سزا دوں گا اور مالک نے امام جعفر صادق سے اور انھوں نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ علی مرتضیٰ عمر بن خطاب پر گزرے رضی اللہ عنہم اور عمر رضی اللہ عنہ اس وقت چادر لپیٹے ہوئے پڑے تھے آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ یہ شخص جو چادر لپیٹے ہوئے پڑا ہے اس سے زیادہ اللہ تعالےٰ کا پیارا اور محبوب میں کسی کو نہیں جانتا ہوں اس وقت کہ وہ اپنے نامہ اعمال سمیت اللہ تعالےٰ سے ملاقات کرے گا اور دار قطنی نے روایت کی ہے کہ ابو جحیفہ علی رضی اللہ عنہ کو تمام امت سے افضل اعتقاد کرتا تھا۔ ایک جماعت سے ملا جو اس کی مخالف تھی اور اُن کی مخالفت سے اُسے سخت رنج ہوا اور علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس کو غمگین دیکھ کر تخلیہ میں لے گئے اور اُس سے فرمایا کہ اے ابا جحیفہ اس رنجش کا کیا سبب ہے اُس نے حال عرض کیا آپ نے فرمایا اے ابا جحیفہ خبر دیتا ہوں تجھ کو اُس امت کا کون بہتر ہے۔ اس امت میں سب سے بہتر ابو بکر ہیں اُن کے بعد عمر رضی اللہ عنہما۔ ابو جحیفہ نے کہا کہ میں نے عہد کیا اللہ تعالےٰ سے کہ اس حدیث کو میں نے علی رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے بالمشافہہ سنی ہے ہرگز نہیں چھپاؤں گا اور یہ بھی ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ نے کوفہ میں ممبر پر فرمایا کہ بعد پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس امت میں سب سے بہتر ابو بکر ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہما اور اسی کی مانند اور حدیثیں اور خبریں بہت ہیں کہ مشہور ہیں بلکہ تواتر کے درجے کو پہونچی ہیں اور شیعہ کہتے ہیں یہ سب اور جو کچھ اسباب ہیں آئمہ اور اہلبیت رضی اللہ عنہم سے ثابت ہوا ہے صرف تقیہ اور خوف کے سبب تھا یعنی ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی تعریف انھوں نے صرف دشمنوں اور اپنی جان کے خوف سے کی تھی اگر ایسا نہ کرتے تو وہ رہ نہ سکتے اور سلامتی اُن پر سے اُٹھ جاتی اور ان کے دلوں میں اس کے برخلاف تھا لیکن یہ کلام ان کا عقل سے نہایت دور اور کمال رکیک ہے اس سے لازم آتا ہے کہ علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ کہ خدا تعالےٰ کے شیر اور حق کے دائرے کے مرکز تھے ایسے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ذلیل ومغلوب ومقہور ہوئے کہ حق کے اظہار اور باطل کے رد کرنے سے عاجز رہے اور اپنی زندگی ہمیشہ خوف وعجز میں گذاری سوچنے کی جگہ ہے جبکہ اسد اللہ اُن کا لقب ہوا اور لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ان کی صفت ہو اور علی القرآن والقرآن مع علی ان کی منقبت ہو پھر خوف وعجز اور حق کے چھپانے کا کیا محل ہے شہرت اور تواتر کے درجے کو پہنچا ہوا ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ حق ظاہر کرنے اور نصیحت قائم کرنے میں کسی کا خوف اور ڈر نہیں رکھتے تھے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ علی رضی اللہ عنہ پر خلقت جمع نہ ہوئی اور آپ سے متنفر رہی اس کا کیا سبب ہے کہا کہ آپ حق بات کے اظہار کرنے میں کسی کی رو رعایت نہ کرتے تھے اور کسی سے مداہنت نہ رکھتے تھے شافعی رحمۃ اللہ عنہ نے کہا کہ وہ زاہد تھے اور زاہد کا دنیاداروں سے ملاپ نہیں ہوتا۔ اور عالم تھے اور عالم کسی کی خوشامد نہیں کرتے اور شجاع اور بہادر تھے اور بہادر کو کسی کا ڈر نہیں ہوتا اور شریف تھے اور شریف کو کسی کی پرواہ نہیں ہوتی اس سبب سے آپ لوگوں سے دور و متنفر رہے اور آپ سے لوگوں نے نفرت کی اور جمع نہ ہوئے۔ پس ایسے شخص نے کس طرح تقیہ کیا اور شیخین کے زمانے میں فقط ظاہر میں تقیہ ہوتا تو ممکن تھا لیکن خاص اپنی خلافت وشوکت کے زمانے میں اور عین خلوت میں اور خاص اپنے دوستوں اور تابعداروں سے اس قسم کا بیان کرنا کیونکر تقیہ پر محمول ہو سکتا ہے اور امام محمد باقر اور آپ کے آبا اور اولاد رضی اللہ عنہم سے ہر وقت میں اس قسم کے سوالات ہوئے ہیں کہ آپ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے باب میں کیا کہتے ہیں۔ سب نے یہی فرمایا کہ ہم ان کو نہایت دوست رکھتے ہیں اور جب یہ پوچھا گیا کہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ کلام تقیہ سے کرتے ہیں اور آپ کے دل میں اس کے خلاف ہے تو انہوں نے جواب میں یہی فرمایا کہ خوف زندوں سے ہوتا ہے نہ مردوں سے اور امام باقر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ ہشام ابن عبدالملک ابن مروان کو سب برا کہتے چلے آئے ہیں اور وہ اپنے وقت کا امیر و بادشاہ تھا اگر ہم تقیہ کرتے تو اس کی تعریف کرتے۔ پس جبکہ امام باقر رضی اللہ عنہ کا یہ حال ہے اور آپ علی رضی اللہ عنہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کے جگر کے ٹکڑے ہیں تو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کیا حال ہوگا کہ قوت وشجاعت اور عدل کی کثرت اور جنگ کی شدت میں کل کے کل ہیں[1]۔ اگر اُن کو خوف وتقیہ ہوتا تو امیر معاویہ اور بنی مروان سے جاہلیت اور اسلام کے زمانے میں باوجود اُن کی اسقدر کثرت کے اور باغیوں اور خارجیوں سے کیوں لڑتے اور ان لڑائیوں میں آپ نے حرب وقتال واظہار حق وتائید دین کی ایسی داد دی ہے کہ اُس سے زیادہ متصور نہیں ہوسکتی اور یہ سب کوشش فقط اسی واسطے تھی کہ دین کا امر اعتدال کے دائرے سے باہر نہ ہونے پاوے۔ جب حق کا تغیر اور دین کے کام میں سستی دیکھی اسی وقت رد وابطال کو اپنے اوپر واجب سمجھا اور اپنے اپنے بعض شیعہ کو جنہوں نے اس مقدمے میں افراط وتفریط اور غلو کیا تھا نکلوا دیا چنانچہ عبداللہ ابن سبا کو مدائن کی طرف جلاوطن کر دیا اور حکم دیا کہ جس شہر میں ہم ہوں وہاں آنے نہ پاوے اور یہ ابن سبا یہودی تھا کہ اس نے آپ کے ہاتھ پر اسلام ظاہر کیا تھا اور حقیقت میں منافق تھا اور رافضیوں کا پیشوا اور اس مذہب کا موجد بھی تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہتا تھا اور علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہلواتا ہے آپ نے اُس کے بعض کلمات سن لیے تھے اس لیے اُسے یہ سزا جلاوطن ہونے کی دی اور نکلوا دیا اور ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کی مدح وثنا میں آپ نے اتنے خطبے فرمائے ہیں کہ ان پر اطلاع ہونے کے بعد کسی طعن کرنے والے کو دم مارنے کی مجال نہیں رہ سکتی اگر علمائے سنت وجماعت والوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت بلکہ اس کی افضلیت کی قطعیت میں فقط اُسی پر اکتفا کریں تو استدلال کو کافی اور وافی ہوں اور بعضے شیعہ جو انصاف واعتدال کے رستے سے باہر نہیں گئے ہیں اُس کا یہی سبب ہے کہ عبدالرزاق نے کہ صاحب روایت وعالم حدیث ہے کہا ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما کی تفضیل میں اس لیے کرتا ہوں کہ علی رضی اللہ عنہ

---

[1] یعنی یہ سب صفات ان میں جمع ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نے اپنے اوپر ان کی تفضیل آپ کی ہے اس سے زیادہ اور کیا بڑا گناہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کو ہم دوست رکھیں اور ان کی مخالفت کریں یہ تمام ترجمہ ابن حجر کے کلام کا ہے اگر انصاف کی آنکھ سے دیکھیں تو معلوم ہو جاوے کہ اور کتابوں میں اس تفصیل سے بیان کم ہوا ہے چاہیے کہ اول سے آخر تک دیکھ کر اور سب کو ملا کر غور کریں اور اضطراب اور جلدی نہ کریں واللہ اعلم ومنہ التوفیق۔

فَبَاقِی الْعَشَرَۃِ الْمُبَشَّرَۃِ بعد چاروں خلیفوں کے باقی عشرہ مبشرہ کو بزرگی ہے اور عشرہ مبشرہ ان دس صحابیوں کا نام ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بہشت کی خبر دی ہے اور فرمایا ہے ابوبکر فی الجنۃ وعمر فی الجنۃ وعثمان فی الجنۃ وعلی فی الجنۃ وطلحۃ فی الجنۃ والزبیر فی الجنۃ وعبد الرحمٰن بن عوف فی الجنۃ وسعد بن ابی وقاص فی الجنۃ وسعید بن زید فی الجنۃ وابو عبیدۃ بن الجراح فی الجنۃ اور یہ دس آدمی تمام امت میں سے بہتر و افضل اور قریش کے سردار ہیں اور مہاجرین کے پیشوا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتے دار ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین اور ان کی بزرگیاں اور کوششیں دین اسلام میں اسقدر ثابت ہیں کہ اوروں کی نہیں ہیں اور ان کا بہشتی ہونا قطعی ہے لیکن یہ بشارت کی قطعیت خاص انھیں کے لیئے نہیں ہے کہ بلکہ ان کے سوا اوروں کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے جیسے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما اور خدیجۃ الکبریٰ وعائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما اور حمزہ وعباس وسلمان وصہیب وعمار بن یاسر رضی اللہ عنہم ان دس کا لقب جنتی اس سبب سے مشہور ہو گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں ان کا بیان فرمایا ہے اور عقائد میں ان کا بیان اس واسطے آیا ہے کہ ان کی شان میں اہتمام زیادہ ہے اور جن لوگوں کے دل میں زنگ ہے اور ان بزرگوں کی بے ادبی کرتے ہیں اور ان سے بغض رکھتے ہیں ان کی مذمت کا رد بھی مقصود ہے اور عوام جانتے ہیں کہ جنت میں داخل ہونے کی بشارت کا قطعی ہونا انھیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دس کے لئے مخصوص ہے یہ گمان ان کا محض غلط ہے اور ان کے جہل صریح پر دلالت کرتا ہے اور بعضے طالب علم عربی خواں کہ عوام جاہلوں سے آدھا قدم آگے بڑھ کر رکھتے ہیں کہ اوروں کو بھی بشارت ہے لیکن ان دس کی بشارت قوت اور شہرت میں متواتر ہے اور منشاء اس گمان کا حدیثوں کا نہ پڑتا لنا ہے اور اس علم شریف کی خدمت میں تقصیر اس کا باعث ہے تجاوز کرے اللہ ان سے اور اس بحث کو ہم نے ایک کتاب میں جس کا نام تحقیق الاشارۃ فی تعیم البشارۃ ہے تفصیل و تحقیق کے ساتھ بیان کیا ہے اور جس قدر اہل بشارت کے نام حدیثوں میں آئے ہیں اور اپنی نظر سے گذر رہے ہیں سب ذکر کئے ہیں اور حق یہ ہے کہ چاروں خلیفوں اور فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم اور ان کی مانند اور اہل فضائل کی بشارت تواتر معنوی کے درجے کو پہنچی ہے اور دس جو باقی رہے ان کی بشارت شہرت کی حد تک پہنچی ہے اور بعضوں کی آحاد کے درجے کو اور جن کے واسطے بشارت نہیں آئی ہے ان کو یوں کہتے ہیں کہ مومن جنتی ہیں اور کافر جہنمی ہیں مگر کسی کو قطعی جنتی نہیں کہہ سکتے اور تمام تحقیق اس کتاب میں مذکور ہے فَاهْلُ بَدْرٍ۔ عشرہ مبشرہ کے بعد اہل بدر کو فضیلت ہے اور بدر کا واقعہ ہجرت کے دوسرے برس ہوا ہے اور دین اسلام کی عزت کے ظاہر ہونے کا بھی سبب ہوا اور اللہ تعالے نے جو اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نصرت کا وعدہ فرمایا تھا وہ اس دن پورا کیا اور عتبہ و شیبہ و ابوجہل وغیرہ سرداران قریش جو دین کے دشمن تھے وہ اس غزوے میں مارے گئے اور جہنم میں پہنچے اللہ ان کو لعنت کرے اور پانچ ہزار فرشتوں نے مومنین کی مدد کی اور اس غزوے میں شریک ہوئے عشرہ مبشرہ بدر کی لڑائی میں موجود تھے سوائے عثمان رضی اللہ عنہ کے وہ بسبب بیماری حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کے کہ آپ کے حکم سے مدینہ منورہ میں رہے تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اہل بدر میں گنا اور غنیمت میں شریک کیا اور اہل بدر تین سو تیرہ ہیں یہ سب قطعی بہشتی ہیں اور ان کی شان میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فرمایا ہے کہ ان اللہ قد ھو اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم بیشک اللہ مطلع ہوا بدر والوں پر پس فرمایا اعملوا ما شئتم فقد غفرلکم جو عمل چاہو کرو میں نے تم کو بخشا دوسری جگہ فرمایا لن یدخل اللہ النار رجلا شھد بدرا والحدیبیۃ نہیں داخل ہوگا آگ میں وہ مرد کہ حاضر ہوا بدر میں حدیبیہ میں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ فرشتے کہ غزوہ بدر میں حاضر تھے اللہ تعالے کی درگاہ میں ایسی عزت و بزرگی رکھتے ہیں کہ اور فرشتوں کو حاصل نہیں ہے فاحد اہل بدر کے احد والوں کی بزرگی ہے یہ غزوہ ہجرت کے چوتھے برس واقع ہوا ہے اور اس میں اہل اسلام پر آزمائش و شدت پہنچی ہے اور دندان مبارک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسی جگہ مجروح ہوا ہے اور یہ خیال نہ کریں کہ آپ کے دندان مبارک جڑ سے نکل آیا تھا بلکہ اس کا ایک کونہ ٹوٹ گیا تھا اور سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ عبدالمطلب کے بیٹے اور ستر صحابی رضی اللہ عنہم اور شہید ہوے۔ اور عشرہ مبشرہ بھی احد میں داخل تھے اور مشرکوں کا سردار اس غزوے میں ابوسفیان اموی تھا کہ غزوے بدر کے بعد اس نے قسم کھائی تھی کہ جب تک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن اصحاب رضی اللہ عنہم سے بدلہ نہ لے لوں گا عورت سے صحبت نہیں کرنے کا اور بدن پر تیل نہیں ملنے کا جس سال مکہ معظمہ فتح ہوا یہ ابوسفیان اور معاویہ ابوسفیان کا بیٹا ایمان لائے ہیں فاھل بیعتہ الرضوان اہل احد کے بعد بیعت رضوان والوں کو بزرگی ہے بیعت رضوان اس بیعت کا نام کہ مسلمانوں نے حدیبیہ کی صلح سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر کی تھی جس کا قرآن مجید میں بیان ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ

بیشک اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جبکہ اے محمدؐ آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور حدیث شریف میں آیا ہے لَا یَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ بایع تحت الشجرۃ نہیں داخل ہوگا آگ میں جس نے درخت کے نیچے بیعت کی۔ یہ بھی سب بہشتی ہیں اور یہ ترتیب جو بیان ہوئی ہے اس کی افضلیت مجمع علیہ ہے کہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابومنصور تمیمی نے نقل کیا ہے اور ان سب کے بعد حسن کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر علماء نے اس باب میں تصریح نہیں کی۔ واللہ اعلم۔

اور اصحاب رضی اللہ عنہم کے بعد بزرگی اور کرامت اس مومن کو ہے جس کو علم اور پرہیزگاری زیادہ ہے اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ تم میں بزرگ اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں زیادہ ڈرنے والا ہو۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی اولاد کو بھی بعض کو بعض پر علی الترتیب بزرگی ہے لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰے عنہا کی اولاد کو سب پر بزرگی ہے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

وَفَاطِمَةُ سَيِّدَةُ النِّسَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

ہم نے اس مسئلہ کو اس لئے عقائد میں علٰحدہ ذکر کیا ہے کہ ان تینوں کے حق میں یہ بشارت قطعی ہے اور عوام بشارت کو عشرہ مبشرہ کے ساتھ مخصوص جانتے ہیں اور سوا بعض صرف اہل بیت نبوی ہی کے ذکر کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کل ایمان والی عورتوں پر فضیلت ہے کہ جن پر عنوان کلمہ اہل جنت کا آیا ہے یہاں تک کہ مریم عمران کی بیٹی اور عائشہ صدیقہ اور خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالٰے عنہا پر بھی اور ایسا ہی ذکر کیا ہے سیوطی نے اور بعض حدیثوں میں زہرا رضی اللہ تعالٰے عنہا کی تفضیل مطلق واقع ہوئی ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے اور بعض حدیثوں میں مریم رضی اللہ تعالٰے عنہا کو استثنا کیا ہے اُن عورتوں میں سے جن پر زہرا رضی اللہ عنہا کو تفضیل دی ہے پس اس میں احتمال ہے کہ مریم کا رتبہ زہرا کے برابر ہو یا اُن سے زیادہ رضی اللہ تعالٰے عنہا اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ سب عورتوں میں افضل فاطمہ ہیں اور خدیجہ اور عائشہ اور مریم اور آسیہ رضی اللہ عنہن ظاہر اس حدیث کا ان سب کی مساوات پر دلالت کرتا ہے یا توقف پر۔ ایک حدیث میں یوں آیا ہے کہ فاطمہ اس امت میں ایسی ہے جیسے مریم اپنے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قوم میں رضی اللہ عنہا یعنی اپنے غیر سے زیادہ بزرگ ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان خبروں کے اختلاف کا سبب زہرا رضی اللہ عنہا کے مرتبے اور درجوں کی اطلاع ہو جیسا اللہ کریم حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کرتا رہا اور خبر دیتا رہا ویسا ہی آپ فرماتے رہے اور سب سے آخر وہ خبر دی جس سے عموماً تمام جہان کی عورتوں پر ان کی بزرگی ثابت ہے واللہ عالم۔

اور بعض علمار عائشہ رضی اللہ عنہا کو فاطمہ رضی اللہ عنہا پر بزرگی دیتے ہیں کس واسطے کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہشت میں ہوں گی اور یہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور بیشک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکان علی رضی اللہ عنہ کے مکان سے اعلیٰ درجہ کا ہوگا لیکن حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ نے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو خطاب کر کے فرمایا کہ میں اور تو اور علیؓ اور حسنؓ اور حسینؓ سب ایک مکان میں ہوں گے۔

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا مجتہدہ تھیں کہ خلفار کے زمانے میں اجتہاد کرتی تھیں اور بعضے کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعد خدیجہ کے سب عورتوں سے افضل ہیں اور سیوطی نے اپنے فتاوی میں کہا ہے کہ اس مسئلہ میں تین مذہب ہیں اصح یہ ہے کہ فاطمہ رضؓ عائشہ رضؓ سے افضل ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہا اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں کا مرتبہ برابر ہے اور بعض نے توقف کیا ہے بہت سے علمار حنفیہ اور بعض شافعیہ توقف کی طرف مائل ہیں اور جب مالک رضی اللہ سے یہ مسئلہ پوچھا تو کہا فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنَ النَّبِيِّ یعنی فاطمہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر کا ٹکڑا ہے وَلَا أُفَضِّلُ عَلَى بِضْعَةٍ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أَحَدًا اور نہیں افضل کہتا ہوں میں جگر پارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کسی دوسرے کو۔ امام سبکی نے کہا جو مختار اور دین ہمارا ہے وہ یہ ہے کہ فاطمہ سب سے افضل ہیں ان کے بعد ان کی والدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ان کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا۔ سیوطی نے کہا ہے کہ سب عورتوں سے افضل مریم اور فاطمہ ہیں اور سب امہات المومنین سے خدیجہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور عائشہ افضل ہیں رضی اللہ عنہن یخصائص خضری میں مذکور ہے کہ خدیجہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما میں بھی اختلاف ہے۔ متقدمین کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں اور بعض حدیثوں میں ہے کہ تمام جہان کی عورتوں میں سب سے زیادہ کامل اور افضل مریم عمران کی بیٹی اور فاطمہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی اور آسیہ فرعون کی بیوی ہیں رضی اللہ عنہن اور بخاری کی بعض روایت آسیہ بنت مزاحم واقع ہوا ہے۔ شیخ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ فاطمہ زہرا عائشہ صدیقہ سے افضل ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہا اور یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے فَضْلُ عَائِشَۃَ عَلَی النِّسَاءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی غَیْرِہٖ مِنَ الطَّعَامِ اس سے یہ معلوم ہوا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چاروں عورتوں مذکورہ سے افضل ہیں۔ انتہیٰ

کہتا ہے کہ بندہ ضعیف (عبدالحق) اللہ اس کا حال درست کرے کہ حق یہ ہے کہ افضلیت کے اسباب مختلف ہیں لیکن حدیثوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فاطمہ رضی اللہ عنہا سب اولاد سے زیادہ پیاری تھیں اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا سب بیبیوں سے زیادہ پیاری تھیں اگر افضلیت محبت کے سبب مختلف نہ رکھیں تو مشکل ہے اس واسطے کہ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب بیبیوں میں عائشہ رضی اللہ عنہا زیادہ پیاری تھیں اور سب مردوں میں زیادہ پیارے ان کے باپ ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری حدیث میں یوں فرمایا کہ عورتوں میں سب سے زیادہ پیاری فاطمہ رضی اللہ عنہا اور مردوں میں سب سے زیادہ پیارے علی رضی اللہ عنہ تھے اور بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث شاذ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے سوا سب سے بزرگ ہیں یہاں تک کہ اپنے باپ ابوبکر رضی اللہ سے بھی۔

پس اگر حیثیت مختلف کا اعتبار نہ کریں تو نہایت مشکل ہے اور افضلیت کے معنی کثرت ثواب ہیں اور اس کی حقیقت اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ذات کی بزرگی اور طینت کی طہارت اور جوہر کی پاکی میں فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسن و حسین اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے برابر کوئی نہیں ہو سکتا۔ واللہ اعلم۔

وَالْخِلَافَةُ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ بَعْدَهَا مُلْكٌ وَاِمَارَةٌ

اور خلافت تیس برس ہے پھر اس کے بعد امیری اور بادشاہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم تصیر بعدھا ملکا عضوضا یعنی خلافت میرے بعد تیس برس ہے پھر بادشاہت کاٹنے والی ہوگی کہ اس ڈنک سے بہت کم سلامت رہیں گے۔ تمامی تیس سال کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک پوری ہو گئی اور تحقیق یہ ہے کہ چھ مہینہ اس میں باقی رہے تھے امام المسلمین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اس مدت میں خلیفہ رہے ان کی خلافت سے علیحدہ ہونے پر خلافت راشدہ کی مدت تیس سال پوری ہو گئی۔ پس معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ جو آپ کے بعد حاکم ہوئے وہ خلیفہ نہ تھے بلکہ بادشاہ و امیر تھے اور خلفاء عباسیہ کو جو خلفاء کہتے ہیں یہ مجازا اور باعتبار ظاہر کے ہے۔ اور محقق حنفی شیخ کمال الدین بن ہمام نے مسایرہ میں کہا ہے کہ تمام اہل حق اس پر اتفاق رکھتے ہیں کہ امیر معاویہ بادشاہ نہ کہ خلیفہ تھے اور بعد شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان کے امام ہونے میں اہل سنت کے مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ امام ہوئے بعض کہتے ہیں امام نہیں ہوئے۔ جو امام ہونا تسلیم کرتے ہیں کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ انکو امامت سپرد کر دی تھی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

وَنَكُفُّ عَنْ ذِكْرِ الصَّحَابَةِ اِلَّا بِخَيْرٍ اور اہل سنت صحابہ جب ذکر کرتے ہیں بھلائی سے کرتے ہیں برائی سے زبان کو روکتے ہیں یہی طریقہ اہل سنت کا ہے کہ لعن طعن سب وشتم اعتراض و انکار صحابہ پر نہیں کرتے بے ادبی سے بچتے ہیں اس واسطے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت صحبت سے جو وہ مشرف ہوئے ہیں اس کی حفاظت ضروری ہے۔ ان کے مناقب اور فضائل قرآن مجید اور حدیث شریف میں موجود ہیں جیسے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرَاھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا یعنی محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں یعنی صحابہ زور آور ہیں کفار پر نرم دل ہیں آپس میں تو دیکھے ان کو رکوع اور سجدہ میں تلاش کرتے ہیں اللہ تعالے کا فضل اور اس کی رضامندی۔ اور دوسری جگہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اللہ ان سے یعنی صحابہ رسول سے رضامندی ہے اور وہ اللہ سے رضامند ہیں۔ اور حدیث میں ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ میرے صحابہ ستارے ہیں تم جن کی پیروی ان میں سے کروگے ہدایت پاؤگے اور حدیث میں ہے فرمایا اَکْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّھُمْ خِیَارُکُمْ میرے صحابہ کی عزت کرو وہ تم میں بہترین سے ہیں اور جگہ فرمایا اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی فمن اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فببغضی اَبْغَضَھُم ومن اذاھم فقد اذانی وَمَنْ اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فیوشِکُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ یعنی ڈرو اللہ سے پھر ڈرو اللہ سے میرے اصحاب کے حق میں میرے بعد عیب لگانے کے واسطے ان کو نشانہ بنائیو۔ جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے میری دوستی کے سبب دوست رکھتا ہے اور جو شخص ان کو دشمن رکھتا ہے میری دشمنی کے باعث رکھتا ہے اور جس نے ان کو ایذا دی ہے اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی پس تحقیق خدا کو ایذا دی پس قریب ہے کہ خدا اس کو پکڑے گا۔

اور آپس کے جھگڑوں اور اہل بیت نبوی کے حقوق کی حفاظت اور ان کے آداب کی رعایت میں جو تقصیریں نقل کی گئی ہیں اگر ان خبروں کی صحت تسلیم کی جاوے تو بھی ان سے اغماض و تغافل کرنا چاہیے اور کہے کو ان کہا اور سنے کو ان سنا سمجھنا چاہیے کس واسطے کہ ان کی صحبت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یقینی ہے اور نقلیں ظنی ہیں پس ظن یقین کے ساتھ معارض نہیں ہو سکتا اور خبر یقینی ظنی سے متروک نہیں ہو سکتی۔ حاصل یہ کہ معاویہ و عمرو بن عاص و مغیرۃ بن شعبہ اور ان جیسوں تک

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سرحد وار الاسلام ہی کی ہے جو کوئی اہل سنت جماعت کے مشائخ کا تابع اور پیرو ہے اس کو لازم ہے کہ ان کو بُرا کہنے اور زبان طعن ان پر کھولنے سے رو کے اگرچہ اہل سیر و تاریخ نے بعض ایسے امر نقل کئے ہیں کہ ان کے تصور کرنے سے دل کو حیرانی اور وحشت ہوتی ہے اور کدورت پیدا ہوتی ہے پر سلامتی اغماض کرنے اور زبان بند کرنے میں ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ صفین میں معاویہ کے لشکر میں سے ایک شخص کو گرفتار کر کے عروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے لایا وہاں جو لوگ حاضر تھے ان میں سے ایک شخص کو اس پر رحم آیا اس نے کہا کہ سبحان اللہ میں جانتا تھا کہ بہت اچھا مسلمان ہے اس کا کیا حال ہو گیا آپ نے فرمایا کہ یہ اب بھی مسلمان ہی ہے۔ غرض یہ کہ ان کو بُرا کہنا ان پر طعن کرنا اگر دلیل قطعی کے مخالف ہے جیسے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو زنا کی تہمت لگانی کہ ان کی طہارت اور پاکی قرآن مجید سے ثابت ہے اور جو دلیل قطعی کے مخالف نہ ہو بدعت ہے۔ اہل سنت جماعت کہتے ہیں بڑا جرم معاویہ اور ان جیسوں کا یہ ہے کہ امام برحق و خلیفہ مطلق یعنی علی رضی اللہ عنہ سے بغاوت کی اور ان پر خروج کیا جیسا کہ عمار بن یاسر کی حدیث سے کہ شہرت و تواتر معنوی کے درجہ کو پہنچی ہے ثابت ہوتا ہے تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُوْنَكَ اِلَى النَّارِ یعنی اے عمار ایک گروہ باغی تیرے سے قتال کرے گا تو ان کو جنت کی طرف بلاتا ہو گا اور وہ تجھے دوزخ کی طرف بلاویں گے۔ یہ کفر نہیں ہے اور نہ لعنت کرنے کے لائق ہے اور علما مجتہدین و سلف سابقین میں سے کسی نے ان پر لعنت نہیں کی۔ اصل عادت اہل سنت کی سب و لعن کا ترک کرنا ہے کہ مومن پر لعنت درست نہیں ہے اور کافر پر بھی لعنت جائز نہیں رکھتے کہ اس کے انجام کا حال معلوم نہیں ہے تعجب نہیں کہ اس کا انجام ایمان اور سعادت پر ہو مگر جبکہ اس کا خاتمہ کفر و شقاوت پر ہو تو لعنت اس پر جائز ہے اور بعضے یزید شقی کے حال میں بھی توقف کرتے ہیں اور بعضے یزید اور اس کے مددگاروں اور یاروں کی شان میں اتنا غلو و افراط کرتے ہیں کہ مسلمانوں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اتفاق سے امیر ہوا تھا اس کی اطاعت امام حسین علیہ السلام پر واجب تھی نعوذ باللہ من ھذا القول ومن ھذا الاعتقاد یزید پلید حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہوتے ہوئے کیونکر امیر ہو سکتا تھا اور مسلمانوں کا اتفاق اس پر کب ہوا اصحاب رضی اللہ عنہم کا گروہ جو اس کے زمانہ میں موجود تھا وہ اور ان کی اولاد سب اس کے منکر اور اس کی اطاعت سے خارج تھے۔ ایک جماعت مدینہ طیبہ سے جبراً وکرہاً شام میں اس کے پاس گئی تھی اور اس نے اس کی بہت خاطر داری کی تھی لیکن جب انھوں نے اس کا حال دیکھا اور مال کی برائی معلوم کی الٹے پھر آئے اور اس کی بیعت توڑ دی اور کہا کہ وہ یعنی یزید پلید اللہ کا دشمن ہے اور تارک الصلوۃ و شراب خوار و زانی و فاسق اور حرام عورتوں کا حلال کرنے والا ہے۔

بعض نے کہا یزید پلید نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور ان کے قتل سے راضی نہ تھا اور ان کی شہادت کے بعد خوش و مسرور نہیں ہوا یہ کلام بھی باطل و مردود ہے اس واسطے کہ عداوت اس شقی کی اہلبیت نبوی رضی اللہ عنہم سے اور خوشی ان کے قتل سے اور ان کی اہانت کرنی یہ سب تواتر کے درجہ کو پہنچی ہے اور اس سے انکار تکلف و مکابرہ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا قتل کبیرہ ہے اس لئے کہ نفس مومن کا ناحق قتل کرنا کبیرہ ہے نہ کفر اور لعنت کافروں کے ساتھ مخصوص ہے ایسے کلام والوں کے حال پر افسوس ہے کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام پاک پر نظر نہیں ہے کہ بغض و اہانت و ایذا فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بغض و اہانت و ایذاء ہے اور وہ بیشک کفر و لعنت و جہنم میں سزایاب ہوں گے کیونکہ یہ آیت اس پر دال ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا اور جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان کو پھٹکار اللہ نے دنیا اور آخرت میں اور تیار کیا ان کے واسطے عذاب دردناک۔ بعض کہتے ہیں کہ یزید پلید کا خاتمہ معلوم نہیں شاید کہ اس نے کفر و گناہ کے بعد توبہ کر لی ہو اور خاتمہ اس کا توبہ کی حالت میں ہوا ہو۔ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا میلان احیاء العلوم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

میں اُسی کی طرف ہے۔ امام احمد حنبل اور علماء سلف نے ان پر لعنت کی ہے اور ابن جوزی نے کہ حفظ سنت اور شریعت میں کمال شدت و عصبیت رکھتے ہیں اپنی کتاب میں سلف سے اس پر لعنت معلوم ہوتی ہے بعض نے منع کیا ہے بعض توقف میں رہے ہیں۔ حاصل یہ کہ ہمارے نزدیک یزید پلید سب آدمیوں سے زیادہ بدتر و مغبوض ہے اور اس بے بیعادت نے وہ کام کئے ہیں کہ اس امت میں کسی نے نہیں کئے بعد قتل امام حسین علیہ السلام کے اور اہل بیت کی اہانت کی اس نے مدینہ منورہ کے خراب کرنے کو اور وہاں کے رہنے والوں کے قتل کرنے کو لشکر بھیجا اور بقیہ اصحاب و تابعین رضی اللہ عنہم کے قتل کا حکم دیا اور مدینہ طیبہ کی تحریک کے بعد مکہ معظمہ اور اس کی حرم شریف پر قبضہ کرنے کا اور عبداللہ بن زبیر کے قتل کا حکم دیا انہیں دنوں اسی حالت میں وہ مر گیا ایسے حال میں توبہ و رجوع کا کیا احتمال ہے اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمام اسلام کے دلوں کو اور اس کے دوستوں اور مددگاروں کی محبت سے دور رکھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ جس نے برائی کی ہو یا اُن کا برا چاہا ہو یا ان کا حق برباد کیا ہو اور ان کے ساتھ سچی عقیدت کا رستہ نہ چلا ہو ان سب کی محبت سے اللہ کریم پاک رکھے اور بچاوے اور ہم کو اور ہمارے دوستوں کو قیامت کے دن اہل بیت و صحابہ کے گروہ میں اٹھاوے اور دنیا و آخرت میں ان کے راستہ پر چلاوے بِمَنِّهٖ وَكَرَمِهٖ وَهُوَ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ۔

وَالْمُجْتَهِدُ يُخْطِئُ وَيُصِيْبُ یعنی مجتہد کبھی خطا پر ہوتا ہے کبھی صواب پر ہوتا ہے مذہب مختار یہی ہے کہ مجتہد کبھی خطا پر ہوتا ہے اور وہ اس اجتہادی خطا میں معذور بلکہ ماجور ہے یعنی اس کو اس خطا پر اجر بھی ملتا ہے اس لیے کہ اس نے اپنی طاقت کے بموجب اجتہاد میں خوب کوشش کی اور افاضہ یعنی راہ راست و صواب پر پہنچانا یہ خدا کا کام ہے حدیث میں آیا ہے اِنْ اَخْطَاْتَ فَلَكَ حَسَنَةٌ وَّاِنْ اَصَبْتَ فَلَكَ حَسَنَتَانِ یعنے اگر تو نے اجتہاد میں خطا کی تو تیرے واسطے ایک نیکی ہے اور اگر راہ راست پر پہنچا تو تیرے لئے دو نیکیاں ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مجتہد مصیب ہے اور اس کے لئے وہی حق ہے جو اس کے اجتہاد کی انتہا ہے۔ یہ اختلاف مسائل فرعیہ اور عملیہ اور احکام فقہیہ میں ہے کیونکہ اس باب میں ظن غالب پر کفایت ہے اور یہی اولی اور آخری ہے۔ جزم اور یقین کی ضرورت نہیں اعتقادیات اور مسائل کلامیہ میں حق ایک ہی ہے کس واسطے کہ وہ نفس الامر اور واقعہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کی خبر ہے اور واقعہ نفس الامر ایک ہی ہو سکتا ہے۔ اجتہاد کی شرطیں اور اس کے احکام اور غیر مجتہد کی تقلید اور اس کا لازم کرنا اور اس سے رجوع کرنا یہ سب اپنے مقام پر مذکور ہیں۔

وَلَا نُكَفِّرُ اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ اور ہم کافر نہیں کہتے اہل قبلہ میں سے کسی کو۔ اہل قبلہ وہ ہیں کہ مسلمانوں کے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور کتاب و سنت قرآن و حدیث پر چلتے ہیں اور ان کی سند پکڑتے ہیں اور کلمہ شہادتیں پڑھتے ہیں پس اُن کو کافر نہ کہنا چاہیئے اگرچہ ان سے بعضے ایسے کلمے صادر ہوں جن سے کفر لازم آتا ہو لیکن جب وہ اس کا التزام نہ کریں یا اُن کلمات میں سے کفر کا لازم آنا صاف طور معلوم نہ ہوتا ہو۔ ان کو کافر نہ کہنا چاہیئے اور جب تک ممکن ہو مسلمانوں کے کلام کی توجیہ اور ان کے حال کی درستی کرنی چاہیئے اور کافر کہنے میں جلدی اور تشدد نہ کرنا چاہیئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی کسی کو کافر کہتا ہے اگر حقیقت میں کافر نہیں ہوتا تو کہنے والا اُسی وقت کافر ہو جاتا ہے اور لعنت کرنے کا بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی وہ شخص جس کو لعنت کی ہے لعنت کا مستحق نہیں ہے تو وہ لعنت کہنے والے پر الٹی آتی ہے پس لعنت کرنے اور کافر کہنے کے ترک کرنے ہی میں احتیاط ہے۔ واللہ اعلم۔

وَرُسُلُ الْبَشَرِ اَفْضَلُ مِنْ رُسُلِ الْمَلٰٓئِكَةِ وَرُسُلُ الْمَلٰٓئِكَةِ اَفْضَلُ مِنْ عَامَّةِ الْبَشَرِ وَعَامَّةُ الْبَشَرِ اَفْضَلُ مِنْ عَامَّةِ الْمَلٰٓئِكَةِ

خواص بشر کہ انبیاء و رسول ہیں خواص فرشتوں سے کہ رسول اور پیغمبر فرشتوں میں سے ہیں افضل ہیں یعنی اولیاء و اتقیاء و بزرگان دین عوام ملائکہ سے افضل ہیں یہ مسئلہ اجماعی ہے اس میں اختلاف بالکل نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ فرشتوں سے بشر کے افضل ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم کیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں اور سجدہ اقسام خدمت سے ہے نہایت تعظیم پر دلالت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کی خدمت کا حکم کیا جاوے اور جب آدم علیہ السلام کی افضلیت ثابت ہوئی تو سب انبیاء علیہم السلام کی ثابت ہوئی اس واسطے کہ انبیاء علیہم السلام سب برابر ہیں۔ یہ کلام نہایت غریب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کا کون احاطہ کر سکتا ہے کہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہیں اپنی حکمتوں کو وہی خوب جانتا ہے کبھی اعلیٰ کو ادنیٰ کی خدمت کا حکم کرتا ہے تاکہ اپنی قدرت کے کمال کو ظاہر کرے یفعل اللہ ما یشاء ویحکم ما یرید اللہ کریم جو چاہے کرے اور جو اس کا ارادہ ہو اس کا حکم دے۔

دوسرے یہ کہ اہل سنت وجماعت کے مذہب میں اللہ تعالیٰ پر حکمت کی رعایت واجب نہیں ہے مگر معتزلہ کے نزدیک واجب ہے اور وہ ملائکہ کی افضلیت کے قائل ہیں اس لیئے یہ دلیل ان کے مقابلہ میں الزامی ہو سکتی ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ طاعات وعبادات کا بجالانا اور کمالات کا حاصل کرنا باوجود اسقدر علاقوں کے اور منع کرنے والوں کے نہایت مشکل اور سخت دشوار ہے اس لئے اس کا ثواب بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت زیادہ ہے پس اگر افضلیت کے معنی کثرت ثواب کے لیئے جاویں تو آدمی کی افضلیت کی یہ کامل دلیل ہے اور علائق جسمانی سے پاک اور بدن کی کدورتوں سے صاف ہونا یہ افضلیت ملائکہ میں ہی ہے اس لئے بعض محققین نے کہا ہے کہ افضلیت کی حقیقۃً مختلف ہے اور صرف نزاع لفظی ہی ہے کہ عبادت کی صعوبت اور مجاہدے کی شدت کے باعث تو بشر افضل ہے اور اللہ تعالیٰ کی نزدیکی اور جسم کی پاکی و نورانیت کی جہت سے فرشتے افضل ہیں اور آدمی کا کمال وترقی اس میں ہے کہ ملائکہ کی نزدیکی کو پہنچے اور ملکوت اعلیٰ سے جا ملے پھر اگر انسان کی جامعیت اور اسماء وصفات الٰہی کا مظہر اور اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہونا دیکھا جاوے اور اس کے ان کمالات پر نظر کی جاوے تو انسان ہی راجح آوے اور یہ بھی کہا ہے کہ دلیل متعارض ہے اور مسئلہ ظنی ہے یقین کو وہاں راہ نہیں واللہ اعلم۔

باوجود اس کے اعتقاد کرنا چاہیئے کہ رسولوں کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے سردار جن وانس اور سب مخلوقات سے افضل ہیں اور یہ تفضیل انبیاء علیہم السلام کی فرشتوں پر جو بیان ہوئی ہے اہل سنت وجماعت کا یہی مذہب ہے اور معتزلہ کے نزدیک فرشتے بشر سے افضل ہیں اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ میں تردد و توقف نقل کیا گیا ہے۔ بسبب معارض ہونے دلیلوں کے اور کہتے ہیں کہ وہ پہلے فرشتوں کی افضلیت کے قائل تھے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

آخراس سے بشر کی افضلیت کی طرف رجوع کی اور قاضی ابوبکر باقلانی سے بھی توقف نقل کیا گیا ہے۔ امام تاج الدین سبکی نے کہ ائمہ شافعیہ میں مشہور ہیں کہا ہے کہ اگر کسی کی ساری عمر گزر جاوے اور اس کے دل پر انبیاء علیہم السلام کی بزرگی فرشتوں پر خطرہ نہ کرے امیدوار ہوں کہ قیامت کو اس سے سوال نہ کریں۔ انتہی اور بعض کہتے ہیں کہ ظاہرا مسئلہ تفضیل ہر جگہ یہی حکم رکھتا ہے اور کلام کا انجام اسی پر ہے کہ حیثیتوں کا اختلاف ہے واللہ اعلم۔

وَکَرَامَاتُ الْاَوْلِیَاءِ حَقٌّ کرامتیں اولیاء اللہ کی حق ہیں ولی اللہ وہ ہے کہ اس کو اللہ کی معرفت پوری حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کامل کرتا ہو اور گناہوں سے دور بھاگتا ہو اور دنیا کی لذتوں اور خواہشوں کی طرف متوجہ نہ ہو روا ہے کہ اس سے خرق عادات ظاہر ہوں اور حقیقت میں یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ یہ ولی اُن کی اُمت میں سے ہے اور معجزے آپ کے کئی قسم کے ہیں بعض اُن میں سے وہ ہیں کہ نبوت سے پہلے واقع ہوئے ہیں ان کو ارہاصات کہتے ہیں اور جو بعد نبوت کے بحالت حیات شریف ہوئے ہیں وہ معجزے کہلاتے ہیں اور بعض رحلت کے بعد آپ کی اُمت کے اولیاء اللہ سے ہوئے ہیں ان کو کرامات کہتے ہیں پس یہ بھی آپ ہی کے معجزے ہیں کہ آپ کے اور آپ کے دین کے سچے ہونے پر دلالت کرتے ہیں یہ آپ کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اور آپ کی امت کے اولیاء رحمہم اللہ سے ہوئے ہیں کہ ان کے

ثبوت بطریق شہرت و تواتر کے ہو چکا ہے انکار کی اصلاً گنجائش نہیں ہے اور خاص کر بڑے بڑے ولیوں سے بہت بہت کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں جیسے حضرت غوث الثقلین عبدالقادر جیلانی وغیرہ رحمہم اللہ سے چنانچہ عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کراماته بلغت حد التواتر و معلوم بالتعلق ما بلغت منها احد من شیوخ الآفاق۔ کرامتیں حضرت شیخ عبدالقادر رحمت اللہ علیہ تواتر کی حد کو پہنچی ہیں اور بالاتفاق سب جانتے ہیں کہ تمام جہان کے شیوخ میں سے کسی کی کرامتیں ان کی برابر نہیں ہوئیں۔

اور بعض کہتے ہیں کہ ولی کی کرامت نبی کے معجزے کی جنس سے نہیں ہوتی ہے جیسے شق قمر و سلام حجر اور سجدہ شجر اور بعض کہتے ہیں کہ کرامت ولی سے اپنے قصد و اجتہاد سے نہیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہوتی اور بغیر دعوی دلالت وکرامت کے بھی ہوتی ہے اور حق یہ ہے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام سے بطریق معجزہ کے صادر ہوتا ہے جائز ہے کہ ولی سے بطور کرامت کے ظاہر ہو اور بے اختیار ہونے کی قید جو لگائی ہے صحیح نہیں ہے وہ اختیار سے بھی ہوتی ہے اور بے اختیار بھی ہوتی ہے اور کبھی ایسے شخص سے ہوتی ہے کہ ولایت کے مقام میں ثابت قدم و راسخ دم ہوتا ہے اور اس کے سچے دعوی کے لئے دلیل ہوتی ہے قَالُوْا وَكَانَ الشَّيْخُ مُحْيِ الدِّيْنِ كَثِيْرَ الدَّعْوٰى لِحَقٍّ فِيْ حَقِّ کہا ہے اہل سیر نے کہ شیخ محی الدین عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ بہت بلانے والے تھے حق کی طرف اللہ کے لئے اللہ کی معرفت کے باب میں اور کرامت کا ہونا ولایت کی شرط نہیں ہے بہت سے ولی ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے کرامت نہیں ہوتی اور ولایت کی اصل دین پر استقامت ہے کہ اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ ابتداء میں ہو تو سالک کی تربیت پر دلالت کرتی ہے اور مجاہدہ میں چست و چالاک کرتی ہے اور یقین کو بڑھاتی ہے اور انتہا میں مریدوں کی تربیت اور ان کے تردد اور انکار کے دفع کرنے کا فائدہ دیتی ہے۔

سب قسمیں خرق عادت کی چار ہیں اگر مومن صالح متقی کامل معرفت والے سے ہو اس کو کرامت کہتے ہیں اور جو نبی سے نبوت کے دعوی پر معجزہ ہے اور اس سے پہلے ارہاص اور مومن اہل صلاح سے ہو تو اس کو معونت کہتے ہیں اور حقیقت سحر و طلسم و شعبدے کی جدا ہے یہ چیزیں خرق عادت نہیں ہو سکتیں اس واسطے کہ ان میں عمل اور اسباب کو دخل ہوتا ہے جو کوئی ان عملوں اور سببوں کو کرتا ہے موافق جاری ہونے عادت کے ان کا ثمرہ مرتب ہو جاتا ہے جیسا کہ طبیب حاذق کے علاج پر شفا مرتب ہو جاتی ہے خرق عادت وہ ہے کہ عادت کے خلاف ہو۔

وَلَا يَبْلُغُ وَلِيٌّ دَرَجَةَ الْاَنْبِيَاءِ اور کوئی ولی نبی کے درجہ کو نہیں پہنچا۔ اس واسطے کہ انبیاء علیہم السلام گناہ سے معصوم ہیں اور عزل و برطرفی سے بیخوف ہیں اور ان کو برے خاتمے کا بھی خوف نہیں ہے اور ان پر وحی آتی ہے اور ان کو حکم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور ہدایت خلق اللہ کو پہنچا دیں یہ سب درجے انبیاء کے آن کمالات سے کہ اولیا کو حاصل ہوتے ہیں زیادہ ہیں۔ حاصل یہ کہ افضلیت نبی کی ولی سے قطعی ویقینی ہے جو کوئی اس کے خلاف اعتقاد کرے گا وہ کافر ہے۔

كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْعُلَمَاءُ اور یہ جو کہا ہے کہ اَلْوِلَايَةُ اَفْضَلُ مِنَ النَّبُوَّةِ یعنی ولایت نبوت سے افضل ہے اس سے ولایت کی تفضیل و ترجیح نبوت پر ثابت ہوتی ہے لیکن ولی کی تفضیل نبی پر لازم نہیں آتی اس واسطے کہ ولایت اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب حاصل ہونے کی نسبت ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب اقدس سے فائدہ وفیض حاصل کرنا۔

اور نبوت خلق اللہ کو خبریں اور فائدہ وفیض پہنچانا اور ضرور وہ نسبت یعنی قرب مع اللہ اس نسبت سے شریف اور فاضل ہے اور نبی ان دونوں صفتوں کا جامع ہے پس وہ ولی سے فاضل ہوتا ہے اور باوجود اس کے اس کلام کا کہنے والا معلوم نہیں کہ کون ہے اور اس نے کس غرض سے کہا ہے اگر اس کی مراد ولی کی تفضیل ہے نبی پر تو یہ کلام باطل اور واجب الرد ہے اور جس نے کہا ہے وہ بھی۔

وَلَا يَصِلُ الْعَبْدُ اِلٰى حَيْثُ يَسْقُطُ عَنْهُ الْاَمْرُ وَالنَّهْيُ اور بندہ ایسے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا کہ شرعی تکلیفیں اُس سے ساقط ہو جاویں جیسا کہ اہل الحادو اباحت کہتے ہیں کہ جب بندہ محبت کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور اُس کو قلب کی صفائی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کا ایمان راسخ ہو جاتا ہے احکام شرعی اس سے ساقط ہو جاتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو کبیرہ گناہ پر نہیں پکڑتا یہ کلام محض کفر و گمراہی ہے اور ایمان راسخ تو وہ طاعت و عبادت میں بڑھ جاتا ہے اور کامل ہو جاتا ہے نہ یہ کہ صفتیں اس کی ناقص ہو جاویں اور ساقط ہو جاویں۔ گناہ پر پکڑنا یا نہ پکڑنا یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے وہ مختار ہے چاہے پکڑے یا نہ پکڑے لیکن تکلیف کا ساقط ہونا صورت نہیں رکھتا

انبیاء علیہم السلام سے محبت و ایمان میں کون زیادہ ہے ان کے حق میں تو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تکلیف پوری اور کامل ہے اس کے جواب میں بعض کہا کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے افعال احکام الٰہی کے جاری کرنے کے واسطے ہوتے ہیں اور شریعت کے وضع کرنے کے واسطے لہٰذا انبیاء کو احکام کا ترک کرنا لائق نہیں۔ یہ لوگ شرع جاری کرنے کے معنی بھی نہیں سمجھے اور اتنا خیال نہیں کرتے کہ شرع اس واسطے ہے کہ لوگ اس پر عمل کریں اور پیغمبروں سے اقوال کا اتباع کریں پس لوگوں کو عمل کرنا چاہئے کہ شرع جاری کرنے کی مصلحت باطل نہ ہو جاوے اور سقوط تکالیف کسی صورت میں جائز نہیں۔

وَالنُّصُوْصُ تُحْمَلُ عَلٰی ظَوَاہِرِھَا یعنی آیات اور احادیث کو ان کے ظاہر پر چھوڑ دینا چاہئے اور بے ضرورت ان کی تاویل نہ کرنی چاہیے اس مقام کی تحقیق اور تاویل کی شرطیں اور اس کا جائز ہونا یا نہ جائز ہونا کتاب التفرقہ بین الکفر والزندقہ کہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں سے ہے طلب کرنی چاہیئے۔

وَالْعُدُوْلُ عَنْھَا اِلٰی مَعَانٍ یَدَّعِیْھَا اَھْلُ الْبَاطِنِ اِلْحَادٌ اور آیات واحادیث کے ظاہر معنی سے عدول کرنا ایسے معنی کی طرف کہ الفاظ کے باطن کی طرف پھیرنے والے ان کا دعوی کرتے ہیں الحاد ہے۔ اور یہ فرقہ باطنیہ و ملاحدہ کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے ظاہر معنی مراد نہیں ہیں بلکہ ان سے رموز اور اشارے باطن کے مراد ہیں کہ بجز معلم کے ان تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اور یہ لوگ امام معصوم کو معلم کہتے ہیں کہ حق کی معرفت بغیر اس کی تعلیم کے ان کے نزدیک حاصل نہیں ہو سکتی پس یہ کلام ان کا زندقہ و الحاد ہے اگر ظاہر کے معنی مراد نہیں ہیں تو نماز و روزہ اور طاعات و عبادات اور شریعتیں اور احکام کہاں سے ثابت ہوے اور کیونکر معلوم ہوئے۔ اور جو کسی کو ان کے وصول کا رستہ نہ معلوم ہو تو کتابوں کا نازل کرنا اور شریعتوں کا بیان کرنا بے فائدہ ہوا اور ان کے معلم پیغمبروں اور اصحاب اور ان کے تابعداروں سے بڑھ کر ٹھہرے اس لئے کہ یہ سب نصوص کے ظاہری معنی لیتے تھے اور ان کے ظاہر پر عمل کرتے تھے اور اسی پر حکم دیتے تھے اور حقیقت میں ان ملحدوں کا دین بگاڑنا اور اس کا باطل کرنا مقصود ہے خَذَلَھُمُ اللّٰہُ وَلَعَنَھُمْ اہل تحقیق جو رموز و اشارات کا علم رکھتے ہیں کہتے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہیں کہ نصوص سے ان کے ظاہری معنی مراد ہیں اور باوجود اس کے قرآن مجید میں رمزیں اور اشارے بھی ہیں کہ ان کے ظاہری معنوں سے مخالفت نہیں رکھتے مثلاً فرعون و موسیٰ ظاہر میں موجود ہیں اور ان میں جو واقعات ہوئے ہیں وہ سب ظاہر میں ہوئے اور باوجود اس کے اگر کوئی روح ونفس کے قصے کی طرف اشارہ کرے ہو سکتا ہے کہ یہ کہ کہے یہاں نہ موسیٰ ہے نہ فرعون ہے فقط روح ونفس ہی مراد ہے اور فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ سے موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہے کہ جوتیاں اتار ڈالے اور وادی مقدس میں ننگے پاؤں ادب سے آوے اور باوجود اس کے عاشقوں کے نزدیک اشارہ ہے دونوں جہان کا دل سے الگ کر دینا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت وقربت کی مقام امین تنا ادب ضروری ہے نہ کہ یہ کہ یہاں وادی قدس ہے نہ موسیٰ نہ نعلین اس سے زیادہ یاوہ گوئی اور کفر کیا ہوگا۔

وَفِي دُعَاءِ الْاَحْيَاءِ لِلْاَمْوَاتِ وَصَدَقَتِهِمْ عَنْهُمْ نَفْعٌ لَّهُمْ اور زندوں کی طرف سے دعا کرنے اور صدقہ دینے میں مردوں کے لئے نفع ہے اس باب میں حدیثیں اور آثار بہت ہیں نماز جنازہ بھی اسی قسم سے ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے جس کے جنازہ پر نو مسلمان نماز پڑھیں اور اس کی بخشش کے واسطے دعا مانگیں بیشک وہ بخشا جاتا ہے۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوگئی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا اس باب میں کیا صدقہ بہتر ہے فرمایا پیاسوں کو پانی پلانا پس سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوایا اور کہا هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ یہ ام سعد کے واسطے ہے۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہے۔ اَلدُّعَاءُ تَرُدُّ الْبَلَاءَ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ دعا بلا کو دور کرتی ہے اور صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی آگ کو بجھاتا ہے یعنی زندوں اور مردوں سے دین ودنیا میں۔

اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ جب عالم وطالب علم کسی گاؤں میں جاتے ہیں تو اس گاؤں کے مقبرہ سے چالیس روز تک عذاب اٹھایا جاتا ہے یہاں سے علم اور پڑھنے پڑھانے کی بزرگی معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حافظوں اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مدرسوں کا مقرر کرنا کتنا بہتر اور کسقدر ثواب کا کام ہے۔

وَاللّٰہُ مُجِیْبُ الدَّعَوَاتِ وَقَاضِیُ الْحَاجَاتِ اور اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے دعاؤں کا قبول کرنے والا اور حاجتوں کا روا کرنے والا ہے اگر سچی توجہ اور دل کے حضور اور عاجزی سے روکر دعا کی جاوے بیشک قبول ہوتی ہے دنیا یا آخرت میں۔

اور دعا کے قبول ہونے کی شرطیں ہیں اور اس کے موانع بھی ہیں سب شرطوں میں بڑی شرط دل کا حضور اور حلال کا کھانا ہے اور سب منع کرنے والوں میں بڑا مانع استبطاء و استعجال ہے یعنی یوں کہے کہ بہت دعا کی میں نے اور قبول نہیں ہوئی اور باوجود یہ کہ قبولیت کی شرطیں نہ ہوں اور موانع بھی موجود ہوں جب بھی اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم و رحمت باقی ہے حاصل یہ کہ دعا عبادت ہے اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ دعا عبادت کا مغز ہے اور جیسے اور عبادتیں اپنے اپنے وقتوں اور سببوں خاص میں واجب ہوتی ہیں۔ اسی طرح بلا اور مصیبت کے وقت دعا بھی لازم ہوئی ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ یعنی دعا مانگو میں قبول کروں گا۔

کر دعا ہر وقت تا ہووے قبول ۔ گر نہ ہو تو بھی نہ ہو دل میں ملول

حق میں تیری جو پڑی ہووے دعا ۔ فضل سے اپنے نہیں سنتا خدا

مثلاً ایک کسان بادشاہ کی درگاہ میں حاضر ہو کر ایک گھوڑا عربی مانگے اور بادشاہ اس کے بدلے میں ایک جوڑی بیلوں کی عطا کرے تو ظاہر میں بادشاہ نے اس کی درخواست قبول نہیں کی اور جیسا گھوڑا وہ چاہتا تھا اس کو نہیں دیا لیکن باطن میں اس کی درخواست نہایت اچھے طور سے قبول کی کہ اس کو وہ چیز دی جو اس کے حق میں گھوڑے سے زیادہ مفید تھی بیلوں سے اس کی کھیتی کو جو نفع پہنچے گا وہ گھوڑے سے کب پہنچتا بلکہ اس کی خدمت اس کی جان کا وبال ہو جاتی اور اس پر سے گر کر اس کی گردن ٹوٹتی پس دنیا کی فضول چیزوں کی درخواست کا قبول نہ کرنا یا اس میں توقف کرنا کہ نفس کی لذتوں میں مصروف رہ کر خدا تعالےٰ سے دور نہ پڑے اور آخرت کے عذاب میں مبتلا نہ ہو اسی قسم سے ہے اور جس کو اللہ تعالےٰ سمجھ دے اور اس کو اللہ تعالےٰ پر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حسن ظن حاصل ہو اس کے حق میں دینا اور نہ دینا دونوں برابر ہوتے ہیں۔ اسی لیے کہا ہے اَلْعَطَاءُ مِنَ الْخَلْقِ حِرْمَانٌ وَالْمَنْعُ مِنَ اللّٰہِ اِحْسَانٌ یعنی خلقت کے دینے میں گویا محرومی ہے اور خدا تعالےٰ کے دعا نہ قبول کرنے میں احسان ہے کہ مصلحت سے خالی نہیں، کافر کی دعا قبول نہیں ہوتی چنانچہ فرمایا وَمَا دُعَاءُ الْکَافِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلَالٍ یعنی نہیں دعا کافروں کی مگر گمراہی۔ مگر دنیا کے کاموں میں قبول ہوتی ہے اور مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے خواہ کافر ہو واللہ اعلم۔

وَیَجُوْزُ الصَّلٰوۃُ خَلْفَ کُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ ہر ایک نیک و بد کے پیچھے نماز جائز ہے نماز میں جماعت نہ چھوڑنی چاہیئے۔ امام متقی و پرہیزگار کے بہم پہنچنے کا پابند نہیں رہنا چاہیئے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے اور حضرت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت کے التزام کی نہایت تاکید فرمادی ہے۔ ہاں اگر مرد صالح متقی امامت کے لئے پیدا ہو بہتر ہے نہیں تو ہر مسلمان کے پیچھے روا ہے یہاں تک کہ فاسق کے پیچھے بھی پڑھ لے کہ بشرطیکہ اس کا فسق کفر تک نہ پہنچا ہو پر جماعت ترک نہ کرے لیکن یہ ضرور ہے کہ امام کو نماز کے ارکان اور احکام کا علم ہو اور اسقدر قرآن اسے یاد ہو کہ جس سے نماز جائز ہو سکے۔

وَنَرَی الْمَسْحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ فِی الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ اور ہمارے نزدیک یعنی اہل سنت وجماعت کے نزدیک خفین پر مسح کرنا درست ہے یہ علامت سنی ہونے کی ہے۔ بحالت قیام ایک رات ایک دن تک اور سفر میں تین رات تین دن تک خفین پر مسح کرتا رہے۔ کہتے ہیں علامت اہل سنت کی تین ہیں۔

تفضیل الشیخین ومحبۃ الختنین والمسح علی الخفین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو سب سے بہتر جاننا عثمان اور علی رضی اللہ عنہما سے محبت رکھنی اور موزوں پر مسح کرنا اہل بدعت یعنی روافض اس کے قائل نہیں ہے۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو دیکھا کہ سب موزوں پر مسح کرنے کو درست جانتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لوگوں نے موزوں پر مسح کرنے کا حکم پوچھا فرمایا مسافر کو تین رات دن اور مقیم کو ایک رات دن درست ہے ایسا ہی سنا ہے میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اور دوسری جگہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر اس شریعت میں عقل کے قیاس پر حکم ہوتا تو موزوں کے تلے پر مسح کرنا بہتر ہوتا لیکن شرع کے حکم یہ ہے اور شرع میں مسح موزوں کے اوپر کرنا آیا ہے۔ اور جاننا چاہیے اگرچہ پاؤں نہ ہونا عزیمت یعنی بہتر ہے اور موزوں پر مسح کرنے کی اجازت ہے لیکن اس کے جواز کا اعتقاد رکھنا چاہیئے اور جو تہمت کے مقام پر رخصت کو اختیار کریں مصلحت سے زیادہ قریب ہے۔

وَاسْتِحْلَالُ الْمَعْصِيَةِ صَغِيْرَةً كَانَتْ اَوْ كَبِيْرَةً وَاسْتِخْفَافُهَا اَلْكُفْرُ گناہ کو حلال جاننا اور ہلکا سمجھنا چھوٹا ہو یا بڑا کفر ہے اگرچہ شہوت کے غلبہ اور بشریت کے حکم سے اس کو کرے اور اس میں مبتلا ہو جاوے پر چاہیے کہ اس کو گناہ جانتا رہے اور اپنے قصور کا اقرار کرتا رہے۔ صغیرہ کا ہلکا جاننا یہ ہے کہ اس کو بے حقیقت سمجھے اور سبب عذاب کا نہ جانے ورنہ ظاہر ہے کہ صغیرہ کبیرہ سے ہلکا ہے اور اس کا کرنے والا کبیرہ گناہ کے کرنے والے سے عذاب میں کم ہے۔

وَالْاِسْتِهْزَاءُ عَلَى الشَّرِيْعَةِ وَالْاِسْتِهَانَةُ بِهَا كُفْرٌ شریعت کی ہنسی اور اہانت کرنی کفر ہے اس لئے کہ جھٹلانے اور انکار کرنے کا نشان ہے۔

وَالْهَزْلُ بِالْكُفْرِ كُفْرٌ بولنا کلمہ کفر کا بطریق ہزل کے بھی کفر ہے اگرچہ اس کے معنی دل میں مراد نہ ہوں اور ان پر اعتقاد نہ ہوں اس لئے کہ ہزل استخفاف کا سبب ہے اور جب کہ گناہ کا استخفاف کفر ہے تو کفر کو استخفاف بدرجہ اولیٰ کفر ہے خواہ نہ جانتا ہو کہ یہ کلمہ کفر کا ہے۔ کیونکہ جہل اسباب عذر میں سے نہیں اور بعض علماء کے نزدیک اگر اس کا کفر کا کلمہ ہونا نہ جانتا ہو تو معذور ہے اور بھولے سے یا خطا سے بولا یا بے اختیار زبان سے نکل گیا تو کفر نہیں ہے اجماعاً

وَلَا يُحْكَمُ بِكُفْرِ السَّكْرَانِ جو نشے میں مست ہو عقل زائل ہو گئی ہو بے اختیار

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

منہ سے بکتا ہو اس کی زبان پر کلمہ کفر آوے تو اس کا اعتبار نہیں اس کو کافر کہنا چاہیئے ہاں دوسرے تصرفات اس کے جیسے طلاق دینا غلام کو آزاد کرنا خریدنا فروخت کرنا کسی چیز کا اقرار کرنا جائز قرار دیئے جاتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ کفر ایک امر مذموم اور بُرا ہے اپنی ذات میں جہاں تک ہو سکے اس کا دفع کرنا ضروری ہے اس لئے زوال عقل اس کا عذر اور رکاوٹ ہو سکتا ہے بخلاف اسلام کے کہ وہ مطلوب و مرغوب ہے جس طرح سے ہو سکے اس کا اثبات واجب ہے اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اور ایک روایت میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نشے والے کا کفر بھی کفر ہے۔ وَتَصْدِیْقُ الْکَاھِنِ بِمَا یُخْبِرُ بِہٖ مِنَ الْغَیْبِ کُفْرٌ اور کاہن کہ غیب کے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے اس کو جاننا کفر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی کاہن کے پاس جاوے اور اس کے کلام کو سچا کہے وہ کافر ہو جاتا ہے اس دین سے جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں۔

عرب میں بہت کاہن تھے علم غیب کا دعویٰ کیا کرتے تھے جن اور شیطان ان کو خبریں پہنچاتے تھے۔ نجومی بھی کاہن کے حکم میں ہے جو کوئی نجومی کی تصدیق کرے اور اس کی بات کو سچا جانے کافر ہے۔ حالانکہ یہ کہ کواکب کی تاثیر اور آسمان کی گردش کا گرمی و سردی اور مینہ برسنے کی زیادتی و کمی اور میووں و پھلوں کے پکنے اور ان کی مانند اور کاموں میں دخل ظاہری اس میں کلام نہیں مگر سعادت و نحوست اور ان کی مانند اور چیزوں میں کچھ دخل نہیں ہے اور جو ہو بھی تو ہماری شریعت میں اس پر یقین کرنا منع ہے بالفرض اگر پہلی شریعتوں میں درست تھا تو بھی اس شریعت روشن میں منسوخ ہو گیا منع کرنے کو اسی قدر کافی ہے۔

وَالْیَاْسُ مِنَ اللّٰہِ کُفْرٌ اور اللہ تعالےٰ کی رحمت سے ناامید ہونا کفر ہے۔ وَلَا یَیْاَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ نہیں ناامید ہوتے اللہ تعالےٰ کی رحمت سے سوائے قوم کافرین کے۔ مسلمان اگرچہ کیسا ہی گنہگار ہو اس کو اللہ تعالےٰ کی رحمت سے ناامید ہونا نہیں چاہیئے۔ یہ امید رکھے کہ توبہ کرنے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سے خدا کی رحمت خداوندی گناہوں کو معاف کردیتی ہے۔ جہاں رحمتِ خداوندی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ وہاں اس کے خوف سے بے نیاز ہونا بھی کفر ہے۔ اللہ کے خوف سے بے نیاز محض کافر ہی ہو سکتے ہیں۔ جن لوگوں پر عذابِ الٰہی ہونا ہوتا ہے، اُن پر ناز و نعمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں تاکہ وہ یادِ خداوندی سے غافل ہو جائیں اور مغرور ہو جائیں۔ پھر جب اس کی گرفت آتی ہے تو اسے خبر تک نہیں ہوتی۔

ایمان و خوف کی اہمیت:

ایمان تو امید اور خوف کے درمیان ہے۔ امید کے متعلق یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ اگر یہ سُن لیا جائے کہ جنت میں محض ایک ہی آدمی داخل ہونا ہے تو یہ اُمید رکھے کہ میں ہی جنتی ہوں گا اور اگر یہ سُنے کہ دوزخ میں ایک ہی شخص ہوگا۔ تو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں گا۔

؎ آنہا کہ خواص در گہہ تکریم اند　　دہشت زدگاں عالم تسلیم اند
نومید مشو کہ رحمت حق عام است　　مغرور مشو کہ خاصگاں در بیم اند

بزرگانِ دین کا مقولہ ہے کہ زندگی میں خوفِ خداوندی کا غلبہ ہونا چاہیے لیکن رحلت کے وقت رحمت خداوندی کا امیدوار ہونا چاہیے۔ سعادت کی علامت یہی ہے۔ اور الایمان بین الخوف والرجا میں یہی اشارہ ہے۔ اعلموا ان اللہ شدید العقاب واللہ غفور رحیم۔

الحمد للہ یہ کتاب رحمت خداوندی اور امیدِ مغفرت پر ختم ہو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ

کی معروف تالیف

مَا ثَبَتَ مِنَ السُّنَّةِ فِیْ اَیَّامِ السَّنَةِ

جس میں آپ نے اسلامی مہینوں کے حوالے سے مختلف افعال واعمال اور واقعات بالخصوص ماہ ربیع النور میں سرورِ کونین اکی ولادت باسعادت کے وقت پیش آنے والے معجزات اور آپ کے وصالِ باکمال وغیرہا کے متعلق احادیثِ طیبہ کی روشنی میں مفصل بیان فرمایا ہے۔

کا اردو ترجمہ

مسمّٰی

مَا اَنْعَمَ عَلَى الْاُمَّةِ (ایّامِ اسلام)

(مترجم: مفتی حکیم سیّد غلام معین الدین نعیمی)

مع تخریج احادیث

از محمد فرحان قادری رضوی

دار إحياء العلوم

للطباعة والنشر والتوزيع

P.O. Box # 4949 Karachi - 74000

Email: ihya_al_uloom@hotmail.com

for more books click on the link

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصولِ حدیث

مصنف :

فخر المحدثین

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ

اردو ترجمہ :

سید امتیاز احمد قادری

مدرس جامعہ غوثیہ رضویہ لاہور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بفیضانِ نظر:

آفتابِ طریقت۔ منبع رشدوہدایت۔ وارث انوار لاثانی۔ فخرِ نقشِ لاثانی۔ حضرت پیرالحاج

سید محمد اسماعیل شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

آستانہ عالیہ لاثانیہ علی پور سیداں شریف (نارووال)

بہ اجازت:

جناب صاحبزادہ والاشان حضرت مولانا الحافظ القاری

سید کرامت علی حسین شاہ نقشبندی مدظلہ العالی۔

سجادہ نشین مرکزی آستانہ عالیہ لاثانیہ علی پور سیداں شریف (نارووال)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

انتساب:

اپنے اساتذہ کرام ذوی الاحتشام، والدین اور اپنے برادر کبیر استاد محترم حضرت علامہ مولانا سید شیراز احمد مجددی مدظلہ العالی کے نام جنکی دعاؤں اور نصیحتوں سے اس ناکارہ نے دینی تعلیم کا آغاز کیا اور کچھ پڑھنے اور لکھنے کے لائق ہوا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

سیّد امتیاز احمد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تقریظ

رئیس المحققین اُستاذ العلماء حضرت علامہ مولانا غلام نصیر الدین چشتی گولڑوی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ن ۰ والقلم وما یسطرون ۰(القلم 68/1)

ترجمہ: ن ۰ قسم ہے قلم کی اور اس کی جو (فرشتے) لکھتے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق اس سے مراد لکھنے والوں کے قلم ہیں جن سے دینی و دنیوی مصالح وفوائد وابستہ ہیں (صدرالافاضل رحمہ اللہ)

اور ارشاد نبوی ﷺ ہے۔(قید والعلم با لکتا بة)

ترجمہ۔ تم علم کو کتابت کے ذریعے قید کرلو۔ (علم کو کمپوزنگ کے ذریعے سیف کرلو۔)

ہمارے استاد گرامی حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ ''قلم وما یسطرون'' کی اہمیت وعظمت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ قلم وقرطاس کی اہمیت کو محسوس کیا جائے آج پریس اور ذرائع ابلاغ کی برق رفتاری کا یہ عالم ہے کہ صبح کے وقت پیدا ہونے والا فتنہ شام تک پر پرزے نکال کر دور دراز تک پھیل چکا ہوتا ہے۔ ارباب علم کو جان لینا چاہیے کہ آج جبکہ ہمارے ارد گرد مسائل ہی مسائل ہیں فکری اور عملی فساد اور لادینیت کی ہر طرف یلغار ہے۔ ہمیں اپنے فریضہ منصبی کا پاس کرتے ہوئے اپنی تمام قوت کو اصلاح احوال کیلئے صرف کر دینے کی ضرورت ہے۔ محراب ومنبر سے مدلل اور معقول انداز میں دین کا پیغام پھیلانے کی ضرورت ہے۔ قصوں کہانیوں اور چٹکلوں کے ذریعے وقت گزاری سے گریز کیا جائے (اور تحریر کی اہمیت کو سمجھا جائے)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

آپ مزید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کامیابی اور کامرانی کے راستے اسی قوم پر کشادہ فرماتا ہے جو وقت کے زندہ مسائل کو سمجھتے ہیں۔ اوران کے تقاضوں کے مطابق اپنی عملی توانائیاں صرف کرتے ہیں۔ وہ قوم جو عصر حاضر کے مطالبات سے چشم پوشی کرتے ہوئے تن آسانی اور عیش کوشی میں محو ہو جائے اور جسکے قوائے عمل مضمحل ہو جائیں وہ کبھی شاہراہ ترقی پر گامزن نہیں ہو سکتی۔ اسکا جوش اور جذبے سے خالی اور بے دلی سے اٹھنے والا ہر قدم پستی اور ناکامی کی طرف جائے گا وہ نہ صرف خود مایوسی اور قنوطیت کا شکار ہو جائے گی بلکہ دوسروں کو بھی یاس کے اندھے غار میں دھکیل دے گی۔

تحریر کی اہمیت

محمد شلال الحناحنۃ (الریاض سعودیۃ) لکھتے ہیں (دیکھئے المجمع العدد ۱۵۴۶-۱۴۲۴ھ ۲۰۰۳ء)

ایک مرتبہ میں سماحۃ الشیخ ابوالحسن علی ندوی کے ساتھ جنوب ہند کی ایک جامعہ میں جدید عربی ادب کانفرنس میں حاضر ہوا۔ شیخ موصوف نے (قد القی کلمة الا فتتا ح قا ئلا) یعنی افتتاحی تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ (ان العالم الیوم تحکمه الکلمة ویحکمه القلم) آج دنیا میں قلم اور قرطاس کی حکمرانی ہے۔ شیخ محمد شلال کہتے ہیں۔ میں نے بعد میں ایک نشست میں شیخ سے سوال کیا۔ جناب آج کے دور میں تو دنیا پر میزائل اور ڈالر کا راج ہے!۔

شیخ نے کہا کہ میزائل اور ڈالروں کے پیچھے کونسی چیز ہے؟ فقط جنگ وقتال کے شعلے یا برق رفتار اعلام وآخبار یعنی الیکٹرانک اینڈ (پرنٹ میڈیا)؟۔ میں نے کہا اعلام تو انہوں نے کہا کہ عمدہ اعلام ادب ہی کی ایک نوع تو ہے۔

جان لو کہ آج دنیا میں حکمرانی قلم اور کلمہ کی ہے۔ (برقی) اور (طباعتی) (ذرائع ابلاغ) نے آج دنیا میں انقلاب برپا کر رکھا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

محترم المقام خواجہ رضی حیدر صاحب کتنے دردمندانہ انداز سے قلم اور قرطاس کی اہمیت کا احساس دلاتے ہیں اور اخلاف کو اسلاف کے حسین دور علمی کا آئینہ دکھلا کر ان کی غیرت و حمیت کو بیدار کرتے ہیں اور آج کے نو آموز قلم کاروں کو قلم و قرطاس کے میدان میں اُترنے کے لیئے اُکساتے ہیں۔ خواجہ صاحب کے مقالہ کا ایک خوبصورت اقتباس ملاحظہ ہو۔

"ہمارے اسلاف قلم کی چھلیں جلا کر اپنے لیئے چائے تیار کرتے تھے اور آج ہم قلم کے مصرف سے ہی ناواقف ہیں۔ ہمارے اسلاف کاغذ کے پرُزوں پر لکھ کر سینکڑوں کتابیں مرتب کرتے تھے اور آج ہم صرف سند کے کاغذ پر اکتفاء کر کے اپنے نام کے پاؤں میں علامہ کا گھنگرو باندھ کر خود فریبی کے عمیق سمندر گھنگرو باندھ کر خود فریبی کے عمیق سمندر میں غرق ہیں۔ صبح و شام نعروں کے ہجوم میں الفاظ کی میتیں دفناتے ہیں اور خود ستائی کے ہجوم میں گھر لوٹ جاتے ہیں۔ ہم کو یہ معلوم نہیں کہ اب عشق اور مشک کے علاوہ جہالت بھی چھپائے نہیں چھپتی۔"

(ترجمان اہل سنت کراچی نومبر 1978ء شمارہ نمبر ۴ ص ۲۹)

آج باطل تو تیں قلم ہی کی توانائی سے پوری دنیا میں اپنے نظریات اور عزائم کو پھیلا کر اپنے منصوبوں کی تکمیل کر رہی ہیں۔ سوچ کا مقام ہے کہ اگر باطل اپنے عزائم اور مقاصد میں بزعم خویش قلم کے ذریعے کامیاب ہے تو حق جس کی فطرت میں ہی سربلندی ہے اسے اگر تحریر کے ذریعے دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچایا جائے تو حق کیوں غالب نہ ہوگا جبکہ لیظھرہ علی الدین کلہ کا ارشاد اس کے غلبہ کی تائید اور اعلان کرتا ہے اور الحق یعلو ولا یعلی سے بھی اس امر کی توثیق ہو رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ الحمد للہ اہل سنت کے نوجوان علماء اور نو آموز قلم کار تصنیف و تالیف کی افادیت کو محسوس کر رہے ہیں۔ اور اپنے قیمتی وقت کو تحریر کے میدان میں صرف

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کررہے ہیں۔

ہمارے نہایت ذہین وفطین اور مئودب ومھذب نوجوان فاضل عزیز القدر سید امتیاز احمد زید علمہ وعملہ نے جو ہنوز صف خامس کے طالب علم ہیں۔ انہوں نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلوی قدس سرہ العزیز کے اصولِ حدیث کے موضوع پر عربی میں تحریر کردہ ایک جامع مقدمہ کا اردو میں ترجمہ کیا ہے اور اسکو چھپوانے کا اہتمام کیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ والہ وبارک وسلم کے تصدق اور وسیلہ جلیلہ سے اس ترجمہ کو طالب علموں کے لیئے نافع بنائے اور فاضل مترجم کی تحریر کی صلاحیت میں برکت اور پختگی پیدا فرمائے۔ آمین

غلام نصیر الدین

جامعہ نعیمیہ لاہور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

مقدمہ مشکوٰۃ شریف الشیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

اصول حدیث

حدیث کی تعریف: فی اصطلاح جمہور المحدثین

1۔ یطلق علی قول النبی ﷺ و فعلہ و تقریرہ.

حدیث کا اطلاق حضور علیہ السلام کے قول آپ کے فعل اور آپکی تقریر پر ہوتا ہے۔

2۔ و کذالک یطلق علی قول الصحابی رضی اللہ تعالی عنہ و فعلہ و تقریرہ

اور اسی طرح حدیث کا اطلاق صحابی کے قول پر اور اسکے فعل پر اور اس کی تقریر پر ہوتا ہے۔

3۔ اور حدیث کا اطلاق تابعی کے قول اس کے فعل اور اس کی تقریر پر بھی ہوتا ہے۔

معنی تقریر:

تقریر کا معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے کسی نے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی اور حضور ﷺ نے اس کو ناپسند نہ کیا ہو اور نہ ہی اس سے روکا ہو بلکہ سکوت فرمایا ہو اور اسے ثابت رکھا ہو۔

حدیث مرفوع:

فما انتہیٰ الی النبی ﷺ.

جس حدیث کی نسبت حضور ﷺ کی طرف ہو یعنی جس حدیث کا سلسلہ سند حضور تک پہنچتا ہو۔

حدیث موقوف:

فما انتھی الی الصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جس حدیث کی نسبت صحابی کی طرف ہو۔ یعنی جس حدیث کا سلسلہ سند صحابی تک پہنچتا ہو۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مثال: قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ موقوفاً

موقوف علیٰ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیث مقطوع:

وہ حدیث جس کی نسبت تابعی کی طرف ہو یعنی جسکا سلسلہ سند تابعی تک پہنچتا ہو۔

اثر:

بعض محدثین نے حدیث کو مرفوع اور موقوف کے ساتھ خاص کیا ہے اور مقطوع حدیث کو وہ اثر کہتے ہیں۔

اثر کا اطلاق حدیث مرفوع پر:

کبھی اثر کا اطلاق حدیث مرفوع پر بھی ہوتا ہے۔

مثال 1:

جس طرح حضور علیہ ﷺ سے مرفوعاً ثابت شدہ دعاؤں کو الادعیۃ الماثورہ کہا جاتا ہے۔

مثال 2:

امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب جو احادیث نبویہ اور آثار صحابہ کے بیان پر مشتمل ہے اس کا نام شرح معانی الآثار رکھا۔

مثال 3:

امام سخاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام طبرانی کی ایک کتاب ہے کہ جس میں صرف مرفوع احادیث ذکر کی گئی ہیں جس کا نام بھی تہذیب الآثار ہے۔

خبر اور حدیث:

مشہور یہی ہے کہ خبر اور حدیث کا ایک ہی معنیٰ ہے اور بعض محدثین نے حدیث کو خاص کیا ہے ان روایات کے ساتھ جو حضور علیہ ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین علیہم الرحمۃ سے مروی ہوں اور خبر کو ان روایات کے ساتھ جو بادشاھوں اور سلطنت اور ایام ماضیہ کے متعلق ہوں۔ شیخ محقق فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے جو شخص

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حدیث کے کاموں میں مشغول ہو اسے محدث کہتے ہیں اور جو تاریخ کے کاموں میں مشغول ہو اسے اخباری کہتے ہیں۔

حدیث مرفوع کی اقسام:

حدیث مرفوع کی دو قسمیں ہیں۔ باعتبار رفع۔

1: رفع صریحی 2: رفع حکمی

پھر صریحی کی تین صورتیں ہیں۔

1: قولی: یعنی حدیث مرفوع قولی جیسے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں کہے کہ

سمعت رسول اللہ ﷺ یقول کذا یا صحابی کا یا غیر صحابی کا قول ہو

کہ قال رسول اللہ ﷺ یا عن رسول اللہ ﷺ انه قال کذا.

2: حدیث مرفوع فعلی۔

جیسے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول رایت رسول اللہ ﷺ فعل کذا یا اسطرح کہے کہ عن رسول اللہ ﷺ

انه فعل کذا یا اس طرح عن صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً انه فعل کذا.

یا عن صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفعه انه فعل کذا.

یا عن غیر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعا انه فعل کذا.

یا عن غیر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفعه انه فعل کذا.

3: حدیث مرفوع تقریری:

صحابی یا غیر صحابی فرمائیں کہ فعل فلان بحضرة النبی علیه السلام کذا اور انکار مذکور نہ ہو۔

مرفوع حکما:

یعنی وہ حدیث مرفوع کہ جس میں نسبت صراحتاً نہ ہو اسے مرفوع حکما کہتے ہیں۔ جیسے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسی بات ارشاد فرماتے ہیں جو سابقہ کتابوں میں مذکور نہ ہو اور اجتہاد کو کوئی دخل نہ ہو۔ احوال ماضیہ کے متعلق جس طرح انبیاء علیھم السلام کی خبریں حالات یا آنے والے فتنوں کے متعلق اور قیامت کے احوال کے متعلق یا کسی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کام پر ثواب وعتاب مخصوص کے ترتب کی خبران سب صورتوں میں یہی ہے کہ یہ باتیں صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے سنی ہیں۔ یا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسا کام کریں کہ جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو۔ یا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خبر دیں کہ ہم حضور ﷺ کے زمانے میں ایسا کیا کرتے تھے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ اس پر مطلع تھے اور اس بارے میں وحی اتر چکی ہوگی۔ یا یوں فرمائیں کہ (من السنتہ کذا) تو ظاہر کہ سنت سے مراد حضور ﷺ کی سنت ہے۔ بعض محدثین نے فرمایا کہ یہاں سنت سے مراد صحابہ کرام اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت ہونے کا احتمال بھی ہے۔ اس لیے کہ سنت کا اطلاق اس پر بھی کیا جاتا ہے۔

فصل: سند حدیث

سند طریق الحدیث کو کہتے ہیں۔ یعنی ان مردوں کو کہ جنہوں نے حدیث کو روایت کیا یعنی روایان حدیث کو سند کہتے ہیں۔

اسناد:

یہ لفظ سند کے ہم معنیٰ ہے اور کبھی اسناد ذکرِ سند اور طریقِ متن کی حکایت کو بھی کہتے ہیں۔

متن:

جہاں پر سند کی انتہا ہو اور حدیثِ مبارک کی ابتداء ہو ان الفاظ حدیث کو متن کہتے ہیں۔

حدیث متصل:

حدیث کی سند سے اگر کسی راوی کو ساقط نہ کیا ہو تو اسے حدیث متصل کہتے ہیں اور عدم سقوط کو اتصال کہتے ہیں۔

حدیث منقطع:

اگر سند سے ایک راوی یا ایک سے زائد راویوں کو ساقط کیا گیا ہو تو اسے حدیث منقطع کہتے ہیں اور اس سقوط کو انقطاع کہتے ہیں۔

حدیث معلق:

اگر سند کے اول سے راوی کو ساقط کر دیا جائے تو اسے حدیث معلق کہتے ہیں اور اس اسقاط کو تعلیق کہتے ہیں۔ اور کبھی ایک راوی ساقط ہوتا ہے اور کبھی ایک سے زائد راوی اور کبھی پوری سند کو حذف کر دیا جاتا ہے جس طرح

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کہ مصنفین کی عادت ہے۔ یوں کہتے ہیں کہ قال رسول اللہ ﷺ: بخاری شریف میں تعلیقات بکثرت موجود ہیں لیکن ان کیلئے اتصال کا حکم ہے اس لیے کہ امام بخاری نے اپنی کتاب میں صحیح احادیث ہی کو بیان کیا ہے اگرچہ ساوی روایات سند کے مرتبہ میں نہیں ہیں لیکن وہ ضرور اس مرتبہ میں ہیں جن کو کسی اور مقام پر سند کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اور بعض محدثین ان تعلیقات میں فرق کرتے ہیں جن کو صیغہ جزم یعنی معروف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ جیسے قال فلان یاذکر فلان۔ تو اسطرح ذکر کرنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کے ثابت الاسناد ہونے کی دلیل ہے اور وہ احادیث صحیح ہیں قطعی طور پر اور وہ احادیث جن کو بصیغہ تمریض و مجہول ذکر کیا گیا ہے جیسے قیل اور یقال یا ذُکِرَ تو ان کی صحت کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں کلام ہے لیکن بخاری شریف میں ان کا ذکر کرنا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ان کی اصل موجود ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ

تعلیقات البخاری متصلۃ "صحیحۃ"۔

حدیث مرسل:

اگر سند کے آخر سے راوی کو ساقط کر دیا گیا ہو یعنی تابعی کے بعد صحابی کو تو اسے حدیث مرسل کہتے ہیں اور اس فعل کو ارسال کہتے ہیں جیسے تابعی کہے کہ (قال رسول اللہ ﷺ) اور کبھی محدثین مرسل اور منقطع کو ایک ہی معنیٰ میں استعمال کرتے ہیں لیکن اصطلاحِ اول زیادہ مشہور ہے۔

حدیث مرسل کا حکم:

حدیث مرسل کا حکم جمہور علماء کے ہاں توقف ہے اس لیے کہ معلوم نہیں کہ ساقط شدہ راوی ثقہ ہے یا غیر ثقہ اس لیے کہ تابعی کبھی تابعی سے بھی روایت کرتا ہے اور تابعین میں ثقہ اور غیر ثقہ دونوں طرح کے لوگ موجود ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں حدیث مرسل کا حکم یہ ہے کہ وہ مطلقاً مقبول ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں کہ راوی نے جو ارسال کیا ہے وہ کمال وثوق اور اعتماد کی وجہ سے کیا ہے۔ اس لیے کہ کلام ثقہ ہونے میں ہے یعنی ساقط شدہ راوی ثقہ ہو اور مرسل کے نزدیک حدیث صحیح نہ ہوتی تو وہ ارسال نہ کرتا اور یہ نہ کہتا کہ قال رسول اللہ ﷺ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک حدیث مرسل کا حکم یہ ہے کہ اگر اس حدیث کو دوسری حدیث مرسل یا مسند سے تائید حاصل ہو رہی ہو تو اگرچہ وہ مؤید حدیث ضعیف ہی ہو اس حدیث مرسل کو قبول

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کیا جائے گا۔ امام احمد علیہ الرحمہ کے اس کے بارے دو قول منقول ہیں۔

نوٹ: یہ اختلاف اس وقت ہے کہ جب معلوم ہو کہ مرسل ثقہ راویوں سے ہی ارسال کرتا ہے۔ اور اگر اس عادت یہ ہے کہ وہ ثقہ راویوں سے اور غیر ثقہ راویوں سے ارسال کرتا ہے تو بالاتفاق حدیث مرسل کا حکم توقف ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کے بارے میں اور بھی بہت تفصیل ہے جسکو امام سخاوی نے شرح الفیہ کے اندر ذکر کیا ہے۔

حدیث معضل: ضاد کے فتح کے ساتھ۔

اگر سقوط درمیان سند میں ہو یعنی درمیان سند سے راوی کو ساقط کر دیا گیا ہو اور ساقط ہونے والے راوی پے در پے دو ہوں تو اسکو حدیث معضل کہتے ہیں۔ اور اگر درمیان سند سے ایک یا ایک سے زائد راوی ساقط ہیں اور مختلف مقامات سے تو اسے حدیث منقطع کہتے ہیں۔ اور اسی بناء پر منقطع قسم ہوگی غیر متصل کی اور کبھی منقطع کا اطلاق غیر متصل پر بھی کیا جاتا ہے مطلقاً اسکے تمام اقسام کو شامل ہونے کی وجہ سے اس معنی کے اعتبار سے منقطع مقسم بنے گا۔

انقطاع اور سقوط راوی کی معرفت:

سقوط اور انقطاع کا ثبوت راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اور عدم ملاقات کی تین وجوہ ہیں۔

(۱)......عدم معاصرۃ: یعنی روای اور مروی عنہ کا زمانہ جدا جدا ہے۔

(۲)......عدم اجتماع: یعنی زمانہ تو ایک ہی ہے لیکن اجتماع نہیں ہوا ہے وہ دونوں اکٹھے نہیں ہوئے۔

(۳)......عدم اجازت: یعنی مروی عنہ سے راوی کو روایت کی اجازت نہیں ہے۔

اور ان امور کا پتہ علم تاریخ سے چلتا ہے جن میں انکی تاریخ پیدائش اور وفات زمانہ طالب علمی اور طلب علم کے لئے سفر کرنے کے متعلق بحث مباحثہ ہوتا ہے اسی وجہ سے محدثین کے نزدیک علم تاریخ عمدہ اور اصل ہے تمام علوم کی۔

حدیث مدلس:

میم کے ضمہ اور لام کے فتحہ کے ساتھ یہ منقطع کی اقسام میں سے ہے اور اس فعل کو تدلیس کہتے ہیں اور اسکے فاعل کو مدلس کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ کا ذکر نہ کرے جس سے حدیث سنی ہے بلکہ شیخ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کے شیخ سے روایت کرے ایسے لفظ کے ساتھ جو سماع کا وہم ڈالے جیسے عن فلان یا قال فلان.

تدلیس:

لغت میں تدلیس کہتے ہیں بیع میں سامان کے عیب کو چھپانا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دلس سے مشتق ہے اور دلس کے معنی سخت اندھیرا اور تاریکی ہے۔ اور اس حدیث کا نام مدلس رکھنا خفاء میں دونوں کے مشترک ہونے کی وجہ سے ہے۔

مدلس کا حکم:

شیخ محقق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جس راوی سے تدلیس ثابت ہو جائے اس کی حدیث کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ مگر یہ کہ راوی تحدیث سے صراحت کر دے یعنی حدثنی کے لفظ سے۔

امام شمنی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ائمہ کے نزدیک تدلیس حرام ہے۔

امام وکیع علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کپڑے میں تدلیس جائز نہیں تو حدیث میں کس طرح جائز ہوگی۔ آپ نے تدلیس کی مذمت میں مبالغہ سے کام لیا ہے۔

مدلس کی روایۃ:

مدلس کی روایۃ کو قبول کرنے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔

1: محدثین اور فقہاء کے ایک گروہ کے نزدیک تدلیس بذات خود جرح ہے اور اگر راوی سے تدلیس ثابت ہو جائے تو اس کی حدیث کو مطلقاً قبول نہیں کیا جائے گا۔

2: اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلقاً قبول کیا جائے گا۔

3: جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ مدلس کی راویۃ کو قبول کیا جائے گا۔ جب یہ معلوم ہو کہ وہ تدلیس ثقہ سے ہی کرتا ہے۔ جیسا ابن عیینۃ اور اگر وہ تدلیس کرتا ہے ثقہ سے اور غیر ثقہ سے بھی تو اس کی روایۃ کو قبول نہیں کیا جائے۔

یہاں تک کہ وہ اپنے سماع پر نص وارد کرے اپنے قول سمعت یا حدثنا یا اخبرنا کے ساتھ۔

باعث تدلیس:

تدلیس پر آمادہ کرنے والا سبب کبھی لوگوں کیلئے غرض فاسد ہوتا ہے۔ جیسے شیخ سے سماع کا اخفاء کرنا شیخ کے کم عمر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہونے کی وجہ سے یا عدم شہرت یا عدم وجاہت کے سبب لوگوں کے نزدیک اور بعض اکابرین سے جو تدلیس واقع ہوئی وہ اس وجہ سے نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ حدیث کے صحیح ہونے پر ان کو وثوق تھا۔اور بوجہ شہرت ان کے ذکر سے مستغنی تھے۔ امام شمنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہ بھی احتمال ہے کہ راوی نے حدیث ایک ثقات کی جماعت سے سنی ہو۔اور حدیث کی صحت کے متحقق ہونے کی وجہ سے وہ کسی ایک یا پوری جماعت کے ذکر سے مستغنی ہو گیا ہو۔جس طرح کہ مرسل ارسال کرتا ہے۔

حدیث مضطرب:

اگر سند میں یا حدیث میں اختلاف پیدا ہو جائے راویوں کے متعلق تقدیم وتاخیر یا زیادتی ونقصان کی وجہ سے یا ایک راوی کو دوسرے راوی کی جگہ ذکر کرنے سے یا ایک متن کو دوسرے کی جگہ ذکر کرنے سے یا سند کے اسماء میں سے کسی کے حذف کرنے کی وجہ سے یا اجزاء متن کو حذف کرنے کی وجہ سے یا اس کے علاوہ کسی وجہ سے تو ایسی حدیث کو حدیث مضطرب کہتے ہیں۔

حدیث مدرج:

اگر راوی حدیث میں اپنا کلام یا اپنے علاوہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ یا تابعی رحمتہ اللہ علیہ کا کلام شامل کر دے کسی غرض کے پیش نظر جیسے لغت کو بیان کرنے کیلئے یا معنی کی تفسیر کے لئے یا مطلق کی تقیید کے لئے یا اس کے علاوہ کسی غرض کے لئے تو ایسی حدیث کو حدیث مدرج کہتے ہیں۔

فصل: روایت بالمعنیٰ

تنبیہ:

یہ بحث حدیث کو روایت کرنے اور نقل کرنے کے بارے میں ہے یعنی حدیث کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں بیان کرنا۔اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک جائز ہے لیکن مشروط ہے چند شرائط کے ساتھ۔

(1)......اس کے لیے جائز ہے جو عالم ہو عربی کا اسلوب کلام کا ماہر ہو اور خواص تراکیب کا عارف ہو اور مفہومات خطاب جاننے والا ہو تا کہ زیادتی اور نقصان کی خطاء نہ کر دے۔

(2)......یہ بھی کہا گیا ہے کہ روایت بالمعنیٰ مفردات میں جائز ہے نہ کہ مرکبات میں۔

(3)......تیسرا قول یہ ہے کہ اس شخص کیلئے جائز ہے جس کو حدیث کے الفاظ مستحضر ہوں تا کہ اس کیلئے تصرف

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کرنا ممکن ہو۔

(4)......چوتھا قول یہ ہے کہ روایت بالمعنیٰ اس کیلئے جائز ہے جس کو حدیث کے معنی یاد ہیں اور الفاظ بھول گئے ہوں تا کہ احکام کو حاصل کرنا ممکن ہو سکے اور وہ شخص جس کو الفاظ یاد ہیں اس کیلئے روایت بالمعنیٰ جائز نہیں۔ اس کیلئے یہ بلاضرورت ہے اور اختلاف روایت بالمعنیٰ کے جواز اور عدم جواز میں ہے۔ رہا روایت باللفظ تو یہ متفق علیہ ہے۔ کسی کا اختلاف نہیں ہے اس کی اولویت میں۔

اس لیے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

نضّر الله امرأ سمع مقالتی فوعاها فاداها کما سمع الحدیث:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس کو خوش وخرم رکھے جس نے میری حدیث سن کر یاد کی اور اسی طرح بیان کی جس طرح سنی تھی۔ او کما قال عليه السلام

اور روایت بالمعنیٰ کتب ستہ اور دیگر کتب احادیث میں موجود ہے۔

حدیث معنعن:

حدیث معنعن اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو عن فلان عن فلان کے الفاظ کے ساتھ روایۃ کیا گیا ہو۔

حدیث معنعن کی شرائط:

امام مسلم علیہ الرحمۃ کے نزدیک معاصرۃ شرط ہے۔ یعنی راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک ہو۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ کے نزدیک معاصرۃ کے ساتھ ملاقات بھی شرط ہے۔ یعنی راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اور بعض کے نزدیک معاصرۃ اور ملاقات کے ساتھ ساتھ ثبوت اخذ بھی ضروری ہے۔ یعنی راوی کا مروی عنہ سے حدیث لینا بھی ثابت ہو۔

امام مسلم علیہ الرحمۃ نے ان دونوں فریقوں کا بڑی سختی کے ساتھ رد کیا ہے اور رد کرنے میں مبالغہ سے کام لیا ہے اور مدلس کا عنعنہ قبول نہیں ہوتا۔

حدیث مسند:

(1)...... ہر وہ حدیث مرفوع کہ جسکی سند متصل ہو اسے حدیث مسند کہتے ہیں یہی تعریف مشہور ہے اور اسی پر محدثین نے اعتماد کیا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(2)......اور بعض نے کہا کہ ہر متصل کو مسند کہتے ہیں۔ اگر چہ وہ موقوف ہو یا مقطوع ہو۔

(3)......اور بعض نے کہا کہ مرفوع حدیث کو مسند کہتے ہیں اگر چہ وہ مرسل ہو یا معضل ہو یا منقطع ہو۔

فصل: من اقسام الحدیث الشاذ والمنکر والمعلل.

حدیث شاذ:

شاذ لغت میں الگ ہو جانے والے کو کہتے ہیں یعنی جماعت جمہور سے منفرد وجدا ہونے والے کو کہتے ہیں۔ اور محدثین کی اصطلاح میں شاذ اس حدیث کو کہتے ہیں جو ثقات کی روایت کردہ حدیث کے مخالف ہو۔ اور اگر حدیث شاذ کے راوی ثقہ نہ ہوں تو اسے حدیث مردود کہتے ہیں اور اگر اس حدیث کے راوی بھی ثقہ ہیں تو پھر ترجیح والا راستہ اختیار کیا جائے گا یعنی اس حدیث کو یا دوسری حدیث کو زیادتی حفظ ،ضبط، کثرۃ تعداد اور ترجیحات کی دوسری وجوہ کے ذریعہ ترجیح دی جائے گی۔ پس جو راجح ہوگی اسے محفوظ اور جو مرجوح ہوگی اسے شاذ کہیں گے۔

حدیث منکر:

وہ حدیث جس کو ضعیف راوی نے روایت کیا اور یہ حدیث مخالف ہے اس راوی کے جو اس سے کم ضعیف ہے یعنی اضعف راوی ضعیف کی مخالفت کرے اسے حدیث منکر کہتے ہیں اور اس کا مقابل معروف ہے۔ منکر اور معروف دونوں حدیثوں کے راوی ضعیف ہوتے ہیں لیکن فرق اتنا ہے معروف کا راوی ضعیف ہوتا ہے اور منکر کا راوی اضعف ہوتا ہے۔ اور شاذ اور محفوظ دونوں کے راوی قوی ہوتے ہیں لیکن محفوظ کا اقوی اور شاذ کا قوی تو شاذ اور منکر مرجوح ہوئے اور محفوظ اور معروف راجح ہوئے اور بعض محدثین نے شاذ اور منکر میں مخالفۃ کا اعتبار نہیں کیا کہ ایک راوی دوسرے سے قوی یا ضعیف ہو بلکہ انہوں نے شاذ کی یہ تعریف کی ہے کہ جس کو ثقہ راوی نے روایت کیا ہو اور وہ اپنی روایت میں منفرد ہو اور اس کیلئے کوئی ایسی اصل نہ پائی جاتی ہو جو اس کے موافق ہو اور اس کو پختہ کرنے والی ہو۔ ان کی یہ تعریف ثقہ کے فرد صحیح پر بھی صادق آتی ہے اور بعض محدثین نے نہ ثقہ ہونے اور نہ ہی مخالفۃ کا اعتبار کیا ہے۔ اور اس طرح منکر کو بھی صورت مذکورۃ کے ساتھ خاص نہیں کیا وہ اس حدیث کو منکر کہتے ہیں جو فسق یا فرط غفلۃ اور کثرۃ غلط کے ساتھ مطعون ہو بہرحال یہ اپنی اپنی اصطلاحات ہیں اور کسی کی اصطلاح پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حدیث معلل: لام کے فتح کے ساتھ۔

وہ حدیث جس کی سند میں ایسی علل اور اسباب غامضہ خفیہ ہوں جو صحتِ حدیث میں قادح ہوں (عیب اور نقصان کا باعث ہوں) اور اس پر مطلع وہی شخص ہو سکتا ہے جو اس فن میں مہارت رکھتا ہو جیسے متصل حدیث میں ارسال کرنا اور مرفوع حدیث میں وقف کرنا۔ اور کبھی معلل کی حدیث پر اقتصار کیا جاتا ہے فقط اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرنے کیلئے اور ان اسباب اور علل پر مطلع وہی شخص ہو سکتے ہیں جو ماہر ہو اس کی مثال جیسے صراف ہی درہم اور دینار کے کھرے اور کھوٹے پن پر مطلع ہو سکتا ہے۔

متابعت کا بیان

حدیث متابع: اسم فاعل کے صیغہ کے ساتھ۔

یک راوی نے حدیث روایت کی۔ دوسرے نے اس کی موافقت میں حدیث روایت کی تو دوسرے کی حدیث کو متابع کہتے ہیں۔ اور یہی معنیٰ ہے محدثین کے قول تابعہ فلان کا اور امام بخاری علیہ الرحمۃ نے صحیح بخاری میں اکثر فرمایا وله متابعات" اور اسطرح محدثین بھی فرماتے ہیں۔ وله متابعات"۔ اور متابعت تقویت اور تائید کا باعث ہوتی ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ متابعت کرنے والا راوی اول کے برابر ہو مرتبہ کے اعتبار سے گر کم مرتبہ ہو تو پھر بھی متابعت درست ہے۔ اور متابعت کبھی خود راوی میں ہوتی ہے اور کبھی اسکے شیخ میں ہوتی ہے۔ اول صورت اتم واکمل ہے ثانی سے اس لیے کہ وھن (سستی اور کمزوری) اول سند میں اکثر اور اغلب ہوتا ہے۔

مثله و نحوه:

اگر حدیث متابع اصل کے لفظ اور معنیٰ دونوں میں موافق ہو تو اس کے لیے مثله بولتے ہیں اور اگر فقط معنیٰ میں موافق ہو تو اس کیلئے نحوه کا لفظ بولتے ہیں۔ اور متابعت میں شرط یہ ہے کہ دونوں حدیثیں ایک ہی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوں۔ اور اگر دو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیں تو پھر متابع کو شاہد کہتے ہیں۔ جس طرح کہ کہا جاتا ہے (له شواهد) اور (ويشهد به حديث فلان) اور بعض نے مخصوص کیا ہے متابعت کو موافق فی اللفظ کیلئے اور شاہد کو موافق فی المعنیٰ کیلئے برابر ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہو یا دو سے اور کبھی متابع اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

شاھد کو ایک ہی معنیٰ کیلئے بولا جاتا ہے۔

اعتبار:

حدیث متابع اور شاہد کی معرفت کے قصد سے اسانید اور طرقِ حدیث میں تتبع تلاش کرنے کو اعتبار کہتے ہیں۔

فصل: راویوں کے اوصاف کے اعتبار سے اقسام

اصل حدیث کی اقسام تین ہیں۔(۱) صحیح (۲) حسن (۳) ضعیف۔ صحیح مرتبہ کے اعتبار سے اعلیٰ ہے اور ضعیف ادنیٰ ہے اور حسن متوسط ہے اور حدیث کی باقی اقسام مذکورہ ان تین قسموں میں داخل ہیں۔

حدیث صحیح لذاتہ: وہ حدیث جس کے راوی عادل ہوں تام الضبط ہوں غیر معلل اور غیر شاذ ہوں۔ اگر یہ تمام صفات علی وجہ التمام وکمال ہوں تو حدیث کو صحیح لذاتہ کہتے ہیں۔

صحیح لغیرہ: وہ حدیث صحیح کہ جس میں کسی قسم کی کمی واقع ہو اور اس کمی کو کثرۃِ طرق سے پورا کیا جائے تو اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔

حسن لذاتہ: وہ حدیث کہ جس میں کمی کثرۃِ طرق سے پوری نہ ہو۔ یعنی جس حدیث میں کسی قسم کی کمی ہو اور اس کو پورا نہ کیا جا سکتا ہو تو اسے حدیث حسن لذاتہ کہتے ہیں۔

ضعیف:

وہ حدیث جس میں حدیث صحیح کی شرائط معتبرہ ساری یا بعض مفقود ہوں۔ (یعنی نہ پائی جاتی ہوں)

حسن لغیرہ:

اگر ضعیف حدیث کے ضعف کو کثرۃ طرق سے پورا کرلیا جائے تو اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ ظاہر کلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ صحیح کی شرائط معتبرہ حسن میں ناقص ہوتی ہیں لیکن اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ وہ نقصان جس کا حسن میں اعتبار کیا گیا ہے وہ فقط عدم ضبط ہے اور باقی صفات حسن میں اپنی حالت پر ہوتی ہیں۔

عدالت کا بیان:

انسان کی وہ قوت راسخہ جو انسان کو تقویٰ اور مروّت پر ابھارے آمادہ کرے۔

تقویٰ: اعمال سیہ یعنی شرک وفسق اور بدعت سے بچنے کا نام تقویٰ ہے اور گناہ صغیرہ سے بچنا اس بارے میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اختلاف ہے اور مختار مذہب یہ ہے کہ تقویٰ میں گناہ صغیرہ سے بچنا شرط نہیں اس لیے کہ ان سے بچنا طاقت سے باہر ہے۔مگر گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا اسے کبیرہ بنا دیتا ہے۔

مروّت:

مروّت سے مراد ان خسائس اور نقائص سے بچنا ہے جو مقتضیٰ ہمت کیخلاف ہوں جیسے بازار میں کھانا پینا اور راستے میں پیشاب کرنا وغیرہ۔اور مناسب ہے کہ معلوم ہو جائے کہ ایک روایت میں عدالت ہوتی ہے اور ایک شہادۃ میں عدالت ہوتی ہے ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ عدالتِ شہادۃ مخصوص ہے آزاد کیلئے اور عدالتِ راویہ عام ہے آزاد کیلئے اور غلام کیلئے۔

ضبط:

ضبط سے مراد مسموع کو اس طرح ثابت رکھنا کہ فوت ہونے اور خلل واقع ہونے سے محفوظ رہے اسطرح کہ بوقت ضرورت اسکا استحضار ممکن ہو۔پھر ضبط کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ضبط صدر (۲) ضبط کتاب

ضبط صدر: ضبط صدر سے مراد دل میں یاد رکھنا اور محفوظ رکھنا ہے

ضبط کتاب: ضبط کتاب سے مراد یہ ہے کہ کتاب کو ادا کرنے (لکھنے) کے وقت تک محفوظ رکھنا۔

فصل: عدالت میں طعن کی وجوہ۔

طعن کے اسباب جن کا تعلق عدالت سے ہے پانچ ہیں۔

(۱) کذب (۲) اتہام کذب (۳) فسق (۴) جہالت (۵) بدعت۔

(۱) کذب:

کذب یہ ہے کہ راوی کا حضور ﷺ کی حدیثِ مبارک میں جھوٹ ثابت ہو جائے خواہ اسکے اپنے اقرار سے ثابت ہو جائے یا پھر کسی اور قرینے سے ثابت ہو۔

حدیث موضوع:

یعنی حدیث مطعون بالکذب کو حدیث موضوع کہتے ہیں اور جس راوی سے حدیثِ مبارک میں جھوٹ ثابت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہو جائے اگر چہ زندگی میں ایک بار ہی ہو اور اگر چہ اس نے توبہ بھی کرلی ہو لیکن پھر بھی اسکی حدیث کو قبول نہیں کیا جائے گا بخلاف جھوٹے گواہ کے کہ توبہ کے بعد اسکی گواہی قبول کر لی جاتی ہے۔حدیث موضوع سے مراد محدثین کی اصطلاح میں یہی ہے یہ مراد نہیں کہ بالخصوص اس حدیث میں راوی کا جھوٹ ثابت ہو۔اور مسئلہ اس بارے میں ظنی ہے قطعی نہیں ہے اور وضع اور افتراء کا حکم بھی ظن غالب کے طور پر ہے نا کہ قطعی اور یقین کے طور پر ہے اسلئے کہ جھوٹا آدمی بھی کبھی سچ بول دیتا ہے۔اس سے یہ اعتراض بھی دور ہو گیا ہے کہ حدیث میں جھوٹ کا ثبوت واضع کے اقرار کے ساتھ ہوتا ہے اسلئے کہ اقرار کے سبب حدیث کے موضوع ہونے کا یقین نہیں کیا جائے گا وجہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ راوی اپنے اقرار میں جھوٹا ہو تو حکم ظن غالب سے ہی لگایا جائے گا اور اگر اسطرح نہ ہو تو مقرِ قتل (یعنی قتل کا اقرار کرنے والا) کیلئے قتل کا اور شادی شدہ معترفِ زناء کیلئے رجم کا حکم دینا چاہیے اسلئے کہ اعتراف و اقرار تو پایا جاتا ہے لیکن اس اقرار میں بھی کذب کا احتمال موجود ہوتا ہے۔

(2) اتہام کذب:

یعنی راوی پر جھوٹی حدیث روایت کرنے کی تہمت ہو عمداً جو حدیث قواعد شرعیہ ضروریہ کے مخالف ہو اسطرح کہ وہ شخص جھوٹ کے اعتبار سے لوگوں کے کلام میں مشہور و معروف ہو اور اسکا حدیث نبوی ﷺ میں جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو ایسی حدیث کو حدیث متروک کہتے ہیں جس طرح کہا جاتا ہے

(حدیثہ متروک و فلان متروک الحدیث)۔

حکم: اس حدیث کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ شخص توبہ کر لے اور اماراتِ صدق اس سے ظاہر ہو جائیں تو اس سے حدیث کی سماعت جائز ہے یعنی اس کی حدیث مقبول ہوگی۔اور وہ شخص کہ جس سے کبھی زندگی میں جھوٹ سرزد ہوا ہو حدیث نبوی ﷺ کے علاوہ کلام الناس میں تو اسکی حدیث کو موضوع یا متروک نہیں کہیں گے۔اگر چہ یہ معصیت ہے۔

(3) فسق:

فسق سے فسق فی العمل ہے نہ کہ فسق فی الاعتقاد اس لیے کہ فسق فی الاعتقاد بدعت میں داخل ہے اور بدعت کا استعمال اکثر طور پر اعتقاد میں ہوتا ہے۔اور کذب اگر چہ فسق میں داخل ہے لیکن اسکو الگ ذکر اس لیے کیا کہ یہ شدید طعن اور سخت عیب شمار ہوتا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(4) جہالت راوی:

جہالت راوی طعن کے اسباب میں سے ایک سبب ہے یعنی راوی کا مجہول الحال ہونا اس لیے کہ جب اس کا نام اور اس کی ذات کے متعلق معرفت نہ ہوگی تو اس کا حال معلوم نہ ہو سکے گا کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ۔ جیسے کہتے ہیں حد ثنی رجل" یا (اخبر نی شیخ) تو ایسے راوی کی روایت کردہ حدیث کو حدیث مبہم کہتے ہیں۔

حکم: حدیث مبہم کا حکم یہ ہے کہ اگر اسکا راوی صحابی ہو تو مقبول ہے ورنہ غیر مقبول ہے اس لیے کہ صحابہ علیہم الرضوان سب عادل ہیں۔ اور اگر حدیث مبہم لفظ تعدیل کے ساتھ مذکورہ ہو جیسے (اخبر نی عدل) یا (حدثنی ثقة") تو اس کی قبولیت میں اختلاف ہے۔ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے کہ ہو سکتا ہے راوی کے اعتقاد میں عدل ہو اور نفس الامر میں یعنی واقع میں عدل نہ ہو۔ ہاں اگر یہی بات امام حاذق کوئی ماہر امام کہہ دے تو قبول کر لیا جائے گا۔

(5) بدعت:

بدعت سے مراد یہ ہے کہ ایسے نئے کام کا اعتقاد رکھنا جو دین میں عرف کیخلاف ہو اور جو حضور ﷺ اور صحابہ علیہم الرضوان کے طریقہ کار کے خلاف ہو اور یہ مخالفت بطریق شبہ ہو اور بطریق تاویل ہو نہ کہ بطریق انکار ہو اس لئے کہ یہ کفر ہے۔

حکم:

1: بدعتی کی روایت جمہور علماء کے نزدیک مردود ہے۔

2: اور بعض کے نزدیک اگر وہ راوی یعنی بدعتی متصف ہو صدق لہجہ اور صیانۃ لسان کے ساتھ تو اس کی حدیث مقبول ہوگی۔

3: بعض نے کہا کہ اگر وہ شخص دین میں کسی امر متواتر کا منکر ہو اور اس امر کا دین سے ہونا بداہۃً معلوم ہوتا ہو تو اس کی حدیث مردود ہے اور اگر ایسی بات نہ ہو تو حدیث مقبول ہوگی اگرچہ مخالفین نے اس کا انکار کیا ہے۔ ضبط, ورع, تقویٰ اور صیانۃ کے پائے جانے کے باوجود۔

4: مختار مذھب یہ ہے کہ اگر وہ راوی بدعت کی طرف داعی ہے اور بدعت کی ترویج کرنے والا ہے تو اس کی روایت کو رد کر دیا جائے گا اور اگر ایسی بات نہ ہو تو قبول کر لی جائے گی۔ شرط یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز روایت نہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کرے جو اس کی بدعت کو تقویت دے ورنہ وہ مردود ہے قطعاً اور بالجملہ ائمہ نے اھل بدعت اور اھل اھواء اور کج مذاھب والوں سے حدیث لینے میں اختلاف کیا ہے۔ صاحب جامع الاصول نے فرمایا ہے کہ محدثین کی ایک جماعت نے خوارج فرقہ قدریہ اور روافض اہل تشیع اور دیگر اصحاب بدعت سے حدیث اخذ کی ہے۔ مگر زیادہ احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ ان سے حدیث نہ لی جائے اور ہر ایک کے عمل کا دارومدار اس کی نیت پر ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان فرقوں سے اخذِ حدیث تحری اور استصواب کے بعد ہوگا۔ لیکن پھر بھی احتیاط اخذِ حدیث نہ کرنے میں ہے اس لئے کہ یہ بات ثابت ہے کہ یہ لوگ اپنے مذہب کی ترویج کے لئے حدیثیں گھڑتے تھے اور توبہ اور رجوع کے بعد اقرار بھی کرتے تھے واللہ اعلم بالصواب.

فصل: ضبط سے تعلق رکھنے والے اسباب طعن

ضبط سے متعلق اسباب طعن بھی پانچ ہیں۔

(۱) فرط غفلۃ (۲) کثرت غلط (۳) مخالفت ثقات (۴) وہم (۵) سوء حفظ۔

فرط غفلت و کثرت غلط:

ان دونوں کا معنی قریب قریب ہے۔ البتہ فرط غفلت یہ ہے کہ راوی اپنی مرویات کے متعلق اس قدر غافل ہوجائے کہ دوسرے شخص کی بات مان لے یہ کہ کوئی اس سے کہے کہ تُو نے یہ کہا تھا یا سُنا تھا تو وہ یہ مان لے۔ کثرت غلط سے مراد یہ ہے کہ راوی کی روایت میں غلطیاں بنسبت صواب اور درستگی کے زیادہ ہوجائیں یا مساوی ہوجائیں۔ پس غفلت حدیث کو سُننے اور حاصل کرنے میں ہوتی ہے اور غلطی حدیث کو دوسرے تک پہنچانے میں ہوتی ہے۔

مخالفۃ ثقات:

مخالفۃ ثقات اسناد میں یا متن میں ہوتی ہے اسکی متعدد اقسام ہیں جو موجب شذوذ ہیں اور مخالفۃ ثقات کو وجوہ طعن جو متعلق ہیں ضبط کے ساتھ ان میں سے قرار دیا اسلیئے کہ مخالفہ ثقافت پر اُبھارنے والی چیز عدم ضبط اور عدم حفظ ہے اور تغیر اور تبدل سے محفوظ نہ ہونا ہے۔

وہم:

طعن کے اسباب میں سے وہم اور نسیان بھی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ راوی کو وہم اور نسیان کے سبب خطا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لاحق ہو جائے اور وہ وہم کے طور پر حدیث کو روایت کر دیا ور اگر ایسے قرائن سے کہ جو وجوہ علل اور اسباب قادحہ (یعنی ناقصہ) پر دلالت کرنے والے ہوں اس بات کا پتا چل جائے تو اسے حدیث معلل کہتے ہیں۔اور حدیث معلل کو پہچاننا بہت غامض اور دقیق معاملہ ہے اس کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا مگر وہ شخص کہ جسے اللہ تعالیٰ نے فہم عطا کیا ہو اور وسیع حفظ، راویوں کے مراتب کی کامل معرفت اور اسانید اور متون کی کامل معرفت عطا کی ہو جس طرح کہ اس فن کے متقدمین تھے جنکی انتہا امام دار قطنی پر ہوتی ہے کہا جاتا ہے کہ امام موصوف جیسا اس فن میں آپ کے بعد کوئی نہیں آیا۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

سوءِ حفظ:

راوی کا بد حافظہ ہونا۔محدثین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد راوی کی درستگی کا پلہ خطاء پر غالب نہ ہو اور اسکا حفظ اور اتقان اسکے سہو اور نسیان سے زائد نہ ہو۔یعنی اگر اسکی خطاء اور نسیان غالب ہو یا برابر ہو جائے اسکے صواب اور درستگی سے تو یہ سوءِ حفظ میں داخل ہے اور جس چیز پر اعتماد کیا گیا ہے وہ اسکی درستگی اور اتقان ہے اور انکا غالب ہونا ہے نہ کہ مغلوب ہونا۔

سوءِ حفظ کی اقسام:

سوءِ حفظ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) لازم (۲) طاری

لازم:

سوءِ حفظ لازم سے مراد یہ ہے کہ یہ حالت اس کو تمام عمر میں ہر وقت لاحق رہے ایسے راوی کی حدیث معتبر نہیں ہوتی ہے۔اور بعض محدثین نے اسے شاذ میں داخل کیا ہے۔

طاری:

اس سے مراد ہے کہ سوءِ حفظ اسے کسی عارضہ کے سبب لاحق ہوا ہو جیسے حافظہ میں خلل کا پیدا ہو جانا عمر کے بڑھ جانے کے سبب بینائی کے چلے جانے کے سبب کتابوں کے ضائع ہو جانے کے سبب ایسے راوی کے بیان کردہ حدیث کو حدیث مختلط کہتے ہیں اگر اسکی حدیث اختلاط اور اختلال سے قبل کی روایت کی ہوئی ہو اور وہ حدیث اس حالت میں روایت کردہ حدیث سے ممتاز بھی ہو تو اسے قبول کر لیا جائے گا اگر ممتاز نہ ہو تو توقف کیا جائے گا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور اسی طرح اگر اختلاط کا اشتباہ ہو تو توقف کیا جائے گا۔ اور اگر اسکے متابعات اور شواہد مل جائیں تو مقبول ہو جائے گی اور یہی حکم حدیث مستور اور مدلس و مرسل کا ہے۔

فصل: حدیث صحیح کی اقسام

1: حدیث غریب: اگر حدیث صحیح کا راوی ایک ہو تو اسے حدیث غریب کہتے ہیں اور اس کا دوسرا نام (فرد) بھی ہے اور فرد کی دو قسمیں ہیں۔

1: فرد مطلق 2: فرد نسبی

1: فرد مطلق: اس سے مراد یہ ہے کہ سلسلہ رواۃ میں ہر مقام پر ایک ہی راوی ہو۔

2: فرد نسبی: اس سے مراد یہ ہے کہ ہر مقام پر ایک راوی نہ ہو بلکہ بعض مقامات پر ایک راوی ہو اور بعض پر ایک سے زائد راوی ہوں۔

حدیث عزیز: اگر صحیح حدیث کے راوی دو ہوں تو اسے حدیث عزیز کہتے ہیں۔

حدیث مشہور: اگر حدیث صحیح کے راوی دو سے زائد ہوں تو اسے حدیث مشہور کہتے ہیں۔ اور دوسرا نام مستفیض بھی ہے۔

حدیث متواتر: اگر حدیث صحیح کے راوی اس کثرت سے ہیں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو تو اسے حدیث متواتر کہتے ہیں۔

نوٹ: حدیث عزیز میں دو راوی ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ ہر مقام پر دو ہی ہوں اگر کسی مقام پر ایک ہوا تو یہ حدیث غریب بن جائے گی۔ اور اسی طرح باقی اقسام بھی جس طرح کہ مشہور میں کثرۃ کا اعتبار یعنی ہر مقام میں دو سے زائد ہی راوی ہوں اگر دو ہو گئے تو مشہور نہیں بلکہ عزیز بن جائے گی۔ اور محدثین کے قول (الاقل حاکم علی الاکثر فی هذا لفن) کا مطلب یہی ہے۔ اور یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ غرابت صحت کے منافی نہیں ہے یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ حدیث صحیح غریب ہو اس طرح کہ حدیث کے راویوں میں سے ہر ایک ثقہ ہو تو وہ حدیث صحیح غریب ہو گی اور حدیث غریب کبھی شاذ کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ اور شاذ سے مراد وہ ہے جو طعن کے اسباب سے ہے یعنی جس میں مخالفۃ ثقات کا اعتبار ہو اور جب صاحب مصابیح فرمائیں هذا حدیث غریب تو اس سے مراد یہی ہے یعنی شاذ۔ اور بعض مفسرین نے شاذ کی تعریف اس طرح کی ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جس میں مخالفۃ ثقات کا اعتبار نہ ہو اور وہ فرماتے ہیں (صحیح شاذ ") اور (صحیح غیر شاذ) تو اس صورت میں یہ شاذ بھی صحت کے منافی نہیں ہے جس طرح کہ غرابۃ منافی نہیں ہے اور بمقام طعن میں جو شاذ مذکور ہے وہ ثقات کے مخالف ہے۔

فصل:

حدیث ضعیف

حدیث ضعیف وہ ہے کہ جس میں حدیث صحیح اور حسن کی شرائط معتبرۃ ساری یا بعض مفقود ہوں۔ اور اس کے راوی کی شذوذ، نکارۃ یا کسی اور علت کے سبب مذمت کی گی ہو۔ اس اعتبار سے حدیث ضعیف کی متعدد اقسام ہیں اور کثیر افراد اور تراکیب ہیں اور اسی طرح صحیح اور حسن کے بھی مختلف مراتب ہیں لذتھما اور لغیر ھما اور درجات اور مراتب کے تفاوت کے سبب باوجود اس کے کہ اصل میں وہ صحیح اور حسن ہیں۔

اصح الاسانید کا اطلاق

کسی سند مخصوص پر اصح الاسانید کا اطلاق کرنے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ اصح الاسانید (زین العابدین عن ابیہ عن جدہ) ہے اور بعض نے کہا کہ (مالک بن نافع عن ابن عمر) ہے اور بعض نے کہا کہ (الزھری عن سالم عن ابن عمر) ہے۔ حق بات یہ ہے کہ کسی سند مخصوص پر اصح الاسانید کا اطلاق کرنا درست نہیں اس لیے کہ صحت کے متعدد مراتب علیا ہیں اور متعدد اسانید اس میں داخل ہیں۔ البتہ اگر یوں کہا جائے کہ فلاں شہر کے راوی کی سند اس شہر کے راویوں سے اصح ہے۔ یا یہ کہ فلان باب میں جو سند ہے وہ دوسری اسناد سے اصح ہے یا فلان مسئلہ میں جو سند ہے وہ دوسری اسناد سے اصح ہے۔ تو ایسا کہنا درست ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

فصل:

امام ترمذی علیہ الرحمۃ کی عادت

امام ترمذی علیہ الرحمۃ کی عادت ہے کہ اپنی جامع میں فرماتے ہیں۔

1: حدیث حسن صحیح 2: حدیث غریب حسن 3: حدیث حسن غریب صحیح

اور ظاہر بات ہے کہ حسن اور صحت کے جمع ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس طرح کہ حسن لذاتہ ہو اور صحیح لغیرہ ہو اور غرابت اور صحت کے جمع ہونے میں بھی جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا۔ بہر حال غرابت اور حسن کا جمع ہونا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اشکال میں ڈالتا ہے۔اس لیے کہ امام ترمذی علیہ الرحمہ نے حسن میں تعدد طرق کا اعتبار کیا ہے اور غریب میں تعدد طرق نہیں ہوتا تو شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے اس کے چار جوابات لکھیں ہیں۔

1: حسن میں تعدد طرق کا اعتبار مطلقاً نہیں ہے بلکہ وہ حسن کی ایک قسم ہے جس میں تعدد طرق کا اعتبار کیا جاتا ہے اور جب حسن اور غریب اکھٹے ہوں تو مراد دوسری قسم ہوتی ہے جس میں تعدد طرق کا اعتبار نہیں کیا گیا

2: بعض نے یہ جواب دیا کہ اس سے اشارہ اختلافِ طرق کی طرف ہے۔یعنی بعض طرق سے دیکھا جائے تو حدیث غریب ہے اور بعض کے اعتبار سے حسن ہے۔

3: اور یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ واؤ بمعنیٰ او ہے یعنی امام ترمذی علیہ الرحمہ متردد ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے یا حسن ہے کامل معرفت کے نہ ہونے کے سبب۔

4: اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حسن سے مراد حسن کا اصطلاحی معنیٰ نہیں بلکہ لغوی معنیٰ ہے یعنی (ما یمیل الیہ الطبع) طبیعت جس کی طرف مائل ہو اور یہ قول بہت بعید ہے۔

فصل:

قابل احتجاج احادیث

1: احکام میں قابل احتجاج حدیث صحیح ہے۔خواہ لذاتہ ہو یا لغیرہ ہو۔یعنی دو قسمیں بن گئیں۔

(I): صحیح لذاتہ (II): صحیح لغیرہ

اس پر سب کا اتفاق ہے۔

2: حسن لذاتہ۔احتجاج کے باب میں یہ حدیث یعنی حسن لذاتہ ملحق ہے صحیح کے ساتھ اگر چہ مرتبہ میں یہ اس سے کم ہے۔

3: وہ حدیث ضعیف کہ جو تعدد طرق کے سبب حسن لغیرہ کے مرتبہ تک پہنچ جائے وہ بھی بالاتفاق قابل احتجاج ہے۔اور یہ بات جو مشہور ہے کہ حدیث ضعیف صرف فضائل اعمال میں معتبر ہے نہ کہ اس کے علاوہ میں تو اس سے مراد مفرد ہے۔نہ کہ مجموع اور مفرد سے یہ مراد ہے کہ اس کے ضعف کو تعدد طرق سے پورا نہ کیا گیا ہو اور مجموع سے مراد یہ ہے کہ اس کے ضعف کو تعدد طرق سے پورا کرلیا گیا ہو تو مفرد صرف فضائل میں معتبر ہوتی ہے۔اس لیے کہ مجموع تو حسن میں داخل ہے نہ کہ ضعیف میں ائمہ نے اسی طرح تصریح فرمائی ہے۔اور بعض

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

محدثین نے فرمایا کہ اگر ضعیف حدیث میں ضعف سوءِ حفظ اختلاط اور تدلیس کی وجہ سے ہو صدق اور دیانۃ کے ہوتے ہوئے تو اس کی کو پورا کیا جائے گا تعدد طرق کے ساتھ اور اگر ضعف اتہام کذب شذوذ یا فحش خطاء کی وجہ سے ہو تو اس کی کو تعدد طرق سے پورا نہیں کیا جائے گا بلکہ اس پر ضعیف ہونے کا ہی حکم لگایا جائے گا اور وہ حدیث فضائل اعمال میں ہی معتبر ہوگی۔ اور مناسب ہے کہ محدثین کا یہ قول کہ حدیث ضعیف اگر ضعیف کے ساتھ لاحق ہو جائے تو کسی قوۃ کا فائدہ نہیں دیتی۔ اس قول کو مفرد حدیث ضعیف پر محمول کیا جائے یعنی جس کے ضعف کو پورا نہ کیا گیا ہو ورنہ اس قول کا فساد ظاہر ہے۔

فصل:

جس طرح حدیث صحیح میں تفاوت ہے مرتبہ کے اعتبار سے اسی طرح صحیح احادیث پر مشتمل کتب بھی بعض بعض سے اصح ہیں۔ جان لو کہ جمہور محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحیح بخاری باقی تمام لکھی گئیں کتب سے مقدم ہے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب بخاری شریف ہے البتہ بعض مغاربہ نے صحیح مسلم کو بخاری پر ترجیح دی ہے۔ جمہور محدثین نے ان کو جواب یہ دیا ہے کہ اگر ہم حسن بیان جودۃِ وضع اور ترتیب اور دقیق اشارات کی رعایت اور اسانید اور متون میں نکات کے محاسن کی رعایت کی جانب نظر کریں تو صحیح مسلم مقدم ہے لیکن یہ باتیں خارج از بحث ہیں۔ بحث تو صحت اور قوت میں ہے اور اس بارے میں کوئی کتاب بھی صحیح بخاری کے مساوی نہیں ہے اور اس کی صحت کی دلیل وہ کمال صفات ہیں جن کا اعتبار امام بخاری نے راویوں میں کیا ہے اور بعض نے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے میں توقف کیا ہے۔ لیکن حق بات وہی پہلی ہے۔

متفق علیہ: وہ حدیث جس کو امام بخاری و مسلم نے تخریج کیا ہو شیخ محقق فرماتے ہیں کہ شرط یہ ہے کہ دونوں نے ایک صحابی سے روایت کی ہو۔ محدثین فرماتے ہیں کہ متفق علیہ احادیث کی تعداد دو ہزار تین سو چھبیس (2326) ہے۔

1: تمام محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ شیخین کی یعنی امام بخاری و مسلم کی روایت باقی روایتوں سے مقدم ہے۔ قوت اور صحت کے اعتبار سے۔

2: پھر وہ حدیث جسے امام بخاری نے روایت کیا ہو۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

3: پھر وہ حدیث جسے امام مسلم نے تخریج کیا ہو۔

4: پھر وہ حدیث جو امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر ہو۔

5: پھر وہ حدیث جو امام بخاری کی شرط پر ہو۔

6: پھر وہ حدیث جو امام مسلم کی شرط پر ہو۔

7: پھر وہ حدیث کہ جسے ان ائمہ نے روایت کیا ہو جنہوں نے صحت کا التزام کیا ہے اور انہیں صحیح قرار دیا ہے۔

یوں کل سات قسمیں بن گئیں مقام اور مرتبہ کے اعتبار سے اور اس بات سے مراد کہ شیخین کی شرط پر ہو یہ ہے کہ جو صفات شیخین کے راویوں میں پائی جائیں وہی صفات اس حدیث کے راویوں میں موجود ہوں یعنی ضبط اور عدالت کا ہونا اور شذوذ نکارۃ اور غفلت کا نہ ہونا وغیرہ۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو راوی شیخین کے ہوں بعینہ وہی راوی اس حدیث کے بھی ہوں یہ شرط سے مراد ہے۔ شیخ محقق فرماتے ہیں کہ اس بارے میں طویل بحث ہے جس کو ہم نے شرح (سفر السعادۃ) کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔

فصل:

احادیث صحیحہ ساری صحیح بخاری اور مسلم میں منحصر نہیں ہیں۔ اور یہ بھی نہیں کہ ان دونوں نے ساری صحاح کا احاطہ کر لیا ہو بلکہ یہ دونوں کتابیں صحاح میں منحصر ہیں یعنی ان کے اندر مذکورہ تمام احادیث صحیح ہیں۔ اور اس طرح وہ احادیث جو امام بخاری اور امام مسلم کے نزدیک صحیح تھیں ان سب کو ذکر نہیں کیا تو وہ احادیث جو دوسرے ائمہ کے ہاں صحیح قرار پائی ہیں ان کا احاطہ کیا ہو؟ امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب میں صحیح احادیث ہی کو ذکر کیا ہے اور بہت ساری صحیح احادیث کو میں نے چھوڑ دیا ہے۔ اور امام مسلم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب میں صحیح احادیث کو ذکر کیا اور میں یہ نہیں کہتا کہ جو میں نے ترک کر دیں ہیں وہ ضعیف ہیں۔ شیخ محقق فرماتے ہیں کہ اس ترک کرنے اور ذکر کرنے میں کسی وجہ تخصیص کا ہونا ضروری ہے اور وہ یا تو صحت کے سبب ہوگا یا کسی اور مقصد کیلئے ہوگا۔ حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری علیہ الرحمۃ نے ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام آپ نے مستدرک رکھا مطلب یہ ہے کہ جو صحیح احادیث امام بخاری علیہ الرحمۃ اور مسلم علیہ الرحمۃ نے ترک کر دیں وہ انہوں نے اپنی کتاب مستدرک میں جمع کیں۔ اور ان کی تلافی کی اور آپ نے بعض ایسی احادیث ذکر کیں جو شیخین کی شرط پر پوری اترتی تھیں اور بعض ایسی جو ان دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر اور بعض ایسی جو ان دونوں کے غیر کی شرط پر پوری اترتی تھیں۔ اور ساتھ آپ نے فرمایا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ اور مسلم علیہ الرحمۃ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو احادیث ان دو کتابوں میں نہیں ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ اور آپ یہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں ایک ایسا بدعتی فرقہ پیدا ہو گیا ہے جو ائمہ دین پر طعن کرتا ہے زبان دراز کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تمہارے ہاں صحیح احادیث کا جو مجموعہ ہے وہ تو دس ہزار تک نہیں پہنچتا حالانکہ امام بخاری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث یاد ہیں اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ امام بخاری نے جو احادیثِ صحیحہ فرمایا ان سے مراد وہ ہیں جو امام بخاری علیہ الرحمۃ کی شرائط پر پوری اترتی تھیں۔ و اللہ اعلم بالصواب

بخاری شریف میں احادیث کی تعداد

بخاری شریف میں اگر مکررات کو بھی شامل کریں تو سات ہزار دو سو پچھتر (7275) احادیث ہیں۔ اور اگر مکررات کو شامل نہ کریں تو چار ہزار (4000) تعداد بنتی ہے۔

دیگر کتب صحاح:

1: صحیح ابن خزیمہ:

ابن خزیمہ علیہ الرحمہ کو امام الائمہ کہا جاتا ہے اور آپ ابن حبان علیہ الرحمہ کے شیخ ہیں اور آپ کی تعریف میں ابن حبان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے روئے زمین پر صناعتِ سنن اور الفاظِ صحیحہ کے حفظ کرنے میں آپ سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھا گویا کہ تمام سنن اور احادیث آپ کے پیشِ نظر ہوں۔

2: صحیح ابن حبان:

ابن حبان علیہ الرحمۃ جو کہ ابن خزیمہ علیہ الرحمہ کے شاگرد تھے۔ آپ ثقہ، ثبت، فاضل، امام فہام تھے۔
حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ علم اور لغت اور حدیث اور وعظ کا خزانہ تھے اور آپ مردانِ عقلاء میں سے تھے۔

3: مستدرک:

حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حافظ تھے ثقہ تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب میں تساہل سے یعنی نرمی سے کام لیا ہے۔ اسی وجہ سے آپ پر اعتراضات کیے گئے ہیں۔ محدثین فرماتے ہیں کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان سے استفادہ زیادہ ممکن ہے اور وہ زیادہ قوی ہیں امام حاکم سے اور وہ زیادہ پر لطف اور حسین ہیں اسانید اور متون کے لحاظ سے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

4: المختارۃ:

یہ کتاب حافظ ضیاء الدین مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور آپ نے بھی وہی احادیث تخریج کی ہیں جو بخاری اور مسلم میں نہیں تھیں۔ اور محدثین فرماتے ہیں کہ آپ کی یہ کتاب مستدرک سے احسن ہے اور بھی بہت ساری کتب ہیں کہ جن میں صحیح احادیث ہی کو جمع کیا گیا ہے۔ جیسے۔ صحیح ابن عوانۃ، ابن السکن اور المنتقی لابن جارود لیکن ایک جماعت نے ان پر تنقید کی ہے۔ تعصب کی وجہ سے یا انصاف کرتے ہوئے۔ وفوق کل ذی علم علیم واللہ اعلم۔

فصل: **صحاح ستہ**

وہ چھ احادیث کی کتابیں جو مشہور ہیں اور اسلام میں معتمد علیہ ہیں۔ ان کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے اور اس سے مراد

1: صحیح بخاری　2: صحیح مسلم　3: جامع ترمذی　4: سنن ابی داؤد

5: سنن نسائی　6: سنن ابن ماجہ

اور بعض نے مؤطا امام مالک علیہ رحمہ کو ابن ماجہ کا بدل قرار دیا ہے۔ اور صاحب جامع اصول نے تو اختیار ہی مؤطا کو کیا ہے۔ یعنی صحاح ستہ میں چھٹے نمبر پر وہ ابن ماجہ کی جگہ مؤطا کو مانتے ہیں۔

اعتراض: صحیح بخاری اور مسلم کے علاوہ جو کتب اربعہ ہیں ان میں صحیح ضعیف اور حسن تمام قسم کی احادیث مذکور ہیں تو پھر ان کو صحاح کہنا کیسے درست ہے؟

جواب: شیخ محقق علیہ رحمہ فرماتے ہیں کہ ان کو صحاح تغلیباً کہا گیا ہے یعنی صحیح کو ضعیف اور حسن پر غلبہ دیتے ہوئے ان کا نام صحاح رکھا گیا ہے۔ اور صاحب مصابیح شیخین کی روایت کردہ احادیث کے علاوہ جو حدیث روایت کرتے ہیں۔ اسے حسن فرماتے ہیں تو ہوسکتا ہے یہی وجہ ہو یعنی تغلیباً وہ حسن کہتے ہوں یا معنیٰ لغوی کا اعتبار کرتے ہوئے کہتے ہوں یعنی مایمیل الیہ الطبع یا ہوسکتا ہے یہ ان کی کوئی نئی اصطلاح ہو اور بعض محدثین فرماتے ہیں کہ دارمی کی کتاب کو صحاح میں چھٹے نمبر پر شمار کرنا زیادہ مناسب اور صحیح ہے اس کی چار وجوہات شیخ محقق ذکر کرتے ہیں۔

1: اس کے راویوں میں ضعف بہت کم ہے یعنی ضعیف راوی بہت کم ہیں۔

2: اس کتاب میں منکر اور شاذ احادیث بہت کم ہیں یعنی نہ ہونے کے برابر ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

3:اس کی اسانید بہت عالی ہیں۔

4:اس کی ثلاثیات بخاری کی ثلاثیات سے زائد ہیں۔

ثلاثیات سے مراد یہ ہے کہ اس کے اور حضور علیہ السلام کے درمیان صرف تین واسطے ہوں۔

یہ چندوہ کتابیں تھیں جو زیادہ مشہور ہیں اس کے علاوہ اور بھی مشہور کتب ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب (جمع الجوامع) میں لکھا کہ ایسی کتب جو حدیث صحیح حسن اور ضعیف پر مشتمل ہیں پچاس 50 سے زائد ہیں۔

اور آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کتب میں کوئی بھی موضوع حدیث نہیں پائی کہ جس کو بالاتفاق محدثین نے ترک کیا ہو اور مردود قرار دیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

صاحب مشکوٰۃ نے اپنی کتاب کی ابتداء میں جن ائمہ محدثین راسخین کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ۔ امام مسلم علیہ الرحمۃ۔ امام مالک علیہ الرحمۃ۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ۔ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ۔ امام ترمذی علیہ الرحمۃ۔ امام ابوداؤد علیہ الرحمۃ۔ امام نسائی علیہ الرحمۃ۔ ابن ماجہ۔ دارمی۔ دار قطنی۔ بیہقی۔ رزین علیہم الرحمۃ۔ اور ان کے علاوہ کے ذکر میں اختصار سے کام کیا ہے۔

شیخ محقق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان ائمہ کرام کے احوال کو ایک الگ مستقل کتاب میں تحریر کیا ہے۔ جس کا نام الاکمال فی اسماء الرجال ہے۔ اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے۔ اور اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ ابتداء اور انتہاء میں اور صاحب مشکوٰۃ کی الاکمال فی اسماء الرجال اسی کتاب یعنی مشکوٰۃ المصابیح کے آخر میں ملحق ہے۔

تمت بالخیر:

فالحمد لله على التمام والصلوٰة والسلام على خير الانام و على اله واصحابه الكرام. آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

30-12-2005

بروز جمعۃ المبارک

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(ضمیمہ)

حالاتِ مصنفین:

1: شیخ الاسلام امام اہل سنت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز:

امام اہل سنت شیخ محقق علیہ الرحمۃ شہر دہلی 958ھ/1551ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے آباؤ اجداد میں سے آغا ترک بخاری تھے جو کہ سلطان علاؤالدین خلجی کے زمانے میں بخارا سے ہجرت کر کے دہلی تشریف لائے۔ اور بلند و بالا منصب پر فائز رہے۔ بخارا سے ہجرت کے وقت آپکے ساتھ متعلمین اور مریدین کی ایک جماعت تھی۔ آپکے والد ماجد شیخ سیف الدین دہلوی علیہ الرحمۃ شعر و سخن کا ذوق رکھنے والے عالم اور صاحب حال بزرگ تھے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں شیخ امان اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔

تحصیل علم: حضرت شیخ محقق کو اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے علم سلیم اور فہم و دانش کا وافر حصہ عطاء فرمایا حافظہ حیرت انگیز حد تک قوی تھا۔ خود فرماتے ہیں کہ دو سال کی عمر میں دودھ چھڑانے کا واقعہ مجھے اس طرح یاد ہے جس طرح کل کی بات ہو۔ ذکاوت اور فطانت کا یہ عالم تھا کہ دوران سبق عجیب عجیب اور مفید باتیں ذہن میں آتیں اساتذہ کے سامنے پیش کرتے تو وہ کہتے ہم تم سے استفادہ کرتے ہیں اور ہمارا تم پر کوئی احسان نہیں ہے۔ سترہ سال کی عمر میں اس وقت کے مروجہ علوم سے فارغ ہوگئے بعد ازاں ایک سال میں قرآن پاک یاد کیا اور اس کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تصانیف: شیخ محقق علیہ الرحمۃ کی تصانیف کی تعداد ساٹھ ہے جو کہ مشہور و معروف ہیں۔

شیخ محقق علیہ الرحمۃ کی چند تصانیف

نام کتاب	موضوع	زبان
اخبار الاخیار فی احوال الابرار	سیر و تذکرہ	فارسی
آداب الصالحین	اخلاق	فارسی
آداب اللباس	اخلاق	فارسی
اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ	حدیث	فارسی
زبدۃ الاسرار منتخب بہجۃ الاسرار	سیرت	فارسی
تکمیل الایمان وتقویۃ الایقان	عقائد	فارسی
توصیل المرید الی المراد بہ	تصوف	فارسی
جزالقلوب الی دیار المحبوب	تاریخ	فارسی
شرح سفر السعادت	تاریخ	فارسی
شرح فتوح الغیب	تصوف	فارسی
فہرس التوالیف	ذاتی	فارسی۔عربی
کتاب المکاتیب والرسائل	مکاتیب	فارسی
ماثبت بالسنۃ فی ایام السنہ	حدیث	عربی
مدارج النبوت	سیرت	فارسی
مرج البحرین	تصوف	فارسی
نکات الحق والحقیقت	تصوف	فارسی

(مدارج النبوت)

وصال: 21 ربیع الاول 1052ھ/1642ء کو آسمان علم و معرفت کا نیر درخشاں دین اسلام اور مقام مصطفےٰ ﷺ کا محافظ اور مسلک اہل سنت کا پاسبان دنیا والوں کی نگاہوں سے روپوش ہو کر دہلی کے ایک گوشے میں محو استراحت ہوا رحمۃ اللہ علیہ

2: صاحب مصابیح: ابو محمد حسین بن مسعود علیہ الرحمۃ

آپکا نام حسین والد ماجد کا نام مسعود ہے کنیت ابو محمد ہے لقب فراء ہے۔ ہرات اور سرخس کے درمیان ایک بستی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے جسکا نام بغو ہے آپ وہاں کے رہنے والے تھے اس نسبت سے آپکو بغوی کہا جاتا ہے۔ خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ہماری سنت زندہ کی ہے اللہ تجھے زندہ رکھے۔ اسکے بعد آپکا لقب محی السنہ پڑ گیا آپ علیہ الرحمۃ شافعی مذہب سے متعلق تھے بڑے متقی عالم زاہد تارک الدنیا بزرگ تھے ہمیشہ روکھی روٹی یا زیتون یا کشمش سے روٹی کھاتے تھے۔ اسی برس سے زائد عمر پا کر 516ھ کو مقام کردمیں وصال فرمایا۔ اپنے استاد محترم کے پہلو میں دفن ہوئے اور مصابیح کے علاوہ دیگر کتب بھی تصنیف فرمائی جیسے فتاویٰ بغوی، کتاب التہذیب وغیرہ اور مصابیح مین چار ہزار چار سو چونتیس (4434) احادیث ہیں

(مرقاۃ)

3: صاحب مشکوٰۃ: ولی الدین عراقی علیہ الرحمۃ

ولی الدین عراقی علیہ الرحمۃ آٹھویں صدی ہجری کے معروف عالم دین تھے آپکا نام محمد والد کا نام عبداللہ تھا انکے تفصیلی حالات مورخین اور تذکرہ نگاروں نے تحریر نہیں کیے۔ آپکی شہرت کا دارومدار مشکوٰۃ المصابیح ہے۔ شیخ ولی الدین علیہ الرحمۃ نے 737ھ/1336ء میں مصابیح کی نئے سرے سے ترتیب وتدوین کی اسطرح کہ مصابیح میں بہت سی احادیث ایسی تھیں جنکی اسانید ذکر نہیں کی گئی تھی۔ انکو ذکر کیا اور مصابیح میں کل احادیث چار ہزار چار سو چونتیس (4434) تھیں اور صاحب مشکوٰۃ نے ایک ہزار پانچ سو گیارہ (1511) احادیث کا اضافہ کیا تو مشکوٰۃ مصابیح میں کل احادیث کی تعداد پانچ ہزار نو سو پینتالیس (5945) ہوگئی (مرقاۃ)

(مراۃ المناجیح) مشکوٰۃ مصابیح کو بہت جلد حلقہ محدثین میں مقبولیت حاصل ہوئی جسکا بڑا سبب یہ ہے کہ قارئین حدیث کو ایک ہی کتاب میں زندگی کے تمام معاملات کے لئے احادیث مل جاتی ہیں اور اس کتاب کے بے شمار تراجم اور شروحات لکھی جا چکی ہیں واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

امتیاز احمد قادری

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لباس کی سنتیں
اور
آداب

اردو ترجمہ

کشف الالتباس فی استحباب اللباس

مصنف:

فخر المحدثین

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ

مترجم

علامہ مفتی عطاء اللہ نعیمی

تخریج حدیث: محمد فرحان قادری رضوی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

انتساب

یہ ترجمہ اگرچہ ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ میں مکمل ہوگیا تھا مگر تا حال شائع نہ ہوا تھا کہ ہمارے ایک شفیق دوست، شعبۂ درسِ نظامی جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) کے تدریسی ساتھی،

مولانا محمد جاوید (شفیق) نقشبندی (شہید) علیہ الرحمہ

حادثہ پیش آنے کی وجہ سے ۳ شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ بمطابق ۳۰ ستمبر ۲۰۰۳ء کو وصال فرما گئے۔ اس لئے ہم جمیع متعلقین دار إحیاء العلوم اس کاوش کا ثواب مرحوم کی روح کو ایصال کرتے ہیں۔ مرحوم ایک نوجوان عالمِ دین تھے، ابتدائی تعلیم نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی میں مولانا محمد عثمان برکاتی اور مولانا محمد امان اللہ اختری سے اور بقیہ تحصیل دار العلوم امجدیہ، کراچی سے کی، اور شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد اسماعیل قادری رضوی سے سندِ حدیث حاصل کی۔ آپ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ و قادریہ میں حضرت قبلہ مفتی قاضی محمد احمد نعیمی کے تایا محترم حضرت پیرِ طریقت ولی کامل عارف باللہ قطب الارشاد الحاج الٰہی بخش نقشبندی قادری علیہ الرحمہ جن کا مزار پُر انوار گلشنِ الٰہی بخش، تحصیل شاہ بندر ٹھٹہ میں ہے، سے بیعت تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور ان کا نعم البدل عطاء فرمائے۔ (آمین)

ادارہ

دار إحیاء العلوم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	تحسین از شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد احمد نعیمی مدظلہ	۵
۲	اظہار مسرت از حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ	۶
۳	"کچھ مؤلف کے بارے میں" از علامہ محمد مختار اشرفی مدظلہ	۷
۴	پیش لفظ از علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ	۹
۵	خطبۂ مولف	۱۱
۶	آدابِ لباس کا بیان	۱۱
۷	عمامہ شریف کا بیان	۱۳
۸	شملہ کا بیان	۱۵
۹	شملہ کی اقسام	۱۵
۱۰	ٹوپی کا بیان	۱۷
۱۱	عمامہ باندھنے کا طریقہ	۱۷
۱۲	قمیص کا بیان	۱۷
۱۳	گریبان کا بیان	۱۹
۱۴	قمیص وغیرہ پہننے کا طریقہ	۲۰
۱۵	رداء و چادر کا بیان	۲۰
۱۶	قبا کا بیان	۲۱
۱۷	قمیص کی جیب کا بیان	۲۲
۱۸	خرقہ و فرجی کا بیان	۲۲
۱۹	اِزار کا بیان	۲۳
۲۰	آستین کا بیان	۲۶
۲۱	ریشمی لباس کا حکم	۲۶
۲۲	معصفر و مزعفر لباس	۲۸
۲۳	سُرخ لباس	۲۹
۲۴	موزہ کا بیان	۲۹
۲۵	نعل کا بیان	۳۰
۲۶	ننگے پاؤں چلنے کا بیان	۳۱
۲۷	کمر بند باندھنے کا بیان	۳۱
۲۸	نیا کپڑا کاٹنا اور نیا لباس پہننا	۳۱

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تحسین

(از شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد احمد نعیمی مدظلہٗ)

مہتمم دار العلوم الأنوار المجددیة النعیمیة

(محلہ غریب آباد ملیر، کراچی)

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم أما بعد حضرت محقق علی الاطلاق شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ (رحمه اللہ تعالیٰ) کا یہ رسالہ آدابِ لباس کے بیان میں بے مثل و بے نظیر ہے۔ چونکہ یہ فارسی رسالہ ایک عرصہ سے طبع نہیں ہو رہا تھا اور نہ ہی اس کا ترجمہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے صدقے علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی اور ان کے شاگرد رشید محمد فرحان قادری زید علمہما کو توفیق بخشی کہ انہوں نے اس تالیفِ لطیف کا ترجمہ اور حاشیہ تحریر کیا اور اس میں مذکورہ احادیثِ مبارکہ کی تخریج لگائی۔

میں نے مترجم کے ترجمہ کو بغور لفظ بلفظ پڑھا۔ الحمد للہ مترجم نے رسالہ ہذا کا ترجمہ انتہائی احسن انداز میں فرمایا ہے اور مؤلف و مصنف کی ترجمانی کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ انکے علم و عمل میں مزید ترقیاں عطا فرمائے اور اپنی طرف سے توفیق رفیق اور دن دگنی اور رات چوگنی ترقی و ترفع عطا فرمائے۔

(آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیه و آله وصحبه أجمعین وسلم)

الفقیر محمد أحمد النعیمی غفرلہٗ

۲۸ جولائی ۲۰۰۳ء

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اظہار مسرّت

(از حضرت علامہ مولانا سیّد شاہ تراب الحق قادری رضوی مدظلہٗ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

زیر نظر کتاب، برصغیر کے عظیم محدّث، شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "کشف الالتباس فی استحباب اللباس" ہے جسے فاضل نوجوان حضرت مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی زیدعلمہٗ نے فارسی سے سلیس اردو زبان میں منتقل کیا ہے۔ صرف ترجمہ ہی نہیں بلکہ جہاں ضروری سمجھا حاشیہ میں اسکی وضاحت بھی کی ہے، اور موصوف نے کمال یہ کیا ہے کہ حاشیہ میں بھی شیخ محقق ہی کی "اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوۃ" سے عبارات نقل کی ہیں، جس سے کسی موقع پر قاری کو حاشیہ پڑھتے وقت یہ محسوس نہیں ہوگا کہ حاشیہ میں جو عبارت ہے وہ مترجم کی اپنی رائے ہے بلکہ وہ بھی بعینہٖ مصنّف ہی کی عبارت ہے۔ مترجم موصوف نے اس کتاب کا ترجمہ فرما کر قارئین خصوصاً اردو خواں حضرات کو حضرت شیخ محقق کی تصنیف سے مستفیض ہونے کا موقع فراہم کیا ہے اور ان کے ترجمہ کرنے سے ایک نایاب کتاب حواشی اور تخریج کے ساتھ منظر عام پر آجائے گی یقیناً یہ مترجم موصوف کا ایک کارنامہ ہے۔

فقیر نے اس سے قبل فاضل مترجم کے طلاق سے متعلق مجموعۂ فتاویٰ "طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم" کا مطالعہ بھی کیا ہے ماشاء اللہ بہت خوب لکھا ہے اور بڑی محنت کی ہے۔

مجھے امید ہے کہ یہ ترجمہ عوام اور خواص دونوں کے لئے مفید ثابت ہوگا، دعا ہے کہ مولیٰ کریم مترجم موصوف کی اس سعی کو قبول فرما کر اجر عظیم عطا فرمائے۔

(فقیر سید شاہ تراب الحق قادری)

امیر جماعت اہلسنّت پاکستان کراچی

۱۰ شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ / ۷ / اکتوبر ۲۰۰۳ء

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کچھ مؤلف کے بارے میں

مختصر تعارف شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ

از حضرت علامہ محمد مختار اشرفی مدظلہٗ

مدرس شعبۂ درسِ نظامی ورکن مجلسِ شوریٰ جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

الحمد لله الذی هدانا الصراط المستقیم والصلاة والسلام علی من کان نبیاً وآدم بین الماء والطین

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا شمار برصغیر کے علماء کی اس فہرست میں ہوتا ہے جنہوں نے علمِ حدیث کی اشاعت میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ آپ کے والد شیخ سیف الدین سلسلۂ قادریہ کے صوفی بزرگ تھے جو شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے استاد بھی تھے۔ شیخ صاحب دن کا زیادہ حصہ کتابیں نقل کرنے اور رات مطالعہ میں گزارتے تھے۔ اس دور میں کہ جب اکبر بادشاہ حکومت پر ہو اور اس کے خوشامدی علماء ابوالفضل اور فیضی جیسے لوگ اس کے ہمراہ ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الرحمہ کی حفاظت شیخ موسیٰ ملتانی کے ذریعہ فرمائی جن کے آپ مرید ہو چکے تھے اور وہ دربار اکبری میں بھی باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔ ۱۵۸۸ء میں آپ نے حج بیت اللہ ادا فرمایا۔ حجاز مقدس سے آپ علمِ حدیث اور عشقِ رسول ﷺ سے سرشار ہو کر آئے تھے۔ اور آپ نے ترویجِ حدیث کو اپنا مقصدِ حیات بنایا اور محدث کے لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ کی کتابوں کی تعداد چالیس (۴۰) سے زائد بتائی جاتی ہے، جن میں مشہور "اخبار الاخیار" ہے جس میں اولیائے برصغیر کا تعارف وتذکرہ پیش کیا ہے، نیز "مدارج النبوۃ" جس میں نبوت کی فضیلت کے ساتھ عشقِ رسول ﷺ کو قربِ الٰہی کا ذریعہ بتایا ہے۔ اس کے علاوہ "المکاتب والرسائل"، "تاریخِ مدینہ" المعروف "جذب القلوب فی دیار المحبوب"۔ ان کے علاوہ غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی کتاب "غنیۃ الطالبین" کا فارسی ترجمہ کیا جس میں ۷۳ فرقوں کے متعلق بتایا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

۱۵۹۹ء میں آپ حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعتِ خلافت سے سرفراز ہوئے اور رشد و ہدایت کی اجازت بھی فرمائی۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کے وصال کے بعد حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے بہت قریب رہے اور تصوف کے معاملات پر دونوں حضرات کی خط و کتابت بہت اہمیت کی حامل ہے۔ پھر حضرت نے لاہور کے شیخ ابوالمعالی قادری علیہ الرحمہ سے سلسلۂ بیعتِ خلافت قائم کیا۔ شیخ ابوالمعالی کی تالیفات میں شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی مشہور کتاب "فتوح الغیب" کی شرح بھی شامل ہے۔

شیخ صاحب کی مشہور کتاب "أشعة اللمعات" جو کہ فارسی میں مشکوٰۃ شریف کی شرح ہے، اس میں آپ نے دیباچہ میں علمِ حدیث کا جائزہ بھی لیا اور مختلف اقسام پر مفید بحث فرمائی۔ نیز آپ نے مشکوٰۃ شریف ہی کی عربی شرح بنام "لمعات التنقیح" بھی کی۔

آپ کا وصال ۹۴ برس کی عمر میں ۱۶۴۲ء میں اس وقت ہوا جب شاہجہاں کے عہدِ حکومت کو سولہ سال گزر چکے تھے۔ اس طرح آپ کا تعلق تین مغل حکمرانوں اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں کے ادوار سے رہا۔

اللہ تعالیٰ آپ کے مزارِ پُر انوار پر کروڑ ہا کروڑ رحمت و رضوان کی بارشیں نازل فرمائے اور ہمیں آپ کی تصانیف سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

محمد مختار اشرفی عفی عنہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پیش لفظ

از حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی صاحب مدظلہ

رئیس دارالافتاء: جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

مترجم

کَشْفُ الْاِلْتِبَاسِ فِی اسْتِحْبَابِ اللِّبَاسِ

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه وأزواجه وذريته وأهل بيته وعلماء ملته وصلحائه أجمعين أما بعد

گزشتہ دنوں بعض احباب نے مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ میں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے فارسی مکتوب موسوم بہ "کشف الالتباس فی استحباب اللباس" کا اردو زبان میں ترجمہ کروں تاکہ نافع ہر خاص و عام ہو، کیونکہ شیخ علیہ الرحمہ نے سنن لباس کا اپنی علمی فراست کی بدولت جس نفاست اور اختصار سے احاطہ فرمایا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی اور برادرم جناب محمد فرحان قادری نے ہمت کی اور اس رسالہ میں مذکورہ احادیث کی تخریج کر کے رسالہ مجھے دیا اور کہا کہ ایک عرصہ سے یہ فارسی رسالہ طبع نہیں ہو رہا اور نہ ہی اس کا اردو ترجمہ دستیاب ہے، اس لئے اس رسالہ کی تخریج و تحقیق بمعہ اردو ترجمہ و حاشیہ، اشاعت ضروری ہے۔ لہٰذا بندۂ ناچیز نے ان احباب کے پُرخلوص مشورے پر عمل کرتے ہوئے شیخ علیہ الرحمہ کے اس رسالہ کے ترجمہ کی سعی کی اور سیدی و سندی و استاذی شیخ الحدیث مفتی محمد احمد نعیمی صاحب مدظلہ نے شفقت فرماتے ہوئے ترجمہ کی تصحیح فرمائی، اللہ تعالیٰ کی جناب میں التجاء ہے کہ وہ میری اور میرے احباب کی اس سعی کو اپنے محبوب ﷺ کے صدقہ و طفیل قبول فرمائے، لوگوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور بروز قیامت اسے ہماری مغفرت کا ذریعہ بنادے۔

(آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

محمد عطاء اللہ نعیمی عفی عنہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لباس کی سنتیں اور آداب

اردو ترجمہ

كَشْفُ الْاِلْتِبَاسِ فِي اسْتِحْبَابِ اللِّبَاس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ مؤلف:

اللہ کی حمد و ستائش اور پھر رسالت پناہ کی نعت و تحیت کے بعد (عرض ہے) کہ یہ مختصر رسالہ حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وتابعیہ وتبع تابعیہ إلی یوم الحشر والنشر کے آداب لباس کے بیان میں ہے۔

غرض اصلی اور مقصدِ کلی یہ ہے کہ اس دستور فائض النور (یعنی سنت نبوی سے) حصہ تام اور فیضِ عام مسلمانوں اور مومنوں کو پہنچے اور وہ لباس کہ جس کی وضع و قطع اور پہننا غیر مسنون ہے اور بدمذہبوں اور گمراہوں کا شعار ہے اس سے باز رہیں اور سنت سنیہ کی متابعت کا حصہ پا کر پرہیز کریں اور ثوابِ جمیل اور اجرِ جزیل پر فائز ہوں اور اس سے برکت حاصل کریں اور فقیر حقیر عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری کو دعائے خیر میں یاد کرتے رہیں اور فاتحہ کی خوشبو کے ساتھ خوشبودار گردانیں (یعنی فاتحہ کا ثواب بخشیں) باللہ التوفیق۔

آدابِ لباس کا بیان[1]:

جان لو کہ لِبَاس[2] مصدر ہے بمعنی مَلْبُوْس (یعنی پوشاک) کے جیسا کہ کِتَابٌ بمعنی مَکْتُوْبٌ اور لباس کا اسم دستار، پیراہن و جُبّہ و ٹوپی و چادر و اِزار وغیرہ اور جو کچھ پہننے میں آئے سب کو شامل ہے پس مسلمانوں پر مخفی نہ رہے کہ سَیِّدُ الْاَنْبِیَاء وَسَنَدُ الْاَصْفِیَاء ﷺ کا مبارک لباس

[1] "اتنا لباس جس سے ستر عورت ہو جائے اور گرمی و سردی کی تکلیف سے بچے فرض ہے" (بہار شریعت، حصہ (۱۶)، لباس کا بیان)

[2] اور یہ باب عَلِمَ یَعْلَمُ سے ہے جو التباس کے معنی میں ہے وہ باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے آتا ہے پہلے کا مصدر لُبْسٌ لام کے پیش کے ساتھ ہے اور دوسرے کا مصدر لَبْسٌ لام کی زبر کے ساتھ ہے۔ (أشعة اللمعات)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اکثر سفید کپڑے کا ہوتا اور سفید کو بہت پسند فرمایا کرتے چنانچہ حدیث شریف میں ہے: قَالَ النَّبِیُّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ: "عَلَیْکُمْ بِالْبَیَاضِ مِنَ الثِّیَابِ لِیَلْبَسْھَا أَحْیَاؤُکُمْ وَکَفِّنُوْا فِیْھَا أَمْوَاتَکُمْ فَإِنَّھَا مِنْ خِیَارِ ثِیَابِکُمْ"۔ (یعنی، نبی ﷺ نے فرمایا: کپڑوں میں سے سفید کو اختیار کرو تاکہ اسے تمہارے زندہ بھی پہنیں اور اپنے مُردوں کو اس میں کفن دو، کیونکہ وہ تمہارے کپڑوں میں سے بہترین کپڑے ہیں۔

اور فرمایا: "اَلْبَسُوا الْبَیَاضَ فَإِنَّھَا أَطْھَرُ وَأَطْیَبُ وَکَفِّنُوْا فِیْھَا مَوْتَاکُمْ" (یعنی، سفید (لباس) پہنو کیونکہ وہ بہت پاکیزہ[1] بہت صاف اور بہت اچھے ہیں اور اسی میں اپنے مُردوں کو کفن دو)۔

اور فقیہ ابو اللیث کی کتاب "بستان" میں ہے کہ سفید[2] اور سبز مستحب ہے اور "شرعۃ الاسلام" میں ہے رنگوں میں پسندیدہ (یعنی مستحب) رنگ سفید ہے اور سبز رنگ بینائی کو زیادہ کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے سبز چادر زیب تن فرمائی ہے اور سبز رنگ[3] پہننا سنّت ہے اور مرد کپڑوں میں سرخ و پیلے رنگ سے اجتناب کریں اور "ملتقط" میں ہے کہ سیاہ رنگ پہننا سنت نہیں ہے اور نہ ہی اس رنگ کے پہننے میں کوئی فضیلت ہے بلکہ کراہت ہے کیونکہ یہ ایسی بدعت ہے جو رسول اللہ ﷺ کے (وصال باکمال کے) بعد پیدا ہوئی اور "روضۃ العلماء" میں ہے کہ بے شک امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا سیاہ رنگ پہننا جائز نہیں ہے کیونکہ آپ کے زمانہ میں لوگ یہ رنگ نہیں پہنا کرتے تھے اور اسے عیب شمار کرتے تھے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (سیاہ رنگ پہننا) جائز ہے کیونکہ ان کے زمانے میں لوگ سیاہ رنگ پہنتے اور اس پر فخر کرتے اور

---

[1] زیادہ پاکیزہ اس لئے کہ وہ بہت جلد میلے ہو جاتے ہیں اسی لئے زیادہ دھوئے جاتے ہیں برخلاف رنگ دار کپڑوں کے، کہ وہ میل خورے ہوتے ہیں اس لئے دیر سے دھوئے جاتے ہیں اور اچھے اس لئے کہ طبیعت سلیمہ ان کی طرف میلان کرتی ہے۔(أشعۃ اللمعات، کتاب اللباس، الفصل الثانی)

[2] علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ "رد المحتار" کے کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی اللبس میں لکھتے ہیں "سفید رنگ مستحب ہے"

[3] علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ "رد المحتار" کے کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی اللبس میں نقل کرتے ہیں "اور سبز رنگ پہننا سنّت ہے جیسا کہ "شرعۃ الاسلام" میں ہے"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

"کنز" میں ہے سیاہ رنگ[1] پہننا مستحب[2] ہے۔

عمامہ شریف کا بیان:

اور "شرعۃ الاسلام" میں ہے کہ نبی ﷺ نے سیاہ عمامہ زیب سر فرمایا ہے اور اس کا شملہ اپنے دونوں کندھوں کے درمیان میں لٹکایا۔ پس عمامہ باندھنے میں سنت یہ ہے کہ سفید ہو جس میں دوسرے کسی رنگ کی آمیزش نہ ہو اور آنحضرت ﷺ کی دستار مبارک اکثر اوقات سفید[3] ہوا کرتی اور کبھی سیاہ[4] اور کبھی سبز[5] مگر بعض علماء نے فرمایا ہے کہ بوقتِ غزوہ و جنگ آپ ﷺ کے سر

[1] حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز متوفی ۸۲۷ھ "فتاوی بزازیہ" کے کتاب الکراھیۃ، الفصل السابع فی اللبس میں لکھتے ہیں "سیاہ رنگ پہننا مستحب ہے"

[2] محرم کے دنوں میں مشابہت سے بچنے کے لئے سیاہ رنگ کے کپڑے پہننے سے اجتناب لازم ہے۔

[3] امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت نقل کرتے ہیں عن سلیمان بن أبی عبد اللہ، قال: أدرکت المھاجرین الأولین یعتمون بعمائم کرابیس سود وبیض وحمر وخضر وصفر الخ . یعنی، سلیمان بن ابی عبداللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے پہلے مہاجرین صحابہ کرام کو سوتی سیاہ، سفید، سُرخ، سبز اور پیلے رنگ کے عمامے باندھتے پایا۔ (مصنف ابن أبی شیبۃ، کتاب (۱۸) اللباس والزینۃ، باب (٤٤) من کان یعتم بکور واحد، الحدیث: ۲٤۹۷۷)

[4] امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایات نقل کرتے ہیں: عن جابر، قال: دخل النبی ﷺ مکۃ یوم الفتح وعلیہ عمامۃ سوداء، یعنی نبی ﷺ فتحِ مکہ کے دن اس حال میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے کہ آپ کے سرِ اقدس پر سیاہ عمامہ تھا۔ اور حضرت جعفر بن عمرو بن حریث اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں قال: رأیت علی رأس رسول اللہ ﷺ عمامۃ سوداء، یعنی، میں نے رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا، انہیں سے ایک اور روایت ہے کہ أن النبی ﷺ خطب الناس وعلیہ عمامۃ سوداء، یعنی، نبی ﷺ لوگوں سے خطاب فرمایا حالانکہ آپ پر سیاہ عمامہ تھا۔ (الشمائل المحمدیۃ والخصائل المصطفویۃ ﷺ، للترمذی باب (۱۷))

[5] اسی طرح شیخ محقق نے اپنی کتاب "ضیاء القلوب فی لباس المحبوب" میں لکھا ہے، نیز "ضیاء القلوب" ہی میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: بہترین لباس سفید ہے اور عمامہ میں سیاہ و سبز رنگ، اور پاجامہ۔ سبز رنگ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے نزدیک سب سے محبوب رنگ ہے چنانچہ مُلا علی قاری "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھتے ہیں وقد ورد کان أحب الألوان إلیہ الخضرۃ . یعنی، تحقیق حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب سے پسندیدہ رنگ سبز تھا۔ تفسیر خازن، سورۂ انفال میں ہے کان سیما الملائکۃ یوم بدر عمائم بیض ویوم حنین عمائم خضر . یعنی، یوم بدر فرشتوں کی نشانی سفید عمامے اور حنین کے دن سبز عمامے تھی۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

انور پر سیاہ عمامہ ہوتا تھا اور بعض علماء نے فرمایا ہے خود (لوہی ٹوپی جو جنگ میں پہنی جاتی ہے) کے سبب دستار مبارک کا رنگ سیاہ اور گندلا ہو گیا تھا ورنہ وہ دستار مبارک سفید تھی[1] مگر ثابت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کبھار سیاہ عمامہ باندھا ہے[2]۔ اور کہا گیا ہے رسول اللہ ﷺ کا خانگی (یعنی گھر میں باندھنے کا) عمامہ سات یا آٹھ گز[3] ہوتا اور پنجگانہ نمازوں کے وقت بارہ گز اور عید کے روز چودہ گز اور جنگ وحرب کے وقت پندرہ گز اور متاخرین علمائے کرام نے فرمایا کہ وقار ومرتبہ اور بزرگی کی وجہ سے بادشاہ، قاضی، مفتی، فقیہ، مشائخ اور غازی کو اکتیس (۳۱) گز (یعنی ہاتھ) تک عمامہ سر پر باندھنا جائز ہے۔ عمامہ باندھنے میں سنت یہ ہے کہ عمامہ لمبا ہو نہ کہ چوڑا اور عمامہ کا عرض آدھا ہاتھ ہو[4] یا تھوڑا کم یا زیادہ اس کمی میں کوئی حرج نہیں اور اس کی کم سے کم لمبائی سات گز ہو، ایسے گز سے جو چوبیس انگل کا ہوتا ہے کہ چھ مٹھیاں بنتی ہیں اور یہ کہ عمامہ باطہارت باندھے اور قبلہ رُو کھڑا ہو کر باندھے اور جب بھی کھولے تو پیچ پیچ کر کے کھولے یکبارگی نہ اتارے[5] جیسے

= اور شیخِ محقق اپنی کتاب "مدارج النبوۃ" ہی میں لکھتے ہیں: جبرائیل علیہ السلام روزِ بدر پانچ سو فرشتوں کے ساتھ اور میکائیل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کے ساتھ انسانی شکل وصورت میں ابلق گھوڑوں پر سوار اترے اس وقت ان کے جسموں پر سفید لباس اور ان کے سروں پر سفید عمامے تھے اور روزِ حنین سبز عمامے تھے۔ الخ۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ روزِ بدر فرشتوں کی پیشانیوں پر سفید عمامے اور روزِ حنین سبز عمامے تھے۔ الخ۔ شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ لکھتے ہیں: "سبز رنگ کا لباس حضور خواجہ کونین ﷺ کے لباس میں داخل اور ایسا لباس ملائکہ کرام واہلِ جنت کا لباس ہے اور سبز عمامے باندھنا ملائکہ کی سنت مبارکہ ہے لہٰذا اس رنگ میں لباس پہننے اور سبز عمامے استعمال کرنے میں محبوبِ خدا ﷺ، ملائکہ کرام اور اہلِ جنت کے ساتھ مشابہت و موافقت ہوگی جو کہ محمود ومسعود اور باعثِ رحمت وبرکت اور موجبِ شرف وعظمت ہے" (سبز عمامہ کا جواز، ص ۱۸)

[1] یہ قول درست نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کسی بھی شے کے متعلق ایسا قول ادب کے خلاف ہے اور پھر نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر کوئی نفیس نہیں۔ اور سب سے زیادہ نفیس کی جانب ایسی بات منسوب کرنا غیر معقول ہے۔

[2] چنانچہ کتبِ احادیث میں نبی ﷺ کے سیاہ عمامہ باندھنے کا ذکر موجود ہے۔ جیسا کہ سابقہ صفحہ پر بیان گزرا۔

[3] اس گز سے مراد شرعی گز ہے جو چوبیس (۲۴) انگلیاں ہوتا ہے نہ کہ انگریزی گز جو چھتیس (۳۶) انچ کا ہوتا ہے۔

[4] آدھا ہاتھ سے مراد ہے نصف شرعی گز یعنی بارہ انگلیاں۔

[5] اسی طرح "فتاویٰ بزازیہ" کتاب الکراھیۃ، الفصل السابع فی اللبس میں ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باندھنے میں پیچ پر پیچ دیا تھا اسی طریقے سے کھولے، عمامہ باندھنے کے بعد آئینہ یا پانی یا اس کی مثل کسی (عکس دار) چیز میں دیکھ کر اس کو درست کرے اور عمامہ شملہ کے ساتھ باندھے۔

شملہ کا بیان:

اور شملہ میں اختلاف ہے اکثر اوقات شملہ آنحضرت ﷺ کی پشت مبارک کی جانب ہوتا اور کبھی کبھار دائیں جانب، اور بائیں جانب شملہ رکھنا بدعت (یعنی غیر مسنون) ہے اور شملہ کی کم از کم مقدار چار انگلیاں ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ اور اتنی لمبائی جو کمر سے تجاوز کر جائے بدعت ہے اور بوقتِ نماز شملہ لٹکانے کی تخصیص بھی سنت کے موافق نہیں اور شملہ لٹکانا مستحب ہے اور سنن زوائد سے ہے اور اس کے ترک کرنے میں کوئی گناہ نہیں اگرچہ اس کے لٹکانے میں ثواب وفضیلت زیادہ ہے اور "الــروضة" میں ہے عمامہ کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان لٹکانا مستحب ہے۔ اور شملہ پچھلی جانب لٹکانا مستحب ہے سنت مؤکدہ نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ عمامہ کا شملہ کبھی لٹکایا کرتے اور کبھی نہیں اور فقہاء کے پاس شملہ کے لٹکانے کی قیاسی دلیلیں بہت ہیں اور وہ شملہ لٹکانے کو سنت مؤکدہ سمجھتے ہیں اور بعض بائیں جانب کو لٹکانا مناسب جانتے ہیں، مگر اس کی سند قوی و معتبر نہیں ہے اگرچہ بعض علماء نے اس باب میں اس کی دلیلیں لکھی ہیں۔ اور متاخرین علماء جُہّالِ زمانہ کے طعن و تمسخر کی بنا پر سوائے پنجگانہ نمازوں کے شملہ لٹکانے کو بھی مستحب نہیں جانتے اور "فتاویٰ حجۃ" اور "جامع" میں لکھا ہے کہ ترکِ شملہ گناہ ہے[1] اور شملہ کے ساتھ دو رکعت (نماز پڑھنا) شملہ کے بغیر ستر رکعات (نماز پڑھنے) سے افضل ہے۔

شملہ کی اقسام:

اور شملہ کی چھ اقسام ہیں قاضی کے لئے پینتیس (۳۵) انگل اور خطیب کے لئے اکیس (۲۱) اور عالم کے لئے ستائیس (۲۷) اور طالب علم کے لئے سترہ (۱۷) اور صوفی کے لئے

[1] صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں "بعض لوگ شملہ بالکل نہیں لٹکاتے یہ سنّت کے خلاف ہے اور بعض شملہ کو اوپر لاکر عمامہ میں گھسیڑ دیتے ہیں یہ بھی نہ چاہیے خصوصاً حالتِ نماز میں ایسا ہے تو نماز مکروہ ہوگی" (بہارِ شریعت، حصہ (۱۶)، عمامہ کا بیان)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سات (۷) اور عام آدمی کے لئے چار (۴) انگل۔

اور عمامہ بیٹھ کر نہ باندھے اور ازار کھڑے ہو کر نہ پہنے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے قَالَ ﷺ: "مَنْ تَعَمَّمَ قَاعِداً أَوْ تَسَرْوَلَ قَائِماً ابْتَلَاهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ بِبَلَاءٍ لَا دَوَاءَ لَهُ" (یعنی، حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے بیٹھ کر عمامہ باندھا یا کھڑے ہو کر سراویل (یعنی پاجامہ یا شلوار) پہنی تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی مصیبت میں مبتلاء فرمائے گا جس کی کوئی دواء نہیں (اور اگر معذور ہو تو جائز ہے)۔

اور بعض معتبر کتب میں لکھا ہے کہ کوئی شخص اکثر اوقات اپنے آپ کو سیاہ یا سبز لباس میں مشہور نہ کرے کہ مکروہ وممنوع ہے چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِی الدُّنْیَا أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ"، (یعنی، جس نے دنیا میں شہرت کا کپڑا پہنا[1]، بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ اسے ذلت کا کپڑا پہنائے گا[2]) اور اگر کبھی کبھار ہو تو منع نہیں۔

اور بہترین لباس سفید ہے اور عمامہ میں سیاہ وسبز رنگ (باندھنا)، اور پاجامہ (یا شلوار) اور پیراہن (پہن کر)، اور سیاہ وسبز چادر اوڑھ کر بادشاہوں اور مالداروں کے گھر نہ جائے کہ ممنوع ہے۔

---

[1] یعنی جو شخص تکبر و بڑائی کے ارادے سے قیمتی کپڑا پہن کر چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو اس کے ذریعے لوگوں میں معزز و مشہور بنائے (أشعة اللمعات، کتاب اللباس، الفصل الثانی)

[2] جس کے ذریعے سے اسے ذلیل ورسوا کرے گا۔ ہو سکتا ہے کہ ثوب مذلة میں اضافت بیانیہ ہو یعنی اُسے بے عزتی اور ذلت کا حامل بنائے گا اور لوگوں کی نظر میں خوار وفقیر بنائے گا، بعض شارحین نے فرمایا شہرت کے کپڑے سے مراد وہ بعض حرام کپڑے ہیں جن کا پہننا جائز نہیں ہے، بعض نے فرمایا وہ کپڑے مراد ہیں جو تکبر وبڑائی، فقراء کی تذلیل اور ان کے دل توڑنے کے لئے پہنے جائیں یا زہد و پاکدامنی کے اظہار کے لئے پہنے جائیں، بعض نے فرمایا وہ اعمال مراد ہیں جو ریاکاری اور اپنے آپ کو مشہور کرنے کے لئے کیے جائیں انہوں نے کہا کہ کپڑے کا اطلاق عمل پر عام ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پہلا مطلب زیادہ ظاہر اور سیاق حدیث کے زیادہ مناسب ہے (أشعة اللمعات، کتاب اللباس، الفصل الثانی)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ٹوپی کا بیان:

ٹوپی کی دو قسمیں ہیں ایک لاطیہ دوسری ناشرہ، لاطیہ اُسے کہتے ہیں جو سر کے ساتھ متصل ہو، آنحضرت ﷺ نے اسے بھی اپنے سر مبارک پر رکھا ہے اور ناشرہ اُسے کہتے ہیں جو سر کے ساتھ متصل نہ ہو بلکہ اوپر کو اُٹھی ہوئی ہو اور وہ سیاہ طاقیہ (ٹوپی کی ایک قسم) ہے اور رسول خدا ﷺ نے اسے بہت کم اپنے سر مبارک پر رکھا ہے[1] اور بعض مشائخ اسے پہنتے ہیں یہ جائز ہے، آنحضرت ﷺ کی ٹوپی لاطیہ ہوتی جو کہ عمامے کے نیچے پہنتے تھے اور کبھی عمامہ بغیر لاطیہ کے باندھتے[2]۔

عمامہ باندھنے کا طریقہ:

اور آنحضرت ﷺ کا عمامہ باندھنا گول حلقہ ہوتا گنبد نما (یعنی عمامہ کی شکل گنبد نما ہوتی) چنانچہ علماء و شرفاء عرب عمامہ اسی طریقہ پر باندھتے ہیں۔

قمیص کا بیان:

آنحضرت ﷺ اکثر قمیص زیب تن فرمایا کرتے[3] اور کبھی سُرخ حُلّہ (پوشاک) اور حُلّہ

---

[1] علامہ ابوالشیخ اصفہانی نے اپنی کتاب "اخلاق النبی ﷺ" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی کہ حضور ﷺ کے پاس تین قسم کی ٹوپیاں تھیں، ایک سفید روئی کے استر والی، ایک منقش یمنی چادر کی ٹوپی اور ایک کانوں والی ٹوپی جسے آپ سفر میں پہنا کرتے تھے اور نقل کرتے ہیں کہ جریز بن عثمان کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن بسر سے ملا اور ان سے حدیث بیان کرنے کی درخواست کی، تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس تین قسم کی ٹوپیاں دیکھی ہیں، یمنی ٹوپی، کانوں والی ٹوپی اور سر سے لگی ہوئی ٹوپی (ذکر قلنسوته ﷺ)

[2] شیخ محقق علیہ الرحمہ کی اس عبارت سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی ﷺ بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھتے تھے بلکہ آپ نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کبھی عمامہ بغیر لاطیہ کے باندھتے تھے نہ کہ یہ فرمایا کہ حضور ﷺ کبھی عمامہ بغیر ٹوپی کے باندھتے کیونکہ "بغیر لاطیہ" کا لفظ اس بات کی دلیل ہے کہ ٹوپی تو ہوتی مگر وہ لاطیہ نہیں ہوتی تھی۔

[3] حدیث شریف میں ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک پسندیدہ ترین کپڑا قمیص تھی، اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن: ۴۰۲۵، امام ترمذی نے اپنی جامع: ۱۷۶۲، اور امام خطیب تبریزی نے "مشکوۃ المصابیح" کے کتاب اللباس، الفصل الثانی میں نقل فرمایا ہے۔ کیونکہ قمیص نبی اکرم ﷺ کو زیادہ پسند تھی اس لئے کہ اس میں کئی حکمتیں، اسرار و انوار ہوں گے جو دوسرے کپڑوں میں نہیں ہوں گے، جیسے کہ دوسرے مستحبات کا بھی یہی حکم ہے۔ (أشعة اللمعات، كتاب اللباس، الفصل الثاني)

---

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پہننے کے دو کپڑوں سے عبارت ہے[1] اور سرخ سے مراد یہ ہے کہ اس میں سرخ لکیریں ہوں نہ کہ وہ خالص سرخ ہو کیونکہ خالص سُرخی ممنوع ہے جسے جلانے کا حکم فرمایا ہے اور فرمایا "إِنَّ هٰذَا لِبَاسُ الْكُفَّارِ"، (یعنی، بے شک یہ لباس کافروں کا ہے) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ کو میں نے دیکھا کہ بہترین (یعنی بیش قیمت) جوڑا زیب تن کئے ہوئے تھے فرمایا اگر کوئی حق تعالیٰ کی نعمت کے اظہار کے لئے شان و شوکت اور زیب و زینت دینے والا لباس پہنے تو ثواب پائے گا اور اگر فخر و غرور کے لئے پہنے تو عذاب پائے گا۔

اور "خلاصہ" میں ہے خوش وضع لباس پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ وہ تکبر نہ کرتا ہو اور "مجمع النوازل" میں ہے خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ وَعَلَيْهِ رِدَاءٌ قِيْمَتُهُ أَلْفُ دِرْهَمٍ وَزْنًا، وَقَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ وَعَلَيْهِ رِدَاءٌ قِيْمَتُهُ أَرْبَعُمِائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ (یعنی، رسول اللہ ﷺ ایک روز باہر تشریف لائے حالانکہ آپ پر ایک چادر تھی جس کی قیمت وزن کے حساب سے ہزار درہم تھی اور نماز کے لئے کھڑے ہوئے جبکہ آپ پر ایک چادر تھی جس کی قیمت چاندی کے چار لاکھ درہم تھی)۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ ﷺ ایسی چادر استعمال فرماتے جس کی قیمت چار سو (۴۰۰) سونے کے دینار تھی اور اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے جب تم اپنے وطن لوٹو تو اپنے اوپر اچھے اچھے قیمتی کپڑے لازم سمجھو۔

اور آنحضرت ﷺ نے نقشدار جامہ زیب تن فرمایا نیز جامۂ سیاہ بھی پہنا ہے اور کھال کا کُرتا بھی زیب تن فرمایا ہے جس کی اطراف سندس (دیبا) سے سلی ہوئی تھیں۔

اور "قنیہ" میں ہے کہ طویل عمامہ سر پر باندھنا اور (زیادہ) کشادہ کپڑے پہننا ان علماء کے حق میں اچھا ہے جو أَعْلَامُ الْهُدٰى (یعنی ہدایت کے جھنڈے) ہیں سوائے عورتوں کے (یعنی عورتوں کے حق میں زیادہ کشادہ کپڑے پہننا مناسب نہیں)۔

مگر جامہ پہننے میں اصل یہ ہے کہ وہ حلال کمائی سے ہو اور وہ جامہ جو حرام کمائی سے

---

[1] حلّہ تہبند اور اوپر لپیٹنے والی چادر کے جوڑے کو کہتے ہیں (أشعة اللمعات، كتاب اللباس، الفصل الأول)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حاصل ہوا ہو، اس میں فرض ونفل کوئی نماز قبول نہیں ہوتی اور لباس میں افضل یہ ہے کہ درمیانہ کپڑا پہنے نہ انتہائی عمدہ اور نہ انتہائی ناقص اور وہ لباس جو لوگوں میں متعارف ومشہور ہے اسے آنحضرت ﷺ نے دو مرتبہ سے زیادہ نہیں پہنا، ایک مرتبہ نجاشی یعنی حبشہ کے بادشاہ نے ہدیۃً آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا تھا، آپ ﷺ نے پہنا اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور دوسری مرتبہ یمن کے تحائف وہدایا میں آیا تھا اُسے پہن کر حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمادیا۔

گریبان کا بیان:

اور جیب یعنی اس جامہ کا گریبان بائیں بغل کی جانب سے سِلا ہوا ہو اور اس کے باندھنے کا بند دائیں بغل کی جانب ہو، جیسا کہ اس زمانہ میں معمول اور معروف ومشہور ہے اور "روضۃ المعانی" اور "زاد الفقہاء" جو صاحبِ صحیح بخاری اور امام نووی کی تصنیف ہیں ان میں بھی اسی طریقے سے لکھا ہے کہ جامہ کے گریبان کا منہ دائیں ہاتھ کی جانب ہو اور "روضہ" میں ہے گذشتہ زمانے میں جب غازی کفار کے ساتھ جنگ کے لئے جاتے اور ہر وقت غنیموں کی طرف سے فرصت نہ پاتے تو راہ چلتے روٹی وکھجور وغیرہ کھانے کی اشیاء کی جیب وگریبان میں حفاظت کرتے اور گھوڑے کی لگام بائیں ہاتھ میں تھامے لقمہ لقمہ اور ایک ایک کھجور دائیں ہاتھ سے نکال کر کھاتے۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جامہ کے گریبان کا یہی دستور تھا، جو لوگ اسے بدعتِ جدیدہ کہتے ہیں وہ (ان کی) ناسمجھی ہے اور بخارا میں اربابِ علم وفضل کُتب کے جزء اور نسخے جیب وگریبان میں رکھ لیا کرتے تھے اور راستے میں جیب وبغل سے نکال کر مطالعہ کرتے اور اپنی راہ چل دیتے، اور سلاطین وعلمائے دین اور صلحائے اہل صدق ویقین کی مجالس میں کھانے سے فراغت کے بعد تبرّکاً وتیمناً روٹی (کا کچھ ٹکڑا) گریبان وبغل میں محفوظ کر لیتے تا کہ ہر خاص وعام جو اپنے گھر جائے، اپنے اہلِ خانہ کو تبرک سے نوازے اور رومال و نقدی کو جیب وگریبان میں محفوظ کرتے۔ ان تمام (کاموں میں) دائیں ہاتھ کا استعمال دائیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہاتھ کی طرف کے گریبان سے ہوتا اور اگر قمیص کے گریبان کا منہ بائیں جانب ہو تو بائیں جانب دائیں ہاتھ کے استعمال میں بہت حرج ہوگا اور گریباں کا منہ بائیں ہاتھ کی جانب رکھنا اسلام کے ممنوعات سے ہے، کہ مجوسیوں اور آتش پرستوں کا طریقہ ہے۔ بادشاہِ اسلام اور قاضی اسلام کو چاہئے اس طریقہ سے کہ گریبان کا منہ بائیں جانب ہو تو منع اور زجر کرے (یعنی مار و جھڑکی وغیرہ کے ذریعے روکے)۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک شخص گواہی دینے کے لئے عدالت میں آیا جبکہ اس کے گریبان کا منہ اور باندھنے کا بند بائیں جانب تھا، قاضی شرع نے اس کی گواہی ردّ (یعنی نامنظور) کردی اور شیخ شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمہ جو علماء میں معتمد اور اپنے وقت کے شیخ تھے، انہوں نے بھی (اپنے مکتوب (۹۱) میں) اسی طرح لکھا ہے کہ قمیص میں گریبان دائیں جانب سینا سنت ہے اس لئے کہ سیدھا ہاتھ اس میں آسانی سے جاسکے، قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے بیان میں ہے: ﴿وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ﴾ [النمل: ۱۲/۲۷] ترجمہ: اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال نکلے گا سفید چمکتا (کنز الایمان)

اہلِ اسلام جو جامہ یا جیب سیتے ہیں اس میں بہت سے فائدے ہیں، بوقت ضرورت کنگھی اور دیگر چیزیں اس میں رکھ سکتے ہیں اور دائیں ہاتھ سے اُسے نکال سکتے ہیں اور عرب میں قصب الجیب کا استعمال ہے اس میں بھی عمل دائیں ہاتھ پر ہے۔

قمیص وغیرہ پہننے کا طریقہ:

اور قمیص، کرتا اور جبہ پہننے میں سنت یہ ہے کہ پہلے دایاں ہاتھ دائیں آستین میں داخل کرے پھر بایاں ہاتھ بائیں آستین میں۔

رداء و چادر کا بیان:

رداء و چادر دائیں ہاتھ سے بائیں کندھے پر ڈالے جیسا کہ معمول ہے اور میت کا لفافہ بھی اسی طریقہ سے لپیٹتے ہیں کیونکہ مُردہ کا لفافہ زندہ کی چادر و رداء کا حکم رکھتا ہے اور یہ طریقہ اکثر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کُتبِ فقہ میں لکھا ہوا ہے۔ اور وہ لوگ جو قیاس کرتے ہوئے قمیص کو رداء و چادر پہننے پر محمول کرتے ہیں خلافِ شرع ہے اور بدعت (یعنی غیر سنّت) کو رواج دیتے ہیں اس طریقہ سے بچنا چاہئے تا کہ ثواب دیئے جائیں اور عذاب سے بچیں۔

اور کُرتہ، جُبّہ اور خرقہ[1] میں آستین کشادہ کرنا صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنّت اور متقدمین مشائخ کا طریقہ ہے تا کہ بوقتِ وضو اور دوسرا کوئی کام کرتے وقت آستین بآسانی اوپر چڑھا سکیں اور اگر چاہیں تو تسبیح یا کوئی اور چیز بھی آستین میں رکھ سکیں اور آستین کے آخر اور قمیص کے پائیدان میں سنجاف سینا سنّت ہے اور صحابہ کرام اور تابعین عظام علیہم الرضوان جو کُرتے اور جُبّے کو فراخ و کشادہ رکھتے تھے اس لئے کہ ان کے وجود ریاضت و مشقت اور قیام و صیام میں بہت زیادہ لاغر و ضعیف رہتے تھے، لہٰذا وہ اپنی ہیبت و دلیری (کو قائم رکھنے) کے لئے (کشادہ لباس) پہنتے تھے تا کہ دشمنوں اور کافروں کی نظر میں حقیر نہ ٹھہریں اور انہوں نے جو کچھ بھی کیا وہ اپنے نفس کی خاطر نہ کیا بلکہ دین کی ترویج و استقامت کے لئے کیا۔

قبا کا بیان:

قبا اس جامہ کو کہتے ہیں جو گریبان دار ہو اور وہ عرب و عجم میں متعارف ہے اور عرب و عجم میں اس کا استعمال بہت ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اسے پہنا ہے اس کے گریبان کا منہ اور اس کے باندھنے کے فیتے دائیں ہاتھ کو ہوتے تھے اور جُبّہ رومیہ بھی جس کی آستین تنگ ہوتی ہے، آنحضرت ﷺ نے زیب تن فرمایا ہے اور بوقتِ وضو ہاتھ آستین سے باہر نکال لیا کرتے یعنی وہ جبہ اتنا تنگ تھا کہ ہاتھ آستین سے باہر نکالے بغیر دھونا آسان نہ تھا اور ثابت ہے کہ آپ نے اسے سفر میں زیب تن فرمایا اور اسی پر اتفاق ہے اور کبھی جُبّہ و قبا گھنڈی دار زیب تن فرمایا ہے، قبا کو کبھی گھنڈی دار سیتے ہیں جیسا کہ اس زمانے میں گھنڈی دار جامہ قادری کے نام سے مشہور ہے۔

---

[1] قولہ: خرقہ، پرانا جامہ، گدڑی، فقیروں کا لباس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قمیص کی جیب کا بیان:

ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قمیص کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا چنانچہ کثیر احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور علماءِ حدیث نے اس کی تحقیق کی ہے، تمام دیارِ عرب خلفاً عن سلفٍ ابتدائے یمن سے اقصائے مغرب تک کا عُرف اس پر ہو چکا ہے اور بعض لوگ جنہیں سنت کا علم نہیں ہے وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ سینہ پر گریبان نکالنا بدعت ہے کیونکہ عجم[1] کے بعض شہروں میں سینہ پر گریبان رکھنا عورتوں کی عادت بن گئی ہے بعض فقہاء نے عورتوں کے ساتھ تشبیہ کی وجہ سے اس پر کراہت کا حکم لگایا ہے، اس میں کوئی شک نہیں یہ عادت (یعنی عورتوں کا سینہ پر گریبان رکھنا) حادث (یعنی یہ عادت بعد میں پیدا ہوئی) ہے اور تحقیق یہی ہے کہ نبی ﷺ کے پیراہن کا گریبان سینہ مبارک پر ہوتا تھا، فقہائے کرام نے جو کندھوں پر گریبان کے شگاف کو مقرر کیا ہے وہ آنحضرت ﷺ کے گریبان جیب کے برعکس ہے' وراس مقدمہ کو میں نے ''مشکوٰۃ المصابیح'' کے فارسی ترجمہ اور اس کی عربی شرح[2] میں نہایت وضاحت سے لکھا ہے اور اگر کبھی کندھوں پر شگاف گریبان والا پیراہن آنحضرت ﷺ نے زیبِ تن فرمایا ہو اور اس کی سند فقہاء کو پہنچی ہو مگر علمائے حدیث کے مطابق سند قطعی کی کوئی جگہ نہیں (یعنی ان کے اصول کے مطابق قطعی سند کہیں نہیں)۔

خرقہ و فرجی کا بیان:

خرقہ، فرجی[3] (قبا کی ایک قسم ہے) اور لباچہ[4] (بالا پوش) جو علماء، مشائخ اور صلحاء پہنتے ہیں اگرچہ اس باب میں (یعنی اس کے متعلق) سند قوی نہیں ہے اور آنحضرت ﷺ کے (ظاہری) زمانہ مبارکہ میں یہ لباس نہیں تھا، اگر کوئی پہنے تو مباح ہے کوئی حرج نہیں اور کہتے ہیں کہ فرجی کا

---

۱ عجم: بفتحتین غیر عرب ملک خصوصاً بمعنی ایران و توران اور غیر عرب لوگوں کو بھی عجمی کہتے ہیں (غیاث اللغات)

۲ فارسی ترجمہ کا نام ''اشعۃ اللمعات'' اور عربی شرح کا نام ''لمعات التنقیح'' ہے۔

۳ فرجی: یہ قبا کی ایک قسم ہے جس کے فیتے نہیں ہوتے بعض اس کے آگے بند لگا لیتے ہیں اور اکثر اس کو کپڑوں کے اوپر پہنتے ہیں (غیاث اللغات)

۴ لباچہ: بمعنی فرجی جو کپڑوں کے اوپر پہنتے ہیں اور بظاہر وہ قبا کی ایک قسم ہے (غیاث اللغات)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

واضع (یعنی ایجاد کرنے والا) فرعون ہے، مگر یہ (بات) کُتُبِ معتبرہ میں نہیں دیکھی گئی اور پایۂ ثبوت کو بھی نہیں پہنچی، لازم ہے کہ نماز کے وقت اس کی آستین پہنے رہیں نیچے نہ لٹکائیں اس لئے کہ یہ مکروہ ہے۔

اِزار کا بیان:

اور آنحضرت ﷺ کا تہبند مبارک ناف کے اوپر سے ٹخنوں کے اوپر تک ہوتا تھا اور اسی قدر مسنون ہے اور ناف (کے نیچے) سے گھٹنوں (کے نیچے) تک ستر (یعنی ڈھانکنا) فرض ہے، بعض نے ناف کو سترِ عورت (یعنی جس کا چھپانا فرض ہے) قرار نہیں دیا کیونکہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ناف کو آنحضرت ﷺ نے بوسہ دیا ہے۔ اسی قیاس پر سراویل (پاجامہ یا شلوار) ہے۔ جو سراویل عجم میں متعارف ہے اسے شلوار کہتے ہیں وہ آنحضرت ﷺ کی اِزار کی مقدار کے برابر ہونی چاہئے اگر ٹخنوں سے دو تین شکن نیچے ہو تو بدعت و گناہ[1] ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِلٰى مَنْ جَرَّ إِزَارَهٗ بَطَرًا"، یعنی خدائے ﷻ بروزِ قیامت اس شخص کی جانب نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا جو ازراہِ تکبر، فضول خرچی اور نعمت کی ناشکری کے طور پر اپنی چادر گھسیٹے اور اسے لمبا کرے۔ اس قید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر (چادر کا لمبا ہونا) ازروئے تکبر کے نہ ہو، بلکہ کسی عذر کی وجہ سے ہو مثلاً (چادر کو) مرض اور تکلیف کی وجہ سے لمبا[2] کیا ہو (تو حرج نہیں)[3]۔

اور فقہاء کے نزدیک اِزار جو ٹخنوں سے نیچے ہو حرام ہے اور محض بدعت ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ"، (یعنی، جو شخص

---

1 جبکہ پہننے والے نے تکبراً پہنی ہو یا فضول خرچی کے طور پر یا نعمت کی ناشکری کے طور پر۔

2 جیسے موٹاپا اور پیٹ کا بڑا ہونا بھی ایسا عذر ہے جس کی بنا پر شلوار وغیرہ نیچے گر جاتی ہے۔

3 اس کے تحت مصنف اپنی کتاب "اشعۃ اللمعات" شرح مشکوٰۃ کے کتاب اللباس میں لکھتے ہیں: اس قدر سے معلوم ہوا کہ اگر اس طرح نہ ہو (یعنی ازراہِ تکبر، فضول خرچی اور نعمت کی ناشکری کے طور پر نہ ہو) تو حرام نہیں ہے، تاہم مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کسی عذر مثلاً بیماری یا سردی کی بناء پر ہے تو چاہئے کہ مکروہ نہ ہو۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بطورِ تکبر اپنا کپڑا گھسیٹے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر (عنایت) نہیں فرمائے گا۔[۱]

---

۱ یہ وعید اس صورت میں ہے کہ جب ازار کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا بطورِ تکبر ہو ورنہ حرج نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تہہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی اجازت مرحمت فرمائی جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب "الدیباج" میں اس حدیث کو نقل فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا: وقد رخص ﷺ في ذلك لأبي بكر حيث كان جره لغير الخيلاء۔ (یعنی، تحقیق رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو اس معاملہ میں رخصت عطاء فرمائی کیونکہ آپ کا لٹکانا بغیر تکبر کے تھا) اور اگر کپڑا موڑ کر شلوار اونچی کی یعنی اوپر سے اُڑس لی یا نیچے سے پائنچہ موڑ دیا، تو کپڑے کا موڑنا یعنی کفِ ثوب کی وجہ سے نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہوگی۔ چنانچہ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے بخاری شریف میں اس مسئلہ میں ایک باب متعین فرمایا ہے اور باب کا نام رکھا ہے باب لا يكف ثوبه في الصلوة یعنی، نمازی حالتِ نماز میں اپنا کپڑا نہ موڑے، کا بیان۔ اور اس باب کے تحت حدیث شریف نقل کی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "أُمِرْنَا أَنْ نَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَلَا نَكُفَّ ثَوْبًا وَلَا شَعْرًا" (صحيح البخاري، كتاب (۱۰) الأذان، باب (۱۳۳) السجود على سبعة أعظم، الحديث: ۸۱۰) یعنی، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہمیں حکم ہوا کہ ہم سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور اپنے کپڑے اور بال نہ موڑیں۔ اسی حدیث کو امام مسلم وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور اس حدیث کے بارے میں امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے فرمایا کہ هذا حديث حسن صحيح یعنی، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں فدلّ الحديث على كراهة الصلاة وهو معقوص الشعر ولو عقصه وهو في الصلاة فسدت صلاته واتفق الجمهور من العلماء أن النهي لكل من يصلي كذلك سواء تعمده للصلاة أو كان كذلك قبلها لمعنى آخر۔ ملخصاً (عمدة القاري شرح صحيح البخاري تحت الحديث المذكور) یعنی، پس یہ حدیث اس حالت میں نماز پڑھنے کی کراہت پر دلالت کرتی ہے اور اگر یہ کام نماز کے اندر کیا جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور جمہور علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی ﷺ کا (کفِ ثوب اور کفِ شعر کا) منع فرمانا ہر اس نمازی کے لئے ہے جو اس طرح نماز پڑھے خواہ وہ قصداً نماز کے لئے ہی ایسا کرے یا پہلے سے ایسا کئے ہوئے ہو۔ اور امام یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں ثم مذهب جمهور العلماء أن النهي مطلقاً لمن صلى كذلك سواء تعمد للصلاة أم كان قبلها كذلك الخ (شرح صحيح مسلم للنووي) یعنی، جمہور علمائے کرام کا مذہب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فرمان میں نہی (منع کرنا) مطلقاً ہے جو ہر ایسے نمازی کے لئے ہے جو اس طرح نماز پڑھے چاہے قصداً اس نے نماز کے لئے ایسا کیا ہو یا پہلے سے ایسے کئے ہوئے ہو۔ انہی احادیث کریمہ کی روشنی میں فقہائے کرام نے کفِ ثوب، کفِ شعر (کپڑا یا بال موڑنا) اور تکبر سے پائنچے لٹکانے کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں وكره =

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور فرمایا: "مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فَهُوَ فِي النَّارِ". (یعنی، تہبند کا جتنا حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ دوزخ کی آگ میں ہے)[1]۔

= كفه أي رفعه ولو لتراب كمشمر كُمّ أو ذيل اور اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں أي كما لو دخل في الصلاة وهو مشمر كمه أو ذيله، وأشار إلى أن الكراهة لا تختص بالكف وهو في الصلاة (الدر المختار، ورد المحتار (كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: في الكراهة الخ) یعنی، اور کفِ ثوب مکروہ ہے یعنی کپڑا اُٹھانا اگرچہ مٹی سے بچانے کے لئے ہو جیسے آستین اور دامن موڑنا اگر ایسی حالت میں نماز میں داخل ہوا کہ اس کی آستین یا اس کا دامن موڑا ہوا تھا اور اس قول سے اس کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہ موڑنا حالت نماز کے ساتھ مخصوص نہیں خواہ نماز شروع کرنے سے قبل یا دورانِ نماز ہو، تمام صورتوں میں مکروہ ہے۔

[1] مصنف علیہ الرحمانے کتاب "أشعة اللمعات" کے کتاب اللباس، الفصل الأول میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں "یعنی قدم کا وہ حصہ جو ٹخنوں سے نیچے ہے اور اس پر تہبند بطور فخر لٹکایا ہوا ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ یہ فعل مذموم ہے اور اہلِ نار کے افعال میں سے ہے۔ اسی طرح علامہ طیبی (شارح مشکوۃ المصابیح) نے بیان کیا،

تنبیہ: خیال رہے کہ اکثر طور پر گھسیٹنے اور لٹکانے کی مذمت تہبند کے بارے میں واقع ہوئی ہے اور اس پر شدید وعید واقع ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ تہبند لٹکانے والے کو اس حال میں ادا کی گئی نماز اور وضو کے لوٹانے کا حکم دیا جیسا کہ مشکوۃ شریف کے ابتدائی حصے میں گزرا۔ احادیث میں آیا ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات میں سب بخش دیئے جاتے ہیں سوائے والدین کے نافرمان، عادی شرابی اور چادر لٹکانے والے کے، اور تحقیق یہ ہے کہ لٹکانا تمام کپڑوں میں پایا جاتا ہے، جو کپڑا سنت کی موافقت اور حاجت سے زیادہ ہو وہ اسبال (لٹکانے) میں داخل ہے، تہبند کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس میں یہ عمل عموماً زیادہ واقع ہوتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں اکثر لوگوں کا لباس تہبند اور اوپر لینے والی چادر تھا، دوسری فصل میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لٹکانا تہبند، قمیص اور عمامہ میں پایا جاتا ہے۔ جس نے ان میں سے کسی چیز کو بطور تکبر لٹکایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا۔ اس حدیث سے پہلے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث مذکور میں مطلق کپڑے کے گھسیٹنے کا ذکر ہے۔ تہبند میں اصل یہ ہے کہ نصف پنڈلی تک ہو۔ نبی کریم ﷺ کا تہبند اسی طرح ہوتا تھا۔ اور ارشاد فرمایا کہ مومن کا تہبند آدھی پنڈلی تک ہے اور ٹخنے سے اوپر تک رخصت ہے، قبا اور پیراہن کے دامن کا بھی یہی حکم ہے۔ آستین میں سنت یہ ہے کہ ہاتھ کے جوڑ تک ہو، عمامہ میں لٹکانا یہ ہے کہ شملہ لمبائی میں عادت سے زیادہ ہو اس کی انتہا یہ ہے کہ نصف پشت تک ہو، اس سے زیادہ بدعت ہے اور حرام لٹکانے میں داخل ہے۔ عرب کے بعض علاقوں میں جو لمبائی اور چوڑائی میں زیادتی پائی جاتی ہے خلافِ سنّت ہے، اور اگر بطور تکبر ہو تو حرام (یعنی مکروہ تحریمی) ہے۔ اور جو عرف و عادت اور کسی قوم کی علامت کے طور پر عام ہو جائے تو اس میں حرج نہیں اگرچہ زیادتی کراہت (یعنی کراہت تنزیہی) سے خالی نہیں ہے الخ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

آستین کا بیان:

اور آنحضرت ﷺ کے مبارک پیراہن، جامہ، قبا اور جبہ کی آستین کبھی کلائی کے جوڑ (یعنی پہنچے) تک ہوتی تھی اور کبھی انگلیوں کے سروں تک گویا اور سردی کے دنوں کے موافق مقرر ہوتی تھی۔ کبھی ان دونوں (یعنی گرمی و سردی) کے لحاظ کے بغیر بھی ہوتی اور آنحضرت ﷺ کا مبارک جامہ اور قباء کمر کے شکن کے بغیر ہوتا۔ اور کمر کا شکن زینت ہے اور آنحضرت ﷺ کے مبارک جامے بغیر زائد بندوں کے بغیر ہوتے یعنی کاج کے علاوہ جامہ کا باندھنا کسی اور چیز سے نہ تھا اور علماء متاخرین نے اس بارے میں لا باس (یعنی، کوئی حرج نہیں) فرمایا ہے۔

ریشمی لباس کا حکم:

ریشمی لباس پہننا مردوں کو حرام ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: "مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ"۔[1] (یعنی، جس (مرد) نے دنیا میں ریشم پہنا تو آخرت میں اسے نہیں پہنے گا) اور رسول اللہ ﷺ نے چار انگل سے زیادہ ریشمی کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ إِلَّا فِيْ مَوْضَعِ أُصْبَعٍ أَوْ أُصْبَعَيْنِ أَوْ ثَلَاثٍ أَوْ أَرْبَعَ، (یعنی، رسول اللہ ﷺ نے ریشم کے پہننے سے منع فرمایا ہے مگر ایک یا دو یا تین یا چار انگلیوں کی مقدار)[2] اور حضرت علی ﷺ سے مروی ہے: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ

[1] یہ حدیث چار صحابہ علیہم الرضوان سے مروی ہے حضرت عمر، انس، ابن زبیر اور ابو امامہ ﷺ اور حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا میں صرف وہی ریشم پہن سکتا ہے جس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں رواہ البخاری ومسلم (مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الاول) یعنی جس کے لئے آخرت کی نعمتوں میں سے کوئی حصہ نہیں ہے، یا آخرت کے عقیدے سے کوئی حصہ نہیں ہے یا آخرت میں ریشم پہننے کو کوئی حصہ نہیں ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث میں فرمایا وہ آخرت میں ریشم نہیں پہنے گا۔ (أشعة اللمعات شرح مشكوة، كتاب اللباس، الفصل الاول)

[2] اس حدیث کے تحت مصنف اپنی کتاب "أشعة اللمعات شرح مشكوة"، كتاب اللباس، الفصل الأول میں لکھتے ہیں "ہوسکتا ہے کہ ایک وقت میں دو انگل سے زیادہ ریشم کا استعمال جائز نہ ہو بعد ازاں چار انگشت تک اجازت دے دی۔ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ چہار انگشت سے زیادہ جائز نہیں۔ احناف کا بھی یہی مذہب ہے۔ اتنی مقدار سے مراد یہ ہے کہ ایک جگہ نہ ہو، مطلب یہ نہیں تمام کپڑے سے اگر جمع کریں تو چہار انگشت تک پہنچے"۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

أَخَذَ حَرِيْراً فَجَعَلَهُ فِيْ يَمِيْنِهِ وَأَخَذَ ذَهَباً فَجَعَلَهُ فِيْ شِمَالِهِ، فَقَالَ: "إِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ أُمَّتِيْ"۔ (یعنی، نبی ﷺ نے ریشم اپنے دائیں ہاتھ میں اُٹھا کر رکھا اور سونا بائیں ہاتھ میں اور فرمایا: یہ دونوں میری امت کے مَردوں پر حرام ہیں)۔

اور ریشمی لباس مَردوں اور بچوں[1] کو پہننا حرام ہے مگر عورتوں اور نابالغہ لڑکیوں کو جائز ہے اور اگر خارش اور جرب[2] (کھجلی) دور کرنے کی غرض سے اور دفعِ سوداء کے لئے پہننا تو جائز ہے نیز جوئیں دور کرنے کے لئے ریشمی کپڑا پہنے تو اس میں کوئی حرج نہیں[3]۔ اور اگر معجون میں ریشم ملا کر کھائے تو جائز ہے۔ اور ریشمی لباس صحابیِ رسول ﷺ حضرت زبیر بن العوام اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے لئے مباح تھا کیونکہ جوؤں کی وجہ سے ان کے بدن میں خارش تھی۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ریشم پہننا حرام ہے سوائے حاجت و مصلحت کے اور یہی مذہب شافعی ہے اور امام مالک کے نزدیک اصلاً جائز نہیں اور (علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ نے "ہدایہ" میں فرمایا اور صاحبین کے نزدیک ریشم اور دیبا (ایک قسم کا ریشمی کپڑا) جنگ میں پہننے میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ (ریشم) ہتھیار کی سختی کو دور کرنے والی چیز ہے اور دشمن کی

---

[1] بچے کو اگر ریشمی لباس پہنایا تو گناہ پہنانے والے کو ہوگا اور یہی حکم زیور کا ہے کیونکہ "درمختار" میں ہے کہ جس کا پہننا اور پینا حرام ہے اس کا پہنانا اور پلانا بھی حرام ہے (کتاب الحظر والاباحة، فصل في اللبس)

[2] جرب تر خارش کو کہتے ہیں جس سے مواد نکلے۔

[3] مصنف علیہ الرحمہ "أشعة اللمعات" شرح مشکوة، کتاب اللباس، الفصل الأول میں لکھتے ہیں "خیال رہے کہ خارش کا سبب چبھنے والے تیز بخارات ہیں، خشک خارش کا سبب جلے ہوئے صفراء کا خون میں مخلوط ہو جانا ہے اور تر خارش کا سبب بلغم شور (نمکین) کا خون میں مل جانا ہے۔ اکثر طور پر یہ نمکین، میٹھی چیزوں اور گرم سبزیوں کے کھانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کا علاج طب کی کتابوں میں مذکورہ ہے۔

بعض اوقات جوؤں کی کثرت کی بنا پر بھی ہو جاتی ہے۔ شارحین کہتے ہیں دونوں صحابیوں (حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما) کو جوؤں کی زیادتی کی وجہ سے خارش تھی۔ نبی ﷺ نے اس خارش کا علاج ریشمی کپڑے پہننے سے کیا۔ یہ بھی کہتے ہیں ریشم کے خواص میں سے دل کی تقویت اور فرحت دینا ہے۔ نیز سوداء اور اس سے پیدا ہونے والی بیماریوں کو دفع کرتا ہے اور یہ گرم تر ہے الخ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نظر میں مہیب تر[1] ہے اور امام اعظم امام ابو حنیفہ کے نزدیک اطلاق نہی کے سبب سے (ریشمی لباس جنگ میں بھی) مکروہ ہے اور ضرورت مخلوط (یعنی جو ریشم اور سوت سے ملا کر بُنا ہوا ہو) سے مُندفع ہو سکتی ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ خالص ریشم دافع تر ہے۔ (نہ کہ مخلوط)

معصفر اور مزعفر لباس:

اور معصفر اور مزعفر (یعنی کسم اور زعفران سے رنگا ہوا) لباس خاص طور پر مَردوں کے لئے حرام ہے[2] اور مُعصفر (یعنی کسم میں رنگے ہوئے) لباس میں علمائے کرام کا اختلاف ہے ان میں سے بعض تو مطلقاً حرام کہتے ہیں اور بعض مباح اور کہتے ہیں کہ اگر بُننے کے بعد رنگا گیا ہو تو حرام ہے اور اگر رنگنے کے بعد بُنا ہو تو مباح ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر اس کی بُو زائل ہو گئی ہو تو مباح ہے ورنہ حرام اور بعض کہتے ہیں مجالس و محافل میں اس کا پہننا مکروہ ہے اور اگر گھر میں پہنیں تو مختار ہیں اور (پہننا) درست ہے اور حنفی مذہب کے مطابق اس میں کراہت تحریمی ہے اور

[1] یعنی دشمن کی نظر میں ایسے شخص کی ہیبت زیادہ ہوتی ہے

[2] حدیث شریف میں ہے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر عصفر سے رنگے دو (سرخ) کپڑے دیکھے تو فرمایا یہ کپڑے، کافروں کے کپڑوں کی جنس سے ہیں (یعنی ان کا پہننا کافروں کے لائق ہے) تم انہیں نہ پہنو اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا انہیں دھوڈالوں؟ فرمایا بلکہ انہیں جلادو، اور شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں شارحین نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کپڑوں کو جو جلانے کا حکم دیا تو اس سے مراد شاید تاکید تھی کہ ان کپڑوں کو جیسے بھی ہو سکے بیع یا ہبہ کے ذریعے اپنی ملکیت سے نکال دو، اور اپنے آپ سے جُدا کردو، دھونے کا حکم اس لئے نہیں دیا کہ عصفر سے رنگا ہوا کپڑا اگرچہ مَردوں کے لئے حرام اور مکروہ ہے لیکن عورتوں کے لئے مکروہ نہیں ہے لہٰذا کپڑوں کو دھو کر ان کا رنگ اتارنے میں مال کا ضائع کرنا ہے، اس لئے عورتوں کو دے دو یا بیچ دو یا کسی کو ہبہ کردو تاکہ دوسری عورتیں ان سے نفع حاصل کریں ایک روایت میں آیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو نے ظاہر امر کے پیش نظر جا کر ان کپڑوں کو جلا دیا۔ دوسرے دن دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور حقیقت حال بیان کی تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: تم نے وہ کپڑے اپنے گھر والوں کو کیوں نہ پہنا دیئے؟ کیونکہ یہ کپڑے عورتوں کو پہننا جائز ہے، رواہ ابوداؤد (مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی) اس روایت کے قرینہ کی بناء پر جلانے کو خلاف ظاہر پر محمول کیا ہے الخ (أشعة اللمعات شرح مشكوة، كتاب اللباس، الفصل الأول)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اسے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے[1]۔

سُرخ لباس:

اور سُرخ رنگ جو مُعَصْفَر نہ ہو اس میں اختلاف ہے اور شیخ قاسم حنفی جو مصر کے اکابر علمائے متاخرین میں سے ہوئے ہیں (اور علامہ قسطلانی کے استاد ہیں) انہوں نے تحقیق فرمائی اور فتویٰ دیا کہ حرمت رنگ کی بنا پر ہے لہٰذا ہر سُرخ رنگ (مرد کے لئے) حرام و مکروہ ہوگا[2]۔

اور آنحضرت ﷺ نے گلیم (کمل چادر) زیبِ تن فرمایا ہے: وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ، یعنی، رسول اللہ ﷺ پر ریشم یا سیاہ بالوں کی یا کتان یا خز کی ایک چادر تھی۔ قاموس میں ہے مِرْحل بکسرِ میم و سکونِ را کے ساتھ اُون یا کتان کی چادر ہے اور "نہایہ" میں ہے مِرْط اُون کی ہوتی ہے اور خز کی بھی، اور اس کے علاوہ کی بھی ہوتی ہے اس مقدمہ کی شرح وسط ہم (یعنی شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی) نے "مشـــكاة المصابيح" کے ترجمہ (أشعة اللمعات) میں کی ہے وہاں ملاحظہ کیجئے۔

موزہ کا بیان:

موزے کا سیاہ رکھنا سنّت ہے اور زرد کی رخصت ہے اور سُرخ بدعت (یعنی غیر مسنون) ہے، حدیث شریف میں ہے: لِأَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدىٰ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ خُفَّيْنِ أَسْوَدَيْنِ سَاذِجَيْنِ فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا، یعنی، کیونکہ (حبشہ کے بادشاہ) نجاشی نے نبی کریم ﷺ کو دو سادہ سیاہ موزے ہدیۃً بھیجے تو آپ ﷺ نے انہیں زیبِ قدم فرمایا اور ان پر مسح

---

[1] اسی طرح "أشعة اللمعات" شرح مشكوة (كتاب اللباس، الفصل الأول) میں بھی ہے۔

[2] اس موضوع پر علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی متوفی ۱۱۷۴ھ کی عربی میں "القول الأنور في بيان حكم لبس الأحمر" کے نام سے ایک مستقل تصنیف ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ بمع اردو ترجمہ و تخریج احادیث ادارہ "دار إحياء العلوم"، کراچی کی آئندہ اشاعات سے ایک ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فرمایا۔ موزہ پر مسح[1] سُنّتِ رسول ﷺ سے ثابت ہے اور اسے وہی ترک[2] کرتا ہے جو گمراہ یا بدعتی ہوگا۔ اگر موزے طہارت کاملہ پر پہنے ہوں تو ان پر مسح کرنا جائز ہے یعنی معذور و متیمم (یعنی تیمم کیے ہوئے) نہ ہو کیونکہ ان کی طہارت ناقص ہے اور اگر کوئی مسلمان پہلے پاؤں دھو کر موزے پہن لے پھر حدث کے بعد پورا وضو کرے تو ہمارے امام کے نزدیک اُسے موزے پر مسح کرنا جائز ہے اور جوراب پہننا بھی جائز ہے کہ موزہ کے حکم میں ہے۔

نعل کا بیان:

اور نعل (جوتی، پاپوش) پہننا سنّت ہے: عَنْ قَتَادَةَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ: كَيْفَ كَانَ نَعْلُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ؟، قَالَ: كَانَ لَهُمَا قِبَالَانِ، (یعنی، حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ رسول اللہ ﷺ کے نعلین مبارک کیسے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی نعلین میں دو قِبال[3] (یعنی دو تسمے یا فیتے) تھے۔ قِبال بمعنی دوالِ نعلین (چمڑے کا تسمہ) کے ہے، جو دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے اسے شِراک بھی کہتے ہیں۔

---

[1] جس موزے پر مسح جائز ہے اس کی "چند شرطیں ہیں۔ (۱) موزے ایسے ہوں کہ ٹخنے چھپ جائیں اس سے زیادہ ہونے کی ضرورت نہیں اور اگر دو ایک انگل کم ہو جب بھی مسح درست ہے ایڑی نہ کھلی ہو۔ (۲) پاؤں سے چپٹا ہو کہ اسکو پہن کر آسانی کے ساتھ خوب چل سکیں (۳) چمڑے کا ہو یا صرف تلا چمڑے کا اور باقی کسی اور دبیز چیز کا جیسے کرمچ وغیرہ **مسئلہ** ہندوستان میں جو عموماً سوتی یا اونی موزے پہنے جاتے ہیں ان پر مسح جائز نہیں ان کو اتار کر پاؤں دھونا فرض ہے (۴) وضو کر کے پہنا ہو یعنی پہننے کے بعد اور حدث سے پہلے ایک ایسا وقت ہو کہ اس وقت میں وہ شخص باوضو ہو خواہ پورا وضو کر کے پہنے یا صرف پاؤں دھو کر پہنے بعد میں وضو پورا کر لیا"۔ (بہار شریعت، حصہ (۲)، موزوں پر مسح کے مسائل)۔

[2] موزے پر مسح کے جواز اور اس کے سنّت سے ثابت ہونے کا انکار کرنے والا گمراہ اور اہلسنّت سے خارج ہے

[3] قِبال: قاف کے نیچے زیر، وہ فیتہ جو دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے نبی کریم ﷺ کے مبارک جوتے کے فیتے تھے ایک فیتہ انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی کے درمیان دوسرا چھنگلی کے ساتھ والی انگلی اور درمیانی انگلی کے درمیان رکھتے، علامہ جزری نے "تصحیح المصابیح" میں اسی طرح ذکر کیا ہے جیسے سید جمال الدین محدّث نے "روضۃ الاحباب" میں نبی اکرم ﷺ کے نعل مبارک اور اس کی تصویر کے بیان میں تحقیق فرمائی ہے۔ (أشعة اللمعات، كتاب اللباس، الفصل الأول)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ننگے پاؤں چلنے کا بیان:

اعلانِ نبوت سے قبل آنحضرت ﷺ ایامِ عُسرت میں برہنہ پا چلا کرتے تھے اور ابتدائے اعلان نبوت سے انتہائے مرضِ وصال با کمال تک برہنہ پا کبھی بھی نہ چلے سوائے صحن کعبہ اور اسی طرح جائے عبادت میں اور بعض اعزہ صالحین جو کوچہ و بازار میں برہنہ پا چلتے ہیں خلافِ سنّت ہے اور اگر صحرا (یعنی جنگل میں) ہو اور انکسارِ نفس اور تواضع کے لئے برہنہ پا چلے جائز ہے یا تنگی کے سبب سے اور افلاس کے باعث جوتے میسّر نہ ہوں۔ (تب بھی جائز ہے)

کمربند باندھنے کا بیان:

اور آنحضرت ﷺ کے اپنی مبارک کمر پر پٹکا باندھنے میں اختلاف ہے اور قمیص پر پٹکا باندھنا مکروہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نہیں باندھا ہے اور جنگ و جہاد یا سفر میں کمر بند کا باندھنا ممنوع نہیں چاہے جامہ پر ہو یا پیراہن پر۔

نیا کپڑا کاٹنا اور نیا لباس پہننا:

اور "الـــروضة" میں ہے کہ جب نیا کپڑا کاٹے یا پہنے تو (یہ کام) مبارک ایام میں کرے چنانچہ منقول ہے: "مَنْ قَطَعَ الثَّوْبَ فِيْ يَوْمِ الْأَحَدِ، أَصَابَهُ الْغَمُّ وَلَمْ يَكُنْ مُبَارَكاً، وَمَنْ قَطَعَ فِيْ يَوْمِ الْإِثْنَيْنِ كَانَ مُبَارَكاً، وَمَنْ قَطَعَ فِي يَوْمِ الثُّلْثَاءِ سَرِقَةُ السَّارِقُ، أَوْ أَغْرَقَهُ الْمَاءُ أَوْ أَحْرَقَهُ النَّارُ وَمَنْ قَطَعَ فِيْ يَوْمِ الْأَرْبَعَاءِ وَسَّعَهُ اللّٰهُ فِي الرِّزْقِ، وَلَمْ يَبْعَث مَشَقَّةً إِلَيْهِ، وَيَكُوْنُ لَهُ السَّفِيْنَةُ، وَمَنْ قَطَعَ فِيْ يَوْمِ الْخَمِيْسِ يَرْزُقُهُ اللّٰهُ الْعِلْمَ وَوَسَّعَ رِزْقَهُ وَيُكْرِمُهُ عِنْدَ النَّاسِ، وَمَنْ قَطَعَ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ يَطُوْلُ الْعُمُرُ وَيَزِيْدُ دَوْلَتُهُ، وَمَنْ قَطَعَ فِيْ يَوْمِ السَّبْتِ يَكُوْنُ مَرِيْضاً مَادَامَ الثَّوْبُ فِيْ بَدَنِهِ" (یعنی، جو شخص اتوار کے دن کپڑا کاٹے اُسے غم پہنچے گا اور وہ کپڑا (اسکے لئے) مبارک نہ ہوگا، اور جو پیر کے روز کاٹے تو (اسکے لئے) مبارک ہوگا، اور جو منگل کے دن کاٹے تو (اسے) چور چُرا لے گا، یا وہ (کپڑا) پانی میں ڈوبے گا یا اُسے آگ جلا دے گی، اور جو بروز بدھ کاٹے تو اللہ تعالیٰ اس کا رزق کشادہ فرمائے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

گا اور اس کی طرف مشقت نہیں بھیجے گا اس کے لئے سفینہ ہوگا، اور جو جمعرات کو کاٹے تو اللہ تعالیٰ اُسے علم عطا فرمائے گا اور اس کے رزق کو کشادہ فرما دے گا اور اُسے لوگوں میں مکرم بنا دے گا، اور جو جمعہ کے دن کاٹے تو اس کی عمر لمبی ہوگی اور دولت زیادہ ہوگی، اور جو ہفتہ کے روز کاٹے تو جب تک کپڑا اس کے بدن پر رہے گا وہ مریض رہے گا)۔

اور "زاد المتوزعين" میں مذکور ہے یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اقوال میں سے ہے اور حدیث سے ثابت نہیں مگر حدیث شریف میں اسی قدر ہے کہ نیا لباس شب جمعہ یا بروز جمعہ بنیت نماز جمعہ پہنے اور عیدین میں نیا لباس پہنے اگر میسر ہو سکے، کہ اس میں برکت ہے، اور سنّت ہے کہ جو بھی نیا لباس پہنے اُسے مبارک باد دینا چاہئے کہ اس لباس میں اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے لطف وکرم سے برکت اور خوشی ہے، اور "الروضة" میں ہے جب کوئی شخص نیا لباس پہنے تو دس بار سورت ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَٰهُ﴾ پڑھ کر پانی پر دم کرے اور اس پانی کے چھینٹے لباس پر مارے کہ برکت ہوگی اور لباس بنیت نماز پہنے، اور نیا لباس پہننے کے بعد شکرانے کے دو رکعت (نفل) پڑھے اور اسکے بعد یہ دعا مانگے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَا أُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَأَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَيَاتِیْ، (یعنی، اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے، جس نے مجھے وہ پہنایا جس سے میں نے اپنی شرمگاہ کو ڈھکا اور میں نے اس کے ساتھ اپنی زندگی میں زینت حاصل کی)، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ هٰذَا الثَّوْبَ وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ، (یعنی، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے میری طاقت وقوت کے بغیر یہ کپڑا پہنایا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَبِرَحْمَتِهٖ تَصْلُحُ الْفَاسِدَاتُ وَتَنْزِلُ الْبَرَكَاتُ، (یعنی، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس کی نعمت سے اچھے اعمال پورے ہوتے ہیں اور جس کی رحمت سے خرابیاں زائل ہوتی ہیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں)۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ ثَوْبًا مُّبَارَكًا أَشْكُرُ فِيْهِ بِنِعْمَتِكَ وَأُحْسِنُ فِيْهِ عِبَادَتَكَ، وَأَعْمَلُ فِيْهِ بِطَاعَتِكَ وَأَسْتَعِيْنُ بِاللّٰهِ أَلْتَجِیْ إِلَى اللّٰهِ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنِ اسْتِيْلَاءِ النَّفْسِ بِقَلِيْلٍ وَّكَثِيْرٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَطْلُبُ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ وَالتُّقٰى فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعِفَّةَ وَالْغِنٰى وَالتَّوْفِيْقَ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى، (یعنی، ہر حال میں تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اے اللہ اسے ایسا مبارک کپڑا بنادے جسے پہن کر میں تیرا شکر ادا کروں اور بہتر طور پر تیری عبادت کروں اور تیری فرمانبرداری کے کام کروں اور میں اللہ سے مدد چاہتا ہوں اور اللہ کی بارگاہ میں التجاء کرتا ہوں اللہ سے نفس کے کم وبیش غلبے سے پناہ مانگتے ہوئے۔ اے اللہ میں تجھ سے دین ودنیا وآخرت میں گناہوں کی معافی اور کامل صحت اور ہر برائی سے بقاء اور ستھرائی طلب کرتا ہوں اے اللہ میں تجھ سے ایسی ہدایت، تقویٰ، پاکدامنی، ظاہری، باطنی غِناء اور توفیق کا سوال کرتا ہوں جیسا کہ تجھے پسند ہے اور جس سے تو راضی ہوتا ہے)۔

(جو شخص ایسا کرے) تو یہ لباس ابھی اس کی گردن پر نہ پہنچے گا کہ اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے اور سنت ہے کہ جب لباس اُتارے تو اسے لپیٹے اور تہ کرے اور حفاظت سے رکھے ورنہ شیطان اسے پہن لیتا ہے اور موزہ کو بھی حفاظت سے رکھے، اور نیا لباس پہنتے وقت تعوّذ ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾ اور تسمیہ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھے اور اگر نیا لباس یا نیا عمامہ یا نئی چادر یا نئے موزے پہنتے وقت سورۃ فاتحہ (﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ سے آخر تک) پڑھے تو پہننے والے کے بدن میں سرور پیدا ہو اور صحت وعافیت سے رہے اور مرض دور ہو اگر مقروض ہو تو اس سے خلاصی ہو، اور جلد تر دوسرا لباس میسر ہو اور چاہئے کہ پُرانا لباس کسی فقیر ومسکین کو دے دے اور اگر اہل وعیال مستحق ہوں تو ان کو دے دے کہ اس میں اجر بے حساب اور ثواب بے شمار ہے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ

وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ مَا لَا نَعْلَمُ

تمت بحمد الله تعالىٰ ترجمة "كشف الالتباس في استحباب اللباس"

بعد از ظہر ۲:۵۸، ۳۰ ربیع الآخر ۱۴۲۴ھ، یکم جولائی ۲۰۰۳ء

محمد عطاء اللہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

كَشْفُ الْإِلْتِبَاسِ فِي اسْتِحْبَابِ اللِّبَاسِ

لِلشَّيْخِ الْمُحَقِّقِ الشَّاه عَبْدِ الْحَقِّ بن سَيْفِ الدِّيْنِ الْمُحَدِّث الدَّهْلَوِيّ الْبُخَارِيُّ الْحَنفِيّ

(المتوفی ۱۰۵۲ھ)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	ذکر آداب لباس	۳۶
۲	ذکرِ عمامہ	۳۸
۳	ذکرِ شملہ	۳۹
۴	تخصیص ارسالِ شملہ	۳۹
۵	ذکرِ کلاہ	۴۰
۶	طریق عمامہ بستن	۴۰
۷	ذکرِ قمیص	۴۰
۸	ذکرِ پوستن	۴۱
۹	ذکرِ جیب	۴۲
۱۰	ذکرِ رداء و چادر	۴۳
۱۱	ذکرِ قبا	۴۴
۱۲	ذکر جیب قمیص	۴۴
۱۳	ذکرِ خرقہ و فرجی	۴۵
۱۴	ذکرِ ازار	۴۵
۱۵	ذکرِ آستین	۴۸
۱۶	حکم لباسِ معصفر و مزعفر	۵۱
۱۷	حکم جامہ سُرخ غیراز معصفر	۵۱
۱۸	ذکرِ موزہ	۵۲
۱۹	ذکرِ نعل	۵۳
۲۰	ذکرِ فوطہ بستن	۵۴
۲۱	جامۂ نو قطع کردن	۵۴
۲۲	مآخذ تخریج الأحادیث ومراجعہ	۵۸

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد وستائش الٰہی وپس از نعت وتحیت رسالت پناہی نمودہ می آید کہ ایں رسالہ ایست مختصر در بیان آداب لباس حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وتابعیہ وتبع تابعیہ الی یوم الحشر والنشر ۔ غرض اصلی ومقصد کلی آنست کہ بہرۂ تام وفیضِ عام ازیں دستور فائض النور بمسلمین ومؤمنین رسد ولباسے کہ قطع کردن وپوشیدن آں بدعت ست وطریق بدمذہباں وگمراہان ست ازو باز مانند واجتناب نمایند وحظی نصیبی بمتابعت سنت سنیہ برگزیند وثواب جمیل واجرِ جزیل فائز گردند تیمن وبرکت ازاں حاصل کنند بدعاے خیر فقیر حقیر عبد الحق بن سیف الدین دہلوی البخاری رایاد آرند وبفاتحہ فائحہ[۱] مستطاب[۲] گردانند و باللہ التوفیق۔

ذکر آدابِ لباس:

بدانکہ لباس مصدر ست بمعنی ملبوس چنانچہ کتاب بمعنی مکتوب واسم لباس شامل ست بدستار وپیراہن وجبہ وکلاہ ورداء وازار وغیرہ وآنچہ در پوشش بیاید پس برمومناں مخفی نماند کہ لباس آنحضرت سید الانبیاء سند الاصفیاء ﷺ اکثر از پارچۂ سفید بود ولباس سفید را بسیار دوست مید اشتند چنانچہ در خبر است قَالَ النَّبِیُّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ: "عَلَیْکُمْ بِالْبَیَاضِ مِنَ الثِّیَابِ

---

۱ قولہ: فائحہ، بکسر ہمزہ کہ حرف سوم ست وحای مہملہ بوی خوش دہندہ وبوی خوش ماخوذ از فوح کہ بمعنی دمیدن وبوی خوش آمدہ از منتخب ومنقول از زبدۃ الفوائد (غیاث اللغات)۔

۲ قولہ: مستطاب، بالضم خوش آمدہ وپاک آمدہ ولذیذ اسم مفعول از استطاب سب ماخذ این طیب است از منتخب وکشف الطائف (غیاث اللغات)۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لِيَلْبِسَهَا أَحْيَاؤُكُمْ وَكَفِّنُوا فِيهَا أَمْوَاتَكُمْ فَإِنَّهَا مِنْ خِيَارِ ثِيَابِكُمْ"[1]، وَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ: "اَلْبَسُوا الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ"[2]، وفی "بستان" فقیه أبی اللیث: یستحب البیض والخضر من الثیاب وفی "الشرعة": أحب الألوان البیاض والنظر إلی الخضر یزید فی البصر وقد لبس رسول اللّٰه ﷺ البرد الأخضر ولبس الأخضر سنّة ویجتنب الرجال الحمرة والصفرة من الثیاب وفی

(۱) أخرجه البیهقی فی سننه الکبریٰ برقم: ٦٦٩١، فی کتاب الجنائز، باب (٥٠) استحباب البیاض فی الکفن، والنسائی فی سننه الکبری، برقم: ٩٦٤٤، وفی سننه المجتبیٰ برقم: ٥٣٣٧، فی کتاب (٤٨) الزینة، باب (٩٩) الأمر بلبس البیض من الثیاب، وعمر بن الضحاک الشیبانی فی الآحاد والمثانی برقم: ١٣١٤، فی سمرة بن جندب، والطبرانی فی الکبیر، برقم: ٦٩٧٦، والزهری فی الطبقات الکبریٰ فی ذکر لباس رسول اللّٰه ﷺ وما روی فی البیاض، والترمذی فی سننه برقم: ٩٩٤، فی کتاب (٨) الجنائز، باب (١٨) ما یستحب من الأکفان، وفی الشمائل برقم: ٦٨، فی باب (٨) ما جاء فی لباس رسول اللّٰه ﷺ، والبغوی فی شرح السنة (٣١٤/٥)، وابن ماجة فی سننه برقم: ١٤٧٢، فی کتاب (٦) الجنائز، باب (١٢) ما جاء فیما یستحب من الکفن، وأبو داود فی سننه برقم: ٤٠٦١، فی کتاب (٢٦) اللباس، باب (١٦) فی البیاض۔
قال السندی: قوله: (فإنها أطهر وأطیب) لأنه یلوح فیها أدنی وسخ فیزال بخلاف سائر الألوان واللّٰه تعالیٰ أعلم (حاشیة السندی علی سنن النسائی).

(۲) أخرجه الترمذی فی سننه، برقم: ٢٨١٠، فی کتاب (٤٤) الأدب، باب (٤٦) ما جاء فی لبس البیاض، وفی الشمائل برقم: ٦٩ فی باب (٨) ما جاء فی لباس رسول اللّٰه ﷺ، والطبرانی فی الکبیر، برقم: ٥٦٠، والعسقلانی فی تلخیص الجبیر برقم: ٦٦١، والأنصاری فی خلاصة البدر المنیر برقم: ٧٧١، والأصبهانی فی حلیة الأولیاء (٣٧٨/٤)، والنسائی فی سننه الکبریٰ برقم: ٥٣٢٢، فی کتاب الزینة: باب الأمر بلبس الثیاب البیض، و ابن ماجة فی سننه برقم: ٣٥٦٧، فی کتاب (٣٢) اللباس: باب (٦) البیاض من الثیاب، و أبو داود فی سننه برقم: ٤٠٦١، فی کتاب (٢٦) اللباس، باب (١٦) فی البیاض، وأحمد فی مسنده برقم: ٢٢١٩، ٣٤٢٦، ٢٠٣٦٥، ٢٠٤١٦، ٢٠٤٤٧، ٢٠٤٦٣، ٢٠٤٨١، والحاکم فی المستدرک (٣٥٤/١)، فی کتاب الجنائز، والبغوی فی شرح السنة برقم: ٣٠٨٧، (١٨/١٢)، والبیهقی فی سننه الکبریٰ، برقم: ٦٦٩٠، فی کتاب الجنائز، باب (٥٠) استحباب البیاض فی الکفن، وفی الآداب برقم: ٧٤٨، والطیالسی فی مسنده برقم: ٨٩٤.

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

"الملتقط" ولبس السواد ليس بسنّة ولا فيه فضل بل كراهة لأنه بدعة محدثة بعد رسول الله ﷺ وفي "روضة العلماء": أن أبا حنيفة ﷺ قال: لبس السواد لا يجوز لأنهم كانوا لا يلبسون ذلك في زمانه ويعدّونه عيباً، وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالىٰ: يجوز لأن في زمانهما كانوا يلبسون ويفتخرون به، وفي "الكنز" وندب لبس السواد.

ذکرِ عمامہ:

وفي "الشِرعة": وقد لبس النبي ﷺ عمامة سوداء ويرسل ذنبه بين كتفيه

پس در بستن دستار سنت آنست کہ سفید باشد بے آمیزش رنگ دیگر ودستار مبارک آنحضرت ﷺ در اکثر اوقات سفید بودگاہے سیاہ واحیاناً سبز، فاما بعضے گفتہ اند کہ در وقت جنگ وغزا بر سر مبارک آنحضرت ﷺ دستار سیاہ بود بعضے گفتہ اند کہ از سبب مغفر یعنی خود رنگ دستار مبارک سیاہ وتیرہ شدہ بود و الّا آں دستار سفید بود فاما مقرر آنست کہ گاہ گاہ دستار سیاہ رنگ آنحضرت ﷺ بستہ اند ودستار خانگی رسول اللہ ﷺ ہفت گز یا ہشت گز گفتہ اند ووقت نماز پنجگانہ دوازدہ گز روز عید وجمعہ چہاردہ گز ووقت جنگ وحرب پانزدہ گز وعلماء متاخرین تجویز کردہ اند کہ سلطان وقاضی ومفتی وفقیہ ومشائخ وغازی تا سی ویک (۳۱) گز بر سر بندند جائز ست برائے وقار وتمکین وشہامت ودر دستار بستن سنت آنست کہ دستار دراز باشد نہ عریض وعرض دستار نیم گز باشد یا کسرے کم یا کسرے زیادہ دریں قصور فتور نیست واقل درازی آں ہفت گز باشد بگوے کہ بست وچہار انگشت است کہ شش قبضہ باشد وسنت آنست کہ دستار با طہارت بندد روے بجانب قبلہ کند واستادہ بندد وہرگاہ کہ کشاید گور گور[1] وعقد عقد نہ کشاید ویکدفعہ نکشاید چنانچہ پیچ بر پیچ دادہ است باز بہماں طریق کشاید وبعد از بستن در آئینہ یا آب یا مانند آں دیدہ راست کند وباش بندد یعنی با شملہ۔

---

[1] قولہ: گور گور: بالفتح پیچ دستار وبستن آں (منتخب اللغات)۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ذکر شملہ:

و در شملہ اختلاف ست اکثر اوقات پس پشت آنحضرت ﷺ بودے واحیاناً بر جانب دست راست و بر دست چپ بدعت ست واقل مقدار شملہ چہار انگشت ست واکثر یکدست و تطویل آں متجاوز از ظہر بدعت ست و تخصیص ف— ارسال شملہ بوقت نماز نیز موافق سنت نیست و ارسال شملہ مستحب ست واز سنن زوائد و در ترک آں اثمی نیست اگرچہ در فعل آں ثواب و فضیلے بسیار باشد وفی "الروضة" إرسال ذنب العمامة بين الكتفين مندوب و فرو گذاشتن شملہ پس پشت مستحب ست و سنت مؤکدہ نیست و رسول اللہ ﷺ گاہے شملۂ عمامہ مے گذاشت و گاہے نہ۔ وفقہارا برارسال شملہ براہیں قیاسی بسیار ست وارسال شملہ سنت مؤکدہ دانند وبعضے جانب چپ نگاہدارند و سند ایں قوی و معتبر نیست اگرچہ بعضے دلیلہا دریں باب نوشتہ اند وعلمائے متاخرین سوائے صلوات پنجگانہ شملہ را ارسال ندارند از برائے طعن و تمسخر جہال زمانہ و در "فتاوی حجت" و "جامع" آوردہ ست کہ ترک الذنب ذنب ور کعتان مع الذنب أفضل من سبعين ركعة بغير ذنب والذنب ستة أنواع للقاضي خمس وثلثون أصبعاً وللخطيب إحدى وعشرون أصبعاً وللعالم سبعا وعشرين أصبعاً وللمتعلم سبع عشر أصبعاً وللصوفي سبع أصابع و للعامي أربع أصابع ودستار را نشستہ نہ بندد و ازار را استادہ نپوشد چنانچہ در خبر ست قال ﷺ: "مَنْ تَعَمَّمَ قَاعِداً أَوْ تَسَرْوَلَ قَائِماً ابْتَلاهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ بِبَلَاءٍ لَا دَوَاءَ لَهُ" واگر معذور باشد جائز ست و در بعضی کتب معتبرہ نوشتہ اند کہ شخصے خود را اکثر اوقات بلباس سیاہ و سبز مشہور نگرداند کہ مکروہ و ممنوع ست چنانکہ گفت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ گفت رسول خدا ﷺ: "مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ"(1). واحیاناً اگر باشد منع نیست و بہترین لباس سفید ست و بدستار سیاہ یا سبز و پائجامہ و پیراہن و ردائے سیاہ و سبز بخانہ ملوک و اغنیا نرود کہ ممنوع ست۔

(1) أخرجه أبو داود في سننه برقم: ٤٠٢٩، في كتاب (٢٦) اللباس، باب (٥) في لبس =

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ذکر کلاه:

وکلاه بردو نوع ست یکے لاطیه دوم ناشره۔ لاطیه آنرا گویند که بر سر متصل باشد و آنحضرت ﷺ آنرا بر سر نهاده اند وناشره آنست که متصل بسر نباشد بلکه افراشته باشد وآں طاقیه سیاه است ورسول خدا ﷺ کمتر بر سر نهاده اند وبعضے مشائخ بر سر نهند جائز ست وکلاه آنحضرت ﷺ لاطیه بود بزیر عمامه بستی وگاه عمامه بے لاطیه بستی۔

طریق عمامه بستن:

وطریق عمامه بستن آنحضرت ﷺ گرد بود گنبد نما چنانچه علماء وشرفاء عرب بآں دستوری بندند۔

ذکرِ قمیص:

وآنحضرت علیه الصلوۃ والسلام اکثر قمیص مے پوشیدند وگاہے حُلّۂ حمراء می پوشیدند وحله عبارتست از دو جامه یعنی دوتوی وحمراء آں خطوط سرخ که دراں بود ومراد ازحمراء آں نیست که خالص

= الشُّهرَة، والنسائي في سننه الكبرى برقم: ٩٥٦٠، في كتاب الزينة، ذكر ما يستحب من الثياب وما يكره، وابن ماجة في سننه برقم: ٣٦٠٦، في كتاب (٣٢) اللباس، باب (٢٤) من لبس شهرةً من الثياب، ومعمر بن راشد الأزدي في جامعه، برقم: ١٩٩٧٩، في باب شهرة الثياب، و أحمد في مسنده برقم: ٥٦٦٤، ٦٢٤٥، و أبو يعلى في مسنده برقم: ٥٦٩٨، و ابن الجعد البغدادي في مسنده برقم: ٢١٤٣، في عثمان بن أبي ذرعة، والمنذري في الترغيب والترهيب برقم: ٣١٧٧، وعبد الكريم بن محمد الرافعي القزويني، في التدوين في أخبار قزوين (٨٢/٤)، في الاسم العاشر.

قال السندي: "ثوب شهرة": أي ثوب يقصد به الاشتهار بين الناس. سواء كان الثوب نفيساً يلبسه تفاخراً بالدنيا وزينتها، أو خسيساً يلبسه إظهاراً للزهد والرياء. "ثوب مذلة": من إضافة السبب إلى المسبب، أو بيانية تشبيهاً للمذلة بالثوب في الاشتمال.

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بود چہ سرخ خالص منہی عنہ است[1] بسوختن فرمودہ اند وفرمودہ کہ: "إِنَّ هٰذَا لِبَاسُ الْكُفَّارِ"(۱) وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمودہ اند کہ پیغمبر خدا ﷺ را دیدم کہ بہترین حلہا پوشیدہ وفرمودہ کہ اگر جامہ متجمل وزیبا پوشد برائے اظہار نعمت حق مثاب ست واگر برائے عز وافتخار پوشد معاقب گردد وفی "الخلاصة": لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا يتكبر وفی "مجمع النوازل": خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ وَعَلَيْهِ رِدَاءٌ قِيْمَتُهُ أَلْفُ دِرْهَمٍ وَزْنًا، وَقَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ وَعَلَيْهِ رِدَاءٌ قِيْمَتُهُ أَرْبَعُمِائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ. وأبو حنيفة كان يرتدى برداء قيمته أربعمائة دينار[2] وكان يقول لتلامذه: إذا رجعتم إلى أوطانكم فعليكم بالثياب النفيسة.

وآنحضرت ﷺ جامہ مُعلَّم[3] پوشیدہ اند ونیز جامہ سیاہ پوشیدہ وپوستین کہ اطراف آں بسندس دوختہ بودند پوشیدہ وفی "القنية": لف العمامة الطويلة ولبس الثياب الواسعة حسن فی حق العلماء الذين هم أعلام الهدى دون النساء فاما اصل در پوشیدن جامہ آنست کہ از وجہ حلال باشد ودر جامہ وجہ حرام نماز فریضہ ونفل قبول نیست وافضل در جامہ يلبس ثوبا

---

[1] در حدیث آمدہ است مَرَّ رَجُلٌ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَحْمَرَانِ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ. رواه الترمذی فی سننه، برقم: ۲۸۰۷، فی كتاب (٤٤) الأدب، باب (٤٥) ما جاء فی كراهية لبس المعصفر الخ، وأبو داود فی سننه، برقم: ٤٠٦٩، فی كتاب (٢٦) اللباس، باب (٢٠) فی الحمرة. والتبريزی فی مشكاة المصابيح، برقم: ٤٣٥٣-(٥٠) فی كتاب اللباس، الفصل الثانی.

[2] وفی "البزازية" خرج عليه الصلاة والسلام وعليه رداء قيمة أربعة آلاف درهم وكان الإمام رحمه الله يرتدی برداء قيمته أربعمائة دينار وكان يقول لتلاميذه إذا رجعتم إلى بلادكم فعليكم بالثياب النفيسة (كتاب الكراهية، الفصل السابع فی اللبس) وفی "البحر" عن "الذخيرة" سئل عن الزينة فقال ورد عنه عليه الصلاة والسلام أنه خرج وعليه رداء قيمتها أربعة آلاف درهم، فقال: إذا أنعم الله على العبد بنعمة يجب أن يظهر أثرها عليه (كتاب الكراهية، فصل فی اللبس)

[3] قولہ: مُعلَّم بمعنی منقش

---

(۱) أخرجه الطحاوی فی شرح معانی الآثار برقم: ٦٥٤٩، فی كتاب (٢٦) الكراهية، باب (٥) لبس الحرير، والزرعی فی حاشية ابن فهم (٧٩/١١).

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وسطا لا جیدا غایۃ ولا ردیا غایۃ وجامہ کہ در خلق متعارف ومشہور ست بیش از دو مرتبہ آنحضرت ﷺ نپوشیدہ اند یکمرتبہ نجاشی یعنی بادشاہ حبشہ بطریق ہدیہ بجناب آنحضرت ﷺ مرسل داشتہ بود آنرا پوشیدہ بجعفر طیار (رضی اللہ عنہ) بخشیدند ومرتبۂ ثانی از تحف وہدایائے یمن آمدہ بود آنرا پوشیدہ بدحیہ الکلبی (رضی اللہ عنہ) بخشیدند۔

ذکر جیب:

وجیب یعنی گریبان آں جامہ از جانب بغل چپ دوختہ بود وعلاقۂ بستن آں بغل راست بود چنانچہ دریں زمانہ معمول ست ومعروف ومشہور ودر "روضۃ المعانی" و"زاد الفقہاء" کہ تصنیف صاحب "صحیح بخاری" وامام نووی ست نیز ہمیں دستور ست کہ روئے گریبان جامہ بطرف دست راست بود ودر "روضہ" است کہ در زمان سابق چوں غازیاں بحرب کافراں میرفتند و فرصت ہر وقت از دست غنیم نمی یافتند خبز وتمر وغیرہ ماکولات را در جیب وگریبان نگاہداشتہ در راہ میرفتند ولجام اسپ را بدست چپ گرفتہ لقمہ لقمہ ویکاں یکاں خرما از دست راست برآوردہ میخوردند و در زمان عمر بن عبد العزیز وابن عباس رضی اللہ عنہما ہمیں دستور گریبانِ جامہ بود وآنہا کہ بدعت جدیدہ میگویند از راہ نافہمیدگی ست ودر بخارا ارباب علم وفضل اجزائے کتب ونسخ بجیب وگریباں نگاہداشتہ ودر راہ از جیب وبغل برآوردہ مطالعہ کردہ براہ میرفتند ودر مجالس بادشاہاں وعلمائے دین و صلحائے اہل صدق ویقین بعد از فراغ از اکل طعام تیمناً وتبرکاً نان را در گریبان وبغل نگاہ میداشتند تاکہ ہر خاص وعام کہ بخانہ خود ہا رود اہل بیت خود را بہ تبرک فائز گرداند ورومال ونقد را در جیب و گریباں نگاہ می دارند وایں ہمہ استعمال دست راست بروئے گریباں دست راست میشود واگر روئے گریبان جامہ بدست چپ می شد استعمال دست راست میرفت وبدست چپ حرج بسیار میشد ومنہی اسلام ست بدست چپ روئے گریباں کردن کہ طریقۂ مجوس وآتش پرستان ست و بادشاہ اسلام وقاضی را باید کہ ازیں طریقہ کہ روئے گریبان جامہ بجانب چپ باشد منع فرماید وزجر کند در زمان عمر بن عبد العزیز شخصے برائے گواہی دادن در محکمہ آمدہ بود وروئے گریبان وعلاقۂ بستن

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

او بجانب چپ بود قاضی رد شہادت او فرمود و در مکتوب نود و یکم شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کہ عمدۂ علماء و شیخ وقت خود بود او نیز چنیں نوشتہ کہ جیب در جامہ دوختن سنت ست از جانب راست برائے آنکہ تا دست راست آسان در وے فرو تواں کرد و در قرآن مجید در حق حضرت موسیٰ علیہ السلام آمدہ: ﴿وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ﴾ الآیۃ [النمل: ۲۷/۱۲] و ہر جامہ کہ اہل اسلام دوزند یا جیب دوزند کہ در وے فوائد بسیار ست تا بوقت حاجت شانہ و چیز ہائے دیگر در وے نہند و بدست راست بر آرند و در عرب استعمال قصب الجیب ست ایں نیز عمل بر دست راست ست۔ و در جامہ و پیراہن و جبہ پوشیدن سنت آنست کہ اوّل دست راست با آستین راست آورد باز دست چپ با آستین چپ کند و بس۔

ذکر رداء و چادر:

ذکر رداء و چادر:

رداء و چادر از دست راست بدوش چپ اندازد چنانچہ معمول ست و لفافۂ مردہ را ہمیں دستور کند چرا کہ لفافۂ مردہ حکم چادر و ردائے زندہ دارد واین دستور در اکثر کتب فقہ مسطور ست و آنہا کہ جامہ را بالقیاس پوشیدن رداء و چادر حمل می کنند خلاف شرع ست و بدعت را رواج مید ہند باید کہ ازیں طریقہ اجتناب کنند تا مثاب شوند و معاقب نگروند و در پیراہن و جبہ و خرقہ آستین فراخ کردن سنت صحابہ و مشائخ ما تقدم ست تا وقت وضو کردن و کارے کردن آسان باز تواں پیچید و اگر خواہند مُسبّحہ یا چیزے دیگر ہم در آستین تواں نہاد و فراویز[۱] بر سر آستین و پایدامن جامہ دوختن سنت ست و صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کہ پیراہن و جبہ را فراخ و کشادہ کردہ انداز برائے آنکہ وجود شریف آنہا در ریاضت و مشقت قیام و صیام خیلے لاغر و ضعیف شدہ باشد برائے ہیبت و شہامت می پوشیدند تا در چشم دشمناں و کافراں حقیر نیائند و ہر چہ ایشاں کردہ انداز راہ نفس نکردہ اند بلکہ برائے ترویج و استقامت دین بود۔

۱؎ قولہ: فراویز: بفتح ویائے معروف سنجاف دامن جامہ از برہان (غیاث اللغات)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ذکر قبا:

وقبا جامہ را گویند کہ گریبان دار باشد وآں متعارفست در عرب وعجم واستعمال پوشیدن آں در عجم بسیارست ورسول خدا ﷺ پوشیدہ اند وروے گریبانش وعلاقہ بستن آں بر جانب دست راست بود وجبہ رومیہ کہ آستین آں تنگ بود آنرا نیز آنحضرت ﷺ پوشیدہ[1] وہنگام وضو دست از آستین برآوردہ اند یعنی آں جبہ چناں تنگ بود کہ بے آنکہ دست از آستین برآرند شستن آں میسر نبود وتحقیق شدہ کہ آنرا در سفر پوشیدہ اند وبریں اتفاق ست[2] گاہے جبہ وقبا تکمہ[3] دار پوشیدہ اند وقبا را گاہے تکمہ دار میدوزند چنانچہ جامہ تکمہ دار کہ دریں زمانہ مشہور بقادر یست۔

ذکر جیب قمیص:

وثابت شدہ کہ جیب قمیص آنحضرت ﷺ برسینہ مبارک وے بود چنانچہ احادیث بسیار برآں دلالت دارد وعلمائے حدیث تحقیق آں نمودہ اند وعرف تمام دیار عرب خلفاً عن سلفٍ از ابتدائے یمن تا اقصائے مغرب برآں شدہ وبعضے از مردم کہ نزد ایشاں علم بسنت نیست گمان بردہ اند کہ گذاشتن جیب قمیص برسینہ بدعت ست چوں در بعضے از دیار عجم جیب برسینہ عادت نساء شدہ است بعضے از فقہا بکراہت آں حکم کردہ اند از جہت تشبیہ نساء وشک نیست کہ ایں عادت حادث ست وتحقیق آنست کہ جیب پیراہن نبوی ﷺ برسینہ بود وفقہاء کہ بر کتفین شق جیب مقرر کردہ اند برعکسِ جیب آنحضرت ﷺ ست وایں مقدمہ را در ترجمہ فارسی[4] "مشکوۃ المصابیح" ودر شرح عربی[5] آں واضح تر نوشتہ ام واگر احیاناً شق جیب کتفین پیراہن آنحضرت ﷺ پوشیدہ باشد سند آں

---

[1] وعن المغیرۃ بن شعبۃ: أن النبی ﷺ لبس جبۃ رومیۃ ضیقۃ الکمین (مشکاۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الأول، وأخرجہ البخاری فی صحیحہ، ومسلم، والترمذی فی سننھما، وأحمد فی المسند)

[2] أشعۃ اللمعات، کتاب اللباس، الفصل الأول۔

[3] قولہ تکمہ بالضم گوی گریبان از برہان ولغات ترکی کہ بہندی آنرا گھنڈی گویند الخ (غیاث اللغات)

[4] أشعۃ اللمعات

[5] لمعات التنقیح

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بفقہاء رسیدہ باشد فاما سند قطعی مطابق علمائے حدیث جائے نیست۔

ذکر خرقہ و فرجی:

خرقہ و فرجی[۱] و لباچہ[۲] علماء و مشائخ و صلحاء پوشیدہ اند اگرچہ سند قوی دریں باب نیست و درزمان آنحضرت ﷺ ایں لباس نبود و اگر کسے پوشد مباح ست لا بأس و میگویند کہ واضع فرجی فرعون ست و ایں در کتب معتبرہ دیدہ نشدہ و ثابت گشتہ باید کہ ہنگام نماز آستین آں بیروں آرد و فروگذارد کہ مکروہ است۔

ذکرِ ازار:

و ازار آنحضرت ﷺ از بالائے ناف تا فوق کعبین بودہ و لہٰذا رسنّت ست و از ناف تا زانو ستر فرض ست و بعضے ناف را در عورت نگرفتہ اند چرا کہ ناف حسنین رضی اللہ عنہما را آنحضرت ﷺ بوسیدہ اند و ہمبریں قیاس سراویل کہ در عجم متعارف ست و آنرا شلوار میگویند بمقدار ازار آنحضرت ﷺ باید و اگر زیر شتالنگ یا دوسہ چین واقع شود بدعت و گناہ ست و در حدیث آمدہ کہ گفت رسول علیہ الصلوۃ والسلام: "لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِلٰى مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا"[۱]. یعنی نظر نمیکند خدا تعالیٰ جل شانہ روز قیامت سوے کسے کہ بکشد ازار خود را و دراز سازد بطریق تکبر و اسراف و طغیان نعمت و ازیں قید معلوم میشود کہ اگر از روے تکبر نباشد و بجہت عذرے باشد مثل مرض و ورد قت کردہ بود و نزد فقہا ازار کہ فرو تر از شتالنگ باشد حرام ست و بدعت ست محض چنانچہ فرمود

۱ قولہ: فرجی، بالفتح و جیم عربی نوعی از قبائے بے بند کشادہ پیش بعض تکمہ افزایند و بیشتر بر فراز جامہ پوشند از آئین اکبری (غیاث اللغات)

۲ قولہ: لباچہ بالفتح بمعنی فرجی بالاپوش از سراج و برہان ظاہر آنوعی است از قبا۔

(۱) أخرجه عبد الله بن أحمد بن حنبل الشيباني في السنة لعبد الله بن أحمد برقم: ۱۲۳۸، والبخاري في صحيحه برقم: ۵۷۸۸، في كتاب (۷۷) اللباس: باب (۵) من جر ثوبه من الخيلاء، والبيهقي في شعب الإيمان برقم: ۶۱۳۳، في باب (۴۰) في الملابس والأواني، فصل في موضع الإزار، والقرطبي في التفسير (۱۳/۳۱۰)، ومسلم في صحيحه برقم: ۴۸-(۲۰۸۷)، في كتاب (۳۷) اللباس، باب (۹) تحريم جر الثوب خيلاء الخ، و ابن خزيمة في صحيحه برقم: ۷۸۱، في =

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

رسول عليه الصلوة والسلام: "مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ"[1]، وَقَالَ عَلَيْهِ

= باب التغليظ في إسبال الإزار، في الصلاة، وابن حبان في صحيحه برقم: ٥٤٤٦، في ذكر الإخبار عن موضع الإزار للمرء المسلم، وبرقم: ٥٤٤٧، في ذكر البيان بأن لابس الإزار من أسفل من الكعبين الخ، وبرقم: ٥٤٥٠، في ذكر خبر قد يوهم غير المتجر الخ، والهيثمي في موارد الظمآن برقم: ١٤٤٥، في باب ما جاء في الإزار، وأبي عوانة في مسنده-١: برقم: ٨٥٦٠، ٨٥٦١، ٨٥٦٩، ٨٥٧٠، في التشديد في اغترار المرء بلباسه الخ، وبرقم: ٨٦٠٢، ٨٦٠٥، في الخبر الموجب رفع الرجل إزاره إلى أنصاف الساقين الخ، و البيهقي في سننه الكبرىٰ برقم: ٣٣١٧، في كتاب الصلاة، باب (٣٢٥) موضع الإزار من الرجل، وأبو داود في سننه برقم: ٤٠٩٣، في كتاب (٢٦) اللباس، باب (٣٠) في قدر موضع الإزار، و النسائي في سننه لكبرىٰ برقم: ٩٧١٤، ٩٧١٧، وابن ماجة في سننه برقم: ٣٥٧٣، في كتاب (٣٢) اللباس، باب (٧) موضع الإزار أين هو، ومالك في الموطاء، برقم: ١٦٩٩، في كتاب (٤٨) اللباس، باب (٥) ما جاء في إسبال الرجل ثوبه، و الطبراني في الأوسط، برقم: ٩٧٧، ٥٢٠٤، وأحمد في مسنده برقم: ٥٣٧٧، ٨٩٩٢، ٩١٤٤، ٩٢٩٤، ٩٥٥٠، ٩٨٥٤، ١٠٠٢٤، ١٠٢١٠، ١١٠٢٣، ١١٤١٥، ١١٩٤٤، وأبو بكر الحميدي في مسنده برقم: ٧٣٧، وإسحاق بن راهوية في مسنده، برقم: ٧٠، ٧٢، و الطلياسي في مسنده برقم: ٢٢٢٨، ٢٤٨٧، وأبو يعلى في مسنده، برقم: ٦٣٢٤، ٦٣٣٤، وابن الجعد في مسنده، برقم: ١١٣٥، والبيهقي في شعب الإيمان برقم: ٦١٣٣: في باب (٤٠) في الملابس والأواني، فصل في موضع الإزار، والمنذري في الترغيب والترهيب برقم: ٣٠٩٠، ٣٠٩٦، وابن عبد البر في تمهيده، (٢٢٥/٢٠)، وابن عدى في الكامل (١٨٣/٤)، (٣٥٦/٦)، والظاهرى في المحلى برقم: ٤٢٨.

قال السيوطي في شرحه على "الموطا": (بطراً): بفتح الطاء أى تكبراً وطغياناً.

قال السندي: "إزارة" بالكسر، للحالة والهيئة، أى هيئة إزار المؤمن أن يكون الإزار إلى أنصاف ساقيه، تقريباً وتخميناً. لا تحقيقاً. "وما أسفل من الكعبين": قيل يحتمل أنه منصوب على أنه خبر كان المحذوفة. أى ما كان أسفل. أو مرفوع بتقدير المبتدأ، أى ما هو أسفل. ونحتمل أنه فعل ماض. "بطراً": أى تكبراً.

(١) أخرجه القرطبي في التفسير (٧١/١٤)، (٦٦/١٩)، ومسلم في صحيحه برقم: ٤٢-(٢٠٨٥)، في كتاب (٣٧) اللباس، باب (٩) تحريم جرّ الثوب خيلاء الخ، و البخاري في صحيحه برقم: ٣٦٦٥، في كتاب (٦٢) فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب (٥) قول النبي ﷺ: "لو كنت متخذا خليلا"، وبرقم: ٥٧٨٣، في كتاب (٧٧) اللباس، باب (١) قوله تعالىٰ: ﴿قُلْ مَنْ =

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: "مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فَهُوَ فِي النَّارِ"(۱)۔

= حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ﴾(الآية) الخ، وبرقم: ٥٧٨٤، باب (٢) من جر إزاره من غير خيلاء، وابن حبان فی صحیحه برقم: ٥٤٤٤، فی ذکر الخبر المفسر للفظة المجملة التی تقدم الخ، و أبی عوانة فی مسنده-١: برقم: ٨٥٧٢، ٨٥٨٢، ٨٥٩٣، و الترمذی فی سننه برقم: ١٧٣٠، فی کتاب (٢٥) اللباس، باب (٨) ما جاء فی کراهیه جر الإزار، وبرقم: ١٧٣١، فی باب (٩) ما جاء فی جر ذیول النساء، والبیهقی فی سننه الکبریٰ برقم: ٣٣١٤، فی کتاب الصلاة، باب (٣٢٤) کراهیة السدل فی الصلاة، وتغطیة الفم، وأبو داود فی سننه برقم: ٤٠٨٥، فی کتاب (٢٦) اللباس، باب (٢٨) ما جاء فی إسبال الإزار، و النسائی فی سننه الکبریٰ برقم: ٩٧١٩، ٩٧٢٦، ٩٧٣٠، ٩٧٣٥، وفی سننه المجتبی برقم: ٥٣٤٢، فی کتاب (٤٨) الزینة، باب (١٠٠) التغلیظ فی جر الإزار، وبرقم: ٥٣٤٩، ٥٣٥٠، فی کتاب (٤٨) الزینة، باب (١٠٤) إسبال الإزار، وبرقم: ٥٣٥١، فی کتاب (٤٨) الزینة، باب (١٠٥) ذیول النساء، و ابن ماجة فی سننه برقم: ٣٥٧١، فی کتاب (٣٢) اللباس، باب (٦) من جر ثوبه من الخیلاء، و معمر بن راشد فی جامعه، برقم: ١٩٩٨٠ و ١٩٩٨٤، فی باب إسبال الإزار، والطبرانی فی الأوسط، برقم: ١٤٧٧، ٢٧٩١، وأحمد فی مسنده برقم: ٤٨٨٤، ٥٠١٤، ٥٠٥٥، ٥٠٥٧، ٥١٧٣، ٥٢٤٨، ٥٣٥١، ٥٥٣٥، ٥٨٠٣، ٥٨١٦، ٦١٢٣، ٦١٥٠، ٦٢٠٣، ٦٢٠٤، ٦٣٤٠، ٦٤٤٢، ١٠٥٤٨، ١١٣٧٠، والحمیدی فی مسنده برقم: ٦٣٦، وأبو یعلی فی مسنده برقم: ٥٥٧٢، و الطبرانی فی الکبیر، برقم: ١٣١٧٨، والبیهقی فی شعب الإیمان برقم: ٦١١٦، فی باب (٤٠) فی الملابس والأوانی، فصل فیما ورد من التشدید علی من جر ثوبه خیلاء، والمنذری فی الترغیب والترهیب برقم: ٣٠٩٥، ٣٠٩٦، ٣٠٩٧، و ابن عبد البر فی تمهیده (٣/٢٤٤)، والسیوطی فی الدیباج برقم: ١٠٦، والقیسرانی فی تذکرة الحفاظ برقم: ٨٩٤، والواسطی فی تاریخ واسط فی أبو بکر عبد الرحمن بن حماد بن سوید.

قال الترمذی: هذا حدیث حسن صحیح. **قال السیوطی** فی "الدیباج"، بعد ذکر الحدیث: وقد رخص ﷺ فی ذلك لأبی بكر حیث كان جره لغیر الخیلاء. **قال السندی**: قوله: (لم ینظر الله إلیه) أی نظر رحمة والمراد أنه لا یرحمه مع السابقین استحقاقاً وجزاء وإن كان قد یرحمه تفضلاً وإحساناً والله تعالیٰ أعلم.

(١) أخرجه البخاری فی صحیحه برقم: ٥٧٨٧، فی کتاب (٧٧) اللباس، باب (٤) ما أسفل من الکعبین فهو فی النار، والنسائی فی سننه الکبریٰ برقم: ٩٧٠٥ و ٩٧١٨، فی لبس السراویل لمن لم یجد الإزار، وفی سننه المجتبی برقم: ٥٣٤٦، فی کتاب (٤٨) الزینة، باب (١٠٣) ما تحت الکعبین من الإزار، وأحمد فی مسنده برقم: ٥٧١٣، ٩٣٠٨، ٩٩٣٦، ١١٠٤٢، ٢٠١١٠، =

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ذکر آستین:

و آستین پیراہن و جامہ و قبا و جبّۂ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام گاہے تا بند دست بود و گاہے تا سر انگشتاں موافق ایام حرارت و برودت مقرر شدہ و گاہے بے این دو شق یعنی حرارت و برودت نیز بودہ و جامہ و قبائے آنحضرت ﷺ بے چین کمر بود و چین کمر زینت ست و جامۂ آنحضرت ﷺ بے بندہائے زیادہ بودہ یعنی بغیر از بندہائے بستن زیادہ نبودہ و علمائے متاخرین لا بأس گفتہ اند و لباس ابریشمی پوشیدن حرام ست بر مرداں[1] را چنانچہ فرمود علیہ الصلوٰۃ والسلام: "مَنْ لَبِسَ الحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ" (١). و نہی کردہ است رسول خدا ﷺ از

[1] في "الدر": يحرم لبس الحرير ولو بحائل بينه وبين بدنه على المذهب الصحيح.

= ٢٠٣٥٨، وأبو بكر الحميدي في مسنده برقم: ٧٣٧، وابن عبد البر في مسنده، (٢٠/٢٢٨)، وابن عدي في الكامل برقم: ٨٢٠.

قال السيوطي: (ما أسفل من الكعبين من الإزار ففي النار) قال الكرماني: ما موصولة وبعض صلته محذوف وهو كان وأسفل خبره، ويجوز أن يرفع أسفل، أي ما هو أسفل وهو أسفل ويحتمل أن يكون فعلاً ماضياً. وقال الزركشي: من الأولى لابتداء الغاية والثانية للبيان. وقال الخطابي: يريد أن الموضع الذي يناله الإزار من أسفل الكعبين من رجله من النار كنى بالثوب عن بدن لابسه.

قال السندي: قوله (ما أسفل) قيل: يحتمل أنه منصوب على أنه خبر كان المحذوف، أي ما كان أسفل أو مرفوع بتقدير المبتدأ أي ما هو أسفل ويحتمل أنه فعل ماض.

(١) أخرجه القرطبي في التفسير (١٢/٢٩)، والبخاري في صحيحه، برقم: ٥٨٣٤، في كتاب (٧٧) اللباس، باب (٢٥) لُبس الحرير وافتراشه للرجال الخ، ومسلم في صحيحه برقم: ٢١-(٢٠٧٣)، ٢٢-(٢٠٧٤)، في كتاب (٣٧) اللباس، باب (٢) تحريم استعمال إناء الذهب والفضة على الرجال والنساء وخاتم الذهب والحرير على الرجل الخ، وابن حبان في صحيحه، برقم: ٥٤٢٩، في ذكر بيان أن من لبس الحرير في الدنيا الخ، وبرقم: ٥٤٣٥، في ذكر نفي لبس الحرير الخ، وبرقم: ٥٤٣٦، في ذكر تحريم الله جل وعلى لبسَ الحرير في الجنة على من لبسه في الدنيا من الرجال، وبرقم: ٥٤٣٧، في ذكر البيان بأن لابس الحرير في الدنيا الخ، والحاكم في المستدرك على الصحيحين برقم: ٧٢١٦، ٧٤٠٤، في كتاب الأشربة، والهيثمي في =

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پوشیدن حریر مگر چہار انگشت چنانچہ آمدہ نَهىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ إِلَّا فِيْ مَوْضِعِ أُصْبَعٍ أَوْ أُصْبَعَيْنِ أَوْ ثَلَاثٍ أَوْ أَرْبَعٍ (۱). وَعَنْ عَلِيٍّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَخَذَ حَرِيْراً فَجَعَلَهٗ

= موارد الظمآن برقم: ۱٤٦۱، فی باب ما جاء فی الحریر والذهب وغیر ذلك، و أبو عوانة فی مسنده -۱ : برقم: ۱٤۷۷، ۸۵۰٦، وفی باب إباحة الثوب الذی فیه العلم الخ، برقم: ۸۵۱۱، ۸۵۱۳، والترمذی فی سننه برقم: ۲۸۱۷، کتاب (٤٤) الأدب، باب (۵۲) ما جاء فی کراهیة الحریر والدیباج، والهیثمی فی مجمع الزوائد (۵/۱۳۸-۱٤۲)، والبیهقی فی سننه الکبری، برقم: ٤۲۰۳، ٤۲۰٤، وفی کتاب الصلاة، باب (۵۱٦) نهی الرجال عن ثیاب الحریر، وبرقم: ٦۰۸٤، فی کتاب صلاة الخوف، باب (۱۸) الرخصة فی العلم وما یکون فی نسجة قز وقطن الخ، والنسائی فی سننه الکبری، برقم: ٦۸٦۹، وفی لبس الحریر، برقم: ۹۵۸۲، ۹۵۸۳، ۹۵۸٤، ۹۵۸۷، ۹۵۸۸، ۹۵۸۹، ۹۵۹۰، ۹٦۰۸، ۹٦۰۹، ۹٦۱۱، ۹٦۲۱، ۹٦۲۳، ۹٦۲۵، ۱۱۳٤٤، وفی سننه المجتبی برقم: ۵۳۱۹، ۵۳۲۰، فی کتاب (٤۸) الزینة، باب (۹۰) التشدید فی لبس الحریر الخ، وابن ماجة فی سننه برقم: ۳۵۸۸، فی کتاب (۳۲) اللباس، باب (۱٦) کراهیة لبس الحریر، و ابن أبی شیبة فی مصنفه، برقم: ۲٤٦۳۳، فی کتاب (۱۸) اللباس والزینة، باب (۲) لبس الحریر وکراهیة لبسه، والطحاوی فی شرح معانی الآثار برقم: ٦۵۳۲، فی کتاب (۲٦) الکراهیة، باب (۵) لبس الحریر، وأحمد فی مسنده برقم: ۱۸۱، ۲۵۱، ۲٦۹، ۳۲۱، ۱۱۱۹۵، ۱۲۰۰٤، ۱۲۰۰۸، ۱٤۰۲٤، ۱٤۰۳۷، ۱٦۱٦۳، ۱٦۲۱۷، ۱۷٤٦۷، ۱۷۵٦۷، ۲۷۹٦۹، والطبرانی فی مسند الشامیین برقم: ۱۲۲۰، والطیالسی فی مسنده، برقم: ٤۳، ۲۲۱۷، وأبو یعلی فی مسنده برقم: ۱۷۵۱، ٦۸۱۵، ٦۸۱۷، وابن الجعد فی مسنده برقم: ۹۷۵، فی قتادة عن داود السراج، وبرقم: ۱٤۲۳، وفی من حدیث جابر برقم: ۲۳٦۰، و الطبرانی فی الکبیر، برقم: ۹۷۷۹ (۱۰/۱۱)، وبرقم: ۹۰٤ (۱۷/۳۲۷)، وبرقم: ۹۰۵، وبرقم: ۱۷۰، ۱۷۱، (۲٤/٦۵)، وابن عبد البر فی مسنده (۱٤/۲٤٦-۲٤۷)، (۱۵/۸)، والبخاری فی التاریخ الکبیر برقم: ٦٤۱، فی باب الخلیفة، والمزی فی تهذیب الکمال برقم: ۱۷۸۲، ۷۹۹٤، والباجی فی التعدیل والتجریح برقم: ۱۷٤۰، والعسقلانی فی الإصابة برقم: ٤۳۱۸، فی الطاء بعدها الفاء، والظاهری فی المحلی (٤/٤۰)، (۱۰/۸۲).

(۱) أخرجه البخاری فی صحیحه برقم: ۵۸۲۹، فی کتاب (۷۷) اللباس، باب (۲۵) لبس الحریر وافتراشه للرجال وقدر ما یجوز منه، ومسلم فی صحیحه برقم: ۱۲-(۲۰٦۹)، فی کتاب (۳۷) اللباس والزینة، باب (۲) تحریم استعمال إناء الذهب والفضة علی الرجال والنساء الخ، =

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فِيْ يَمِيْنِهٖ وَأَخَذَ ذَهَباً فَجَعَلَهٗ فِيْ شِمَالِهٖ، فَقَالَ: "إِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ أُمَّتِيْ"(١).و

= وابن حبان فى صحيحه برقم: ٥٤٤١، فى ذكر بعض الوقت أبيح لبس الحرير للرجال فيه، و أبو عوانة فى مسنده، برقم: ٨٥١٨، ٨٥١٩، ٨٥٢٢، ٨٥٢٤، و البيهقى فى سننه الكبرى برقم: ٦٠٨٣، فى كتاب صلاة الخوف، باب (١٨) الرخصة فى العلم وما يكون فى نسجة قز وقطن الخ، والنسائى فى سننه الكبرىٰ برقم: ٩٦٢٩، والطحاوى فى شرح معانى الآثار برقم: ٦٥٢٦، فى كتاب (٢٦) الكراهة، باب (٥) لبس الحرير، وأحمد فى المسند برقم: ٣٦٥، ١٧٠٠١، ٢٣٦٥٨.

(١) أخرجه أحمد فى المسند برقم: ٩٣٥، ومحمد بن عبد الواحد الحنبلى فى الأحاديث المختارة برقم: ٥٩٠، والهيثمى فى مجمع الزوائد (١٤٣/٥)، والبيهقى فى سننه الكبرىٰ برقم: ٤٢١٩، فى كتاب الصلاة، باب (٥٢٠) الرخصة فى الحرير والذهب للنساء، و أبو داود فى سننه برقم: ٤٠٥٧، فى كتاب (٢٦) اللباس، باب (١٤) فى الحرير للنساء، والنسائى فى سنه الكبرى برقم: ٩٤٤٥، فى باب الكراهية للنساء فى إظهار الحلى والذهب، وفى سننه المجتبى برقم: ٥١٥٩، ٥١٦٠، ٥١٦١، فى كتاب (٤٨) الزينة، باب (٤٠) تحريم الذهب على الرجال، و ابن ماجة فى سننه برقم: ٣٥٩٥، فى كتاب (٣٢) اللباس، باب (١٩) لبس الحرير والذهب للنساء، وابن أبى شيبة فى مصنفه برقم: ٢٤٦٣٥، فى كتاب (١٨) اللباس والزينة، باب (٢) فى لبس الحرير وكراهية لبسه، والطحاوى فى شرح معانى الآثار برقم: ٦٥٥٨، فى كتاب (٢٦) الكراهة، باب (٥) لبس الحرير، و الطبرانى فى الأوسط برقم: ٧٨٠٩، وأحمد فى المسند برقم: ٩٣٥ (١١٥/١)، والبيهقى فى شعب الإيمان برقم: ٦٠٨٢، فى باب (٤٠) فى الملابس والأوانى وما يكره منها، والمنذرى فى الترغيب والترهيب برقم: ٣١١٦، والعسقلانى فى الدراية فى تخريج أحاديث الهداية برقم: ٩٣٩، والزيلعى فى نصب الراية فى فصل فى اللبس.

قال السيوطى: (إن هذين حرام) قال ابن مالك فى شرح الكافية: أراد استعمال هذين فحذف استعمال وأقام هذين مقامه فأفرد الخبر.

قال السندى: قوله (إن هذين) إشارة إلى جنسهما لا عينهما فقط (حرام) قيل: القياس حرامان إلا أنه مصدر وهو لا يثنى ولا يجمع أو التقدير كل واحد منهما حرام، فأفرد لئلا يتوهم الجمع، وقال ابن مالك: أى استعمال هذين فحذف المضاف وأبقىَ الخبر على إفراده وعلى كل تقدير، فالمراد استعمالهما لبساً وإلا فالاستعمال صرفاً وإنفاقاً وبيعاً جائز للكل واستعمال الذهب باتخاذ الأوانى منه استعمالها حرام للكل والله تعالىٰ أعلم.

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لباس حریر مرداں را وصبیاں را پوشیدن حرام ست مگر بر زنہا وصبیّہا یعنی دختراں نابالغہ را رواست و اگر برائے دفع خارش وجرب ودفع سوداء پوشد رواست وبرائے دفع قمل پوشیدن حریر لا بـــأس ست۔ واگر در معجون ابریشم مخلوط کردہ بخورد جائز ست۔ ولباس حریر بر زبیر بن العوام وعبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما آں حضرت ﷺ مباح گردانیدہ اند کہ ایشانرا خارش بدن از جہت قمل بود پس ازوے مفہوم شد کہ لبس حریر حرام ست إلّا برائے حاجت ومصلحت وایں مذہب شافعی است و نزدیک مالک جائز نیست اصلاً ودر "ہدایہ" میگوید کہ لا بـــأس ست حریر ودیبا در حرب عندہما رحمہما اللہ زیرا کہ دافع ست مر سختی سلاح را ومہیب تر ست در چشم دشمن ونزد امام اعظم رحمہ اللہ مکروہ ست از جہت اطلاق نہی وضرورت مندفع ست بمخلوط وصاحبیہ گویند کہ حریر خالص دافع تر ست ولباس فـــ معصفر ومزعفر حرام ست مر مرداں را[۱] وعلماء را در لباس معصفر اختلاف ست بعضے آنرا مطلق حرام دانند وبعضے مباح وگویند کہ بعد از بافتن اگر رنگ کردہ شدہ باشد حرام ست واگر بافتن بعد از رنگ ست مباح ست وبعضے گویند کہ اگر رائحہ آں زائل شدہ باشد مباح ست و إلّا حرام وبعضے گویند کہ لبس آں در مجالس ومحافل مکروہ باشد واگر در خانہ پوشد مختار اند ودرست ست۔ و در مذہب حنفی کراہت تحریمی ست ونماز گذاردن باں مکروہ ست ودر فـــ رنگ سرخ از غیر مزعفر نیز اختلاف ست وشیخ قاسم حنفی کہ از اعاظم علمائے متاخرین مصر ست تحقیق نمودہ وفتوی دادہ کہ حرمت از جہت لون ست پس ہر سرخ حرام ومکروہ باشد وآنحضرت ﷺ گلیم پوشیدہ اند وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ (۱) یعنی بر رسول اللہ ﷺ چادر از پشم یا از موی یا از کتان یا از خز بود ودر قاموس گفتہ

---

۱ عن عمران بن حصين أن النبي ﷺ قال: "لا ألبس المعصفر"، عن عبد الله بن عمرو بن العاص، قال رآى رسول الله ﷺ عليَّ ثوبين معصفرين، فقال: "إنّ هذه من ثياب الكفار فلا تلبسهما وفي رواية: قلت: أغسلهما؟ قال: "بل أحرقهما"، أخرجه مسلم في صحيحه، (كتاب اللباس والزينة، باب النهي عن لبس الرجل الثوب المعصفر، الحديث:٢٧-٢٨(٢٠٧٧))، والنسائي في سننه (الحديث:٥٣١٦) وأحمد في "المسند" (١٦٢/٢).

(١) أخرجه مسلم في صحيحه برقم: ٣٦-(٢٠٨١)، في كتاب (٣٧) اللباس، باب (٦) التواضع في اللباس والاقتصار على الغبظ منه الخ، وبرقم: ٦١ -(٢٤٢٤)، في كتاب (٤٤) فضائل =

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مرط مرحل بکسر میم وسکون را چادر از صوف یا از کتان و در "نہایہ" گفتہ مرط از پشم باشد و گاہے از خز و جز آں نیز بود و شرح وسط ایں مقدمہ در ترجمہ "مشکوۃ" کردہ ایم آنجا ملاحظہ نمائید۔

ذکر موزہ:

ذکر موزہ

موزہ سیاہ داشتن سنت ست و زرد رخصت ست و سرخ بدعت ست لِأَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدَىٰ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ خُفَّيْنِ أَسْوَدَيْنِ سَاذِجَيْنِ فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا[1] مسح موزہ ثابت است بسنت رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام و آنرا ترک نکند مگر ضال و مبتدع و روا باشد مسح بر موزہ کردن اگر بر طہارت کاملہ پوشیدہ باشد یعنی معذور و متیمم نباشد کہ طہارت ایشاں ناقص ست اما اگر مسلمانی اوّل پایہا شست و موزہ پوشید بعد ازاں وضو تمام کرد بعد از حدث مسح موزہ روا باشد نزدیک امام ما و جورب ایضاً روا ست پوشیدن و حکم موزہ دارد۔

= الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم، باب (٨) فضائل أهل بيت النبى ﷺ، وأبو عوانة فى مسنده-١: برقم: ٨٥٤٩، فى الترغيب فى لبس ثياب الحبر الخ، و البيهقى فى سننه الكبرىٰ برقم: ٤١٨٣، فى كتاب الصلاة، باب (٥١١) ما يصلى عليه وفيه من صوف أو شعر، وأبو داود فى سنه برقم: ٤٠٣٢، فى كتاب (٢٦) اللباس، باب (٦) فى لبس الصوف والشعر، و الترمذى فى سننه برقم: ٢٨١٣، فى كتاب (٤٤) الأدب، باب (٤٩) ما جاء فى الثوب الأسود، و إسحاق بن راهوية الحنظلى، فى مسنده ١-٢، برقم: ١٢٧١، والمنذرى فى الترغيب والترهيب برقم: ٣١٥٨، ٤٩٨١.

(١) أخرجه الترمذى فى سننه برقم: ٢٨٢٠، فى كتاب (٤٤) الأدب، باب (٥٥) ما جاء فى الخف الأسود، وفى الشمائل برقم: ٧٤، فى باب (١٠) ما جاء فى خف رسول الله ﷺ، والبيهقى فى سننه الكبرىٰ برقم: ١٣٤٥، فى كتاب الطهارة، باب (٢٧٨) الخف الذى مسح عليه رسول الله ﷺ، وأبو داود فى سننه برقم: ١٥٥، فى كتاب (١) الطهارة، باب (٥٩) المسح على الخفين، وابن ماجة فى سننه برقم: ٥٤٩، فى كتاب (١) الطهارة وسننها، باب (٨٤) ما جاء فى المسح على الخفين، وبرقم: ٣٦٢٠، فى كتاب (٣٢) اللباس، باب (٣١) الخفاف السود، وأحمد فى مسنده برقم: ٢٣٠٣١ (٢٥٣/٥)، والبخارى فى التاريخ الكبير، برقم: ٣٦٢، فى باب حجير، وابن عدى فى الكامل فى ضعفاء الرجال، برقم: ٦٤٤، والمزى فى تهذيب الكمال (٢٨٤/٥)، والأنصارى فى طبقات المحدثين بأصبهان (٢٧٧/٢)، والزهرى فى =

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مفیم

ذکرِ نعل:

ونعل پوشیدن سنت ست عَنْ قَتَادَةَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ: كَيْفَ كَانَ نَعْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟، قَالَ: كَانَ لَهُمَا قِبَالَانِ (۱). قبال بمعنی دوال نعلین کہ درمیان دو انگشتان بودو آنرا شراک نیز گویند و پیش از نبوت آنحضرت ﷺ در ایام عسرت برہنہ پا سیر و مشی کردہ اندواز

= الطبقات الكبرىٰ في ذكر خف رسول الله ﷺ (۱/۴۸۲)، وأبو زكريا يحيى بن معين في تاريخ ابن معين برقم: ۴۸۳۴.

قال السندي: "ساذجين": في المعرّب للجواليقي: والساذج فارسيّ معرّب. وفي حاشية (في القاموس): الساذج معرّب ساده، وفي اللسان: حجة ساذجة وساذجة، غير بالغة. قال ابن سيده: أراها غير عربية. إنما يستعملها أهل الكلام فيما ليس ببرهان قاطع. وقد يستعمل في غير الكلام والبرهان. وعسى أن يكون أصلها "ساده" فعرّبت. كما أعتيد مثل هذا في نظيره من الكلام المعرّب.

قال السندي (في مقام آخر): "ساذجين": المراد بذلك أنه لم يخالطهما لون آخر.

(۱) أخرجه البخاري في صحيحه برقم: ۵۸۵۷، في كتاب (۷۷) اللباس، باب (۴۱) قبالان في نعل ومن رأى قبالًا واسعاً، و الترمذي في سننه، برقم: ۱۷۷۲، في كتاب (۲۵) اللباس، باب (۳۳) ما جاء في نعل النبي ﷺ، وفي الشمائل برقم: ۷۶، في باب (۱۱) ما جاء في نعل رسول الله ﷺ، وأبو داود في سننه برقم: ۴۱۳۴، في كتاب (۲۶) اللباس، باب (۴۴) في الانتعال، والنسائي في سننه الكبرىٰ برقم: ۹۸۰۱، في باب كراهية المشي في نعل واحد، وفي سننه المجتبى برقم: ۵۳۸۳، في كتاب (۴۸) الزينة، باب (۱۱۶) صفة نعل رسول الله ﷺ، وابن ماجة في سننه برقم: ۳۶۱۵، في كتاب (۳۲) اللباس، باب (۲۷) صفة النعال، و ابن أبي شيبة في مصنفه برقم: ۲۴۹۲۸، في كتاب (۱۸) اللباس والزنية، باب (۳۸) في صفة نعالهم كيف كانت؟، وأحمد في المسند برقم: ۱۲۲۵۱، ۱۳۱۲۴، ۱۳۵۹۳، ۱۳۸۷۲، وأبو يعلى في مسنده برقم: ۳۱۰۱، و عبد بن حميد في مسنده برقم: ۱۱۷۶، والسيوطي في الجامع الصغير برقم: ۳۹۴، والبيهقي في شعب الإيمان برقم: ۶۲۷۲، في باب (۴۰) في الملابس والأواني، فصل في الانتعال، وابن عدي في الكامل (۷/۱۳۰)، وأبو حاتم البستي في المجروحين برقم: ۱۱۵۱، والزهري في الطبقات الكبرىٰ في ذكر نعل رسول الله ﷺ (۱/۴۷۸).

قال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح.

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائی نبوت تا انتہائے مرض الموت برہنہ پا گاہے گشتہ اند مگر در صحن کعبہ و ہمچنیں در جائے عبادت و بعضے از اعزۂ صالحین کہ برہنہ پا در کوچہ و بازار مشی کنند خلاف سنت ست و اگر صحرا باشد از برائے انکسار نفس و تواضع مشی کند جائز ست و یا از سبب عسرت و فقر باشد و میسر نشود رواست۔

فائدہ در ذکر فوطہ بستن

ذکر فوطہ بستن:

و در فوطہ[1] بستن آنحضرت ﷺ بر کمر اختلاف ست و بر قمیص فوطہ بستن مکروہ ست کہ آنحضرت ﷺ بستہ اند و در حرب و در غزا و سفر کمر بستن ممنوع نیست چہ بر جامہ و چہ بر پیراہن و فی "الروضۃ" چوں جامۂ نو قطع کند یا پوشد در ایام مبارک کند چنانچہ در خبر ست: "مَنْ قَطَعَ الثَّوْبَ فِیْ یَوْمِ الْاَحَدِ، اَصَابَهُ الْغَمُّ وَلَمْ یَكُنْ مُبَارَكاً، وَمَنْ قَطَعَ فِیْ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ كَانَ مُبَارَكاً، وَمَنْ قَطَعَ فِیْ یَوْمِ الثُّلٰثَاءِ سَرِقَهُ السَّارِقُ، اَوْ اَغْرَقَهُ الْمَاءُ اَوْ اَحْرَقَهُ النَّارُ وَمَنْ قَطَعَ فِیْ یَوْمِ الْاَرْبَعَاءِ وَسَّعَهُ اللّٰهُ فِی الرِّزْقِ، وَلَمْ یَبْعَثْ مُشَقَّةً اِلَیْهِ، وَیَكُوْنُ لَهُ السَّفِیْنَةُ، وَمَنْ قَطَعَ فِیْ یَوْمِ الْخَمِیْسِ یَرْزُقُهُ اللّٰهُ الْعِلْمَ وَوَسَّعَ رِزْقَهُ وَیُكْرِمُهُ عِنْدَ النَّاسِ، وَمَنْ قَطَعَ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ یَطُوْلُ الْعُمُرُ وَیَزِیْدُ دَوْلَتُهُ، وَمَنْ قَطَعَ فِیْ یَوْمِ السَّبْتِ یَكُوْنُ مَرِیْضاً مَادَامَ الثَّوْبُ فِیْ بَدَنِهِ"۔ و در "زاد المتورعین" مذکور ست کہ ایں قول از اقوال علی ست کرم اللہ وجہہ و بحدیث ثابت نشدہ اما در حدیث ہمیں قدر ست کہ جامۂ نو شب جمعہ یا روز جمعہ بنیت نماز جمعہ پوشد و در عیدین جامۂ نو پوشد اگر میسر آید کہ برکتی و یمنی و حرمتی دارد و سنت ست کہ ہر کہ جامۂ نو پوشد اُو را مبارک باید گفت کہ در آنجامہ او را ایمنے و سرورے باشد بفضل اللہ تعالیٰ و بلطفہ و بکرمہ و فی "الروضۃ" چوں کسے جامۂ نو پوشیدہ دہ بار سورۃ ﴿اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ﴾ بخواند و بر آب دمد و آں آب بر جامہ زند برکت باشد و جامہ بنیت نماز پوشد و بعد از پوشیدن جامۂ نو دو[2] رکعت نماز بگذارد شکرانہ آں و بعدہ ایں دعا بخواند: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ

فائدہ چوں جامۂ نو قطع کردن

---

۱ قولہ: فوطہ، بالضم کمر بند و جامۂ نادوختہ و لنگ حمامی و بمعنی دستار و رومال نیز آمدہ الخ (غیاث اللغات)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بِهٖ عَوْرَتِیْ واَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَيَاتِیْ (۱) وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ هٰذَا الثَّوْبَ وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ (۲) وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَبِرَحْمَتِهٖ تَصْلُحُ

(۱) أخرجه الحاكم فى المستدرك على الصحيحين برقم: ۷٤، و الترمذى فى سننه برقم: ۳۵٦۰، فى كتاب (٤۹) الدعوات و باب (۱۰۸)، و ابن ماجة فى سننه، برقم: ۳۵۵۷، فى كتاب (۳۲) اللباس، باب (۲) ما يقول الرجل إذا لبس ثوباً جديداً، و الدارمى فى سننه برقم: ۲٦۹۰، فى باب ما يقول إذا لبس ثوبا جديدا، و ابن ماجة فى سننه برقم: ۳۵۵۷، فى كتاب (۳۲) اللباس، باب (۲) ما يقول الرجل إذا لبس ثوبا جديداً، و ابن أبي شيبة فى مصنفه، برقم: ۲۵۰۸۰، فى كتاب (۱۸) اللباس والزينة، باب (۵٤) ما يقول الرجل إذا لبس الثوب الجديد، وبرقم: ۲۹۷٤٤، فى كتاب (۲۱) الدعاء، باب (۱٤٤) ما يدعو به الرجل ويؤمر به إذا لبس الثوب الجديد، وأحمد فى مسنده برقم: ۳۰۵، و أبو يعلى فى مسنده برقم: ۳۲۷، و عبد بن حميد فى مسنده برقم: ۱۸، والبيهقى فى شعب الإيمان برقم: ٦۲۸٦، فى باب (٤۰) الملابس والأوانى، فصل فيما يقول إذا لبس ثوباً، والمنذرى فى الترغيب والترهيب برقم: ۳۷، والهناد بن السرى الكوفى فى الزهد برقم: ٦۵٦، فى باب الكسوة فى الله، والمزى فى تهذيب الكمال برقم: ۷۵۵۲، والواسطى فى تاريخ واسط فى ما يقول من لبس ثوبا جديدا، والزهرى فى الطبقات الكبرىٰ فى ذكر قناعته ﷺ بثوبه ولباسه القميص الخ، وابن الجوزى فى العلل المتناهية برقم: ۱۱۳۰، فى كتاب اللباس، حديث فيما يقال ثم لبس الثوب الجديد، وأحمد فى فضائل الصحابه ﷺ لابن حنبل برقم: ۹۰۳.

قال السندى: "أورى به عورتى": من الموارة، أى أستتر به. "أتجمل": أى أتزين وأتحسّن. "أخلق": أى بلى. "ألقى": ألقاه عن بدنه. "كنف الله": أى حرزه وستره. وهو الجانب والظل والناحية.

(۲) أخرجه الحاكم فى المستدرك على الصحيحين برقم: ۷٤۰۹، و أبو داود فى سننه برقم: ٤۰۲۳، فى كتاب (۲٦) اللباس، وباب (۱)، والطبرانى فى مسند الشاميين برقم: ۲٤۲، و أبو يعلى فى مسنده برقم: ۱٤۸۸، ۱٤۹۸، و الطبرانى فى الكبير، برقم: ۳۸۹ (۲۰/۱۸۱)، والبيهقى فى شعب الإيمان برقم: ٦۲۸۵، فى باب (٤۰) فى الملابس والأوانى، فصل فيما يقول إذا لبس ثوباً، والمنذرى فى الترغيب والترهيب برقم: ۳٦، والبخارى فى التاريخ الكبير برقم: ۱۵۵۷.

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الْفَاسِدَاتُ وَتَنْزِلُ الْبَرَكَاتُ"[1]. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ ثَوْباً مُبَارَكاً أَشْكُرُ فِيْهِ نِعْمَتَكَ وَأُحْسِنُ فِيْهِ عِبَادَتَكَ، وَأَعْمَلُ فِيْهِ بِطَاعَتِكَ وَأَسْتَعِيْنُ بِاللّٰهِ أَلْتَجِىْ إِلَى اللّٰهِ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنِ اسْتِيْلَاءِ النَّفْسِ بِقَلِيْلٍ وَّكَثِيْرٍ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَطْلُبُ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ وَالنُّقٰى فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعِفَّةَ وَالْغِنٰى وَالتَّوْفِيْقَ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى ہنوز جامہ درگردن اونرسیدہ باشد کہ ہمہ گناہان او عفو شوند و سنت ست کہ وقتے کہ جامہ از وجود فرود آرد بپیچد وتہ کند ونگہدارد واگر نہ شیطان اورا می پوشد وموزہ رانیز بمحافظت نگہدارد ووقت پوشیدن لباس نو اوّل تعوذ وتسمیہ بگوید واگر سورۂ فاتحہ بخواند سہ مرتبہ یا ہفت مرتبہ ہنگام پوشیدن جامۂ نو یا دستار نو یا ردائے نو یا موزۂ نو در بدن پوشندۂ جامہ سرور پیدا شود وبا صحت وعافیت بماند ومرض برطرف شود واگر مدیون باشد دام اوادا شود وزود تر جامۂ دیگر نیز میسر شود وباید کہ جامۂ کہنہ بفقیر ومسکین دہد ویا باہل وعیال خود بخشد اگر مستحق باشد کہ دریں اجر بسیار وثواب بیشمار است بِاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ مَا لَا نَعْلَمُ.

(۱) ما یجد الفقیر هذا الدعاء کله فی کتب الأحادیث إلا بلفظ "الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات"، وأخرجه ابن أبی شیبة فی مصنفه برقم: ۲۹۰۴۵، فی کتاب (۲۱) الدعاء، باب ما یدعو إذا رأی أمر یعجبه، والحاکم فی المستدرك علی الصحیحین برقم: ۱۸۴۰، والکنانی فی مصباح الزجاجة فی باب فضل الحامدین، و ابن ماجة فی سننه برقم: ۳۸۰۳، فی کتاب (۳۳) الأدب، باب (۵۵) فضل الحامدین، و الطبرانی فی الأوسط برقم: ۶۶۶۳، و البزار فی مسنده(۱-۲): برقم: ۵۳۳، والسیوطی فی الجامع الصغیر برقم: ۵۹، ۲۳۲، والبیهقی فی شعب الإیمان برقم: ۴۳۷۵ فی باب (۳۳) تعدید نعم الله ﷻ وشکرها.

(وقد تم تخریج الأحادیث علی "کشف الالتباس فی استحباب اللباس" والله أسئل أن یتقبل منی هذا سعیی ویرزقنی ولوالدی وأساتذتی وإیاك وجمیعَ المسلمین والمسلمات، رضاهُ وشفاعةَ حبیبه سیّد المرسلین وخاتمِ النبیین ﷺ آمین والصلوة والسلام علی خیر خلقه وآله وأصحابه أجمعین والحمد لله رب العالمین، محمّد فرحان القادری الرضوی العطاری عفی عنه)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مآخذ تخريج الأحاديث ومراجعه

١ـ الجامع لمعمر بن راشد	للإمام معمر بن راشد الأزرى	المتوفى ١٥١هـ
٢ـ المؤطا	للإمام مالك بن أنس ﷺ	المتوفى ١٧٩هـ
٣ـ مسند الطلياسى	للإمام أبى داود سليمان بن داود الفارسى البصرى الطلياسى	المتوفى ٢٠٤هـ
٤ـ مسند الحميدى	للإمام أبى بكر عبد الله بن الزبير الحميدى	المتوفى ٢١٩هـ
٥ـ الطبقات الكبرىٰ	للإمام أبى عبد الله محمد بن سعد بن منيع البصرى الزهرى	المتوفى ٢٣٠هـ
٦ـ مسند ابن الجعد	للإمام أبى الحسن على بن الجعد بن عبيد الجوهرى البغدادى	المتوفى ٢٣٠هـ
٧ـ مصنف ابن أبى شيبة	للإمام أبى بكر عبد الله بن محمد بن أبى شيبة الكوفى	المتوفى ٢٣٥هـ
٨ـ مسند إسحاق بن راهوية	للإمام إسحاق بن إبراهيم بن مخلد الحنظلى المروزى	المتوفى ٢٣٨هـ
٩ـ المسند	للإمام أبى عبد الله أحمد بن حنبل الشيبانى	المتوفى ٢٤١هـ
١٠ـ فضائل الصحابة ﷺ	للإمام أبى عبد الله أحمد بن حنبل الشيبانى	المتوفى ٢٤١هـ
١١ـ كتاب الزهد	للإمام هناد بن السرى الكوفى	المتوفى ٢٤٣هـ
١٢ـ مسند عبد بن حميد	للإمام أبى محمد عبد بن حميد بن نصر الكسى	المتوفى ٢٤٩هـ
١٣ـ سنن الدارمى	للإمام أبى محمد عبد الله بن عبد الرحمن الدارمى	المتوفى ٢٥٥هـ
١٤ـ صحيح البخارى	للإمام أبى عبد الله محمد بن إسماعيل البخارى	المتوفى ٢٥٦هـ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مآخذ تخریج الأحادیث ومراجعه

۱۵ـ التاریخ الکبیر	للإمام أبی عبد الله محمد بن إسماعیل البخاری	المتوفی ۲۵۶ھ
۱٦ـ صحیح مسلم	للإمام أبی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری	المتوفی ۲٦۱ھ
۱۷ـ سنن إبن ماجة	للإمام أبی عبد الله محمد بن یزید ابن ماجة	المتوفی ۲۷۵ھ
۱۸ـ سنن أبی داود	للإمام أبی داود سلیمان بن أشعث	المتوفی ۲۷۵ھ
۱۹ـ سنن الترمذی	للإمام أبی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	المتوفی ۲۷۹ھ
۲۰ـ الشمائل المحمدیة ﷺ	للإمام أبی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	المتوفی ۲۷۹ھ
۲۱ـ الآحاد والمثانی	للإمام أبی بکر أحمد بن عمرو بن الضحاك الشیبانی	المتوفی ۲۸۷ھ
۲۲ـ السنة لعبد الله بن أحمد	للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل الشیبانی	المتوفی ۲۹۰ھ
۲۳ـ تاریخ واسط	للإمام أسلم بن سهل الرزاز الواسطی	المتوفی ۲۹۲ھ
۲٤ـ السنن الکبریٰ	للإمام أبی عبد الرحمن أحمد بن شعیب النسائی	المتوفی ۳۰۳ھ
۲۵ـ السنن المجتبیٰ	للإمام أبی عبد الرحمن أحمد بن شعیب النسائی	المتوفی ۳۰۳ھ
۲٦ـ مسند أبی یعلی	للإمام أحمد بن علی بن المثنی الموصلی التمیمی	المتوفی ۳۰۷ھ
۲۷ـ صحیح ابن خزیمة	للإمام أبی بکر أحمد بن إسحاق بن خزیمة السلمی النیسابوری	المتوفی ۳۱۱ھ
۲۸ـ مسند أبی عوانة	للإمام أبی عوانة یعقوب بن إسحاق الأسفرائینی	المتوفی ۳۱٦ھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مآخذ تخريج الأحاديث ومراجعه

٢٩۔ شرح معانی الآثار للإمام أبی جعفر أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة الطحاوی المتوفی ٣٢١ھ

٣٠۔ صحيح ابن حبان للإمام أبی حاتم محمد بن حبان بن أحمد التميمی البستی المتوفی ٣٥٤ھ

٣١۔ المجروحين للإمام أبی حاتم محمد بن حبان بن أحمد التميمی البستی المتوفی ٣٥٤ھ

٣٢۔ المعجم الكبير للإمام أبی القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب الطبرانی المتوفی ٣٦٠ھ

٣٣۔ المعجم الأوسط للإمام أبی القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب الطبرانی المتوفی ٣٦٠ھ

٣٤۔ مسند الشاميين للإمام أبی القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب الطبرانی المتوفی ٣٦٠ھ

٣٥۔ الكامل فی ضعفاء الرجال للإمام أبی أحمد عبد الله بن عدی بن عبد الله بن محمد الجرجانی المتوفی ٣٦٥ھ

٣٦۔ طبقات المحدثين بأصبهان للإمام أبی محمد عبد الله بن محمد بن جعفر بن حيان الأنصاری المتوفی ٣٦٩ھ

٣٧۔ المستدرك علی الصحيحين للإمام أبی عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوری المتوفی ٤٠٥ھ

٣٨۔ حلية الأولياء للإمام أبی نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهانی المتوفی ٤٣٠ھ

٣٩۔ المحلی للإمام أبی محمد علی بن أحمد بن سعيد بن حزم الظاهری المتوفی ٤٥٦ھ

٤٠۔ السنن الكبریٰ للإمام أبی بكر أحمد بن الحسين بن علی بن موسیٰ البيهقی المتوفی ٤٥٨ھ

٤١۔ الآداب للإمام أبی بكر أحمد بن الحسين بن علی بن موسیٰ البيهقی المتوفی ٤٥٨ھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مآخذ تخریج الأحادیث ومراجعه

٤٢ـ شُعَب الإیمان — للإمام أبی بکر أحمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیهقی — المتوفی ٤٥٨ھ

٤٣ـ التمهید لابن عبد البر — للإمام عمر یوسف بن عبد اللّٰہ بن عبد البر النمری — المتوفی ٤٦٣ھ

٤٤ـ التعدیل والتجریح — للإمام أبی الولید سلیمان بن خلف بن سعد الباجی — المتوفی ٤٧٤ھ

٤٥ـ تذکرة الحفاظ — للإمام محمد بن طاهر القیسرانی — المتوفی ٥٠٧ھ

٤٦ـ شرح السنة — للإمام حسین بن مسعود البغوی — المتوفی ٥١٦ھ

٤٧ـ العلل المتناهیة — للإمام عبد الرحمٰن بن علی بن الجوزی — المتوفی ٥٩٧ھ

٤٨ـ الترغیب والترهیب — للإمام أبی محمد عبد العظیم بن عبد القوی المنذری — المتوفی ٦٥٦ھ

٤٩ـ تفسیر القرطبی — للإمام أبی عبد اللّٰہ محمد بن أحمد بن أبی بکر بن فرح القرطبی — المتوفی ٦٧١ھ

٥٠ـ تهذیب الکمال — للإمام أبی الحجاج یوسف بن الزکی عبد الرحمن المزی — المتوفی ٧٤٢ھ

٥١ـ حاشیة ابن القیم — للإمام أبی عبد اللّٰہ محمد بن أبی بکر أیوب الزرعی — المتوفی ٧٥١ھ

٥٢ـ نصب الرایة — للإمام أبی محمد عبد اللّٰہ بن یوسف الحنفی الزیلعی — المتوفی ٧٦٢ھ

٥٣ـ خلاصة البدر المنیر — للإمام عمر بن علی بن الملقن الأنصاری — المتوفی ٨٠٤ھ

٥٤ـ مجمع الزوائد — للإمام علی بن أبی بکر الهیثمی — المتوفی ٨٠٧ھ

٥٥ـ موارد الظمآن — للإمام أبی الحسن علی بن أبی بکر الهیثمی — المتوفی ٨٠٧ھ

٥٦ـ مصباح الزجاجة — للإمام أحمد بن أبی بکر بن إسماعیل الکنانی — المتوفی ٨٤٠ھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مآخذ تخريج الأحاديث ومراجعه

٥٧۔ تلخيص الجبير	للإمام أبو الفضل أحمد بن على بن حجر العسقلانى الشافعى	المتوفى ٨٥٢ھ
٥٨۔ الإصابة	للإمام أبو الفضل أحمد بن على بن حجر العسقلانى الشافعى	المتوفى ٨٥٢ھ
٥٩۔ الدراية فى تخريج أحاديث الهداية	للإمام أبو الفضل أحمد بن على بن حجر العسقلانى الشافعى	المتوفى ٨٥٢ھ
٦٠۔ الديباج	للإمام جلال الدين أبى الفضل عبد الرحمن بن أبى بكر السيوطى	المتوفى ٩١١ھ
٦١۔ الجامع الصغير	للإمام جلال الدين أبى الفضل عبد الرحمن بن أبى بكر السيوطى	المتوفى ٩١١ھ
٦٢۔ التدوين فى أخبار قزوين	لعبد الكريم بن محمد الرافعى القزوينى	

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہم بھی دیکھیں گے

اگر چاہا خدا نے ان کا جلوہ ہم بھی دیکھیں گے
حبیبِ کبریا کا روئے زیبا ہم بھی دیکھیں گے

اگر وقتِ نزع دیدار انؐ کا ہو گیا حاصل
خوشا قسمت جمالِ شاہِ والا ہم بھی دیکھیں گے

بھلا کس کے نہیں آتی ہے کام انؐ کی مسیحائی؟
توقع ہے یہ اعجازِ مسیحا ہم بھی دیکھیں گے

سہارا ہے ہمیں تو بس شفیعِ روزِ محشر کا
کبھی تو دردِ عصیاں کا مداوا ہم بھی دیکھیں گے

لگا رکھی ہے لو ہم نے بھی انؐ کے ابرِ رحمت سے
کبھی اپنی طرف بھی کوئی چھینٹا ہم بھی دیکھیں گے

جھکا کر انؐ کے سنگِ آستاں پر سر عقیدت کا
مقدر اپنا ہم دوشِ ثریا ہم بھی دیکھیں گے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصور عظمت رب العباد

المعروف

عظمتِ الٰہی

مصنف :

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

عظمتِ الٰہی

تصوّرِ عظمتِ ربّ العِبادِ

لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ○

اَللّٰھُمَّ صَغِّرْ دُنْیَا بِاَعْیُنِنَا وَ عَظِّمْ جَلَالَکَ فِیْ قُلُوْبِنَا

(یا اللہ دنیا کو ہماری نظروں میں حقیر دکھلا اور اپنی بزرگی کو ہمارے دلوں میں عظمت والی دکھلا)

اے فرزندِ دلبند! تجھ پر لازم ہے کہ حق کی بڑائی اور عظمت کا تصور کر کیونکہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی ذات سے زیادہ عظمت اور بڑائی والی نہیں۔ ھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○ (پ ۳ البقرہ ۲۵۵) (یعنی وہ بلند مرتبہ اور بزرگ ہے) آدمی جب اپنی امکانی حقیقت کو دیکھتا ہے تو اُس کی وجہ سے اِس قدر احتیاج اور اپنی نیستی کو معلوم کرتا ہے کہ ادراک وعلم کی نظر میں ناپید ولاشئے ہو جاتا ہے' اور اپنے آپ کو کچھ نہیں پاتا۔ کچھ پانا' کچھ کا نشان بھی رکھنا' اس پر وُجود اور ہستی کی تہمت لگانا ہے۔ اِس حقیر کو بھی کبھی صفائی اور باریکئ نظر کے وقت جب اپنے تعینِ وُجودی پر نظر پڑتی ہے' ایک ساعت اور لحظہ نہیں گزرتا کہ نظر سے پارہ پارہ اور فانی ہو جاتا ہے' بادل کے باریک باریک ٹکڑے کی مانند کہ آسمان پر دیکھا ہوگا' جب وہ چلتا ہے تو نہایت باریک ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ بالکل نیست ونابود ہو جاتا ہے۔ کبھی تعین وجودی نظر کی تیزی اور وقت کی صفائی سے اس سے بھی زیادہ کم دکھائی دیتا ہے جیسے پُرانا اور کمزور' خراب اور سُوراخ شدہ' اور کیڑوں کا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کھایا ہوا چھلکا ہوتا ہے۔ اور کبھی بعض میووں مثل سیب اور شفتالو کے چھوٹے چھوٹے بیجوں کی طرح نہایت سُست اور کمزور دکھائی دیتا ہے۔ کبھی خشخاش کے دانے اور ذرہ سے بھی کمتر۔ کبھی نظر کی باریکی سے وُجودِ امکانی کے تعلق کے پردوں سے زیادہ مجرد اور زیادہ صاف جیسا کہ نفس الامر میں اپنی اصل پر ہے' معدوم مطلق (بالکل ناپید) پایا جاتا ہے' اور کچھ اثر' ہستی اور نشان اور خود بینی کا نہیں ہوتا۔

اِس جگہ فضائے نورانی میں نقشبندی شغل رکھنے والے' اللہ تعالیٰ ان کی رُوحوں کو نورانی کرے' توجہ کے وقت ایک حالت پاتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو ایک نورانی فضا میں پاتے ہیں۔ آپ کو کیا بتائیں کہ نورِ ادراک ایسا بسیط اور لطیف ہوتا ہے کہ اُس نے یہ حالت دکھلائی کہ تعین وُجودی کی تکلیف درمیان نہ رہی۔ جب کثیف چیز' جو سایہ ڈالے ہوئے اور روشنائی کو روکے ہوئے تھی جیسے سورج اور چراغ پر حائل ہو' درمیان سے اُٹھ جائے تو ضرور فضائے نورانی ظاہر ہو گی اور اپنے آپ کو پائیں گے' یعنی خود کو پاتے ہیں اور گم کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! مَیں کس طرف چلا گیا اور کیا دکھلائی دیا۔ قطعاً اس بات کے بیان کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ مقصود یہ تھا کہ وقتوں کی حفاظت' اور باطن کو آباد کرنے' اور دل کو بے پروائی اور وجود کو حضوری کے نور سے بھرنے' اور حال کی صفائی' اور حق کے وجود کی عظمت کے تصور کے وقت فارغ ہونا' اور قدرت کے غلبہ' اور اس کے عِلم کی خوشی لازم ہو جائے' اور اپنی ہستی کو کچھ نہ ظاہر کرنا اور اپنے حال حقارت اور چھوٹائی' اور ذلت دریافت کرنا' اس کو لازم ہے' یا اس کا مقدمہ ہے۔ اپنی نیستی کا مشاہدہ کرنا اگرچہ اصل اور نفس الامر ہے لیکن ابھی اس کے ساتھ گرفتار ہونا پستی اور خود پرستی ہے' اس لیے کہ بلند نظر رکھنی نہیں چاہیے اور بلندی کی طرف نہیں جانا چاہیے۔ اور تو نے نورِ حق اور وُجودِ مطلق اور اُس کی عظمت و کبریائی پر نظر نہیں کی کہ تمام علوی (اونچی) اور سفلی (نیچی) اور عقلی اور حسی (جو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

چیز سُننے اور دیکھنے سے معلوم ہو) ہستیاں اس کے پہلو میں مٹی ہوئیں اور پارہ پارہ ہیں۔ایک کلمہ ہے جو وظیفوں میں پڑھا جاتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ مُرْتَھَنًا بِعِلْمِیْ وَاَصْبَحَ اَمْرِیْ بِیَدِ غَیْرِیْ فَلَا فَقِیْرٌ اَفْقَرُ مِنِّیْ

ترجمہ:۔یا اللہ! میں نے صبح کی اِس حالت میں کہ اپنے عمل کے سبب رہن رکھا ہوا ہوں' اور مَیں نے صبح کی کہ میرا اَمر میرے غیر کے قبضہ میں ہے۔مجھ سے زیادہ محتاج کوئی فقیر نہیں۔

یہ فقیر کبھی اس کلمہ کے بعد اِس طرح پڑھتا ہے:

وَاِذَا اَصْبَحَ اَمْرِیْ بِیَدِكَ فَلَا غَنِیٌّ اَغْنٰی مِنِّیْ

ترجمہ:۔جب میں صبح کرتا ہوں تو میرا اَمر تیرے قبضہ میں ہے۔مجھ سے زیادہ کوئی امیر نہیں۔

حق کے جلال اور اُس کی عظمت کے تصور کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا پھیلاؤ اور اُن کا کمال دیکھ' اور مشاہدہ کر کہ کیا بادشاہی ہے' اور کیسے غریب نواز ہیں' اور کیسے دُنیا اور دِین کی سلطنت بخشنے والے ہیں کہ آپ کی دَرگاہ کے غلاموں اور نوکروں میں سے ہر ایک آپ کے دین کے زندہ کرنے والے اور جن و اِنس کے فریادرس' اور زمین و آسمان کے بادشاہ' اور ملک اور ملکوت پر تصرف کرنے والے ہیں۔اِس کے بعد ان خاص بندوں کی ولایت اور سرداری کے انوار میں نظر کر اور عام لوگوں سے بے پروا ہو جا۔

اِس جگہ مَیں مقصود پر آ گیا اور مکتوب کے شروع میں یہی مقصود تھا۔مَیں نے وہ مقصود رکھا ہے کہ تجھے یا آپ کو دُوئی نہیں ہے۔تو مَیں ہوں اور مَیں تو ہے۔بلکہ جمعیت کے وقت کے طالب کو' اور حوصلہ والے کو' اس جگہ بھی جہت جامعہ اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہمدردی اور مل کر کام کرنے اور ہم پیشہ ہونے کے سبب سے دُوئی نہیں ہے۔ میں نصیحت کرتا ہوں تاکہ دُنیا دار اور غیروں کا ڈر' خوف اور وسواس' اور دل کی نگرانی اور وقت کی سوچ بچار' اور حالات کی خرابی راہ نہ پا جائے۔ جب دِل حق تعالیٰ کی عظمت اور عزتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے پر ہو گیا تو دوسری جگہ کہاں وسواس اور غیر کے داخل ہونے کی رہے گی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت کے مشاہدہ کے مقام سے تو تنزل کرے گا' اور اپنے بشریت کے عالم کو چاہے گا' اور مطالب کی آرزو اور مقاصد کے حصول میں کوشاں ہو گا۔

اُمیدوار ہو جا کہ اِس جگہ تمام مطالب حاصل ہیں۔ آخر مُلک خدا کے قبضہ میں ہے۔ تصرف اور تدبیر کرنے والا وہی ہے۔ اس کی رسالت اور سفارت اور اس کے وکیل بنانے اور نائب بنانے سے پیغمبروں اور درگاہ کے خاص لوگوں اور اُس کی بارگاہ میں کبھی کبھی حاضر ہونے والوں کو بھی تصرف حاصل ہے۔ دوسرا کون ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

(پ ۲۸' المنافقون آیت ۸)

منافق وہ لوگ ہیں کہ زبان سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتے ہیں اور دِل میں شرک کا اندھیرا اور غیروں پر نظر رکھتے ہیں۔ شریعت کے ادب اور ملاحظہ کی بنا پر نزدیک تر بات کہتا ہوں کہ منافق نہیں لیکن منافقوں جیسی صِفتیں رکھتے ہیں۔

تَابَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ عَلَيْهِمْ اللہ تعالیٰ ہماری اور اُن کی توبہ قبول فرمائے۔

شیخ ذِکر اللہ بالخیر' دُرود شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ کے صیغہ میں مشغول ہونے کے بارہ میں مراقبہ تعلیم فرماتے اور ارشاد فرماتے تھے۔ دیکھو! تم کتنے دَریاؤں میں غوطہ مارتے ہو۔ جب تم نے اَللّٰهُمَّ کہا تو کمال کے جمع کرنے والے حق سبحانہٗ کے دَریا میں غوطہ لگایا۔ اور جب عَلٰى مُحَمَّدٍ کہا تو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور سخاوت کے دریا میں تو نے غوطہ کھایا۔ اور آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ کہا تو اُن کے کمالات کے دریا میں تیراکی کی۔ آخر بے نصیب اور خالی ہاتھ اِن دریاؤں سے نکلنا متصور نہیں۔

اے فرزند! تو جان اغنیائے وقت اور زمانہ کے امیر بھی کئی قسم کے ہیں۔ ایک جماعت کے لوگ اِن میں سے فی الجملہ درد رکھتے ہیں' اور اِنصاف کے زیور سے بالکل عاری نہیں' اور کبھی کبھی اِسْتَوْقَدَ نَارًا (پ ۱' البقرہ آیت ۱۷) (اُس نے آگ جلائی) کی طرح معرفت کا نور اُن کے دِل پر چمکتا ہے اور غفلت سے ہوشیاری کی طرف آتے ہیں۔ اِن کی طرف سے دِل کو جمع رکھ' بلکہ اِن سے بھلائی اور دوستی اور انصاف کی اُمید رکھ یعنی دِل کی پریشانی اِن کی طرف سے اُٹھا ورنہ دِل ان کی دوستی اور صحبت میں گرفتار ہو جائے گا۔

اور بعض دُوسرے اِنصاف کو اختیار نہیں کرتے۔ اپنے آپ کو بڑا جتانے کے لیے اُن سے بحث و مباحثہ کرتے ہیں۔ اگر زبانی گفتگو کے ذریعہ پریشانی پیدا کرتے ہیں اور برا کہتے ہیں تو کیا نقصان ہے؟ زبانی بات چیت تو اُڑتے ہوئے غبار کی طرح ہے۔ اِس سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ مگر اُن کو' جو نفس کے گرفتار ہیں' وہ اپنی تعریف و توصیف چاہتے ہیں' اور اُن کے پاس عزت و سرداری تلاش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا ۝ (۲۹' المزمل آیت ۱۰)

ترجمہ:۔ اے نبی! آپ صبر کریں کافر جو آپ کے متعلق کہتے ہیں' اور اُن کو خوبی کے ساتھ چھوڑ دیں۔

اگر نقصان کو نہ سوچیں اور تکلیف کی جگہ میں جان کو پائیں تو بیت اللہ اور مدینہ شریف کی طرف ہجرت کا راستہ ہے کہ ہجرت کرنا پیغمبروں کی سنت ہے' اور وہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نگہبان اور جاننے والا ہے۔ لیکن وقت کو ضائع مت کر اور جمعیت خاطر کو ہاتھ سے جانے نہ دے۔ اور فرصت کو غنیمت جان اور خاطر جمع رکھ، اور اُمیدوار رہ، اور یہ دُعا پڑھ کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند سید حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو، اِس اُمت کے اوّل قطب ہیں اور وہ خلافت کبریٰ کے منتہیٰ ہیں، ایک معاملہ میں سکھائی تھی، اور وہ یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَاءَكَ وَاقْطَعْ رَجَائِیْ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْ اَحَدًا غَیْرُكَ۔

ترجمہ:- یا اللہ! میرے دِل میں اپنی اُمید ڈال دے اور اپنے غیر سے میری اُمید منقطع کر دے، یہاں تک کہ مَیں تیرے سوا کسی سے اُمید نہ رکھوں۔

بے اختیار یہ کلمات ذہن میں اور زبانِ قلم پر آ گئے شائد کہ کسی بھلائی کو اپنے ساتھ لیے ہوئے ہوں۔ اللہ ہی کی مدد سے نیک کاموں کی توفیق اور بھلائی کے ساتھ انجام ہے۔

تمام شُد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۹۱)

ذکر و فکر

مصنف:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ

مترجم

حکیم ابوالفوز غلام حیدر قادری سروری اویسی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
3	تعارف کتاب	1
4	ذکر و فکر	2
11	خلاصہ	3
13	وصل	4
14	پس فکر بھی ذکر ہی ٹھہرا	5
15	اقسام ذکر	6
16	شرائط	7
16	نتائج	8

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تعارفِ کتاب

یہ رسالہ ذکر وفکر کتاب ''مکتوبات شیخ'' کا اکاونواں (۵۱) حصہ ہے۔ ذکر وفکر کی اہمیت میں کئی نصِ صریح اور بہت سی احادیث شریفہ' مجرب اقوال عارفین' (اکسیری) کیمیانسخہ ہائے اولیائے کاملین وارد ہیں اور کثرت سے کتب تصوف میں موجود ہیں۔ عارفانِ باکمال نے جوں جوں مزاولت سے حلاوت پائی اور مداومت سے اس کی بدولت مدارج نصیب ہوئے اُمتِ مرحومہ کی رہنمائی کے لئے معارف' سالکانِ معرفت کے لئے نقوشِ علوم یادگار چھوڑ گئے۔

شیخ کامل نے جس تحقیق وتدقیق سے یہ رسالہ جمع کیا' واصلانِ بارگاہ سے مختلف عقلی ثبوت بھی مہیا کیے' اور اخیر میں اپنا محاکمہ درج کیا' یہ اسی عالم تبحر کثیر المطالعہ فاضل اور غواصِ علوم ومعارِف کا ہی حصہ ہے۔

ذکر وفکر ہی معراج عرفان کی سیڑھیاں ہیں۔ انہی ہی سے بقا باللہ حاصل ہوتا ہے اور اِذَاتَمَّ اَلْفَقْرُ فَھُوَاللّٰہُ کامکان اور کن کی صفات کا ثمرہ ملتا ہے۔ پڑھیے اور سیراب ہو جیۓ۔ سر دُھنیے ذوق وحال کا معاملہ ہے۔

ذوقِ ایں مے نہ شناسی بہ خدا تانہ چشی

داعی الیٰ معرفۃ

ابوالفوز افازہ اللہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

ذکر و فکر

فخر المحدثین حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
کے مکتوباتِ شیخ کے تکملہ کے اکانویں رسالہ کا ترجمہ ہے

شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: ذکر و فکر ہر دو حال بزرگ ہیں ہر ایک کے۔ ان دونوں کے آداب واحوال اور مقامات کا بیان و شرح طویل ہے۔ مختصراً جو کچھ میرے سے دل میں آیا ہے۔ (گویا القائے روحانی ہے، علمی ثبوت نہیں) یہ ہے کہ ذکر (بہ نسبت فکر کے) بزرگ تر ہے اور اس کا درجہ بالاتر ہے۔ اس لحاظ سے کہ بندے کا ذکر (ذکر خدا کرنا) اللہ تعالیٰ کی توجہ کو کھینچنے میں لازم و ملزوم ہے بمطابق فرمان آیت فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (پ۲، البقرہ آیت ۵۲...... تم میری یاد کرو، میں تمہارا چرچا کروں گا) سوائے اس کے اور کوئی ایسا حال نہیں جس میں بندے کو خدا کی جانب سے ایسا یقین دلایا ہو۔ حق تعالیٰ نے اس حال (ذکر) کی بزرگی بیان فرمائی ہے (اور محبت کی بھی عظمت، تاثیر اور ثمرہ کا یقین دلایا ہے) يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (پ۶، المائدہ آیت ۵۴) مشائخ نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُن (لوگوں) کو دوست رکھتا ہے جو دوست رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ جل و علا کو۔ (اور اَذْكُرْكُمْ ثمرہ ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ کا۔ يُحِبُّهُمْ ثمرہ ہے يُحِبُّوْنَهٗ کا) اللہ تعالیٰ جل و

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

شانہٗ کا یاد کرنا اپنے فضل سے اُن کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ یعنی محبت و ذکرِ حق بندے کی طرف سے پہلے ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اُس بندے سے محبت کرتا اور اُسے یاد کرتا ہے۔ آیت کا یہ نکتہ قابل غور ہے۔ جو کچھ اُس طرف (خدا کی طرف سے اُس کے فضل و عنایت سے) بندے کے دل میں ڈالا جاتا ہے' محبت ہے' اور محبت صفات سے ہے اور ذکر افعال میں سے ہے' پہلے محبت حق سے بندہ اُدھر کھینچا جاتا ہے اور محبت کے اثر سے جذو مشرّف کیا جاتا ہے اس کے بعد بندہ ذکر کرتا ہے ۔

عشق اوّل در دلِ معشوق پیدا میشود
گر نہ سوزد شمع کے پروانہ شیدا میشود

تو پس حق تعالیٰ شکورؔ اس کا مشکور ہے (اپنے فضل سے متوجہ ہوتا ہے) اور اس کے ذکر کی جزا دیتا ہے اور اُسے یاد فرماتا ہے' اور محبت پر محبت بڑھاتا ہے۔ پھر یہ محبت دوسری محبتوں (اطاعت' فرمان پذیری' ایمان' اطاعت عبادت اور محبت و اطاعت انبیاء و مرشدین صالحین) کے پیدا کرنے کا موجب ہوتی ہے اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مرنے تک عشقِ الٰہی بڑھتا رہتا ہے۔

شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی نے فرمایا۔ مَیں نے ابو علی دقاق سے پوچھا کہ ذکر اور فکر میں سے کون سا بزرگ تر و کامل تر ہے تو ابو علی دقاق نے شیخ کو کہا کہ جو کچھ میرے دل میں آتا ہے (القاء) بتایا ہوں۔ میرے خیال میں ذکر کامل تر ہے فکر سے کیونکہ حق سبحانہ کے اوصاف کا بیان ذکر (لسان) سے کیا جاتا ہے' فکر سے وصف (کا بیان) کیا نہیں جاتا۔ تو لازمی ہوا کہ جس سے خالق کا وصف بیان کیا جائے گا وہ کامل تر اور بزرگ تر ہوگا۔ بہ نسبت اُس کے جس سے مخلوق کی تعریف کی جائے۔ پس شیخ ابو علی دقاق نے اس بات کی تعریف کی۔ اس (ذکرِ لسانی) کو ترجیح دی۔ حق سبحانہ نے اپنی کتاب کو ذکر کے نام سے تعبیر کیا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فرمایا: اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ (پ۱۴ النحل آیت ۴۴)

اور دوسری جگہ آیا ہے:

هٰذَا ذِکْرٌ مُّبَارَکٌ اَنْزَلْنٰهُ (پ۱۷ الانبیاء آیت ۵۰)

اور یہ برکت والا ذکر کہ ہم نے اُتارا

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ (پ۱۴ الحجر آیت ۹)

(بے شک ہم نے اُتارا ہے ذکر (قرآن) اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں)

شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی فرماتے ہیں: ذاکرون کے احوال (کئی) ہیں:

اوّل حال...... ذکر لسان اور یہ حال بزرگ تر ہے کہ خدا تعالیٰ کو ہمیشہ زبان سے یاد کیا جائے اور ہمیشہ زبان اس کے نام (کے ورد) میں چلتی رہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اگر مرنے کے وقت اختیار ہو تو تیری زبان ذکر خدا عزوجل سے تر ہو۔ (ذکر خدا جتنا ہو سکے) اور لازمی ہے کہ جب زبان پر ذکرِ حق جاری ہو گا تو ماسوائے اللہ کے ذکر سے ضرور باز رہے گا۔

دوم حال...... ایک ذکرِ قلب ہے جس سے تصفیہ قلب ہوتا ہے موارد و خواطر (خیالات) سے کہ دل میں گزرتے ہیں اور ذکر قلب میں مشغول ہونے سے ان کے (ہوائے نفسانی' خیالات مفسدہ) باہر پھینکنے اور نکالنے کی خاصیت رکھتا ہے۔ اور اس میں ثابت قدمی (ہونے سے) حقیقت نصیب ہوتی ہے۔ اور یہ ذکرِ احسانِ الٰہی اور نعمتِ حق ہے اس لیے ذکرِ حق (قلبی) سے دل ہمیشہ پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

تیسرا حال...... ایک ذکرِ سرّ ہے کہ جب دل کا تصفیہ ہو جاتا ہے تو باطن ہر کدورت و خلاف سے پاک ہو جاتا ہے' وسوسے آنے بند ہو جاتے ہیں چونکہ حقیقتِ ذکر سے مغلوب اور پُر دیکھتا ہے تو کوچ کر جاتا ہے ہے اور لوٹ جاتا ہے۔

کاتب حُروف (مؤلف شیخ حقانی) کہتا ہے کہ ذکرِ سری' ذکرِ قلب کا نتیجہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور اثر ہے کہ جب قلب کا تصفیہ ہو جاتا ہے تب سِرّ کی صفائی حاصل ہوتی ہے۔

سر۔ ایک لطیفہ ہے قلب کے لطیفہ سے اوپر (آ گے اعلیٰ)

درویشوں کو دوام ذکر اور حضور نصیب ہوتا ہے۔ یہی یادِ خدا میں استقامت سِرّ ہے۔ ذکرِ قلب جو قلبی حکم میں داخل ہے' ایک حال پر قائم نہیں رہتا۔ چنانچہ حافظ علیہ الرحمہ نے لکھا ہے ۔

حافظ دوام وصل میسر نمے شود
شاہاں کم التفات بحال گدا کنند

ترجمہ :۔ اے حافظ دائمی وصل اس لیے نصیب نہیں ہوتا کہ شاہ (بے پرواہ' لایحتاج بادشاہ) گدا کے حال پر بہت کم متوجہ ہوتے ہیں۔

شیخ نے فرمایا ہے (چوتھا حال) ایک ذکر ذکرِ رُوحی ہے یہ ایسا ذکر ہے کہ ذاکر اپنی صفات (جسمانی' نفسانی) سے ذکرِ خدا کے باعث فانی ہو جاتا ہے۔ پس نہ وہ (خود ذاکر) نہ ذکر۔ نہ حال۔ نہ صفت۔ کچھ باقی نہیں رہتا۔ اور ذاکر ذکرِ حق کے مشاہدہ میں مُستغرق ہو کر کھو جاتا ہے۔ پس وہ محویت مشاہدۂ ذکر میں علم کی رُو سے فانی کر کے پاسبانی کرتی ہے۔ کیونکہ ذکر حق تعالیٰ سابق (مُقدم) ہے بہ نسبت (بندہ کے) ذکرِ خدا کرنے سے غالب ہے۔ پس بندہ ذکرِ خدا کرتا ہے اور حلاوت پاتا ہے۔ حادث و معلول (بندہ) کی یاد قدیم (اللہ) کی یاد (بندہ) کہاں مقابلہ کر سکتی ہے۔ اور بندہ ذاتِ خُدا کے بارے میں سوائے افکار کے (غور و تفکر) کیا کر سکتا ہے اور وہ فکر و تفکر بھی مختلف اور متفادت ہوتے ہیں (ہر شخص ہر حال و منزل کے)۔ کوئی متفکر تو ایسے امور پر تفکر کرتا ہے جو گناہ' مخالفات و ہر قسم کے فکر ہوتے ہیں (افکارِ فاسدہ ممنوعہ اس کے دل و دماغ میں گزرتے ہیں۔ ان کو سوچتا' غور فکر کرتا' منہمک رہتا ہے) یا ادائے حقوق کے عجز و قصور پر۔ وقت۔ ضروریات۔ لوازمات کے حقوق کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ادائیگی میں مصروف رہا۔

کوئی متفکر ایسا ہے جو خدا تعالیٰ کی نعمتوں' اُس کے دوامی الطاف و اکرام اور متواتر احسانات میں غور و فکر کرتا ہے' اور اپنے قصور (طاعات و شکر) کا اعتراف کرتا ہے کہ (ہائے میں) اس کے انعامات و احسانات کا شکریہ ادا نہ کر سکا' اور حقیقت بھی یہی ہے (کوئی اعلیٰ شکر گزار بھی) کہ شکرِ ناقص و حادث (بندہ) ہرگز اللہ تعالیٰ کے قدیم و عظیم فضل و احسانِ کامل (جو اس بندے پر ہیں) کا ہرگز بدل ہو ہی نہیں سکتا۔

اور ایک اور متفکر ہے جو تفکر کرتا ہے گزشتہ ازل کے متعلق کیا کیا گزرا ہے۔ دوسرا (متفکر) عاقبت کے متعلق تفکر کرتا ہے کہ آئندہ عاقبت میں کیا گیا ہوگا۔ ایک اور (متفکر) صنعتِ الٰہی' آیاتِ بدیعی میں تفکر کر کے حیران ہوتا ہے' جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ۴ آل عمران آیت ۱۹۱) اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔

اور ایک اور متفکر پروردگار تعالیٰ کی رضا و ناراضگی میں غور و فکر ہے۔ کوئی صنائع معرفت میں محو ہو جاتا ہے۔ کوئی اس کی نعمتوں کے شکر میں غور و فکر کر کے شاغل و محو ہو جاتا ہے۔ کوئی اس کے وعدۂ رغبت میں (جویائے مراد) کوئی انداز اور ہیبت کی وعید سے (ڈر کر گناہوں کی معافی کے لئے عبادت میں کھڑا۔ سجدوں میں پڑا روتا ہے) بچنے کی سعی کرتا ہے۔ اور اسی قسم کے کئی اور اس کے سوا کئی قسم کے تفکر بے شمار ہیں اور ان میں سے اکثر احوالِ نفس سے متعلق مشغولی ہوتی ہے مثل خواب' بیداری' غفلت و آگاہی کے۔

اور متفکر اپنے حالِ وقت کے اکثر احوال سے باز نہیں رہ سکتا۔ پس متفکر جلیسِ نفس ہوتا ہے جو اس کے احوال و واقعات میں غور و فکر کرتا رہتا ہے' اور ذاکر جلیسِ حق ہوتا ہے اور ایسے مطالعہ و مشاہدہ میں مستغرق رہتا ہے جو ماسوائے نفس اور اس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کے متعلقات سے ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا۔ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِی اور ذاکر اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے کیونکہ ذاکر جو کچھ ذکر حق سے مشاہدہ کرتا ہے، عین فنا کی حالت طاری ہو جاتی ہے جس میں اپنی تمام صفات سے فانی ہو جاتا ہے۔ پس ایسا ذکر ہی ذکرِ حقیقت ہے (در حقیقت یہی ذکر کہلانے کا مستحق ہے)

اس کے مقابلے میں تفکر خود بندہ کا رجوع ہے اپنے اوصاف سے اور اپنے اوقات کے مشاہدۂ حال واردہ کے متعلق، اور حضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خدا کی نعمتوں کے بارے میں تو متفکر کیا کرو مگر خدا کی ذات کے بارے میں تفکر نہ کیا کرو پس متفکر پر ''ذاتِ خدا'' میں تفکر تو بند کر دیا اور (مگر) ذکر کا راستہ ذاکر کو دکھلایا اور فرمایا۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا۔ (پ۲۲ الاحزاب آیت ۴۱...... اللہ کو بہت یاد کرو) ذاکر در حقیقت ذاتِ حق تعالیٰ سے رُجوع کیسے ہوئے ہوتا ہے کیونکہ ذکر محبت و معرفت کا اثر ہوتا ہے۔

ذکر میں وہی لگتا ہے جو محبتِ الٰہی میں مغلوب ہوتا ہے۔ بس ایک فرق یاد رکھو کہ اگر محبتِ الٰہی کا حال ثابت و قائم ہے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو وہ حق تعالیٰ کی طرف لوٹا دیتا ہے اور جب اس سے ہٹ کر حال وارد ہوتا ہے تو پھر اوصاف کی جانب لوٹا دیتا ہے (لہٰذا محبت و اطاعتِ الٰہی میں محبت متواتر و لازم ضروری چاہیے)

(پانچواں حال) ذکر کی قسم پنجم ذکرِ خفی ہے۔ جب ذکرِ خفی حاصل ہوتا ہے وہ بلند شان کا اور اتم و اکمل ہوتا ہے۔ چنانچہ آیا ہے۔ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا (پ۱۶ آیت ۳...... جب اس نے اپنے رب کو آہستہ پکارا) اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَفْضَلُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ۔ اور ذکر حقیقی نہیں ہوتا جب تک کمالِ معرفت نہ ہو۔ مذکور ہے، پس جتنا (اللہ تعالیٰ) عارف تر ہوگا اُس کا ذکر صاف تر و اکمل تر ہوگا۔ بغیر معرفت کے ذاکر ایک چھلکے کی مانند ہے۔ اور غفلت سے ذکر کرنا صاحب ذکر کیلئے مُوجب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لعنت (ملامت وتنبیہ) ہے۔

اور متفکر ہمیشہ مطالعۂ نفس' اپنے حال و وقت' اور نفع و نقصان کے مطالعہ میں مشغول رہتا ہے اور محاسبۂ نفس میں لگا رہتا ہے۔ پس وہ ابھی اپنے گناہوں سے توبہ کی منزل میں ہے یا نعمتوں کے شکریہ میں ابھی لگا ہے۔

اور ذاکر پر معرفتِ حق غالب ہے جسے ذکر نے رجوعِ نفس سے احوالِ نفس سے فانی کر دیا ہوا ہے۔ تو حق تعالیٰ نے ذکر کی وجہ سے معرفت میں فنا کا درجہ دے دیا ہے (کہ وہ معرفتِ الٰہی میں مستغرق ہے) اور لازم ہوئی ہیبتِ جلال۔ وہ اس حال میں ہے کہ اگر زبان ہلانا چاہے تو زبانِ ظاہری ہلا' چلا نہیں سکتا

اور فرمایا گیا ہے کہ اس شخص کے حال پر بڑا تعجب ہے جو ذکر تو کرتا ہے مگر منہ کو ہزاروں توبۂ مقبولہ سے نہیں دھوتا۔

فکر ایک نور ہے جو دل سے غفلت کی سیاہی دُور کرتا (کر دیتا) ہے اور یقین جما دیتا ہے۔ ذکر نُورِ رُوح ہے بوجہ صفائے وقت کے۔ اور صاحبِ وقت (حال) صاف ہو جاتا ہے تو نُورِ رُوح سے غیب مشاہدہ کرتا ہے اور صفائی سرِّ حاصل ہونے لگتی ہے حضوری میں تو اس پر خبر و استخبار باقی نہیں رہتی (غیبی اخبار ظاہر ہونے لگتی ہیں) وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (پ۲۱ العنکبوت آیت ۴۵)...... بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے)۔ یعنی بزرگ تر اس سے کہ ذاکر پر جو چیزیں (حال' واردات' اعلیٰ انعامات) باقی رکھے اور جب بندہ ذکر میں متحقق (مستقل مستغرق' ماہر مقام' اعلیٰ حقیقت یاب) ہو جاتا ہے تو اس سے سوال کی عادت' حاجت طلبی' خلق سے مانگنے کا بول ساقط ہو جاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَنْ شَغَلَ ذِكْرِيْ عَنْ مَسْئَلَتِيْ اَعْطَيْتُهٗ اَفْضَلَ مِمَّا اُعْطِي السَّائِلِيْنَ۔

(یعنی جو شخص سوال کرنے کا پیشہ (عادت) چھوڑ کر میرے ذکر میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مشغول ہو گیا اُسے میں اِتنا دیتا (عطا کرتا) ہوں جو سوالیوں کے گدا سے بہت زیادہ افضل اعلیٰ ہوتا ہے) اس کی طرف توجہ دلا رہا ہے۔ اور خود ذکر سے ایک مرتبہ (مقام وحال) ایسا ہے جو (خود ذکر سے بھی' سوال سے بھی) مُستغنی کر دیتا ہے اور ذکرِ حق کے مشاہدہ میں کھو جاتا ہے۔

الغرض ذکر اور فکر ہر دو حال نہایت اعلیٰ' بلند شان کے اشرف و افضل ہیں۔ ذکر ان میں سے اتم' اعلیٰ اور اصفٰی ہے۔

محاکمہ وخلاصہ از شیخ حقانی

مؤلف کہتا ہے (شیخ حقانی) کہ یہ تو خلاصہ وحاصل کلام شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی کا ہے' اور جو کچھ اس سے سمجھ میں آتا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ فکر مقدمہ' سُلوک ابتدا میں توبہ' رُجوع' انابت کا ذریعہ ہے۔ اصلاحِ نفس اور اصلاحِ قلب کا ذریعہ ہے جو انہیں آمادہ کرتا ہے اور لائق واہل بناتا' کام میں لگاتا ہے۔ حقیقت سالک اور اس کے لطیفہ باطن کو چمکانے' منور کرنے اور ذکر الٰہی کو حقیقت بنانے کے لیے مؤثر ذریعہ ہے۔

اور حق تعالیٰ کا قول اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا (پ۲۱ الروم آیت ۸) کیا انہوں نے نہ سوچا) اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا۔ (پ الاعراف آیت ۱۸۵) کیا انہوں نے نگاہ نہ کی) پہلے قول (فکر) کے حصول کے لیے ہے' اور فرمانِ خداوندی سُبْحَانَهٗ:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (پ۱۳ آیت ۲۸)

سُن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے) کا اشارہ دوسرے حال (ذکر) کے لیے ہے۔

سالک (طریقت اختیار کرکے) کسی حال میں ذکر اور فکر کے بغیر (خالی) نہیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

رہتا۔ ذکر ذاکر کی صفائی باطن اور نورانیت کا مُوجب ہے۔ پھر (بعد ازاں کا فکر) فکرِ معرفت کا باعث بن جاتا ہے، اور معرفت سے محبت بڑھتی ہے (عشقِ الٰہی) وہ محبت پھر ذکر کا موجب ہوتی ہے۔ اسی طرح (دونوں یکے بعد دیگرے) ایک دوسرے کے ممدومعاون باہم دگر ترقی کا باعث ہوتے ہیں۔ الغرض ذکر و فکر کے بغیر چارہ نہیں۔ مثنوی میں بھی اسی طرف اشارہ ہے

ایں قدر گفتم باقی فکر کن
فکر گر جامد بود رو ذکر کن

اوراگرچہ شیخ (سلمی) کا کلام ذکر کے بارے میں ہے کہ یہی سُلُوک کے مقام کا منتہا وآخر ہے کہ وہ فنافی اللہ کا باعث اور تمام ماسوائے اللہ کے ذہُول (فراموش ہونے) کا اصلی باعث ہے' مگر فکر بھی ذکر اللہ کے ساتھ ساتھ ہر مرتبہ' ہر منزل میں لازمی ہے۔ فکر بھی کم درجہ کی چیز نہیں۔ فکر میں بھی ذکر خود موجود ہوتا ہے۔ کیا توبہ میں (فکرِ توبہ خود ذکر ہوگیا)' کیا رجوع وانابت میں' کیا محاسبہ ٔنفس میں' رغبتِ طاعت میں بھی' خوفِ گناہ معصیت میں بھی' نعمتوں کی یادو شکریہ کے وقت بھی' رویت تقصیر وغیرہ سبھی میں' جو سب نتائج وثمراتِ فکر ہیں اُن سب کے وارد ہونے کا مُوجب ہی فکر ہے۔ موقع ومحل ہی فکر ہے۔ ہر جگہ ہر حال میں باطنی طور پر ذکر بھی شامل و داخل ہے۔ (اور ذکر بغیر فکر کے نامکمل' ناتمام' بلکہ بے اثر ہوگا۔ پس ذکر لازمہ ٔفکر ہے اور فکر کے اند ذکر موجود ہے۔ دونوں باہم لازم وملزوم ہیں) کہا گیا ہے کہ اشرف وافضل ذکر 'ذکر حق ہے (اسم ذاتی وصفائی) دربارہ امرونہی' اور اسی قبیل وانتہا کے دوسرے اُمُور۔ جو کچھ اور جتنے ذکر خدا کے لیے اور تقربِ خُدا کے لیے کریں ذکر ہے۔ اس لحاظ سے ذکر کے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔ یادرکھنا (مترجم: یادزبانی اگر نہ ہو' دل میں ہو' تووہ بھی ذکر ہے۔ یہی فکر ہے اور ایسا متفکر بھی ذاکر ہے)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وصل

شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ حکیم کبیر سے‘ شیخ ’’ ن عطاء اللہ اسکندری سے‘ مفتاح الفلاح میں لکھتے ہیں کہ ذکر کے معنی ہیں خدا تعالیٰ کے ساتھ دائمی طور پر ہر وقت‘ ہر حال میں حضورِ قلب سے مشغول رہتے ہوئے غفلت ونسیان سے خلاصی پانا۔ اور دل اور زبان کے فرق کی اس سے تردید ہو جاتی ہے۔ اور ذکر اللہ میں اسم اللہ کا ورد ہو یا کسی وصفی اسم کا‘ خواہ اس کی صفات میں سے کسی صفت کا بیان و ذکر ہو‘ سب برابر ہیں۔ بلکہ اس کے احکام میں سے کسی حکم کا یا اس کے افعال میں سے کسی فعل کا بیان و ذکر ہو یا ان چیزوں میں سے کسی پر استدلال کرنا یا دعا کرنا یا اس کے انبیاء ورسل کا ذکر و بیان یا اس کے اولیاء و خواص کا ذکر ہو یا کسی قسم کی نسبت۔ وجہ۔ اسباب میں سے یا افعال کے ذریعہ جو کوئی نسبت (تعلق) رکھتا‘ چاہتا۔ یا نزدیکی وقُربِ خُداوندی ڈھونڈھتا ہو‘ کا ذکر بیان و تذکرہ ہو‘ سب ذکر میں شامل ہیں خواہ یہ سب قرأت (زبان) کے ذریعہ ادا ہوں (یا دل میں سوچے جاویں) یا ان کے تذکرے اشعار میں پڑھے جائیں یا گا کر سنائے جائیں۔ خواہ داستان و حکایت و قصے بیان کیے جائیں یا محاصرہ۔ محافل و مجالس ہوں (یا تنہائی خلعت میں خاموش مطالعہ ہو) غرض سب قسموں کا بیان کرنے والا ذاکر ہی کہلائے گا۔

خواہ متکلم ہو (جو وجودِ باری تعالیٰ۔ ہمہ اوست یا ہمہ از اوست وغیرہ اور احکام الٰہی کے منطقی ثبوت عِلم کلام سے دے۔ یا دلائلِ نبوت ورسالت علم کلام و منطق یا فلسفہ سے بیان کرتا یا تحریر کرتا ہو) ذاکر ہے۔ اسی طرح فقیہ بھی (جو قرآن و حدیث سے احکام شرعی معمولات‘ عبادات و معاملات مستنبط کر کے لکھتا ہے) ذاکر ہے مدرس مُعلّم بھی ذاکر ہے مفتی بھی ذاکر‘ واعظ بھی ذاکر۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اسی طرح اللہ تعالیٰ عزوجل کی عظمت و جلال میں غور کرنے والا ارض و سما اور جملہ نشانات، آیات قدرتِ الٰہی میں غور کر کے نصیحت و عبرت حاصل کر کے اینابت والا متفکر بھی ذاکر۔ اس کے اوامر بجالانے والا بھی ذاکر۔ اور اس کی نواہی سے اپنے نفس کو باز رکھنے والا بھی ذاکر ہوتا ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کا ورد ہو یا جو چیزیں اس کی طرف توجہ دلانے والی ہیں، اس کی یاد دلاتی ہیں، علم و عمل، اس کی صفات (وصفی نام) اسمائے صفات کا ورد ہو یا (مظاہر قدرت میں یا قدرت و صنعت میں غور ہو) جہری ہو (یا خفی ہو)، بالواسطہ یا بلاواسطہ سب کے سب ذکر میں شامل ہیں، اُس کے قرب و حضور کا ذریعہ ہیں۔

پس فکر بھی ذکر ہی ٹھہرا

ذکر کبھی زبان سے ہوتا ہے، کبھی دل سے، کبھی اعضا و جوارح سے، کبھی باطن میں کبھی ظاہر، کبھی پوشیدہ خفی، کبھی جہری ہوتا ہے۔

ذکر کامل جب ہوتا ہے کہ ان تمام اُمور و مراتب کا جامع ہو۔ (دل سے۔ پوشیدہ۔ خفی۔ باطن میں۔ یہی فکر و تفکر ہے۔ یہ سب ذکر میں شامل ثابت ہوئے۔ پس محض ذکر لسانی ہی ذکر نہیں۔ سری، خفی فکر و تفکر کا بھی جامع ہونا شرط ہے تب ذکر کامل ہوگا، بغیر فکر و تفکر ذکر کامل ہو ہی نہیں سکتا)۔ (ابوالفوز)

بعضے عارفوں نے فرمایا ہے۔ ذکر سات نوع کا ہے ا۔ بعض نے لسانی ۲۔ قلبی ۳۔ روحی ۴۔ سری ۵۔ خفی ۶۔ خفی زخفی ۷۔ اخفیٰ۔

ا۔ ہاتھوں سے بھی ۲۔ پاؤں سے ۳۔ آنکھوں سے ۴۔ کانوں سے ۵۔ دل سے ۶۔ روح سے ۷۔ زبان سے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ذکر بدست

ہاتھوں کی ضعیف، کمزور محتاج کی مدد کرنا۔ قرآن و احکامِ دینی لکھنا وغیرہ وغیرہ۔

ذکر بہ پا

پاؤں سے چل کر علماء، اولیاء، بزرگان کی زیارت کو جانا۔ مسجد کو جانا۔ طوافِ کعبہ کرنا وغیرہ

ذکر بچشم

خدا کے خوف اور محبت میں روتے رہنا۔ مطالعہ کُتُب۔ زیارتِ کعبہ و روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ۔

ذکر بگوش

کلام الٰہی سننا۔ عارفوں، عالموں، حکماء کا وعظ، کلام سننا وغیرہ

ذکر بدل

دُنیا سے دل اُٹھا لینا اور دارِ بقا کا فکر دل میں لگا لینا۔

ذکر بہ رُوح

لقائے الٰہی۔ رویت قُرب و رضائے الٰہی کا شوق ہمیشہ ہونا۔

ذکر بہ زبان

کُتُب سماویہ کا مطالعہ (قرآن مجید کی تلاوت) بقرأت۔ دُعا ہائے مسنون۔ علم و عرفان مستجاب کا زبان سے پڑھنا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

شرائط

حدیث شریف میں وارد ہے۔ مَنْ اَطَاعَ اللّٰہَ فَقَدْ ذَکَرَ اللّٰہَ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اس نے اس کا ذکر کیا (جوذکر مقبول ہے) وَاِنْ قَلَّتْ صَلٰوتُہٗ وَصِیَامُہٗ وَتِلَاوَۃُ الْقُرْآن ۔خواہ تھوڑی سی نماز (صرف فریضہ) تھوڑے سے روزے صرف فریضہ اور تھوڑی سی ہی تلاوت القرآن ہی ہو۔ وَمَنْ عَصَی اللّٰہَ فَلَمْ یَذْکُرْہُ وَاِنْ کَثُرَتْ صَلٰوتُہٗ وَصِیَامُہٗ وَتِلَاوَتُ الْقُرْآن وَصِیَامُہٗ وَتِلَاوَۃُ الْقُرْآن

(رواۃ الطبرانی)

(اور جس نے نافرمانی کی اُس کا ذکر ہرگز منظور نہیں) خواہ کثرت نوافل بہت ہے نفلی روزے اور بہت سی تلاوت قرآن ہو۔

نتائج

عقیدہ کا فساد نافرمانی جو درائی ایسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے قولی لسانی بدنی و قلبی عبادتیں نامقبول ہوجاتی ہیں۔ پس ثابت ہوا

۱)...... فکر صحیح کے بغیر کوئی ذکر بھی مقبول نہیں۔ یعنی ذکر کے ساتھ فکر لازمی ہے۔

۲)...... فکر کوئی الگ چیز ذکر سے نہیں۔

۳)...... فکر پہلے ہوتا ہے تب ذکر کے لئے نفس آمادہ ہوتا۔ اور سب سے آخر بھی فکر ہی باعثِ معرفت ووصال وبقا ہوتا ہے۔

۴)...... ظاہری حواسِ خسمہ باطنی قوائے مُدرِکہ کو یادحق میں لگائے رکھنا ہی ذکر بھی ہے فکر بھی ہے جو فنا فی اللہ بقا باللہ معرفت ووصال والقا والہام کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

(تمت۔ ابو الفوز افازہ اللہ)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

http://www.rehmani.net

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماویٰ ہے ہمارا

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماویٰ ہے ہمارا
خاکی تو وہ آدم جدِّ اعلیٰ ہے ہمارا

اللہ ہمیں خاک کرے اپنی طلب میں
یہ خاک تو سرکار سے تمغا ہے ہمارا

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سیدِ عالم
اس خاک پہ قرباں دلِ شیدا ہے ہمارا

خم ہو گئی پشتِ فلک اس طعنِ زمیں سے
سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

اس نے لقبِ خاک شہنشاہ سے پایا
جو حیدرِ کرار کہ مولےٰ ہے ہمارا

اے مدعیو! خاک کو تم خاک نہ سمجھے
اس خاک میں مدفوں شہ بطحا ہے ہمارا

ہے خاک سے تعمیر مزارِ شہِ کونین
معمور اسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا

ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی
آباد رضاؔ جس پہ مدینہ ہے ہمارا

۱؎ وردِ مبتدی کہ بعض علمائے کرام را نسبت بہ پیرِ خود گفتہ بود چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۱۲۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک قدیم اور نایاب نسخہ کی اولین اشاعت

المعتقدات السنية

فی ردّ

مذهب القدرية والجبرية

المعروف

جبر و قدر

مصنف :

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
3	تعارف	1
7	حمد و نعت	2
10	پہلی فصل	3
11	دوسری فصل	4
18	تیسری فصل	5

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تعارف

حضرت شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(از)

محمد سخاوت مرزا قادری حیدرآبادی

زُبدۃ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کی ان مایہ ناز ہستیوں میں ہیں جنہوں نے دسویں صدی ہجری میں احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی شدومد کے ساتھ اشاعت فرمائی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور تصنیفات پر مراۃ الحقائق از شیخ برکت اللہ' حیات شیخ عبدالحق از سید احمد عظیم آبادی' تذکرہ مصنفین دہلی از حکیم شمس اللہ قادری' نیز حیاتِ شیخ عبدالحق مؤلفہ خلیق احمد نظامی ناشر ندوۃ المصنفین دہلی' آخرالذکر میں بعض فروگزاشتیں ہیں۔ (تبصرہ حبیب الرحمٰن اعظمی ملاحظہ ہو)

مختصر حالات

شیخ عبدالحق کے جدِّ اعلیٰ آغا محمد ترک ماوراء النہر سے سلطان علاؤ الدین خلجی ۱۶ےھ/۱۲۹۶ء میں ہندوستان آئے۔ فوجی عہدے دار تھے' گجرات فتح کیا اور اسی کو اپنا وطن بنا لیا۔ اس کے بعد بعض خانگی پریشانیوں کی وجہ سے دہلی میں مستقل قیام فرمایا۔ خانقاہ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی میں عزلت نشینی اختیار کی اور ۳۹ےھ میں وفات پائی۔ آپ کے صاحبزادے ملک معزالدین معاصر سلطان فیروز تغلق اور آپ کے نبیرے ملک موسیٰ شہید (ف ۸۶۰ھ) سلطان بہلول لودی کے معاصر اور صاحبِ علم و فضل تھے۔ شیخ صاحب کے جدِّ امجد شیخ سعد اللہ ۸۶۰/ ۹۲۵ھ عالم فاضل اور شیخ جلال گجراتی سے بیعت تھے' جن کا سلسلہ شیخ پیارے خلیفہ شاہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یداللہ نبیرہ حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز قُدس سرہٗ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد بُزرگوار شیخ سیف الدین ترک ۹۴۰/۹۹۰ھ عالمِ تبحر اور شیخ امان اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۹۵۸ھ/۱۵۵۰ء میں بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ علُومِ متداولہ کی تکمیل والد ماجد سے بعمر بیس سال کی۔ علمِ حدیث کی تکمیل بمقام مکہ معظمہ شیخ عبدالوہاب متقی، قاضی علی جاراللہ، شیخ ابوالحرم مدنی، شیخ حمید الدین سندھی اور علامہ خالدی مخزومی سے فرمائی اور ۱۰۰۰ھ میں وطن واپس ہوئے۔ دورِ اکبری کے تاریک دَور میں آپ نے شریعتِ نبوی کی ترویج شدّ ومَد سے فرمائی اور درس وتدریس ورُشد و ہدایت کا سلسلہ آخرِ عُمر یعنی پچاس سال تک جاری رہا۔ یوں تو مختلف صوفیاء شیخ وجیہہ الدین گجراتی وغیرہ سے فیض حاصل کیا۔ بالآخر حضرت خواجہ باقی باللہ سے بیعت کی اور مستفیض ہوئے۔ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خواجہ تاش تھے۔

وفات

شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ نے بعمر ۹۴ سال بعہد شاہ جہاں ۱۰۵۲ھ میں وفات پائی اور تین صاحبزادے: شیخ علی محمد، شیخ نور الحق اور شیخ محمد ہاشم چھوڑے۔ اول الذکر کی اولاد میں مولانا احتشام الدین حقّی ہم جلیس بابائے اردو اور آج کل شان الحق حقی معتمد اردو، اُردو زبان اور تدوین لُغتِ اُردو کے سرگرم رکن ہیں۔

تصانیف

آپ کثیر التصانیف تھے۔ بعض خاص تصانیف کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

۱)۔ شرح سفر السعادت تصنیف ۱۰۱۶ھ مقابلہ ۱۰۳۳ھ بخطِ مصنف (پٹنہ لائبریری) ونسخہ متداولہ حضرت مظہر جانِ جاناں (وانڈیا آفس لندن)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

۲)۔ تکمیل الایمان ومرج البحرین بہ تصحیح مصنف کتب خانہ نکی پور پٹنہ

۳)۔ تحریر شیخ عبدالحق (رسالہ معارف جولائی، دسمبر ۱۹۲۲ء)

۴)۔ اشعۃ اللمعات فی شرح المشکات ۱۰۱۹ھ/۱۰۲۰ھ قلمی بدستخط مصنف کتب خانہ حبیب گنج علی گڑھ، نیز مخطوطات قلمی کُتب خانہ جھنڈا شاہ حیدر آباد سندھ و کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد۔

۵)۔ روضات (تصوف واخلاق میں) قلمی مملوکہ محمد ایوب قادری کراچی۔

۶)۔ مجموعہ رسائل: الرسالۃ الثامنہ رعایت الانصاف والاعتدال (عقاید صوفیہ)

۷)۔ مجموعہ رسائل: الرسالۃ السابعہ والعشر ون: فی الکسب والاختیار

۸)۔ مجموعہ رسائل: الرسالۃ الثامنہ والعشر ون ترک الاختیار و التدبیر (کتب خاں آصفیہ) ماثبت السنۃ فی ایام السنۃ، مطبوعہ کراچی

۹)۔ کتاب المکاتیب والرسائل، ۶۸ مکتوبات موسومہ خواجہ باقی باللہ و شیخ عبداللہ نیازی نیز مملوکہ پدر ابوالکلام آزاد (بانکی پور پٹنہ)

۱۰)۔ عمدۃ الواعظین (عربی) ۳۶ مجالس، مکتوبہ ۱۲۳۸ھ (کتب خانہ آصفیہ)

مکتوبات کے علاوہ زیر تذکرہ ۴۴ رسائل تھے جن کا ذکر خلیق احمد نے نہیں کیا۔ ''تذکرۂ مصنفین'' دہلی میں شیخ عبدالحق نے اپنی ۶۷ تصانیف اور ۶۰ سے زائد رسائل کا ذکر کیا گیا ہے مگر ان میں مخطوط زیرِ بحث عقائد سنیہ کا ذکر نہیں۔ غالباً ذکرِ ملوک ۱۰۱۶ھ کے بعد کی تصنیف ہے۔ اخبار الاخبار طبع ہو چکی (کتب خانہ آصفیہ) حیدر آباد میں بھی نہیں ہے۔ یہ نایاب مخطوط راقم کو مکرمی ابو محمد عمر یافقی حیدر آبادی بابائے اردو کے عزیز رفیق سے ملا تھا، جس کے جُملہ نو صفحات مسطر ۱۷ کاغذ ولایتی واٹر مارک بخط نسخ ہے۔ نام کاتب و سنہ کتابت موجود نہیں۔ بارہویں صدی ہجری کا مکتوبہ معلوم ہوتا ہے جو نادر و نایاب ہے۔ متن میں شیخ عبدالحق محدث کا نام معہ ولدیت موجود

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے۔ اما بعد فیقول عبد الضعیف والخیف عبد الحق بن سیف الدین ترک الدہلوی البخاری۔

اس لحاظ سے اس کے مصنف عبدالحق محدث دہلوی میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

موضوع کے متعلق فرماتے ہیں:

لما رایت اکثر الهمم من طلبة العلم کاملین فی تحصیل علم العقائد والایمان وقلوبهم واغبین عن معرفة قواعد اهل الحق والایقان لا یسئلون فی امور الدین ممن هو فرقبهم بجاه نفسه و غرور الشیطان ویعدون لذاته من علماء الدهر وبلغاء الزمان و یخربون بنیان الاسلام والایمان با تباع المتشابهات فی التغیر و التحریف لوح المحفوظ الملك الدیان......فی هذه الرسالة المسمی بمعتقدات السنیة فی دمذهب القدریة والجبرة والمعتزلیه۔

رسالہ ہٰذا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے قول العبدُ مختارٌ فی فعلہٖ و مجبور فی اختیارہٖ پر مبنی ہے۔ جو محققینِ اسلام مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ، جامی رحمۃ اللہ علیہ، ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ فرید الدین عطار، شرح فقہ اکبر، خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ اور دکن میں شاہ کمال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۲۲۴ھ کڑپوی، مدراس) مصنف کلماتِ کمالیہ (قلمی) نے علمِ قدیم الٰہی اور ''حقائق الاشیاء ثابتۃ'' پر مبنی ہے۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی جبر و قدر پر رسالہ لکھا ہے مگر مولانا نے موصوف کے علمِ ازلی اور اعیانِ ثابتہ کا ذکر نہیں کیا البتہ فلاسفہ میں ابنِ سینا، افلاطون، اسپی نوزا، کانٹ، نطشے کا حوالہ دیا ہے۔

محمد سخاوت مرزا قادری

بی اے......ایل ایل بی

۲۷ رمئی ۱۹۷۵ء

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مُعْتَقَدَاتُ السَّنِيَّہ

حمد و نعت

بندہ ضعیف و ناتواں ہادی حقیقی باری تعالیٰ کی ہدایت کا اُمید وار عبدالحق ولد سیف الدین ترک دہلوی البخاری عرض پرداز ہے کہ جب میں نے اکثر طلباء اہلِ علم کے حوصلے علم عقائد و ایمان کے حُصول میں پست دیکھے اور قواعدِ اہل حق اور ایمان کی معرفت سے ان کے دلوں کو بے بہرہ پایا اور محسوس کیا کہ وہ دینی اُمور میں ان لوگوں سے جو اُن سے زیادہ علم و فضل میں فوقیت رکھتے ہیں اور اپنی نفسانیت اور شیطان کے ورغلانے کا سوال ہی نہیں کرتے اور خود کو اپنے زمانے کا عالم اور اپنے وقت کا منتہی شمار کرتے ہیں اور اس طرح لوحِ محفوظ کے تغیر و تحریف میں متشابہات (آیات) کی اتباع کی وجہ اسلام اور ایمان کی بنیاد کو ڈھا دیتے ہیں اس لئے کہ ان کا یہ فعل نُصُوص قرآنی کا انکار اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواتر کو جُھٹلا تا ہے جن کے متعلق جُھوٹ اور بُہتان کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ میں نے ان آیاتِ محکمات کے اظہار کا ارادہ کیا جو قرآن پاک میں تغیر اور تحریف کے عدمِ جواز میں وارد ہیں' اور ان کو میں نے اس رسالہ میں جو مُعْتَقَدَاتُ السَّنِيَّةُ فِیْ رَدِّ مَذْهَبِ الْقَدَرِيَّةِ وَ الْجَبَرِيَّةِ الْمُعْتَزِلِيَّہ موسوم پہلے، بیان کیا ہے تا کہ لوگ اہلِ حق و باطل کے اقوال اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اعتقاد میں فرق کرسکیں اور اپنے اعتقادات میں ایک جاہل کی طرح نہ رہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے توفیق اور دینِ قدیم پر ثابت رہنے اور ہدایت کی دعا کرتا ہوں۔

اے مسلمانو! جان لو کے جس شخص نے لوحِ محفوظ کے نوشتہ تقدیر سے اغماض کیا اور اُس میں تغیر و تبدیل کو جائز ٹھہرایا اور اپنے نفس' اپنے افعال میں قادر و مختار سمجھا تو وہ فرقہ قدریہ میں سے ہے' اور جس شخص نے بندے کے اختیار کا انکار کیا اور قسمت پر بھروسہ کیا اور عمل کو چھوڑ دیا تو وہ طبقہ جبریہ میں سے ہے' اور جس نے تقدیر کا اقرار کیا اور بندے کے اختیار کا بھی اعتراف کیا اور اپنی توفیق کو منجانب اللہ جانا تو ایسا شخص مذہب اہل سنت و جماعت میں شامل ہے' جیسا کہ اُستاذ اہل طریقت و حقیقت کے پیشوا اور دینِ متین کے حکیمِ حاذق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ "ہمارا مذہب نہ جبر ہے نہ قدر ہے بلکہ دونوں کے مابین ہے۔ باوجودیکہ عقل اس بین بین کی بات کو ماننے میں حیران ہو جائے اور اس درمیانی امر کا ادراک لازم ہے اور نہ اس کے ادراک پر کوئی عمل موقوف ہوتا ہے' قلب مطمئن کے لیے خُدا کا کلام اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کافی دلائل ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا قول: (لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْئَلُوْنَ) (پ ۱۷ الانبیاء آیت ۲۳) یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اُس کے کاموں کے متعلق کوئی سوال ہی نہیں کر سکتا لیکن لوگ اپنے اعمال کے جوابدہ ہیں' اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول (واعملو فکل میر مما خلق لہ) کہ تم عمل کیے جاؤ' اس لیے کہ ہر شخص کے لیے وہی چیز آسان ہو جاتی ہے جس کے لیے اس کی تخلیق کی گئی ہے' لیکن جو شخص بربنائے جہالت اور بدبختی لوحِ محفوظ میں تغیر و تحریف کے جواز کا قائل ہے' وہ سراسر نقصان میں ہے اور کُھلی ہوئی گمراہی میں مُبتلا ہے' اس لیے کہ اللہ نے جس چیز کا ارادہ کر لیا ہے اور مقرر کر دیا ہو اور اُس کو لکھ دیا ہو (اپنے ان اوصاف کے ساتھ جو اس کی ذات سے وابستہ ہیں مثلاً علم' ارادہ' قضا' قدر' سعادتین اور شقاوتیں) تو ان میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا' البتہ تبدیلی 'مقتضی' 'مقدر' سعادت و شقاوت میں ہوتی ہے' چونکہ یہ سب بندے کے صفات ہیں اس لئے بندے سے اس کے وقوع ہونے کے وقت وجود میں آنے کے بعد تبدیلی جائز ہے' جس طرح کہ قرآن جو مُطلقاً ذکر کے اعتبار سے غیر مخلوق ہے لیکن مذکور کے اعتبار سے ایسا نہیں ہے۔ یہ وہی ہے جس کو امام المسلمین' دین و اُمت کے روشن چراغ' جن کا نام دنیا میں آفتاب سے زیادہ روشن اور جن کی ہستی ماہِ کامل سے زیادہ منور ہے (رضی اللہ عنہ) نے اپنی مشہور تصنیف "فقہ اکبر" میں صراحت سے بیان فرمائی ہے۔

پس اے ایمان والو! تم اس کتاب کا مطالعہ کرو' غافلوں نے لوحِ محفوظ میں تغیر و تبدل کی دلیل قرآن کی اس متشابہ آیت یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ (پ ۱۳ الرعد آیت ۳۹) یعنی اللہ جو چاہتا ہے اُس کو مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہے اُس کو باقی رکھتا ہے' اور اس کے یعنی اللہ کے پاس بڑی زبردست یعنی ام الکتاب ہے۔ غرض یہ وہ آیت ہے جس کی بہت سی تاویلیں ہو سکتی ہیں اور تمام محققین اور مفسرین نے اس سلسلہ میں اشارہ اور کنایہ سے بیان فرمایا ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی لوحِ محفوظ کے تغیر اور تحریف کا قائل نہیں ہے' سوائے ان لوگوں کے جو حقائق سے چشم پوشی کرتے ہیں' اور گمراہوں اور ٹیڑھا راستہ چلنے والوں کی طرح تاویلات پیش کرتے ہیں' اور کفر و ضلالت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان کا شمار اہل جہنم میں ہو جاتا ہے لیکن اپنے کو اہلِ سنت و الجماعت سمجھتے ہیں مگر ان کا شمار اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کافروں اور فاجروں میں ہوتا ہے' اس لئے کہ یہ طبقہ دین میں فتنہ پیدا کرنے والا ہے۔ کیونکہ وہ سادہ لوح اور بھولے مسلمانوں کو جو دین سے ناواقف اور امرِ شریعت سے آگاہ نہیں ہوتے' گمراہی کے راستہ پر ڈال دیتے ہیں۔

اے ایمان والو! آیت کریمہ یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الْکِتَابِ (پ۱۳ الرعد آیت ۳۹) کی تفسیر گوش گذار کرلو جو اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو توبہ کے ذریعہ مٹا دیتا ہے اور توبہ پر ان کو ثابت قدم رکھتا ہے جس پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے

لوحِ محفوظ کے عدم تغیر اور تحریف کے سلسلہ میں بہت سی آیتیں قرآن کریم میں موجود ہیں جن سے اربابِ حل وعقد کو ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ انسان کی طبیعت اور ذہن کے اعتبار سے قرآنی آیتیں تین اقسام پر مشتمل ہیں، جن کو میں نے تین فصلوں میں تقسیم کیا ہے اور تمام دلائل کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے تاکہ صاف بات ظاہر ہو جائے اور تیز فہم اور کم فہم انسانوں کو لوح محفوظ میں تغیر وتبدل کا شک باقی نہ رہے (سب سے بڑا غبی وہ ہے جس کے لیے اللہ نے گمراہ کرنے کا ارادہ کرلیا ہو۔

پہلی فصل

اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ کے اس رکوع (نمبر۴) میں جو ''اِذْ قَالَ'' سے شروع ہوتا ہے' (آیت ۳۴ میں) فرمایا ہے کہ ''جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سبھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کردیا اور کبر ونخوت پر ڈٹا رہا' یعنی اللہ تعالیٰ کا علم' ارادہ اور اُس کے مقرر کردہ امر میں جو لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے' ابلیس کی ابتداء تو نیک بختوں اور بھلے لوگوں میں تھی مگر اُس کی انتہائی یعنی انجام بدبختوں اور کافروں پر مشتمل تھا' چنانچہ ابلیس کا حشر ویسا ہی ہوا جس کے لیے وہ مقرر ہو چکا تھا۔ غرض اس رکوع کی آیت نے پہلی قسم یعنی اس کو ابتدائی زمانہ کی طرف اشارہ ہے جو ایک ٹھوس دلیل بھی ہے جس سے ایک تیز فہم انسان سمجھ لے گا اور یقین کرلے گا کہ لوحِ محفوظ کے نوشتہ میں کوئی تبدیلی اور تحریف نہیں ہوسکتی لہٰذا اُس کو اِس امر میں کبھی بھی شک نہیں ہوگا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دوسری فصل

اللہ تعالیٰ نے ساتویں پارہ کی سورۂ انعام کے اس رکوع میں جو الفاظ "قَـدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ" سے شروع ہوتا ہے، ارشاد فرمایا ہے کہ:

۱)...... اِس رُوئے زمین پر نہ کوئی پایہ ایسا ہے اور نہ کوئی جانور جو اپنے دونوں پروں کے ذریعہ نہ اُڑتا ہو، جو تمہارے مانند نہ ہو، یعنی جہاں تک موت و حیات کا تعلق ہے یا ذکرِ الٰہی اور اُس کی (خُدا کی) حمد و ثناء کا تعلق ہو، سب برابر برابر ہیں، اور ہم نے کتاب یعنی لوحِ محفوظ پر سپردِ قلم کرنے میں کسی کو نظر انداز نہیں کیا، ہر قسم کے اُمور خواہ وہ آسمان سے متعلق ہوں یا زمین سے، ہر چیز کو لوح محفوظ میں منضبط کر دیا ہے اور اپنے پروردگار کی طرف سب اُٹھا لئے جائیں گے۔ (پ ۷ الانعام آیت ۳۸)

۲)...... نویں پارہ کے سورۂ انفال کے اس رکوع میں جو "يَـا اَيُّهَـا النَّبِـيُّ" سے شروع ہوتا ہے اس طرح مذکور ہے: "اگر خدائے تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقرر نہ ہو گیا ہوتا تو تم لوگوں پر ضرور عذاب نازل ہوتا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ لکھ دیا گیا اور بیان کر دیا گیا ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا، جس میں کوئی کمی یا زیادتی بھی نہیں واقع ہو سکتی ہے۔

۳)...... دسویں پارہ کے سورۂ توبہ کے اس رکوع (نمبر ۷) میں جو "عَـفَـا اللّٰـهُ عَنْكَ" سے شروع ہوتا ہے یہ مذکور ہے کہ "(اے رسول) آپ فرما دیجئے کہ ہم کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا، مالِ غنیمت، رُسوائی، خوشی و غم، دولت و حکومت یا ذلت و رُسوائی میں سے کچھ) مگر وہی جو کچھ اللہ نے ہمارے لیے مقرر کر دیا ہے، یعنی جو کچھ خدا نے ہمارے لیے لکھ دیا ہوا، اُس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہی ہمارا مالک ہے۔ اُسی پر ایمان والوں کا بھروسہ اور توکل ہونا چاہیے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

۴)...... گیارھویں پارہ کے سورۂ یونس (علیہ الصلوٰۃ و السلام) کے اس رکوع (نمبر ۷) میں جو الفاظ ''وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ'' سے شروع ہوتا ہے' اس طرح مذکور ہے کہ ''رب (کے علم) سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی اوجھل نہیں' زمین میں نہ آسمان میں (بلکہ سب اس کے علم میں حاضر ہیں) نہ تو کوئی چیز) اس سے یعنی مقدار معینہ مذکور سے چھوٹی ہے اور نہ کوئی چیز (اسی مقدارِ مذکور) سے بڑی ہے مگر یہ سب (بوجہ احاطۂ علمِ الٰہی) کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں مرقوم ہے۔'' یعنی تمام چھوٹی بڑی چیزیں لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں۔

۵)...... بارھویں پارہ میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ ''رُوئے زمین پر کوئی چوپایہ ایسا نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ رزق نہ پہنچاتا ہو۔ یعنی ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر ہے۔ اگر اللہ چاہے تو اِس کو بڑھ چڑھ کر دے' اور اگر چاہے تو اس کے رزق میں تنگی پیدا کر دے نیز اللہ تعالیٰ اُن کے زیادہ رہنے کی جگہ اور کم رہنے کی جگہ کو اچھی طرح جانتا ہے' غرض ہر چیز کتاب مبین میں لکھی ہوئی ہے۔

۵)...... چودھویں پارہ کے سورۂ حجر مکی کے پہلے رکوع میں مذکور ہے وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُومٌ الخ (پ۱۴ الحجر ت۴) ہم نے جتنی بستیاں برباد کی ہیں اُن سب سے متعلق ایک معین وقت مقرر ہے۔ کوئی اُمت اپنی میعادِ مقرر سے نہ تو پہلے ہلاک ہوئی ہے اور نہ پیچھے رہی ہے' یعنی خدا کا قول ہے کہ ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اسی کے مطابق جو لوحِ محفوظ میں مندرج ہے۔

۶)...... پندرھویں پارہ میں سورۃ بنی اسرائیل کے اس رکوع (نمبر ۶) میں جو ''وَقُلْ لِعِبَادِي'' سے شروع ہے' اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے کہ ''اور (کفار کی) ایسی کوئی آبادی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں گے یا (قیامت کے روز) اس کو عذابِ سخت میں مبتلا نہ کریں گے۔ یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے"یعنی یہ سب باتیں لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں۔

۷)......سولہویں پارہ کے سورۂ طٰہٰ کے اس رکوع (نمبر۲) میں جو الفاظ "قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ" سے شروع ہوتا ہے'اللہ عزوجل نے یوں فرمایا ہے کہ"اس نے پوچھا کہ اگلے لوگوں کا کیا حشر ہوا (یعنی فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ اقوامِ نوح' عاد و ثمود کا جنہوں نے اس دنیا میں اللہ کی عبادت نہیں کی' اُن کا آخرت میں کیا حشر رہا؟ کیا وہ نیک سخت رہے اور ان کو سعادت اور حکومت سے نوازا گیا یا ان کو بدبختی اور ذلت و خواری نصیب ہوئی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا علم یعنی ان کی حالت کا علم اور اس کا انجام کار اللہ تعالیٰ کے پاس ایک کتاب میں مرقوم ہے'یعنی ان قوموں نے وہی پایا اور وہی ان کو نصیب ہوا جو ان سے متعلق لوحِ محفوظ میں لکھا جا چکا تھا۔

میرا پروردگار نہ تو کوئی غلطی کرتا ہے اور نہ اپنے علم میں اس چیز کا جو لوحِ محفوظ میں لکھی جا چکی ہے'بھول چوک کا مرتکب ہوتا ہے"۔اور میں تو تمہاری ہی طرح ایک اُس کا بندہ ہوں' میں غیب کی باتوں سے ناواقف ہوں' مگر میں اتنی ہی باتوں کو جانتا ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بتایا ہے۔

۸)......سترھویں پارہ کے سورۂ حج کے اس رکوع (نمبر۹) میں جو "اَلَمْ تَعْلَمْ ...... الخ سے شروع ہوتا ہے اس طرح مذکور ہے"اے مخاطب' کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے (خواہ وہ عجائبات آسمانی ہوں یا نوادراتِ زمین) یہ بات یقینی ہے کہ یہ سب (یعنی ان کا قول و فعل) نامۂ اعمال میں بھی محفوظ ہے'یعنی ہر چیز ہی لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے"پس یقیناً یہ ثابت ہو گیا کہ یہ فیصلہ کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت آسان ہے"یعنی جن چیزوں کا تعین اور اُن کا اندازہ اور اُن کا لوحِ محفوظ میں لکھ دینا' باوجود یہ کہ ان کی تعداد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کثیر ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت ہی آسان کام ہے۔

۹)...... بیسویں پارہ سورہ نمل کے اس رکوع میں جو "قَالَ الَّذِيْنَ ...... وَمَا مِنْ غَـآئِبَةٍ...... الـخ" سے شروع ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے کہ "اور آسمان اور زمین میں ایسی کوئی پوشیدہ چیز نہیں جو لوحِ محفوظ میں قلمبند کیے جانے سے باقی رہ گئی ہو"۔

(پ۲۰ نمل آیت ۷۵)

۱۰)...... اکیسویں پارہ کے سورۂ احزاب کے رکوع اول میں جو ان الفاظ سے "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ...... الخ (آیت ۶) شروع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ "نبی مومنین کے ساتھ خود اُن کے نفس سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں (یعنی مسلمان پر اپنی جان سے بھی زیادہ آپ کا حق ہے اور اس لیے آپ کی اطاعت مطلقاً اور تعظیم بدرجۂ کمال واجب ہے' اور اس میں تمام احکام اور معاملات شامل ہیں' اور آپ کی بیبیاں' اُن کی مائیں ہیں' اور رشتہ دار کتاب اللہ میں ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں' بہ نسبت دوسرے مومنین اور مہاجرین کے (یعنی لوحِ محفوظ میں مہاجرین اور مومنوں کی پوری تفصیل مذکور ہے) اگر تم اپنے دوستوں سے کچھ سلوک کرنا چاہو تو وہ جائز ہے یہ بات لوحِ محفوظ میں لکھی جا چکی تھی) یعنی ان میں سے ہر بات لوحِ محفوظ میں تفصیل سے لکھی ہوئی ہے۔

۱۱)...... بائیسویں پارہ کے سورۂ سبا کے رکوع اول میں جو اس طرح شروع ہوتا ہے "وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا" الخ (آیت ۳) اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ "کافر یہ کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ کیوں نہیں؟ قسم ہے اپنے پروردگار عالمِ غیب کی' اُس خدا (کے علم سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز خالی (غائب) نہیں' نہ تو آسمان میں نہ زمین میں اور نہ کوئی چیز اس (مقدار مذکور) سے چھوٹی ہے اور نہ کوئی چیز (اس سے) بڑی' مگر یہ سب کی سب کتابِ مبین میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

موجود (مرقوم) ہیں'' یعنی مخلوقات کا ذرّہ ذرّہ جو قیامت تک وُجود پذیر ہوتا رہے گا اُس خدائے تعالیٰ کے علم میں ہے اس کا اندازہ اُسی اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے مطابق ہے اور اسی کتاب میں مرقوم ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی (یعنی لوحِ محفوظ میں)

۱۲)......اور سورۂ فاطر کے دوسرے رکوع میں ارشاد فرمایا ہے ''وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا (آیت ۱۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو نمناک مٹی سے پیدا کیا' پھر مستقل طور پر نُطفہ سے پیدا کیا' پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا' اور کسی عورت کو نہ حمل رہتا ہے اور نہ وہ جنتی ہے مگر یہ سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے (یعنی اس کو پہلے سے ہی سب خبر ہوتی ہے) اور (اسی طرح) نہ تو کسی کی عُمر زیادہ مقرر کی جاتی ہے اور نہ کسی کی عُمر کم مقرر کی جاتی ہے مگر یہ سب لوحِ محفوظ میں موجود ہوتا ہے' یعنی یہ تمام چیزیں اُس کے احاطۂ علم میں ہوتی ہیں اور اس کا (خدا کا) یہ علم ایسی صفت ہے جو اس کی ذات سے جدا نہیں ہوتی اور تمام باتیں' لوحِ محفوظ میں مرقوم ہیں۔

۱۳)......سورۂ یٰسین کی پہلی رکوع میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ''اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ...... الخ (آیت ۱۲)'' یعنی بے شک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھتے رہتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے ہیں اور اُن کے وہ اعمال بھی جن کو وہ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں (مَا قَدَّمُوْا سے مراد وہ کام جو اپنے ہاتھ سے کیا اور آثَارَهُمْ سے مراد وہ اثر جو اسی کام کے سبب پیدا ہوا اور بعد مرگ بھی باقی رہا) اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں منضبط کر دیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اس امر کے بیان کرنے کا مقصد اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور اُس کی امت کو اِس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ ہم نے تمام اشیاء کو اُن کے عالمِ وُجود میں آنے کے اعتبار سے مُنضبط کر لیا ہے اور ان سب کو لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے' اور ہم نے اپنے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اندازے کے لحاظ سے ان کو کتابِ مبین میں ضبط کردیے ہیں' ہم کو نہ تو کچھ بھول چوک ہوتی ہے اور نہ کبھی غلطی کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں خدا کا قول سورۂ مریم میں موجود ہے۔ یہ کہ آپ کے رب نے کبھی بھی غلطی نہیں کی۔

۱۴)......پچیسویں پارہ کے سورۂ الزخرف کے شروع میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ ...... الخ (آیت ۴) بے شک وہ (یعنی قرآن) ہمارے پاس لوحِ محفوظ میں (یعنی اصل صحفِ آسمانی میں مرقوم ہے کہ لوحِ محفوظ ہر قسم کے تغیر و تبدّل سے پاک ہے)

۱۵)......اور ستائیسویں پارہ کے سورۃ القمر میں خدا اس طرح فرماتا ہے۔ "إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ...... الخ (آیت ۴۹)" یعنی ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے سے پیدا کیا ہے' ہم ہر چیز کو جانتے ہیں اور ہم نے اپنے علم اور ارادۂ ازلی کی بناء پر اس کا اندازہ مقرر کر دیا ہے۔

اور ہم نے اس کو لکھ دیا ہے ایسے لوحِ محفوظ میں جس میں کسی قسم کی تعریف' تحریف کی صفت نہیں عائد کی جا سکتی' اللہ تعالیٰ نے ہر امر کا فیصلہ کر دیا اور قلم ہر چیز کو لکھ کر خشک ہو گیا ہے۔

۱۶)......نیز اسی سورۃ میں مذکور ہے "وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ" (آیت ۵۲) یعنی جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں وہ سب اعمال ناموں میں مندرج ہے اور یہ تمام چیزیں لوحِ محفوظ میں مرقوم ہیں' اور ہر چھوٹی بڑی بات اس میں لکھی ہوئی ہے' یعنی کوئی جوہر ہو یا جسم' خواہ کوئی فعل ہو یا قول یا اس کے علاوہ کوئی حرکت یا سکون جو اجرامِ جنس پرواردھوتی ہو' سب کے سب لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہیں۔

۱۷)......سورۃ واقعہ (آیت ۷۷' ۷۸) میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے "إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ"۔ کہ بے شک یہ ایک مکرم قرآن ہے جو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ایک محفوظ کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) میں مندرج ہے یعنی لکھا ہوا ہے' اس کو بجز (ماسوائے) پاک شخص کے کوئی ہاتھ نہیں لگانے پاتا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کو چھوتے نہیں اور نہ اس سے مطلع ہوتے ہیں مگر صرف فرشتے' اس لیے کہ وہ بُری باتوں سے پاک اور صاف ہیں (یعنی قُرآن پاک کا نزول فرشتے ہی کے ذریعہ ہے اور یہی نبوت سے متعلق ہے' شیاطین اس کو نہیں لا سکتے کیونکہ احتمال کہانت وغیرہ قادح نبوت ہے)

۱۸)......سورۂ حدید (آیت ۲۲) میں خدا کا یہ فرمان ہے کہ "مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ...... الخ" یعنی کوئی مصیبت نہ تو دنیا میں بصورتِ قحط' نقصان مال اور غلہ اور اس کے علاوہ' اور نہ خاص تمہاری جانوں میں بصورت بیماری' فقر' موت اور اس کے علاوہ) آتی ہے مگر وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے' یعنی خدا فرماتا ہے کہ تم پر کوئی مصیبت (متذکرہ صدر نہیں آتی ہے مگر یہ لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے قبل اِس کے کہ ہم اس کو معرضِ ظہور میں لائیں' یعنی اِس کے پیشتر کہ میں گناہ زمین اور جانوں کو پیدا کروں' باوجود ان کی کثیر تعداد کے جن کا اندازہ کر کے لوحِ محفوظ میں قلمبند کر دینا اللہ کے نزدیک آسان کام ہے۔

۱۹)......تیسویں پارہ قلم سورۃ عـــــم میں اس طرح مذکور ہے کہ ہم نے ہر شے کو ایک کتاب میں محفوظ کر دیا ہے یعنی ہم نے ہر چیز کا اندازہ متعین کر دیا ہے اور اس کو لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے۔

غرض یہ دوسری قسم کی وہ واضح آیات ہیں' اُن اشخاص کے لیے جن کا فہم اور ادراک اوسط درجہ کا ہے' ایک واضح دلیل اور کُھلی ہوئی ہدایت ہے۔ اس پر یقین اُن کے شک وشُبہ کو دُور کر دے گا اور لوحِ محفوظ کی کسی تحریر میں تغیر وتبدل کا شُبہ باقی نہیں رہے گا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تیسری فصل

باقی رہا قرآن کی تیسری قسم کی دلائل اور انسانی طبیعت وفطرت کی تیسری قسم وہ ہے جو کند ذہنی ہے۔ ایسا غبی شخص ہزاروں دلائل اور اشاروں سے بھی کسی کام کو نہیں سمجھتا اور بغیر سیدھے سادھے الفاظ ہونے کے وہ اُس کے ادراک معنی سے قاصر رہتا ہے' تو خدائے تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لیے جو کوڑ مغز ہیں اور جن کی عقلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے) سُورۃ بُرُوج میں صاف کھول کر بیان کر دیا ہے' چنانچہ خدائے تعالیٰ کا قول "بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ" (پ۳۰ البروج آیت ۲۱'۲۲) بلکہ وہ ایک باعظمت قرآن ہے جو لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور "المحفوظ" "اللوح" کو صفت ہے' یعنی قرآن مجید اور فرقانِ حمید ایسے لوح میں لکھا ہوا ہے جو ہر طرح کی تحریف وتغیر سے محفوظ ہے۔ اس مسئلہ مبارک میں تمام سابقہ انبیاءِ کرام علیہم السلام اور اُن کی اُمتیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم النبیین وسید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے لے کر ہمارے زمانہ تک تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تابعین رضی اللہ عنہم اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد تمام مفسرین و محدثین' فقہا' مجتہدین اور علماءِ باعمل سبھوں نے اس مسئلہ پر اتفاق کیا ہے اور ان میں سے کوئی بھی ان قطعی دلائل کے خلاف عمل نہیں فرمایا' سوائے ان بدبختوں کے جو قدریہ اور جبریہ اور فرقۂ معتزلہ سے تعلق رکھتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کو قیامت تک رُسوا کرتا ہے۔

جب یہ مختصر رسالہ قرآنی دلائل سے مامور ہے تو میں ان احادیثِ متواترہ سے جو اس مسئلہ ایمانی کے ثبوت میں مروی ہیں اِس خوف سے کہ کلام اور عبارت طویل نہ ہو جائے' اُن کو چھوڑ دیتا ہوں' صرف یہ کھلی ہوئی روشن آیتیں ہی کافی ہیں۔ اسی لیے جس کی تقریر لوحِ محفوظ میں بھلائی اور خبر کے ساتھ لکھی ہوئی ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اے اللہ! ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھ اور ہم پر ایمان کا احسان قائم رکھ اور ہمیں قیامت کے روز مومنین کی جماعت میں اٹھا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی آل پر اور اصحابِ کرام پر اللہ تعالیٰ اپنا درود اور سلام نازل فرمائے ...... یا ارحم الراحمین ہم تیری ہی رحمت کے اُمیدوار ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقیقتِ عملیات وظائف
و
تصورِ عظمت رب العباد

مصنف :

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حقیقتِ عملیاتِ وظائف

ترجمہ

تنبیہ اولی الالباب بالمواظبۃ علی الادعیۃ والاحزاب

مکتوب شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اپنے زمانہ کے فلسفی خواجہ نصیر الدین طوسی نے شیخ و عالم و عارف صدرُ الدین قونوی قُدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی طرف خط لکھا اور درخواست کی کہ حق کے راستہ کی طرف پہنچنے کے لئے کچھ لکھیں اور رہنمائی کریں۔ خواجہ نصیر الدین کا گمان تھا کہ شیخ صدرُ الدین قونوی علیہ الرحمۃ وُجُودِ حق کے متعلق معارف وحقائق اور طریقۂ توحیدِ دنیا و آخرت کی تحقیق، اور اس کے مثل چیزیں لکھیں گے تا کہ اس کو بھی علم کی قوت اور فکر کی طاقت سے شیخ کے ساتھ گفتگوئے طویل کرنے کا موقع میسر آئے گا، اور چرب زبانی کا ہنگامہ گرم ہوگا۔ شیخ قونوی علیہ الرحمۃ نے حدیث شریف کی چند دعائیں انتخاب کر کے نصیر الدین کے پاس لکھ کر بھیجیں تا کہ ان کو بطورِ وظیفہ پڑھے اور اس پر مداومت کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے کا راستہ کشادہ اور روشن ہو جائے۔ اس کے بعد جو مصلحت ہوگی بتلا دیا جائے گا۔

نصیر طوسی نے شیخ کی اِس بات کو پسند نہ کیا اور کہا کہ یہ دعائیں تو مُبتدیوں اور راہِ سُلُوک کے نئے داخل ہونے والوں کو بتلائی جاتی ہیں اور میرے جیسا کہ عُلوم و معارف میں مُوشگافی کرتا ہے اور مطالب کی تحقیق میں بلند مرتبہ پر پہنچ چکا ہے اُس کو اِن دعاؤں سے کیا مناسبت! شیخ قونوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اصلی مقصد کے لئے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یہی دعائیں ہیں اور ہر دعا اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے' اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِس کے حکم سے اُس کے خزانچی ہیں۔ اِس کے بندوں کی مصلحتوں میں اس کو خرچ کرتے ہیں۔ مُبتدی ہو یا مُنتہی سب اس دسترخوان کے ریزہ خوار ہیں' صرف علم و عقل سے انتہا تک نہیں پہنچ سکتے' عمل کی ضرورت ہے تاکہ مقصد پورا ہو۔

بعمل کار بر آید بسخن دانی نیست
عمل سے کام نکلتا ہے' باتوں سے نہیں۔

اس حکایت کو بطورِ تمہید بیان کرنے سے مقصد یہ ہے کہ وہ چند دعائیں تھیں جو کہ وقت کی مصلحت پر نظر رکھتے ہوئے پڑھنے کے لئے اور شریروں کی شرارت دفع کرنے اور وقت کی جمعیت حاصل کرنے کے لیے اُن کے وقت کے احباب کو لکھ کر دی گئی تھیں' اور اُن کے ذریعہ نصیحت اور خیر خواہی کرنا' اور خبردار کرنا' محبت اور خیر خواہی کے تقاضے کا نتیجہ تھا۔ حق تعالیٰ ہمیں مشائخ کی محبت اور متابعت سے مُشرف فرمائے اور اغیار کی پیروی سے محفوظ رکھے...... آمین

یہ دُعا:

وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ (۲۴ المؤمن آیت ۴۴)

(میں نے اپنا کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا' بلا شبہ اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھتا ہے)

دشمنوں اور حاسدوں سے نفس کی حفاظت کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔

اور نیز قرآنِ مجید اِس کی خاصیت کو اس کے ساتھ متعلق کرتا ہوا بیان کرتا ہے:

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ۔ (پ ۲۴ المؤمن آیت ۴۵)

(سو بچا لیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں کی بُری تدبیر سے اور گھیر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لیا فرعون کے متبعین کو بُرے عذاب نے)

اصل یہ قصہ سُورہ مومن میں ہے کہ فرعون کے متبعین قبطی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہلاکت میں سعی کرتے تھے۔ اس تفویض (یعنی اپنے اُمور اللہ تعالیٰ کے سپرد کردینا) کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے لُطف اور حمایت نے اُن کو (یعنی موسیٰ علیہ السلام کو) بُروں کی بُرائی سے حفاظت میں رکھا۔ اس قرآنی دُعا کے پڑھنے میں عددِ معین کا اعتبار نہیں۔ اگر آسانی کے ارادے سے ہر روز مقرر کرکے پڑھے تو دس مرتبہ سے کم نہ ہو۔ اور سو مرتبہ پڑھنے سے زیادہ کی حاجت نہیں۔ اور دوسری قرآنی دعا جو کہ کیمیا کا حکم رکھتی ہے اور پروردگارِ عالم کے کلام کے خزانہ میں سے ہے وُہ یہ ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

(پ ۱۷ الانبیاء آیت ۸۷)

(یاالٰہی تیرے سوا کوئی لائقِ پرستش نہیں۔ تُو پاک ہے۔ بے شک میں ظالموں میں سے تھا) اور اس دعا کی خاصیت کے متعلق فرمایا۔

وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (پ ۱۷ الانبیاء آیت ۸۸)

(اور ہم نے یُونس علیہ السلام کو غم سے نجات عطا فرمائی اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں) دراصل یہ قصہ حضرت یُونس علیہ السلام کا ہے کہ مچھلی کے پیٹ میں تھے اور پرودگار عزوجل نے اس تسبیح کی برکت سے آپ کو نجات دی اور فرمایا۔

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ۝ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝

(پ ۲۳ الصافات آیت ۱۴۳، ۱۴۴)

(اگر یونس علیہ السلام اس دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے)

اللہ تعالیٰ کی توحید کے بھید کا مشاہدہ اور اُس کی اُلوہیت کی عظمت کلمہ لَا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اِلٰـہَ اِلَّا اَنْـتَ ...... الخ (الانبیاء: ۸۷) میں ہے اور بندہ ہونے اور عاجز ہونے کا شہود اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ میں ذوقِ عظیم رکھتا ہے کہ مقصود کے حاصل کرنے میں اس کے احاطہ سے باہر نہیں ہوسکتا۔

بعض اہلُ اللہ نے اِس آیت کریمہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس آیتِ مذکورہ کا ایک لاکھ مرتبہ پڑھنا منزلِ مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ یہ انہوں نے سچ فرمایا ہے اور جس طریقہ پر ہم ہیں اُس میں کسی معین عدد کی رعایت درکار نہیں۔ ذوق اور حضورِ قلب کی ضرورت ہے۔ اور حقیقت میں جب کہ دعا کا بھید شمار میں ہو جب تک شارع سے عدد معین نہ ہو قطعاً کسی عدد و شمار کو معین نہیں کر سکتے۔ کیونکہ عدد کا معین کرنا امرِ اجتہادی نہیں ...... وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ

کے رسالہ دربارۂ التحیات کا اردو ترجمہ

مسمیٰ بہ

تکمیل الحسنات

ترجمہ

تحصیل البرکات

مترجم : مفتی اعجاز ولی خاں الرضوی الکاظمی البریلوی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

کون نہیں جانتا کہ حضرت اقدس خاتم المحدثین، سند المحققین، برکۃ المصطفیٰ فی الہند، مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی ذاتِ گرامی وہ ہے جس نے اس ظلمت کدۂ ہندوستان کو نورِ عرفان اور جلوۂ علوم مصطفیٰ سے نورانی بنایا ہے۔ آج علم و تعلیم سے تعلق رکھنے والا کون سا فرد ہے جسے حضرت گرامی کے فیضِ علمی و برکاتِ فقہی سے حصہ نہ ملا ہو۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت والا جاہ مولانا سید محمد معصوم علی صاحب دامت برکاتہم کو جنہیں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت ممدوح محقق کے رسائل و مکاتب کا اُردو ترجمہ کرا کے عوام مسلمان بھائیوں کو ان کے چشمۂ علم سے سیرابی کا موقعہ دیا جائے۔ الحمدُلِلّٰہ یہ اسی سعی کا نتیجہ ہے کہ آج رسالہ مبارکہ ''تحصیل البرکات بیان معنی التحیات'' کا اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل خیر کی توفیق دے۔

اعجاز الرضوی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى حَبِيْبِهِ الْكَرِيْمِ

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ :- تمام عبادات جو زبان سے کی جاتی ہیں وَالصَّلَوٰتُ اور تمام عبادات جو ہاتھ پیر وغیرہ اعضا سے کی جاتی ہیں وَالطَّيِّبَاتُ اور تمام عبادات جو مال و زر خرچ کر کے کی جاتی ہیں سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ثابت ہیں۔

قاعدہ ہے کہ جب کسی بہت ہی بڑے بادشاہ کے دربار میں حاضری دی جاتی ہے تو پہلے سلام عرض کیا جاتا ہے پھر اس کی تعریف و توصیف بیان کی جاتی ہے پھر اُس کی خدمتِ گرامی میں ایسا تحفہ پیش کرنا ہوتا ہے جو اس بادشاہ کے لائق ہو' تاکہ تحفہ پیش کرنے والا بادشاہ کی درگاہ کا مقبول بن سکے۔ اور بادشاہ اس تحفہ کو اپنی شان کے لائق جان کر اسے قبول کر سکے۔

حضرت امام محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم شریف میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تحت کے معنی یہ ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ سلطنت باقی رہے اور سلامتی و عظمت ملک کی قائم رہے۔ یہاں پر جمع کا صیغہ التَّحِیَّات اس لئے لایا گیا ہے کہ شاہانِ عالم' سارے ملکوں کے بادشاہ کے یہاں' خواہ وہ عربی ہوں یا غیر عربی' سب کے یہاں تعظیم و تکریم' عزت اور عظمت کے لئے کچھ مخصوص الفاظ اور کلمات ہوتے ہیں جن کے ذریعہ ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کی خدمت میں آداب و تسلیمات عرض کرتا ہے۔ جب آدمی نے التَّحِیَّات کہا تو گویا یوں کہا کہ سارے بادشاہوں کے بادشاہ' زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے' کے لئے ساری تحیتیں' تعظیمیں اور تکریمیں ثابت ہیں' اور حقیقت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

میں ایک وہی اِس کے لائق اور مستحق اس عزت و احترام کا ہے۔ دوسرے تو محض عارضی اور عاریۃً سزاوارِ عزت ہیں۔ امام کرمانی نے بخاری شریف کی شرح میں امام خطابی سے اس طرح نقل کیا ہے کہ تحیات خاص طور پر رعایا کا اپنے بادشاہوں کو ملاقات کے وقت مخصوص انداز میں ادب و تعظیم کرنے کا نام ہے' چنانچہ عرب میں أَنْعَمَ اللّٰهُ صَبَاحًا اور فارسی میں ذی ہزار سال وغیرہ کے الفاظ مخصوص طریقہ سے کہے جاتے ہیں۔ اب چونکہ یہ الفاظ اپنے معنے کے اعتبار سے ذات حق جَلَّ جَلَالُہٗ پر بولنے کے سزاوار نہ تھے اس لئے الفاظ کی خصوصیت کو چھوڑ کر مطلق تعظیم کے معنی لیکر استعمال کئے اور کہا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ یعنی ساری قسموں کی تعظیم اور تمام طرح کی عزت و عظمت صرف خدائے پاک کے لیے ثابت ہے اور وہی اِس کے لائق ہے اُس کے سوا کوئی اِس کے لائق نہیں۔

اَلصَّلَوٰتُ یعنی تمام نمازیں (فرائض' نفل' سنتیں اور واجب) سب اسی لئے ہیں اور صلوٰۃ کو دعا کے معنی میں بھی لے سکتے ہیں یعنی ساری دعائیں اللہ ہی سے کی جاتی ہیں۔ رحمت کے معنی بھی ہو سکتے ہیں' یعنی تمام رحمتیں اسی کے یہاں سے ہوتی ہیں کیونکہ وہ رحمٰن و رحیم ہے۔ اور وَالطَّيِّبَاتُ سے کلماتِ طیبات' اچھی باتیں' عمدہ قول' اعمال صالحہ' بہترین کام بھی مراد لئے جائیں تو یہ مقام کے مناسب اور احوال کے لائق ہے' اور یہ معنی یقیناً صحیح اور درست ہیں۔

☆ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اے آقا و مولیٰ' اے ہمارے نبی و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ذات پر سلام ہے اور رحمتِ خدا اور اُس کی برکتیں۔

اس لئے کہ خود خالق و مالک نے قرآنِ عزیز میں اپنے ان بندوں کو جو مومن ہیں (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے دامنِ رحمت سے وابستہ اور آپ کو خاتم النبیین

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جانتے ہیں حکم فرمارہا ہے کہ اے ایماندارو! میرے رسول' نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔ اس ارشادِ الٰہی پر سلام کی کیفیت تو یہ ہے جو ذکر کی گئی کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اور صلوٰۃ (درود شریف) کا ذکر تشہد کے آخر میں ہوگا۔

بعض نافہم لوگ کہنے لگتے ہیں کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حاضر کو خطاب کیا جارہا ہے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پر کہاں حاضر وموجود ہیں۔ اس خطاب کی کیا توجیہ ہوسکتی ہے؟ کچھ لوگوں نے اس کا بھی جواب دیا ہے کہ اصل میں یہ خطاب شبِ معراج کو رب تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا اور وہاں معراج کی رات ذاتِ بابرکات بارگاہِ خُدا باری تعالیٰ میں حاضر وموجود تھی۔ نماز میں التحیات حقیقت میں واقعہ معراج کی یادگاری کے لئے ہے اور اس میں تغیر کرنا پسند نہ کرتے ہوئے وہی لفظ رکھے گئے جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں بعض راوی بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام زمانہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں سلام خطاب کے طور پر التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ کے لفظوں سے کرتے تھے لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد بعض صحابہ نے یوں کہنا شروع کیا تھا وَالسَّلَامُ عَلَى النَّبِیِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اور لفظ خطاب کو ترک کردیا تھا (مگر اُمت نے بعض کے ترک کو قبول نہ کیا اور تا ابد دم اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اپنے حال پر باقی ہی رکھا اور آئمہ دین نے اسی کو برقرار رکھا' اور جمہور صحابہ کرام نے اس پر ہی اجماع کیا مگر یہ جواب محققین اور عرفاء کرام نے یوں مرحمت فرمایا ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات اپنی حقیقت کے اعتبار سے سارے موجودات اور کائنات میں حاضر و شاہد (موجودہ ناظر) ہے اس لئے ذاتِ مصلی (نماز پڑھنے والے کی ذات) کے پاس بھی حاضر وشاہد ہیں' اور سلام کو بصیغۂ خطاب لانا حقیقت میں حضور پُرنُور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہد و مشہور و حاضر و موجود ہونے کے اعتبار سے ہے۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ وَسَلَّمْ عَلَيْكَ يَاحَبِيْبَ اللهِ

فائدہ

صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مرد مومن ذات بابرکات صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اُس سلام بھیجنے والے کو بنفس نفیس خود سلام کا جواب دیتے ہیں' اور اس میں کسی کا خلاف نہیں' سب متفق ہیں۔ بلاشبہ حضور سرورِ کائنات ہر سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ ہاں بعض نافہم لوگ اس بات میں اختلاف کرتے ہیں کہ آیا جو شخص سرکار ابد قرار' احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرتا ہے تو خاص اُس زیارت کرنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں یا ہر شخص جو کہیں بھی ہو نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام بھیجے جیسا کہ تشہد کے الفاظ میں مذکور ہے۔ ہمارے نزدیک حق اور صحیح یہ ہے کہ ہر شخص کے سلام کا جواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرحمت فرماتے ہیں' خواہ وہ روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر بطورِ حضوری سلام عرض کرے یا نماز کے تشہدُ میں سلام عرض کرے' یا غیر نماز میں کسی بھی جگہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں سلام بھیجے۔ (بعض نے) یہ فرق بھی بیان کیا ہے کہ روضۂ اقدس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہونے والے زائر کا سلام حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس سنتے ہیں اور فوراً ہی اُس کا جواب عنایت فرماتے ہیں' اور دوسرے لوگوں کا سلام جب خدمتِ اقدس میں فرشتے لے کر حاضر ہوتے ہیں اُس وقت حضور پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب عنایت فرماتے ہیں' اس لئے رب العزت نے اپنی طرف سے ایک جماعت فرشتوں کی مقرر فرمائی ہے (جنہیں ملائکہ سیاحین کہتے ہیں' ان کا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کام یہ ہے کہ جو امتی کہیں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے اُسے بارگاہِ رسالت میں پہنچادیں جیسا کہ احادیث میں واقع ہے (لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ حضور پرُنور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سلام کو سنتے نہیں، بلکہ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سنتے ہیں، اور ملائکہ بھی لاکر خدمتِ اقدس میں پیش کرتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس دُنیا میں ایک جماعت فرشتوں کی اِس لئے مقرر کی ہے کہ وہ بندوں کے ذکر و کلماتِ خیر سن کر بارگاہ الٰہی میں پیش کریں۔ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فرشتوں کے ذریعہ سے جو ذکر و کلمات پہنچتے ہیں وہ رب تعالیٰ خود بلا واسطہ فرشتوں کے (معاذ اللہ) نہیں سنتا۔ بلکہ وہ خود سنتا ہے اور پھر اُن آنے والوں سے دریافت بھی فرماتا ہے تاکہ بندوں کے عملِ خیر پر فرشتے بھی گواہ ہو جائیں۔ اسی طرح رب تعالیٰ نے حضور پرُنور صلوات اللہ و سلامہ علیہ کے حضور میں سلام و درود کے پہنچانے کے لئے جو فرشتے مقرر فرمائے ہیں وہ اس تحفہ کو لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے ہیں تاکہ امت کے سلام و درود پر فرشتے گواہ بن جائیں، اور فرشتوں کے علم میں آجائے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کس ذوق و شوق سے بارگاہِ رسالت میں سلام و رحمت کے پھول نچھاور کرتے رہتے ہیں)......وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

☆اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِین

ہم پر اور خدا کے نیک بندوں پر سلام ہو۔

کوئی ناسمجھ یہ کہے کہ سلام تو اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات حضورِ اقدس کی خدمت میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کے الفاظ میں پیش کیا تھا۔ جوابِ سلام اللہ تعالیٰ کو ہونا چاہیے تھا اور یوں جواب مرحمت فرمائے اَلسَّلَامُ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی ایسا کیوں نہ کیا گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ سلام کے معنی سلامتی کے لئے دعا کرنا ہے کہ تمام

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

آفات ومکروہات بلا ومشکلات سے محفوظ وسالم رہے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ کریم تو اِس بات سے پاک اور مستغنی ہے کہ کوئی اس کے لئے دُعائے سلامتی کرے' لہٰذا اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو جو مقربِ بارگاہ ہیں سلام بھیجا گیا کہ وہ سب رب العزت جل مجدہ کے دامنِ رحمت وذیلِ عزت کے ساتھ وابستہ اور اُس کے کرم و لُطف کے سایہ میں ہیں۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں یوں عرض کرتے۔ اَلسَّلَامُ عَلَی اللّٰہِ مِنْ عِبَادِہٖ وَعَلٰی جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَعَلٰی فَلَانٍ وَفُلَانٍ

(متفق علیہ۔ مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ' باب التشہد' پہلی فصل)

نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی طرف رُخِ انور فرما کر ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلَامُ فَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَقُلْ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰۃُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ

اللہ تو خود سلام ہے یعنی سلامت و پاک ہے' دُوسروں کو سلامتی عطا فرماتا ہے' اس پر سلام کے کوئی معنی نہیں' بلکہ میری ذات پاک پر اور خدائے برتر کے پاک وصالح بندوں پر سلام بھیجو تاکہ اُس کے ہر بندے کے لئے دعائے سلامتی ہو جائے اور ہر بندہ کو سلام ہو' خواہ وہ زمین کا ساکن ہو یا آسمان کا' اور اس میں جبرائیل ومیکائیل وغیرہ ہم سب شامل ہو جائیں گے۔

☆اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پہلی خدائے برتر کی توحید وخدائی کی شہادت وگواہی ہے' اور دوسری حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت وگواہی ہے۔ اور بالتحقیق بعض روائتوں میں جو یہ آتا ہے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ اس زیادتی کے ساتھ بھی کوئی پڑھے تو بلاشبہ جائز ہے لیکن مذہب حنفی میں صحیح روایت وہی ہے جو پہلے بیان ہوئی۔ اب تشہد کے بعد درود شریف کا پڑھنا حنفیوں کے نزدیک سُنت ہے اور شافعیوں کے نزدیک فرض ہے اور اس کا بیان احادیث پاک میں مختلف طریقہ سے آیا ہے' اور اگر صرف اس صیغہ سے درود پاک پڑھ لیا جائے تو کافی ہو جائے گا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اور بعض روائتوں میں یوں آیا ہے:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

یہاں پر درودِ پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو درودِ خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے ساتھ جو تشبیہ دی گئی ہے اِس میں بعض لوگوں کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ سرکار ابراہیم علیہ السلام قوت میں زائد ہوئے کہ ان پر جو کرم الٰہی ہوا اُسے درودِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تشبیہ و مثال کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

اس کے جوابات پوری تحقیق سے رسالہ "جذب القلوب" میں ذکر کیے گئے ہیں لیکن سب سے بہتر اور اچھا جواب تو یہ ہے کہ یہاں پر تشبیہ صرف نفسِ صلاۃ سے دینا مقصود ہے جس طرح خود اللہ تبارک وتعالیٰ عزت وبلندی والا ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ (پ ۶ النساء ایت ۱۶۳) کسی چیز کی شہرت اور اُس کا ظاہر وروشن ہونا تشبیہ کے کافی ہوتا ہے۔

اب تشہد اور درود پاک کے بعد جو بھی دُعا پسند ہو کرے' اور احادیث شریف میں جو ماثور دعائیں مذکور ہیں اُن میں سے کوئی دعا پڑھنا افضل ہے' اور اُن دعاؤں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

میں سے ایک دعا یہ بھی ہے کہ جسے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے التماس پر حضور اقدس صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ نے تعلیم فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

(متفق علیہ۔ مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الدعاء فی التشہد پہلی فصل)

یعنی الٰہی میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کئے ہیں، گناہوں کا بخشنے والا تیرے سوا کوئی نہیں، میری بخشش فرما اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے

یا دوسری یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَغْرَمِ وَالْمَاْثَمِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ۔ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفِتَنِ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ

یعنی الٰہی میں تیری پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب کے فتنے اور دوزخ کے عذاب کے فتنے اور دجال مسیح کے فتنے اور بوڑھے گناہ گار کے فتنے، اور ہر زندہ و مردہ کے فتنے سے میں پناہ چاہتا ہوں۔ ان تمام فتنوں سے جو ظاہر ہیں یا چھپے ہوئے۔ الٰہی جو گناہ میں نے پہلے کئے یا بعد کو، ظاہر کئے یا چھپ کر، اور جو میں نے اپنی جان پر زیادتی کی، اور جو کچھ تیرے علم میں میرے گناہ ہوں سب بخش دے، میری بخشش فرمادے۔

اور اگر

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

(پ۲ البقرہ آیت ۲۰۱)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یعنی الٰہی مجھے دُنیا میں خوبی عطا فرما اور آخرت میں نیکی مرحمت فرما اور عذابِ دوزخ سے بچا۔ تو یہ دُعا بہت ہی خوب ہے کہ سب کو شامل اور جامع دُعا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ آمِیْن

شیخ کی تصانیف کا اُردو ترجمہ

۱)۔حقیقۃ السماع
۲)۔ارشاد السالکین ترجمہ کلمۃ العارفین
۳)۔نسیم الکلام
۴)۔تحفۃ اللعت
۵)۔تکمیل الحسنات ترجمہ تحصیل البرکات
۶)۔مکتوبات
۷)۔فقرِ محمدی
۸)۔دعائے قنوت کی شرح
۹)۔نسیم الاحکام ترجمہ تقسیم الانام
۱۰)۔ذکر فکر
۱۱)۔آدابُ الذِّکر
۱۲)۔حقیقت عملیات و وظائف
۱۳)۔حقیقۃ الصمر
۱۴)۔حضرت غوث اعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

راگ و قوالی اور میزامیر کے بارے میں فیصلہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ

حقیقۃ السماع ترجمہ فرع الاسماع

از مکتوبات شریف نمبر ا

مترجم : مولانا مولوی عزیز احمد صاحب قادری بدایونی

خطیب جامع مسجد عیدگاہ گڑھی شاہو لاہور

حسب الارشاد

حضرت الحاج سید معصوم شاہ صاحب قادری نوری

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اِبْتِدَائِیْ وَبِكَ اَعْتَصِمُ

مسئلہ سماع

مشائخِ طریقت کے سماع کے بارے میں جو کچھ مسائل واقوال نقل کرتے ہیں وہ مختلف ہیں۔ ان کی ایک جماعت پرہیز کرتی ہے اور ایک جماعت سنتی ہے اور ایک گروہ خاموش ہے وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (پ۲ البقرہ آیت ۱۴۸) ہر ایک کے لئے منہ کرنے کی ایک سمت ہے وہ اس کی طرف منہ کرتا ہے' تو تم نیکیوں میں آگے بڑھو۔ اِس گروہ کے پہلے مشائخ کہ جو طریقت کے اُستاد اور اُمت کے پیشوا ہیں اُن کا طریقہ پرہیز ہے اور آخر والے مشائخ کہ جو درگاہِ الٰہی کے مست اور والہ وشیدا ہیں وہ سنتے ہیں۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ آپ شروع حال میں سماع کرتے تھے اور سماع والوں کے پاس بیٹھتے تھے اور آخر عمر میں سننا و بیٹھنا چھوڑ دیا تھا۔ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ سماع کیوں نہیں کرتے اور کیوں نہیں سنتے؟ فرمایا کہ کس سے سنوں اور کس کے ساتھ سنوں؟ یہ اشارہ تھا کہ جن دوستوں کے ساتھ وہ سنتے تھے اور بیٹھتے تھے وہ نہ رہے کیونکہ ان کا سماع اہل کا تھا اور اہل کے ساتھ تھا۔ چونکہ مشائخ نے جس جگہ بھی سماع اختیار کیا ہے وہ چند شرطوں اور آداب کے ساتھ تھا جو ان کی کتابوں میں مذکور ہیں' اور کبھی کبھی تھا' ہمیشہ عادت کے طور پر نہ تھا۔ جب حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانے میں اہلِ سماع اور دیگر شرائط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے سماع چھوڑ دیا پھر کیا کہا جا سکتا ہے۔ اور بعضوں نے یہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

واقعہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح نقل کیا ہے کہ آپ سماع سنتے تھے' پھر اس سے توبہ کرلی۔ اس عبارت کا اشارہ دوسری طرف ہے۔ واللہ اعلم۔

اور آپ سے یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ رحمت اور برکت اس گروہ فقراء پر تین موقعوں پر اُترتی ہے۔ ایک کھانا کھانے کے وقت' چونکہ وہ فاقہ اور ضرورت کے وقت کھاتے ہیں۔ دوسرے جب وہ آپس میں گفتگو کرتے ہیں کیونکہ ان کی گفتگو صدیقوں کے مقامات اور انبیاء علیہم السلام کے حالات بیان کرنے میں ہوتی ہے۔ تیسرے سماع کے وقت کیونکہ ان کا سماع حق کے مشاہدے اور غلبۂ حال و وجد کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ روایت حضرت جنید سے صحت کو نہیں پہنچی اور اگر صحیح ہو تو سماع سے قرآن کریم کا سماع مراد ہوگا جس کی طرف اس آیہ کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۲۳ الزمر آیت ۱۸) اور آیہ کریمہ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (پ ۷ المائدہ آیت ۸۳)

اور سماعت میں فرماتے ہیں کہ اس سماع کے حق ہونے میں سب کا اتفاق ہے اور اس کا کوئی مخالف نہیں' اور اس سماع میں رحمتِ الٰہی بلا شبہ نازل ہوتی ہے۔ اور اختلاف اشعار اور قصیدے میں اور علم موسیقی کی راگنیوں کے مطابق گانے کے سننے میں ہے۔ اس میں بہت سے اقوال اور مختلف حالات ہیں۔ بعض سماع کے منکر ہیں اور اس کو فسق سمجھتے ہیں اور بعض اس پر فریضہ اور اس کو حق سمجھتے ہیں۔ اور دونوں گروہ افراط و تفریط میں ہیں۔ اور یہ بھی حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ سے لوگوں نے سماع کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: جو چیز تیرے ارادے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اکٹھا کردے وہ مباح ہے۔ یہ بات حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی بُری

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

صوفیانہ ہے اور اس سے عوام وجہلا کے قدم پھسل جانے کا خطرہ ہے اور آپ سے صحیح روایت نقل کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب تو مرید کو دیکھے کہ سماع تلاش کرتا ہے تو جان لے کہ اس میں ابھی کچھ لغویت باقی ہے۔ اور واجب ہے کہ آپ کی مراد اس قول سے یہ ہو کہ جو چیز شرع میں حرام اور مکروہ بالا تفاق نہ ہو اگر حضورِ قلب کا ذریعہ ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اور چونکہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے سماع کے بارے میں بلا کسی قید کے یہ لفظ فرمائے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مطلق سماع آپ کے نزدیک حرام نہیں ہے اور ہم نے مانا حق بھی یہی ہے کہ چونکہ مطلق سماع کے حرام ہونے کا دعویٰ کرنا اور کوئی دلیل قطعی اس کی حُرمت پر قائم کرنا جیسا کہ زنا اور شراب اور دوسرے گناہوں پر ہے یہ محض مکابرہ ہے۔ جیسا کہ بعض متفقہین کہتے ہیں حق یہ ہے اور حقیقتِ حال اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ شریعت میں جس طرح کہ سماع کے مباح ہونے پر کوئی دلیل قطعی نہیں ہے اسی طرح اس کی بالذات حُرمت پر بھی کوئی دلیل قطعی نہیں ہے۔

"قوت القلوب" میں فرماتے ہیں کہ اگر ہم مطلق سماع کا یعنی بے قیدِ بعض اقسام اور بعض سننے والوں کے حالات کی تفصیل کے بغیر انکار کریں تو بہت سے صدیقوں کا انکار لازم آئے گا۔ اور امام ابو محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا اس سلسلہ میں یہی خیال ہے۔

احیاء العلوم میں مشائخ کے عمل کے مختلف ہونے کو نقل کر کے اپنی طرف سے ایک معقول دلیل سماع کے مباح ہونے پر قائم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ گانا سننا بذاتہ مباح ہے چونکہ اس کی اصل اچھی آواز کا سننا ہے اور اچھی آواز کا سننا کانوں کو مباح ہے جیسا کہ آنکھوں کو مختلف رنگ اور اچھی شکلیں اور باغ وگلزار کا تماشا مباح ہے۔ اس کے بعد کسی عارضی چیز کی وجہ سے جو اس کی ذات سے باہر ہے کبھی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حُرمت اور کرامت پیدا ہو جاتی ہے' اور کبھی مستحسن اور مستحب ہو جاتا ہے اور اکثر ایک مباح کام کسی عارض کی وجہ سے واجب اور مستحب اور حرام اور مکروہ ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی شخص نے فرض حج یا نفل حج کا ارادہ کیا اور راستہ میں وہ تھک گیا اور ملنے کی طاقت نہ رہی۔ اتفاقاً مرغوب شعر اور رغبت بڑھانے والے اچھی آواز کے ساتھ سُنے تو وہ دو دن کا راستہ ایک دن میں طے کر لے' پھر اچھی آواز کا سُننا کیسے حرام ہو سکتا ہے۔ ذریعہ کا حکم مقصد کا سا ہی ہوتا ہے۔

یہ تقریر بھی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات پر مبنی ہے کہ گانا سننا اصل میں مباح ہے اور اس کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں ہے ورنہ تازگی اور شوق پیدا ہو جانا کیا فائدہ کر سکتا ہے۔ اگر کوئی آدمی تھک جائے اور ایک پیالہ شراب کا پی لے کہ جس کے ذریعہ سے حج کا راستہ طے کرنے کا شوق یا نماز پڑھنے کی قوت پیدا ہو جائے تو کیا وہ شراب کا پینا جائز ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ پہلے اس کا مباح ہونا ثابت کیا جائے پھر یہ بات کہی جائے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا ہے۔ آپ کے نزدیک مطلقاً گانا مباح ہے۔ اور حرمت و کراہت کسی عارض کی وجہ سے ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ گانا سُننا حرام کے ساتھ مشابہ ہے۔ تقویٰ یہی ہے کہ نہ سنے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ سب سے پہلے ابلیس نے نوحہ کیا اور گانا گایا۔ اور حدیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔

بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت جابر اور ابن مسعود سے روایت کی کہ انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ اس آیہ کریمہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ (پ ۲۱ لقمان آیت ۱) میں لہو الحدیث سے مراد گانا سننا ہے۔ اور حضرت مجاہد نے کہا کہ اس آیہ کریمہ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ (پ ۱۵ ابنی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اسرائیل آیت ۶۴) میں صورت سے مراد گانا اور باجا ہے۔ اور فضیل بن عیاض نے فرمایا: الغناء رقیۃ الزنا یعنی گانا زنا کا منتر ہے۔ اور ابوداؤد وامام احمد کی حدیث میں آیا ہے کہ نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ راستہ میں جارہے تھے' ناگاہ باجے کی آواز آپ کے کان میں پڑی تو آپ نے اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں اور اس راستہ سے دوسری طرف پھر گئے اور مجھ سے کہا کہ اے نافع کیا تو باجے کی آواز سُنتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! تب آپ نے انگلیاں کانوں سے نکالیں اور فرمایا کہ میں نے اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نے بانسری کی آواز سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لی تھیں۔ نافع کہتے ہیں' میں اس زمانہ میں بچہ تھا یعنی اسی وجہ سے اس کے سننے سے مجھے منع نہیں فرمایا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ گانا ایک مکروہ ناپسندیدہ کھیل ہے' جو باطل اور حرام کے مشابہ ہے' اور آپ نے کہا کہ جو کوئی کثرت سے گانا سنتا ہے وہ بے وقوف اور بے خبر ہے اور اس کی گواہی مقبول نہیں' اور آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ نامحرم عورت سے گانا سننا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ پردے میں ہو۔ اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ گانا سننا گناہ ہے۔ اور آپ سے مشہور روایت یہ ہے کہ مکروہ ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص لونڈی شرعی خریدے ہے اور بعد کو معلوم ہو کہ وہ گانا جانتی ہے تو یہ اس میں عیب ہے اور عیب کی وجہ سے خریدار اس کو واپس کرنے کا حقدار ہے' اور بیع فسخ ہو جائے گی۔ اور اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے' اور روایت کیا گیا ہے کہ تمام اہلِ مدینہ کا یہی مذہب ہے۔ یہ بات فقہ کی روایات اور فقہاء کرام کے اقوال تک پہنچتی ہے اور یہ بہت لمبی گفتگو ہے۔ فقیری دوسرے چیز ہے۔ اگرچہ اصل یہی ہے جو فقہاء نے فرمایا اور یہ بھی ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ان احادیث اور آثار واخبار سے وہ گانا مراد ہے کہ جس کا کرنا اور سننا بطریق لہو ولعب (کھیل کود) اور خواہشاتِ نفسانی اور حرام شہوت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

رانی کی وجہ سے ہو۔ تا کہ دلیلوں میں تطبیق ہو سکے اور دونوں طرفوں کی حفاظت ہو۔ اور محدثین کو ان احادیث میں جو گانے کے بارے میں مذکور ہیں کلام ہے اور وہ کہتے ہیں کوئی صحیح حدیث اس بارے میں وارد نہیں ہوئی۔ واللہ اعلم''

اور ہمارا مقصد اس رسالہ میں مشائخ طریقت کے اقوال وافعال بیان کرنا ہے کہ انہوں نے اس بارہ میں کیا کیا اور کیا کہا ہے۔ ہمیں اگلے اور پچھلے مشائخ کے واقعات گانا سننے میں مختلف ملتے ہیں۔ اس سے قطع نظر کہ زیادہ کون سے ہیں اور کم کون سے؟

روایت ہے کہ حضرت شیخ حماد دباس جو اپنے وقت کے پیشوا اور حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین ابو محمد سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مشائخ طریقت میں سے ہیں، اور حضور غوث الثقلین شروع شروع آپ ہی کی صحبت میں رہے ہیں، اور طریقت کا راستہ طے فرمایا ہے۔ وہ ایک روز جمعہ کی نماز کے لئے جارہے تھے۔ اتفاقاً راستہ میں گانے کی آواز آپ کے کان میں پڑی۔ آپ کھڑے ہو گئے اور سوچتے رہے اور فرمانے لگے کہ آج ہم سے کیا نافرمانی ہوئی ہے کہ اس کی سزا میں مبتلا ہوئے ہیں۔ بہت کچھ دل میں غور کیا مگر کوئی بات خیال میں نہ آئی۔ گھر واپس تشریف لے گئے اور تحقیقات کرنے لگے کہ ضرور کوئی کام ہم سے ایسا ہوا ہوگا۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ ایک پیالہ خریدا تھا کہ جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ تو فرمایا یہی وجہ تھی، اسی کی نحوست میں ہم گرفتار ہوئے۔ یہ قصہ ''بہجۃ الاسرار'' میں مذکور ہے۔ واللہ اعلم۔

اس کے خلاف ایک قصہ اور سنو۔ حضرت خواجہ ابو یعقوب یوسف ہمدانی قدس سرہ کا اسی کتاب ''بہجت الاسرار'' میں ہے کہ ایک وقت آپ (خواجہ ابو یعقوب ہمدانی قدس سرہ) سماع میں تھے۔ علماء آئے اور ان کو سماع سے منع کیا۔ شیخ صاحب غصہ میں آئے اور کہا اللہ تعالیٰ تمہیں موت دے۔ وہ علماء اسی وقت مر گئے۔ شیخ ابو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یعقوب ہمدانی اولیاء کاملین میں سے ہیں اور شیخ حماد بھی' اور دونوں میں اس قدر اختلاف ہے۔سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ دونوں کا مشرب اور طریقہ مختلف ہے۔اور شیخ ابو یعقوب' خواجہ عبدالخالق عجدوانی کے پیر ہیں جو سلسلۂ نقشبندیہ کے حلقہ کے سردار ہیں۔اور باوجود اس کے کہ خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ نے سماع ترک کیا ہوا تھا' وہ فرماتے ہیں۔نہ ایں کار کنیم نہ انکار کنیم یعنی نہ ہم یہ کام کرتے ہیں نہ اس کا انکار کرتے ہیں' اور حضرت خواجہ عبیداللہ احرار بھی سماع سے پرہیز کرتے تھے' اور ان کے بعض مریدوں نے ان کے بعد اپنا اصل طریقہ چھوڑ کر سماع شروع کر دیا تھا اور وہ دعوے کرتے تھے کہ ہمیں سماع کے بارے میں خواجہ صاحب کی طرف سے رخصت ہے۔خواجہ صاحب نے فرمایا تھا کہ ہمارے بعد اگر مصلحتِ وقت اور نفوس کی رعایت کے طور پر سالک یہ کام کریں تو انہیں اختیار ہے۔واللہ اعلم۔

اور سلسلہ کبرویہ میں سماع ہے۔اور حضرت شیخ نجم الدین کبرائی اور شیخ مجد الدین بغدادی اور اس سلسلہ کے دوسرے بزرگ سماع کرتے تھے۔اور شیخ نجم الدین کُبرا شیخ عمار یاسر کے مرید تھے۔اور شیخ عمار یاسر شیخ النجیب سہروردی کے مرید تھے' اور اس طرف شیخ شہاب الدین سہروردی کہ جو شیخ النجیب کے خلیفہ ہیں قوالی نہیں سنتے تھے اور اس کے منع کرنے اور قبول کرنے میں کچھ تفصیل کرتے تھے۔اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ چشتیہ اور سہروردیہ میں جو اختلاف ہے وہ سماع میں نہیں ہے بلکہ حال میں ہے کہ بعضوں کو وہ حال ہوتا ہے اور بعضوں کو نہیں (اس لئے حال والے سنتے ہیں اور غیر حال والے نہیں سنتے ہیں) اگرچہ بعض بزرگ باوجود اس حال کے اس کے سننے میں توقف کرتے ہیں اور اگلوں کی پیروی کرتے ہیں چونکہ سماع (قوالی سُننا) کوئی مذہب نہیں ہے اور طریقت کے ارکان کا کوئی رکن بھی نہیں ہے کہ اس پر قائم ہونا ضروری ہو۔جیسا کہ سلسلۂ شاذلیہ کے قطبِ وقت امام حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی سے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

روایت ہے کہ آپ نے ایک کلام فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ سماع کرتے ہیں اور ظالموں کا کھانا کھاتے ہیں اُن میں یہودیت کا ایک اثر ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ (پ ٦ المائدہ آیت ۴۲) یعنی جھوٹ زیادہ سُننے والے، حرام بہت کھانے والے۔

ایک مرتبہ آپ سے قوالی سننے والوں کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اِنَّھُمْ اَلْفَوْا اٰبَآئَھُمْ ضَآلِّیْنَ فَھُمْ عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ یُھْرَعُوْنَ۔ یعنی انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا تو وہ ان کے قدم بہ قدم چلنے لگے۔ اور سلسلہ شاذلیہ کے ایک بزرگ نے فرمایا ہے۔ اَلسَّمَاعُ اِنْحِطَاطٌ فِیْ دَرَجَۃِ الْحَقِّ اِذَا کَانَ صَادِرًا عَنْ اَھْلِہٖ بِشَرَائِطِہٖ وَآدَابِہٖ یعنی جبکہ سماع اس کے اہل سے ہو۔ اُن شرائط و آداب کے ساتھ جو اس کے لئے مقرر ہیں تو وہ حق کے درجہ سے نیچے ہے، چہ جائے کہ نا اہل سماع کرنے اور بے شرائط اور بے آداب کے ساتھ، یعنی حق کا درجہ سماع کے درجہ سے بالاتر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کس طرف اشارہ ہے۔ شاید حق سے مراد سنت کے اتباع کا طریقہ ہو اور یقیناً سماع کا طریقہ اس صورت میں خلافِ سنت ہے۔ یا اس سے یعنی حق سے مراد مقامِ شہودِ ذات اور تجلی ذاتی ہے۔ صوفیا کہتے ہیں کہ سماع دل والوں اور صفائی تجلی والوں کے لئے ہوتا ہے کہ اس مقام پر اضطراب یعنی بے چینی اور حالات میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ برخلاف ذاتی تجلی کے کہ اس جگہ بالکل سکون اور اطمینان اور اثبات ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ سماع محبوب کا پیغام سننا ہے، اور پیغام سننا غائبانہ ہوتا ہے نہ حضور میں۔ ایسے ہی بعضے مشائخ نے فرمایا ہے۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ حالت حضوری میں بھی محبوب کی زبان سے کچھ سنے اور اس جگہ محبوب کے کلام کا سُنتا ہوگا، نہ اس کے پیغام کا، مگر یہ کہ استغراق کی حالت ہو۔ اور سماع فنا اور استغراق کی حالت نہیں ہے چونکہ استغراق میں بے شعوری اور بے خبری ہوتی ہے اور سماع شعور اور خبرداری

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کے اقسام میں سے ہے' اور جب استغراق ہو جائے اس جگہ سماع نہیں ہو سکتا' اور اچھی حالت سماع میں یہ ہے کہ بے اختیار ہو جائے لیکن شعور باقی رہے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ سماع وجد والوں کے لئے ہوتا ہے کہ وجد محبوب کو نہ پانے سے اور مرتبہ وجود وجد سے بالاتر ہے جو منتہی تمکین والوں کا مقام ہے۔ چنانچہ کتاب عوارف میں شیخ حماد دباس سے ہے کہ آپ نے فرمایا اَلْبُکَاءُ مِنْ بَقِیَّۃِ الْوُجُوْدِ۔

چنانچہ حضرت سہیل تستری کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ آپ کبھی سماع اور ذکر اور قرآن پاک کی تلاوت میں جنبش نہ کرتے تھے اور آپ پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ آخر عمر میں ایک مرتبہ آپ کے سامنے قرآن شریف پڑھا گیا تو آپ کا جسم تھرانے لگا اور قریب تھا کہ آپ گر پڑیں۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ یہ کیا کیفیت تھی جو ہم نے آپ سے کبھی نہ دیکھی؟ فرمایا: حال کی کمزوری۔ لوگوں نے کہا: اگر کمزوری یہ ہے تو قوت کیا ہوگی؟ فرمایا: قوت وہ ہوتی ہے کہ جو کیفیت وارد ہو اُس کو برداشت کرے اور حالت میں کچھ تبدیلی نہ ہو۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس نے قرآن مجید سُنا اور زار زار رونے لگا اور نہایت بے چین اور بے خود ہو کر چلانے لگا تو آپ نے فرمایا: کَذٰلِکَ کُنَّا مِنْ قَبْلُ وَلٰکِنْ قَسَتْ قُلُوْبُنَا یعنی ہم بھی اس سے پیشتر ایسے ہی نرم دل تھے لیکن اب ہمارے دل سخت ہو گئے۔

اس سختی سے مراد یقین کی قوت اور دل کی تمکین ہے کہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف نہیں جاتی' اور کچھ تبدیلی نہیں ہوتی۔ اور حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ کا آخر عمر میں سماع چھوڑ دینا یقیناً اسی نوعیت کا تھا۔ اور اسی وجہ سے شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منتہی یعنی انتہا کو پہنچا ہوا سماع سے بے پرواہ ہوتا ہے۔

اور حضرت میر سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منتہی ہے کہ انتہا کی آفت اس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کو پہنچی ہے۔ اور فرماتے ہیں: عشق میں دو آفتیں ہیں۔ ایک ابتدا میں ایک انتہا میں۔ ابتدا کی آفت یہ ہے کہ عشق کا درد اور معشوق کی طلب کا غم اس پر اس قدر بھاری ہوتا ہے کہ اس کو چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے اور اس پر ایک خاص عرصہ گزر جاتا ہے یہاں تک کہ اس کو پوری لذت حاصل ہوتی ہے اور محبوب کے وصال کا کوئی راستہ اس پر نہیں کھلتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ سوا درد و غم کے کوئی اور نفذ نہیں ہے۔ اسی طرح ایک عرصہ گزر جاتا ہے' یہاں تک کہ درد و غم اس کی طبیعت اور عادت اور درد کا ذوق نہیں رہتا' نہ وصول کی لذت اور نہ تکلیف کا ذوق' اور سوزش بھی ضائع ہو جاتی ہے' اور اپنی جگہ پر ٹھہر جاتا ہے' اور اس کا انجام محرومی اور ناکامی ہے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْھَا ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اور انتہا کی آفت یہ ہے کہ جب معشوق کے وصال تک پہنچے' وصال کی لذت میں مشغول ہو جائے اور جدائی کی سوزش اور فراق کا درد اس سے جاتا رہے۔ کچھ زمانے گزر جانے کے بعد وصول اس کی عادت اور طبیعت ہو جائے اور وصال کا ذوق بھی جاتا رہے اور مقصد دونوں حالتوں سے سوائے محبوب کے ذوق اور اس کی خوشی اور محبوب کے ساتھ راحت پانے کے اور کچھ نہیں ہے۔ اگرچہ وصال ہو ذوق کہاں کہ اس سے راحت حاصل کرے۔ صرف وصال کس کام آئے گا۔ لیکن اے برخوردار عشق یہ ہے کہ ابتداء کی حالت میں جدائی اور درد کی لذت اور جدائی کی سوزش میں مشغول ہو اور انتہا میں اگرچہ وصال حاصل ہو' ذوق زیادہ سے زیادہ ہو' اور طلب و جستجو زیادہ تیز ہو جائے اور درد پر درد بڑھتا رہے۔ یہ کلام ہے سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے ملفوظات میں۔

اس کے بعد وہ فرماتے ہیں کہ میری گفتگو ذوق میں ہے' کمال اور نقصان سے قطع نظر۔ اور سید علیہ الرحمۃ خوش طبعی کی بات فرماتے ہیں۔ مگر ذوق ایک دوسری ہی چیز ہے۔ اس میں گفتگو کیا ہو سکتی ہے۔ یہ تو ایک مستی کی حالت ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مست غشقم وگرنہ می دانم

نہ اناالحق نہ فیہ ما فیہ

اس جگہ تو گفتگو ان کے احکام اور قواعد میں ہو رہی ہے کہ جو انہوں نے مقرر کئے ہیں۔ واللہ اعلم۔ اور سید صاحب کی وہ گفتگو جو انہوں نے عوارف کے ترجمہ میں کی ہے تعجب سے خالی نہیں ہے۔ کتاب عوارف میں جس جگہ سماع کے رد اور انکار کے بارہ میں وہ نقل کرتے ہیں کہ ایک بزرگ نے کہا ہے۔ اِنَّ الْغِنَا لَیَنُوْبُ عَنِ الْخَمْرِ وَیَفْعَلُ مَا یَفْعَلُ السُّکْرُ

ترجمہ: گانا شراب کے قائم مقام ہے گانا وہی اثر کرتا ہے۔ جو نشہ کرتا ہے۔ کہ گانا سُننا مست بنانے میں اور بے خودی لانے میں شراب کا کام کرتا ہے اور شراب کا قائم مقام ہے۔

یہی بزرگ گانے کے نقصان اور اس سے پرہیز کرنے کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ اِیَّاكَ وَالْغِنَاءَ فَاِنَّهٗ یَزِیْدُ الشَّهْوَةَ وَیَهْدِمُ الْمُرُوَّةِ

ترجمہ: گانے سے پرہیز کرو کیونکہ وہ خواہشاتِ نفسائی اور شہوت کو زیادہ کرتا ہے اور مروّت کو برباد کر دیتا ہے۔

لہٰذا غور کرنا چاہئے کہ جس چیز کو حرام کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں' اور حرام کے قائم مقام تصور کرتے ہیں وہ ناقص ہی ہو سکتی ہے۔ ان بزرگ کا مقصد گانے سے پرہیز کرنا ہے۔

اور سید صاحب (سیّد محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ یہ بات بھی صوفیوں کے مدعا کے موافق آئی یعنی سماع سے مقصود ذوق اور مستی ہے۔ اور جب ان بزرگ نے فرمایا کہ سماع شراب کا کام کرتا ہے' اس سے ہمارا مقصد ثابت ہوا۔ یہ بات بھی خوش طبعی سے خالی نہیں ہے۔ سماع کے ذوق اور مستی پیدا کرنے میں کس کو کلام

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے۔ گفتگو تو اس کے حلال اور حرام ہونے میں اور اس کے نقصان اور کمال میں ہے۔

یہ جگہ قدم پھسلنے کی ہے کہ لوگ کہتے ہیں مقصد تو مستی اور درد ہے اور جو چیز مستی پیدا کرے وہ مبارک ہے۔

یہ مرد شراب کا پیالہ کیوں نہیں پی لیتا کہ جس سے ذوق اور مستی پوری پوری حاصل ہو جائے۔ اسی کے مثل ایک حکایت ''کشف المحجوب'' میں حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ ذکر فرماتے ہیں کہ ایک صاحب کشف نے ابلیس علیہ اللعنت کو دیکھا کہ ایک جماعت اس کے گرد اکٹھی ہے' گانا ہو رہا ہے' دف اور مزامیر بجا رہے ہیں اور وہ رو رہا ہے اور ناچ رہا ہے اور جل رہا ہے۔ شیخ نے اس سے پوچھا: یہ کیا حال ہے؟ ابلیس نے جواب دیا کہ جس روز سے مجھے نکال دیا گیا ہے اور لعنت کا داغ پیشانی پر دیا گیا ہے اُس روز سے میرا یہی حال ہے' روتا ہوں' جلتا ہوں اور اپنی مصیبت یاد کرتا ہے۔ یہ قصہ اس زمانے کے ایک صوفی سے سنا اور کہا: یہ تو ہمارے مقصد اور ہمارے حال کے موافق ہے۔ اور معلوم ہوا کہ سماع کی وجہ سے ذوق اور درد اور سوزش اور رونا و پیٹنا پیدا ہوتا ہے' اور کیا بات ہے۔ لوگوں نے اس صوفی سے کہا کہ تو یہ نہیں دیکھتا کہ یہ شیطان کا کام ہے۔ اس صوفی نے شیطان کی تعریف شروع کردی کہ آپ لوگ ابلیس کو کیا خیال کرتے ہیں' وہ عاشق ذاتِ الٰہی ہے۔

اور عین القضاۃ نے اس کی تعریف میں ایسا ایسا کہا ہے' یعنی بہت کچھ کہا ہے' کوئی اس گروہ سے کیا کہے' ہم بھی اور قدم پھسلنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اور وحدت الوجود ماننے والوں میں سے شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے گانا سننے کا انکار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ گانے کی تاثیر حقیقتاً روحِ حیوانی پر ہوتی ہے' اور بدن کا حرکت کرنا اور ناچنا بے اس کے ہرگز نہیں ہوسکتا' اور روح انسانی گانے کا اثر لینے سے پاک ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ گانا سننا اور اس سے اثر لینا دین خالص نہیں ہے کہ اَلَا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (پ ۲۳ الزمرات آیت ۳) یعنی دین خالص اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ اور سماع میں جو وجد پیدا ہوتا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور وہ فرماتے ہیں کہ قرآن کے ذوق کا نشان اور اس کے سننے کے شوق کی لذت کا نشان یہ ہے کہ اس کا سننا نغمے اور بغیر نغمے کے یکساں ہو۔ اور اگر نغمے کی وجہ سے ذوق پیدا ہو تو وہ اچھی آواز کی لذت ہے، نہ صرف قرآن شریف کی۔ اور شیخ کے کلام میں گانا سننا سے منع کرنے کے بارہ میں بہت مبالغہ ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے شیخ اوحد الدین کرمانی (جو گانا سنتے تھے اور امردوں پر نظر ڈالتے تھے اور صاحب وجد و حال تھے) دیکھا نہیں اور اپنی مجلس میں نہیں بھی آنے دیا اور اگر ان کا ذکر آپ کی مجلس میں ہوتا تھا تو آپ کہتے تھے اس بدعتی کا نام میرے سامنے نہ لیا جائے۔ اور اس حکایت کو شیخ علامہ الدولہ سمنانی نے صحیح کہا ہے اور کہا ہے کہ میں نے یہ حکایت اس شخص سے سُنی ہے کہ جو اس مجلس میں حاضر تھا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جب شیخ اوحد الدین نے سُنا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی ان کے متعلق ایسا کہتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں اسی میں خوش ہوں کہ کبھی میرا نام شیخ کی زبان پر تو آیا۔ کیا سچائی اور دیانت اس مرد کی ہے، اللہ کی اس پر رحمت ہو۔

اور مشائخ چشت کے بعض ملفوظات میں لکھا ہے کہ شیخ اوحد الدین، شیخ شہاب الدین کی خدمت میں آئے اور سماع طلب کیا۔ شیخ نے ان کو اجازت دی اور خود نماز میں مشغول ہو گئے۔ اور خادم سے فرمایا کہ درویشوں کے لئے کھانا تیار رہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ایک قوال شیخ بہاؤ الدین زکریا قدس سرہٗ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا کہ میں شیخ شہاب الدین کی خدمت میں تھا اور ایک قصیدہ میں نے ان کے سامنے کہا۔ شیخ کو اس سے بڑا ذوق ہوا اور حال آ گیا۔ پس شیخ بہاؤ الدین حجرہ میں آئے اور چراغ بجھا دیا اور قوال کو وہ قصیدہ پڑھنے کا حکم دیا اور آپ کو حال آ گیا اور ذوق

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پیدا ہوا۔

بعض لوگ اس حکایت کو عجیب وغریب سمجھتے ہیں' حالانکہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اگر کوئی قصیدہ محبت کے حالات اور عاشقوں کے مقامات پر مشتمل نہ ہو کہ جو شوق اور ذوق اور طلب کی زیادتی اور دل کی حضوری اور خیالات کو دفع کرنے اور حقانیت کو اُبھارنے کا باعث ہو تو اگر اس کو سُنیں اور ذوق حاصل کریں تو کیا نقصان ہے۔ حالانکہ یہ معلوم ہو چکا کہ اصل میں آواز مطلقاً مضامین کے قصیدے سننا متقدمین کے زمانے میں بھی ثابت ہے۔

اس سے بالاتر ایک حکایت اور ہے جو تکملہ میں لکھی ہے۔ وہ یہ کہ صوفیا کی ایک جماعت حضرت غوث الثقلین کی خدمت میں حاضر تھی' قوال نے کوئی شعر پڑھا اور حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کو حال پیدا ہو گیا اور آپ ہوا پر اُڑنے لگے اور اس جگہ سے اُڑتے ہوئے اپنی خانقاہ میں واپس آ گئے۔ اور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ شیخ عزالدین عبدالسلام جو مذہب شافعی کے بڑے اماموں میں ہیں اور بڑے بزرگ اور بلند مرتبہ والے ہیں' شروع شروع میں درویشوں کے مشرب کا انکار کرتے تھے۔ اور جب حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی قدس سرہٗ حضرت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے واپس آئے تو شیخ عزالدین عبدالسلام کے پاس گئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سلام کہتے ہیں۔ شیخ عزالدین کو اس کلام کے سننے سے ایسا حال پیدا ہوا کہ حرام اور مکروہ نہیں ہے۔ اس قدر یعنی اچھی آواز سے اچھے آپے سے باہر ہو گئے۔ اس کے بعد مشائخ صوفیاء کے ساتھ ان کو اس قدر اعتقاد ہوا کہ ان کی سماع کی مجلس میں بھی حاضر ہونے لگے۔

یہ حکایت صحیح ہے' اس کو ثقہ لوگوں نے روایت کیا ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہوا کہ مجلس سماع سے مراد حضرت شیخ ابوالحسن کی مجلس ہے کہ وہ قوالی سنتے تھے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یا دوسرے مشائخ کی مجلس جو اس زمانے میں تھے۔ واللہ اعلم۔

اور شیخ الاسلام عبداللہ انصاری قدس اللہ سرہٗ نے کہا ہے کہ ذُوالنون مصری اور شیخ شبلی اور حضرت خزار اور حضرت نوری اور حضرت درّاج اور ان کے علاوہ اور مشائخ اور ان کے مرید' اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے' سماع کی طرف مائل تھے' اور سماع قرآن پاک کا ہو یا کسی دوسری چیز اشعار وغیرہ کا۔ یہ حکایت اُس میں مذکور ہے۔

اور یہ بات ثابت ہے کہ بڑے بڑے مشائخ چشتیہ اور اس سلسلہ کے بزرگ دار قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم قوالی سنتے تھے' لیکن شرائط اور آداب کے احتیاط کے ساتھ' اور اکثر اوقات تنہائی میں سنتے تھے کہ جو اغیار اور نامحرموں کے وجود کے بوجھ سے خالی ہوتی تھی۔ اور کہتے ہیں کہ قطب الواصلین خواجہ قطب اوشی کاکی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز کے زمانے میں درویش طے کا روزہ رکھتے تھے اور ریاضت ومجاہدکرتے تھے' اس کے بعد مشائخ کے عرسوں میں قوالی سنتے تھے۔ اور مشہور ہے کہ حضرت اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات اسی ضعیف اور بیماری کی وجہ سے ہوئی کہ جو سماعت کی مجلس میں پیدا ہوئی تھی۔

چنانچہ امیر الحسن دہلوی نے اپنی غزل میں اس قصے کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے۔

۱۔ جان ایں یک بیت داواست اں بزرگ
آرِ ایں گوھر زِ کان دیگراست

۲۔ کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

(سعدی)

ترجمہ: ۱۔ اس ایک بیت پر اُس بزرگ نے جان دے دی ہے، یعنی حضرت خواجہ اوشی صاحب نے۔ ہاں یہ موتی کسی اور ہی کان کا ہے۔

۲۔ تسلیم ورضائے معشوق کے خنجر کے مارے ہوؤں کو ہر وقت غیب سے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ایک نئی جان ملتی ہے۔

اور قاضی حمید الدین ناگوری کو کہ جو اپنے وقت کے علماء اور عارفوں میں سے تھے' اور آپ کا مشرب عشق ومحبت اور توحید تھا۔ قوالی سننے کا بہت شوق تھا۔ اور اس وقت کے علماء نے آپ پر فتویٰ دیا تھا' اور سلطان شمس الدین کے حکم سے درویشوں کو سماع سے روک دیا گیا تھا مگر تنہائی میں چھپ کر کرتے تھے' اور ان کے ملفوظات میں اس بارہ میں بہت سی حکایت لکھی ہیں۔ مولانا برہان الدین بلخی نے فرمایا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ مجھے قیامت کے روز کسی کبیرہ گناہ کے متعلق کچھ نہ پوچھیں گے کیونکہ میں نے کوئی گناہِ کبیرہ نہیں کیا ہے' سوائے ایک گناہ کے کہ وہ ساز سننا ہے وہ میں نے بہت کیا۔ اگر اس وقت بھی مجھے مل جائے تو اب بھی سُنوں۔ یہ اشارہ کیا ہے اپنی بے صبری اور حرص اور بے اختیاری کی طرف' اور باوجود اس کے اپنے قصور کا اقرار کیا ہے۔

اور حضرت شیخ العالم فرید الحق والدین گنج شکر قدس اللہ سرہٗ نے سماع کے بارے میں اور لوگوں کے اختلاف کے بارے میں فرمایا ہے۔ سبحان اللہ ایک جل گیا اور خاک ہو گیا اور دوسرا ابھی اختلاف میں ہے۔ اور حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کے زمانے میں اس کام نے اور رواج پایا اور تغلق شاہ کے زمانے میں آپ پر بھی علماء نے فتویٰ لگایا۔ اور قاضی حمید الدین ناگوری کے زمانے کے فتویٰ بھی حاضر کیئے گئے۔ غالباً فیصلہ تفصیل اور تفریق پر ہوا۔ یعنی اس کے اہل کے لئے حلال اور نا اہل کے لئے حرام۔ اور ان کی مجلس میں مزامیر' باجہ اور تالی بجانا کچھ نہ تھا اور اپنے دوستوں کو اس سے منع فرماتے تھے' اور فرماتے تھے کہ اگر اتفاق سے کوئی گرے تو چاہئے کہ شریعت کے دائرے کے باہر نہ گرے' اور یہ اس بنا پر ہے کہ مسائل فقیہہ میں مذکور ہے کہ راگ سُننے میں علماء کا اختلاف ہے لیکن مزامیر باجہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بالاتفاق حرام ہے۔

ایک مرتبہ امیر حسن رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی یعنی محبوبِ الٰہی صاحب کی خدمت میں عرض کی: میں حضور پر قربان ہو جاؤں' جب گانے کی آواز سنی جاتی ہے تو اس وقت دنیا اور جو کچھ اس میں ہے بالکل فراموش ہو جاتا ہے' اور دل کا تعلق کسی چیز سے نہیں رہتا۔ یادِ حق کے سوا دل میں کچھ باقی نہیں رہتا' لیکن نماز میں یہ کیفیت حاصل نہیں ہوتی' کیا کرنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا کہ کوشش کرو کہ یہ کیفیت نماز میں بھی حاصل ہو جائے۔

اور جب آپ سماع کی مجلس میں تشریف لاتے تھے تو بے اختیار بہت روتے تھے۔ اور ناچنا و حرکت کرنا کبھی آپ سے نہیں دیکھا گیا۔

اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ نہایت پرہیزگاری اور احتیاط فرماتے تھے' اور ظاہرہ شریعت کی حدود کا بہت خیال رکھتے تھے اور ہمیشہ عُلُومِ دینی کے پڑھانے میں مشغول رہتے تھے' اور کبھی کبھی قوالی بھی سنتے تھے۔ آپ کے قوال وہی طالب علم اور درویش ہوتے تھے کہ جو آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ ایسا سننے میں آیا ہے کہ ایک بار شیخ برہان الدین غریب کے گھر سماع کی مجلس تھی' اس میں مزامیر بھی تھا' شیخ نصیر الدین محمود مجلس سے اُٹھ کر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے گھر چلے گئے۔

کسی نے کہا کہ آپ اپنے پیر کے طریقہ سے پھر گئے۔ آپ نے فرمایا کہ پیر کا طریقہ کوئی شرعی حجت نہیں ہے اور یہ خبر حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی کو پہنچائی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے اچھا کیا اور حق اسی کی جانب ہے۔ مخدوم شیخ نصیر الدین محمود قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کے سلسلہ سے تعلق رکھنے والے لوگ مزامیر سُننے سے انتہائی پرہیز کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ شیخ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی مزامیر سُنے گا وہ ہماری بیعت اور مریدی سے باہر نکل جاوے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تنبیہ

یہ بات ظاہر ہوگئی ہے کہ مشائخ طریقت کے اقوال وافعال سماع کے بارہ میں مختلف آئے ہیں، اوراس میں شک نہیں ہے کہ اختلاف کی وجہ بالطبع توقف اور تردد ہے، اور کسی ایک جانب کو جھکنا کسی باعث اور کسی سبب سے ہوسکتا ہے، اوراس بارہ میں سبب چند ہوسکتے ہیں۔ ایک وقت کا بے کار ضائع جانا۔ دوسرے طبیعت اور شہوت کے احکام کا غلبہ، اوراحکام شرع سے لاپروائی، اور نیت اورارادہ کا گم ہونا۔

اور یہ بات بحث سے خارج ہے اس لئے کہ جن لوگوں کا یہ حال ہے وہ چوپایوں اور جانوروں کے حکم میں ہیں کہ جن کے حالات اور کردار کسی قاعدے کے ماتحت نہیں، بلکہ یہ جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ دوسرا ایک گروہ بندۂ نفس یعنی نفسانیت والا ہے جو طاعت اور عبادت، ذکراور تلاوت، اور گوشہ نشینی اور مناجات کی لذت سے محروم رہے۔ بعض اصل فطرت میں بعض عادت کے طور پر اور لغو بیہودہ لوگوں کی صحبت کی وجہ سے جب گانا سننے سے کہ جو خودکشی پیدائشی طور پر باطن میں حرکت پیدا کرتا ہے اور مختلف خیالات کو اکٹھا کردیتا ہے اورایک سرور ایک لذت اُن کو حاصل ہوتی ہے اور وہ اس سرور میں اپنی جگہ سے چلتے ہیں اور دھوکہ کھاتے ہیں اور سمجھتے ہیں، ہمارا مقصد حاصل ہوگیا اوراس حالت کو غنیمت سمجھتے ہیں اور نفس اور شیطان کی اس حالت کو اچھا کرکے دکھانے کی وجہ سے اس کو عبادت اور ریاضت اور مجاہدہ پر ترجیح دیتے ہیں اور عبادت سے بہتر سمجھتے ہیں اور ریاضت کرنے والوں کا انکار کرتے ہیں اوران کو عشق کی لذت اور ذوق سے خالی سمجھتے ہیں۔ ان کا انجام یہ ہوتا ہے کہ دن بدن دین اور دیانت کے طریقہ سے بے گانہ ہوجاتے ہیں اور بہت دور جاپڑتے ہیں اور جس حالت میں ہوتے ہیں اسی میں اور زیادہ منہمک ہوجاتے ہیں اور نماز سے سوائے اُٹھنے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور بیٹھنے کے ان کو کوئی حصہ نہیں ملتا ہے اور وہ بھی دکھلاوے اور بناوٹ اور مخلوص کے خوف اور ان کے طعن وتشنہ کی وجہ سے کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اُن کا کام یہاں تک پہنچتا ہے کہ جو کچھ کرتے تھے (یعنی نماز) وہ بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اگر ان کے نزدیک اچھی آواز کے ساتھ کوئی اچھی صورت بھی مِل جائے خصوصاً گانے والی عورتوں کی پھر تو ان کا ذوق اور شوق صوری اور مادی اسباب کے موجود ہونے پر پورا پورا کامل ہو جاتا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی ذوق نہیں ہوتا' اور اگر کچھ ایسی چیزیں بھی ہوں کہ جو مزاج طبعی کے اعتدال کو بدل دیں اور قوائے حیوانی کو اُبھار دیں تو ان کو بھی اپنے کام میں لے آئیں' تو پھر تو ایک دوسری ہی قیامت قائم ہو جائے۔

پھر ایک جماعت ہے کہ جو خوش طبعی اور سخن رسی اور حکایات و اشعار کا ذوق اور وہ رموز و اشارات اور اثرات جو گروہ وجودیہ اور باطنیہ کے ہیں ان کے ساتھ موصوف ہے اور اپنے آپ کو زمانے بھر کے عارف اور زمانے کے بڑے کامل سمجھتے ہیں' حالانکہ وہ شریروں کے طریقہ کے پیشوا ہیں۔ ان کے حال کا مرتبہ اپنے گمان میں اس سے بالاتر ہے۔ جہاں عالموں' زاہدوں' عابدوں کا ذہن پہنچے۔ ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ایسے دھوکہ واستدراج سے' کاش کہ یہ ذوق اور حال اور معرفت ان کو بالکل نہ ہوتی۔ اور خشک نماز و روزہ بوڑھیوں کے دین کے مطابق ادا کرتے تو ایمان کی صورت تو اس عالم سے اپنے ساتھ لے جاتے۔ یہ گروہ بھی ہماری بحث سے خارج ہے، اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہاں ایک بڑا شبہ پوشیدہ پیروں کی پیروی ہے یعنی جو کچھ ہمارے بزرگ اور پیروں نے کیا ہے ہم بھی اسی کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اِس جگہ ایک جماعت ہے کہ جو احکامِ شریعت سے ناواقف ہے اور احادیث اور علماء کے اقوال انہوں نے نہیں سُنے' وہ نرے جاہل ہیں۔ ان کو تعلیم کرنا چاہئے اور حقیقت حال سے ان کو واقف کرنا چاہئے۔ اور ایک دوسرا گروہ ہے کہ جو کہتا ہے ہم کو شریعت سے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کیا کام، ہمارا تعلق خدا کی ذات سے ہے اور ہمیں کیا چاہیئے۔ یہ سب کافر ہیں، ان کو سزا دینا چاہیئے اور ارتداد کی حد جاری کرنا چاہیئے۔

اور ایک جماعت کہتی ہے کہ بظاہر سُنت سے یہ فعل ثابت نہیں لیکن چونکہ بزرگوں نے کیا ہے اس لئے بے سند اور بے دلیل نہ ہوگا۔ اگرچہ ہمیں معلوم نہیں یہ بات محض تقلیدی ہے، اور اعتقاد اور پیری مریدی کے معاملہ میں اس میں ایک وجہ ہے، اور یہ عذر ہو سکتا ہے۔ ان سے کہنا چاہیئے کہ بزرگوں نے یہ فعل بے خودی اور مستی اور حال کے غلبہ میں کیا ہے اور کبھی کبھی کیا ہے۔ حال کے تقاضے اور مصلحتِ وقت کی بنا پر اور اس نیت اور شرط اور آداب کے ساتھ کہ جو انہوں نے مقرر کئے ہیں۔ یہ فعل کیا ہے۔ اور رسم ورواج نہیں بنایا ہے، اور دوسروں کو اس کا حکم بھی نہیں دیا ہے، اور تعصب اختیار نہیں کیا ہے۔

وہ ذوق اور حال اور وہ مصلحت اور نیت اب کہاں ہے۔ اگر وہی صفتیں اور غلبۂ حال اور آداب اور شرائط جو اُن میں تھے، تم میں بھی ہیں؟ اور اپنے آپ میں اور دوسروں میں جو اس مجلس میں حاضر ہوتے ہیں یہ باتیں یقین کے ساتھ یا گمانِ غالب کے ساتھ آپ دیکھتے ہیں تو آپ کو مبارک ہو! آپ بزرگوں کے تابع ہیں اور اللہ آپ کے عملوں سے باخبر ہے۔

اور ایک جماعت دوسری ہے۔ جو اس عمل کے ثابت کرنے میں احادیث اور آثار کے پیچھے پڑتی ہے۔ یہ طریقہ تکلف سے خالی نہیں۔ اور یہ فقرہ جو حدیث کے نام سے مشہور ہے۔ لَسَعَتْہُ حَیَّۃُ الْھَوٰی یعنی عشق کے سانپ نے کاٹ لیا۔ محققین مشائخ اور محدثین کے نزدیک غلط اور بے اعتبار ہے۔ اور وہ لڑکیوں والی حدیث کہ جو عید کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گا رہی تھیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لہو ولعب کی صورت دیکھ کر اپنے سابق علم یا قیاس کی بنا پر ان کو منع کیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فرمایا کہ آج عید کا دن ہے منع نہ کرو یعنی اس قدر خوشی عید کے دن مباح ہے اس سے درگذر کرو۔ اور عید اور شادی اور ولیمہ میں گانا اور دف بجانا جائز ہے لیکن آپ لوگوں کو اس سے کیا فائدہ۔ وہ جو دو لڑکیاں گا رہی تھیں کیا گا رہی تھیں؟ وہ گھر کی دو لڑکیاں تھیں اور اوس وخزرج میں جو جنگیں ہوئی تھیں اُن کے اشعار اپنی معمولی آواز سے پڑھ رہی تھیں۔ وہ گانے والیاں نہ تھیں۔

بخاری شریف میں ہے كَانَتَا تُغَنِّيَانِ وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ یعنی وہ لڑکیاں گاتی تھیں لیکن وہ گانے والیاں نہ تھیں۔ اس حدیث سے زائد یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک گانا حرام نہیں' اور یہ ہم بھی مانتے ہیں۔ لیکن یہ خاص اجتماع مخصوص کیفیت کے ساتھ کیا ہے۔

پیروں کی بات ان کا محض بہانہ اور حیلہ ہے۔ اگر وہ پیروں کے معتقد ہیں تو پیروں کے طریقوں میں سے صرف راگ اور قوالی اختیار کیا ہے اور باقی ساری چیزوں کو چھوڑ دیا ہے۔

بدنام کنندۂ نکونامے چند۔

حاشا اللہ ان کو پیروں سے کوئی نسبت نہیں اور پیروں کی ان پر کوئی توجہ نہیں۔ جو پیر حق اور صدق والے ہیں وہ باطل اور جھوٹ سے کیسے راضی ہو سکتے ہیں۔ ان کے یہ کام خالص نفسانیت اور ہٹ دھرمی کی بنا پر ہیں یہاں تک کہ اگر کسی عالم یا پابند شرع کو دیکھتے ہیں تو اس کے سامنے اور زیادہ کرتے ہیں۔ گویا کہ ان کو اس جماعت کے ساتھ دشمنی ہے اور ان کا کوئی مذہب ہی دوسرا ہے۔ جہاں اس جگہ مریدوں کی ایک جماعت ہے جنہوں نے سلوک کی راہ میں قدم رکھا ہے اور صوفیوں کے سے اعمال کرتے ہیں اور درویشی کا لباس نیک نیتی سے پہنا ہے' اور اس کی تلچھٹ کا کچھ مزا چکھا ہے' اور مشائخ کے معتقد ہیں' اور ان کے حال کے امید وار ہیں۔ وہ اس بات سے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ڈرتے ہیں، کہ اگر سماع کا بالکل انکار کردیں تو ایسا نہ ہو کہ اُن بزرگوں کی نسبت انکار اور تنقیص لازم آئے، اور اگر انکار نہ کریں اور اُس سے پورا پورا پرہیز کریں تو ایسا نہ ہو کہ جو کچھ انہوں نے پایا ہے اس سے بھی محروم ہو جائیں اور جس طرح سماع میں وہ بزرگوں کی پیروی کرتے ہیں دوسرے کاموں میں بھی اُن کی موافقت کرتے ہیں، اور مجاہدے اور ریاضتیں کرتے ہیں اور حال لاتے ہیں۔ اگر وجد نہیں ہوتا ہے تو وجد کی سی صورت بنا بیٹھے ہیں، اور اگر حقیقتاً نہیں ہوتا ہے تو اُس کے ساتھ تشبیہ تو باقی رہتی ہے۔ اگر یہ لوگ ہٹ دھرمی اختیار نہ کریں اور اس کو عادت نہ بنائیں اور اس میں غلو نہ کریں اور حد سے نہ بڑھ جائیں اور تقویٰ ہاتھ سے نہ دیں اور احتیاط برتیں تو وہ درویش ہو سکتے ہیں۔

لیکن حال اور ذوق والے، اور معرفت اور وجد والے اہل دل کہ جو تکلف اور بناوٹ اور نفسانیت کے شبہ سے بھی بالکل خالی ہیں، اور وجد کے دریا میں غرق ہیں، وہ دوسرے ہیں۔ پھر ایک گروہ ہے جو نفس کی آمیزش کے شبہے بلکہ دل کے وسوسہ سے بھی باہر ہے اور محض مقام تمکین اور تحقیق میں قائم اور ٹھہرے ہوئے ہیں، وہ سب سے بالاتر ہیں۔ یہی لوگ ہدایت پر ہیں اپنے رب کی طرف سے، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے سچے بندوں سے راضی ہو اور ہمیں ان کی پیروی نصیب فرمائے اور ان کے گھاٹ سے صاف پانی پلائے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ اُسْتَاذِ الْکُلِّ وَاِمَامِ الْھُدٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ○

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اس رسالہ کا خلاصہ

از مترجم

ا۔ کہ مزامیر یعنی ہر قسم کا باجہ' طبلہ' ڈھولک' سارنگی' ہارمونیم وغیرہ فقہاء اور مشائخ کرام سب کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے۔

۲۔ بلا مزامیر کے قوالی راگ گانا بعض فقہا کے نزدیک جائز اور بعض کے نزدیک ناجائز ہے۔

۳۔ فیصلہ یہ ہے کہ قوالی راگ گانا بلا مزامیر کے اہل کے لئے جائز اور نااہل کے لیے حرام ہے۔ اور اہل کے لئے بھی اس صورت میں جائز ہے جبکہ آداب اور شرائط کے ساتھ جو ان کی کتب میں مذکور ہیں۔

۴۔ قرآن کریم کی تلاوت خوش الحانی سے یا نعت و توحید اور اچھے مضامین کے اشعار بلالحاظ قواعدِ علم موسیقی خوش الحانی سے بالاتفاق جائز ہیں۔

۵۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی مزامیر سُنے گا وہ ہماری بیعت اور مریدی سے باہر نکل جائے گا۔

مسئلہ:...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قوالی جو عرسوں میں یا ان کے علاوہ ہو جس میں سوا نعتیہ غزلیات عاشقانہ آلات یعنی مزامیر کے ساتھ بجائے جاتے ہیں جائز ہیں یا نہیں۔ بزرگ لوگ جو اس میں شریک ہوتے ہیں بلکہ بعض کی نسبت وصال ہو جانا بھی سُنا جاتا ہے۔

یہ فعل ان کا کیسا ہے؟ اگر یہ بُرا ہے تو گدیوں یعنی خانقاہوں میں پشت ہا پشت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سے ہوتی چلی آتی ہیں' خلاف ہے یا نہیں؟ اور ایسی خانقاہوں میں جانا' ارادت اختیار کرنا' اور انہیں بہتر سمجھنا' اوران کے سامنے سرِ نیاز خم کرنا کیسا ہے جائز ہے یا نہیں ہے؟ بینوا توجروا......

ارشاد اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

الجواب:...... خالی قوال جائز ہے اور مزامیر حرام۔ زیادہ غلو اب منتسبان سلسلہ عالیہ چشتیہ کو ہے۔ اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں: مزامیر حرام است۔ حضرت مخدوم شرف الملۃ والدین یحییٰ منیری قدس سرہٗ نے مزامیر کو زنا کے ساتھ شمار کیا ہے۔ اکابر اولیا نے ہمیشہ فرمایا ہے کہ مجرد شہرت پر نہ جاؤ۔ جب تک میزانِ شرع پر مستقیم نہ دیکھ لو۔ پیر بنانے کے لئے جو چار شرطیں لازم ہیں۔ اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مخالفتِ شرع مطہر آدمی خود اختیار نہ کرے۔ ناجائز فعل کو ناجائز ہی جانے اور ایسی جگہ کسی ذاتِ خاص سے بحث نہ کرے۔ واللہ تعالےٰ اعلم (احکام شریعت ص ۹۰)

راہنمائے کاملین حضرت سید علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں۔

اور جب جاہل لوگوں نے حال میں مستغرق سماع کرنے والے صوفیوں کو دیکھا کہ وہ سماع کرتے تھے۔ اپنے حال کی وجہ سے تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ وہ خواہش نفس سے کرتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر وہ جاہل بھی کہنے لگے کہ سماع حلال ہے۔ اگر حلال نہ ہوتا تو یہ صوفی لوگ نہ کرتے۔ ان کی تقلید کر کے ان کے ظاہر کو اختیار کیا گیا اور باطن کو چھوڑ دیا یہاں تک وہ خود بھی ہلاک ہو گئے اور ایک قوم کو ہلاک کر دیا (صفحہ ۳۷۷ مطبوعہ فیروز سنز)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سماع اور غنا میں بڑا فرق ہے۔ سماع صرف آواز اور الفاظِ نصیحت آمیز کا سننا ہے اور غنا میں طبلے، سارنگی، باجے تاشے ہوتے ہیں۔ چنانچہ امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان ابن ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے غنا کو بلا قرار دیتے ہوئے فرمایا: اُبْتُلِیْتُ مَرَّۃً میں ایک مرتبہ اس بلا میں مبتلا ہوا تھا تو جو چیز بلا ہو اُس سے بچنا لازم۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس ارشادِ امام کی توجیہ میں فرمایا کہ یہ امام کے ابتدائی زمانے کا واقعہ ہے ورنہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ غنا حرام ہے۔ وہاں جانا جہاں مجلس غنا ہو حرام ہے۔

(باب الولیمہ ہدایہ جلد ثالث)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ

(سورۃ یونس : آیت ۶۲)

سوانح حیات

حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

مصنف :

فخر المحدثین

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	نسب شریف	3
2	حُلیہ شریف	5
3	تصوف	7
4	واعظ شریف	9
5	کرامات	16
6	اخلاق شریف	19
7	کلام شریف	25
8	مکتوبات	26

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

نسب شریف

قطب الاقطاب...... فردُ الاحباب...... غوث الاعظم...... شیخ الشیوخ العالم...... غوثُ الثقلین...... امام الطالفتین...... شیخ الطالبین...... شیخ الاسلام...... محی الدین ابومحمد سید عبدالقادر الحسنی والحسینی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ...... آپ کے والد صاحب ابوصالح موسیٰ جنگی دوست بن عبداللہ الجیلی بن یحیٰ زاہد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن امام المسلمین حسن بن علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ آپ اہلِ بیت کے اولیا کاملین اور معظمان ساداتِ حسینیہ سے ہیں۔ جیل کہ جس کو جیلان اور گیلان بھی کہتے ہیں' آپ کی طرف منسوب ہیں۔ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ۴۷۰ھ ہجری اور ایک روایت کے مطابق ۴۷۱ھ ہجری کو پیدا ہوئے۔ تینتیس سال آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تدریس اور فتویٰ نویسی فرمائی اور چالیس سال تبلیغ اور ہدایتِ خلق کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک نوے سال ہے۔ ۵۶۱ھ ہجری میں آپ دُنیا سے پردہ فرما گئے۔

۴۸۸ھ ہجری میں' جبکہ آپ کی عمر شریف اٹھارہ سال کی تھی' بغداد شریف میں نیک بخت قدم رکھا۔ بڑے بڑے مشائخ' امام' علمائے اُمت سے علم حاصل کیا۔ سب سے پہلے قرآنِ مجید کو تجوید سے پڑھا اور بڑے بڑے محدثین اور علمائے کرام سے حدیث کا سماع فرمایا اور علوم کی تکمیل فرمائی۔ تمام علوم اُصول وفروع میں بغداد شریف بلکہ دُنیا کے علماء سے فوقیت لے گئے:

حَتّٰی فَاقَ الۡکُلَّ فِی الۡکُلِّ وَصَارَ مَرۡجِعَ الۡجَمِیۡعِ فِی الۡجَمِیۡعِ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہر فن میں ہر ایک پر فوقیت حاصل کی اور تمام مخلوق کے مقتدیٰ بن گئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلوق پر ظاہر فرمایا اور تمام خواص و عام کے دلوں میں آپ کی مقبولیت رکھ دی، اور مرتبہ قطبیت اور ولایتِ عظمیٰ سے آپ کو خاص کیا اور جہان کو ہر طرف سے فقہا و علماء و فقرا کو آپ کی طرف متوجہ کر دیا۔ آپ کے قلب شریف سے حکمت کے چشمے زبان پر جاری فرمائے اور زمین و آسمان میں آپ کی شہرت کردی۔ قدرت کی علامات اور ولایت کی نشانیاں اور آپ کی کرامت کے دلائل دوپہر کے سورج سے زیادہ ظاہر کر دیئے۔ سخاوت کے خزانوں کی چابیاں اور جہان میں تصرف کی مہاریں آپ کے حوالے کر دیں۔ تمام مخلوق کے دلوں کو آپ کے تابع کر دیا۔ جہاں تک کہ آپ کے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو حکم ہوا:

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ

میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔

تمام اولیاء نے، جو حاضر و غائب...... قریب و بعید...... ظاہر و باطن تھے، اپنی اپنی گردنوں کو جھکا دیا، تا کہ نافرمانی سے کہیں ولایت نہ جاتی رہے اور تابعداری سے مقبولیت زیادہ ہو جائے۔

آپ زمانہ کے قُطب ...... جہان کے بادشاہ...... صدیقوں کے امام ...... عارفین کی حُجت و دلیل ...... معرفت کی روح...... حقیقت کا دل...... اللہ کی زمین پر اُس کے خلیفہ...... اُس کی کتاب کے وارث...... اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب خالص...... نُوری طریقہ کے بادشاہ...... اور تمام جہان میں متصرف ہیں۔ رحمة الله علیه وعن جمیع الاولیاءِ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حُلیہ شریف

حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا پتلا بدن...... درمیانہ قد...... ڈاڑھی شریف لمبی اور چوڑی...... سینہ مبارک چوڑا...... گندمی رنگ...... حاجب (اَبرو) ملے ہوئے...... بلند آواز تھی...... اور بلند قدر تھی...... اکثر خاموشی اختیار فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں تیزی اور بلندی تھی جس سے سننے والے کے دل میں ہیبت بڑھ جاتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں خصوصیت یہ تھی کہ قریب و بعید کو برابر سنائی دیتا تھا۔ مکانی قرب و بعد میں کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے وقت کسی شخص کو چپ رہنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ آپ کے حکم کو فوراً پورا کیا جاتا تھا۔

کوئی شخص کتنا ہی سخت دل والا کیوں نہ ہوتا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جلال با کمال کی طرف دیکھتے ہی خشوع و خضوع یعنی عاجزی و انکساری میں آجاتا۔ جس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں تشریف لاتے تمام مخلوق دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتی' اور اللہ تعالیٰ قاضی الحاجات سے اپنی حاجتیں طلب کرتے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جامع مسجد میں چھینک لی۔ یَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَ يَرْحَمُ رَبُّكَ سے اس قدر آواز بلند ہوئی کہ مستنجد باللہ خلیفہ' جو جامع کے ایک کمرہ میں بیٹھا ہوا تھا' متوہم ہوا اور پوچھا' یہ آواز کیسی ہے' لوگوں نے کہا کہ شیخ عبدالقادر نے چھینک لی ہے...... لوگوں نے اس کا جواب دیا ہے۔

علم شریف

روایت ہے کہ ایک دن قاری صاحب نے آپ کی مجلس میں قرآنِ مجید کی ایک آیت کریمہ کی تلاوت کی۔ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں ایک وجہ بیان فرمائی' پھر دوسری وجہ پھر تیسری وجہ' یہاں تک کہ گیارہ وجوہ سے اس آیت کریمہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کی تفسیر فرمائی، جہاں تک کہ حاضرین مجلس کا علم موافقت کرتا تھا۔

اس کے بعد دوسری وُجوہ کے بیان میں شروع ہوئے اور چالیس وجہ سے تفسیر بیان فرمائی، ہر ایک وجہ کو باسند ذکر فرمایا اور ہر وجہ پر دلیل، ہر دلیل کی تفصیل بیان فرمائی کہ حاضرین مجلس کو متحیر کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا: قال کو چھوڑ اور حال میں واپس آ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" یہ کلمہ کہنا تھا کہ حاضرین کے دلوں میں اضطراب و شورش پیدا ہوئی۔ بعض نے کپڑے پھاڑ دیئے اور جنگل کی طرف چلے گئے۔

روایت ہے کہ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ علمائے عراق کا مرجع بلکہ تمام آفاق کے لوگوں کا مقصد تھے۔ چاروں اطراف سے فتوے آتے تھے۔ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ بغیر مطالعہ اور تفکر کے دُرست جواب تحریر فرماتے۔ بڑے بڑے متبحر علماء میں سے کسی کو ان کے خلاف طاقت نہ ہوتی۔

ایک دفعہ عجم سے ایک فتوٰی آیا جس کی صورت یہ تھی:

کیا فرماتے ہیں سادات علماء اس شخص کے حق میں جس نے قسم کھائی کہ اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی عبادت کرے گا کہ وہ عبادت کرتے وقت اس میں کوئی شخص انسانوں سے کسی مکان میں اس عبادت میں اس کے ساتھ شریک نہ ہو ورنہ اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہیں؟ وہ کونسی عبادت ہے کہ جس کے کرنے سے اس کی قسم پوری ہو جائے اور اس کی بیوی کو طلاق نہ ہو؟

اس کے بعد تمام علمائے عراق اس کے جواب سے متحیر ہو گئے اور اپنے عجز کا اعتراف و اقرار کر لیا۔ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا: بیت اللہ شریف کے طواف سے تمام لوگوں کو روکا جائے۔ اس کو کہا جائے کہ اکیلا طواف کرے تا کہ اس کی قسم پوری ہو جائے۔ کیونکہ طواف ایک ایسی عبادت ہے کہ اس میں کوئی شخص اس کے ساتھ نہ ہوگا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تصوف شریف

حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ سلوک میں لزوم کے اعتبار سے بے نظیر تھا۔ زمانہ کے مشائخ میں سے کسی کو اِس سلوک کی طاقت نہ تھی کہ آپ کے ساتھ شدتِ ریاضت اور قوتِ مجاہدہ میں برابری کر سکے۔ آپ کا طریقہ تفویض اور موافقت تھا' یعنی ہر ایک امر اللہ کے سپرد کر دینا اور اُس کی رضا پر موافقت کرنا۔ حول (طاقت) اور قوت سے بیزاری یعنی اپنی ہر قوت اور قدرت کو مستقل نہ سمجھنا اور قلب اور روح اور نفس کی باہم موافقت سے مجازی اقدار کے تحت داخل ہونا' ظاہر و باطن کو متحد کرنا' قرب و بُعد اور نفع و ضرر کی فکر سے علیحدگی میں صفاتِ نفس کا جدا ہونا' دل کا فارغ ہونا' اغیار کے شکوک اور تنازع وغیرہ کے بغیر سِرّ میں خلوت اختیار کرانا' قول اور فعل کو متحد کرنا' اخلاص اور تسلیم کا معانقہ کرنا اور ہر خطرہ اور لحظہ میں کتاب اور سنت کو حاکم بنانا اور تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حال کو راسخ کرنا۔ وقف عبودیت میں جو کمال ربوبیت کے لحظہ سے متحد ہے حضور کے ساتھ توحید و تفرید کو خالص کرنا اور اسرارِ حقیقت کے مشاہدہ کے ساتھ احکامِ شریعت کی حفاظت کرنا۔

روایت ہے کہ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پچیس سال تنہا عراق کے جنگلات میں اِس حالت میں پھرتا رہا کہ کوئی شخص مجھ کو اور نہ میں کسی کو پہچانتا تھا۔ رجال الغیب کی جماعتیں اور جن میرے پاس آتے' اُن کو میں تصوف کی تعلیم دیتا تھا۔ چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی اور پندرہ سال عشاء کی نماز کے بعد قرآنِ مجید شروع کرتا' دیوار کی میخ کو ہاتھ سے پکڑ کر ایک پاؤں پر کھڑا ہو جاتا' صبح تک قرآنِ مجید کو ختم کر لیتا۔ چالیس دن گزر جاتے' کھانا نہ کھاتا اور نہ سوتا تھا۔ گیارہ سال بُرج بغداد میں عبادت میں مشغول رہا۔ اس برج کو برجِ عجمی کہتے ہیں اس وجہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سے کہ میں وہاں بہت مدت ٹھہرا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد کیا کہ جب تک مجھ کو کھانا نہ کھلائیں نہیں کھاؤں گا۔ اس میں بہت مدت گزر گئی۔ میں نے عہد نہ توڑا۔ سیر کرتے ہوئے ایک شخص میرے سامنے آیا اور میرے ساتھ رہنے کی اس شرط پر التجا کی کہ صبر کرنا ہوگا اور مخالفت نہ کرنی ہوگی۔ وہ شخص مجھ کو ایک جگہ بٹھا کر چلا گیا اور وعدہ کر گیا کہ جب تک میں واپس نہ آؤں اس جگہ سے نہ اٹھیں۔ اسی حال میں ایک سال گزر گیا' وہ شخص نہ آیا اور مَیں اُس کے وعدہ اسی جگہ پر بیٹھا رہا۔ جب وہ ایک سال کے بعد آیا' مجھ کو اسی جگہ بیٹھا ہوا دیکھا۔ دوسری دفعہ پھر یہی وعدہ کر کے چلا گیا۔ تین دفعہ ایسا واقعہ ہوا۔ آخری دفعہ اپنے ساتھ دودھ اور روٹی لایا اور کہا: میں خضر ہوں' مجھ کو حکم ہوا ہے کہ آپ کو یہ طعام کھلاؤں' لہٰذا کھانا کھائیں۔ پھر کہا: اب آپ بغداد میں تشریف لے جائیں اور سیر چھوڑ دیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ ان تین سال کی مدت میں قوت کیسے تھی؟ فرمایا: زمین پر پڑا رہتا تھا۔

شیخ ضیاء الدین ابو نصر موسیٰ سے منقول ہے' انہوں نے کہا کہ اپنے والد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا۔ بعض سیروں میں ایک جنگل میں تھا کہ اس جگہ پانی نہ تھا۔ چند دن اس جگہ رہا۔ پانی نہ ملا' پیاس سخت ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے بادل کو مقرر فرمادیا کہ مجھ پر سایہ کرے۔ چند قطرے اس بادل سے ٹپکے۔ مجھ کو ان سے تسلی ہوئی۔ پس ایک نور بلند ہوا۔ جس نے تمام اطراف کو روشن کر دیا۔ ایک عجیب صورت اس میں ظاہر ہوئی۔ اُس نے آواز دی کہ اے عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں' جو چیز میں نے غیر پر حرام کی ہے وہ تجھ پر حلال کر دی ہے' جس کو دل چاہے لے لو اور جو چاہو کرو۔ میں نے کہا:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

اے ملعون! دُور ہو جا' یہ کیسا بُرا کلام ہے۔ اچانک وہ روشنی اندھیرے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

میں بدل گئی اور وہ صورت دُور ہوگئی اور کہا: اے عبد القادر! تُو نے مجھ سے علم کی وجہ سے نجات پائی جو کہ تجھ کو اپنے رب سے حاصل ہے' اور اُس فقہ سے جو تجھ کو اپنے منازلات سے حاصل ہے۔ میں نے اِسی طرح سے ستر اشخاص کو اس راستہ والوں سے بھٹکا دیا کہ ایک شخص بھی ثابت قدم نہ رہا۔ یہ کس قدر علمِ مظبوط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو عطا کیا ہے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی کا فضل و کرم ہے اور اُسی ہی سے ہدایت ہے۔

وعظ شریف

روایت ہے کہ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابتداء امر میں بیداری اور نیند کی حالت میں مجھ کو امر اور نہی کا حکم ہوا۔ مجھ پر کلام نے اِس قدر غلبہ کر لیا کہ میں بے اختیار ہوگیا۔ چپ رہنے کی طاقت نہ رہی۔ میری مجلس میں دو تین انسان حاضر ہوتے تھے جو مجھ سے وعظ سنتے تھے۔ آہستہ آہستہ یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ مجلس میں بیٹھنے کے لئے جگہ نہ رہی۔ شہر کی عیدگاہ میں جا کر وعظ کرنا شروع کیا' وہ جگہ بھی تنگ ہوگئی۔ کرسی شہر کے باہر لے گئے۔ بے شمار مخلوق پیادے اور سوار مجلس کے اردگرد کھڑے رہتے' یہاں تک کے ستر ہزار تعداد ہوگئی۔

روایت ہے کہ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس شریف میں چار صد آدمی دوات اور قلم لے کر بیٹھتے اور جو کچھ آپ سے سنتے لکھ لیتے۔ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شروع حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ کو کلام کرنے کا حکم فرمایا اور میرے منہ میں لعاب ڈالا' اس طرح کلام کے دروازے مجھ پر کھول دیئے۔

مشائخ سے منقول ہے کہ جب حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کرسی پر تشریف لاتے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور الحمد اللہ کہتے' رُوئے زمین پر جو بھی ولی ہوتا' حاضر ہو یا غائب' خاموش ہو جاتا' اسی وجہ سے اس کلمہ کو دوبارہ فرماتے اور درمیان میں سکوت فرماتے۔ اولیاء اللہ اور فرشتے آپ کی مجلس میں جمع ہو جاتے اور جو آپ کی مجلس میں حاضر نہ ہوتے ظاہر ہونے والوں سے زیادہ ہوتے تھے۔

حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کے مشائخ میں سے ایک شیخ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے جنوں کو حاضر کرنا چاہا' عزائم اور وظائف پڑے۔ ایک جن نے بھی جواب نہ دیا اور نہ کوئی حاضر ہوا۔ عادت کے مطابق حاضر نہ ہوئے۔ کافی دیر میں متحیر رہا۔ چنانچہ کچھ وقت گزر جانے کے بعد جنوں کی ایک جماعت حاضر ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اس تاخیر اور دیر کرنے کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ شیخ عبدالقادر وعظ فرما رہے تھے' ہم تمام اُن کی وعظ کی مجلس میں حاضر تھے' آئندہ اگر ہم کو بلانا ہو تو ایسے وقت نہ بلائیں جبکہ شیخ عبدالقادر وعظ فرما رہے ہوں' کیونکہ ہم کو وہاں حاضر ہونا ضروری ہوتا ہے جس کی وجہ سے آپ کے پاس حاضر ہونے میں دیر ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا: تم بھی ان کی مجلس میں حاضر ہوتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آدمیوں سے وہاں ہماری تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ بہت جماعتیں ہم میں سے ان کے ہاتھ پر کلمہ اسلام سے مشرف ہوئی ہے۔

روایت ہے کہ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس یہود اور نصاریٰ جو آپ کے دستِ اقدس پر اسلام قبول کرتے اور گنہگار لوگ' ڈاکو اور بدعقیدہ' جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کرتے اُن سے خالی نہ ہوتی تھی۔ یعنی آپ کی مجلس میں بے شمار یہود اور نصاریٰ مسلمان ہوتے اور بہت بد مذہب اور گنہگار اپنے فسادِ عقیدہ اور نا مشروع اعمال کرنے سے توبہ کرتے تھے۔

یہود و نصاریٰ سے پانچ سو اور دوسرے لوگوں سے ایک لاکھ سے زیادہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تائب ہوئے اور بُرے کاموں سے باز آگئے۔ دوسری مخلوق کے متعلق کیا حساب لگایا جاسکتا ہے۔ منقول ہے کہ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کرسی پر تشریف لاتے، مختلف علموں میں کلام فرماتے۔ تمام حاضرین ہیبت اور خوف کے مشاہدہ سے چُپ ہو جاتے۔ اچانک درمیان میں ایک کلام فرماتے:

مَضَی الْقَالُ وَعَطَفْنَا بِالْحَالِ قال گزر گیا، ہم حال کی طرف پھرتے ہیں۔ یہ کہنا ہوتا تھا کہ لوگوں میں وجد اور اضطراب پیدا ہو جاتا۔ کوئی رونا شروع کرتے، کوئی کپڑے پھاڑ کر جنگل کا راہ اختیار کرتے، کوئی بے ہوش ہو جاتے اور جان بحق ہو جاتے۔

کئی مرتبہ آپ کی عظمت اور جلال کی ہیبت مجلس میں اس طرح چھا جاتی کہ کئی جنازے آپ کی مجلس سے اُٹھائے جاتے۔ اور جو عادت کے خلاف چیزیں آپ سے ظاہر ہوتیں اور عجیب عجیب اشیاء کا جو ظہور ہوتا، ان کا شمار کرنا ہی مشکل ہے:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ

(پ ۲۱ لقمان آیت ۲۷)

جو زمین میں درخت ہیں اُن کی اگر قلمیں ہوں اور سمندر سیاہی ہو، تو جب بھی ان کی تحریر مشکل ہے۔

مشائخ کرام نے فرمایا ہے کہ تمام اولیا اور انبیا زندہ جسموں کے ساتھ اور جو فوت ہو گئے ہیں اُن کی روحیں، جن اور فرشتے حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔

حبیبِ ربُّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت و تائید کے لئے تجلی فرماتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام تو اکثر اوقات آپ کی مجلس میں حاضر رہتے اور اس زمانہ کے مشائخ میں سے ملاقات کرتے، اُس کو وصیت کرتے تھے کہ شیخ عبدالقادر کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مجلس میں حاضر ہوا کرے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص کامرانی چاہتا ہے وہ شیخ عبدالقادر کی مجلس کو لازم پکڑے۔

روایت ہے کہ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایک دن وعظ فرمار ہے تھے کہ اچانک چند قدم ہوا میں تشریف لے گئے اور فرمایا:

قِفْ یَااِسْرَائِیْلِیُّ وَاسْمَعْ کَلَامَ الْمُحَمَّدِیِّ

اے اسرائیلی! ٹھہریئے اور محمدی کا کلام (وعظ) سُنیئے۔

جب واپس اپنے مقام میں تشریف لائے تو لوگوں نے پوچھا: یہ کیا تھا؟ فرمایا: ابوالعباس خضر علیہ السلام ہماری مجلس سے گزرے اور تیز جارہے تھے، میں ان کی طرف گیا، کہ تیز نہ تشریف لے جائیں، ہمارا وعظ سنیں۔

روایت ہے کہ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کرسی پر تشریف فرما تھے اور فرمایا کہ اے میرے مرید میری مجلس میں حاضر ہونے میں سستی مت کر، ولایت اس جگہ ہے، درجات اس جگہ ہیں۔ اے مرید توبہ لابسم اللہ، اے مرید عفو لا بسم اللہ اے مرید اخلاص لابسم اللہ ایک ہفتہ میں ایک بار آ، اگر نہ ہو سکے، تو ایک مہینہ میں آ، اگر نہ ہو سکے تو ایک سال میں آ، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنی عمر میں ایک دفعہ ضرور آ۔ ہزار ہزار چیز حاصل کر۔ اے عالم ہزار ماہ کا رستہ قطع کر کے آ تا کہ مجھ سے ایک کلمہ سن لے، اور جب تو اس جگہ آئے تو اپنے عمل اور زہد و تقویٰ کی طرف نظر مت کر، تا کہ مجھ سے جو تیرے نصیب میں ہے وہ حاصل کرے۔ میری مجلس میں بزرگ، فرشتے، خاص اولیاء اور غیب الرجال حاضر ہوتے ہیں تا کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ کے دربار مقدس میں تواضع سیکھیں۔ کوئی بھی نبی اور ولی نہیں ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور وہ میری مجلس میں حاضر نہ ہوا ہو۔ زندہ بظاہر وجود سے اور جو فوت ہو گئے ہیں اُنکی روحیں حاضر ہوتی ہیں۔ اور جو شوق وہ اپنے رب سے رکھتے ہیں اُس کی وجہ سے اُن

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کے قدم ہوا میں ہیں اور دل آگ میں۔ راوی کہتا ہے کہ جس مجلس میں حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا اُن کا صاحبزادہ سید عبدالرزّاق رحمۃ اللہ علیہ آپ کے قدم کے نیچے آخری پایہ میں تشریف فرما تھے، سر بلند کیا اور کچھ وقت حیران رہے۔ پھر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ آپ کے کپڑے اور عمامہ جلنے شروع ہو گئے۔ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کرسی سے اُترے، اُس آگ کو بجھایا اور فرمایا: اے عبدالرازق! تو بھی اُن سے ہے۔ مجلس پر برخاست ہونے کے بعد سید شیخ عبدالرزّاق رحمۃ اللہ علیہ سے اس حال کی کیفیت دریافت کی؟ انہوں نے فرمایا: جب میں نے نظر بلند کی تو میں نے دیکھا کہ ہوا میں مردانِ غیب خاموش کھڑے ہیں اور تمام کنارے اُن سے بھرے ہوئے ہیں اور اُن کے لباس کو آگ لگی ہوئی ہے۔ بعض تو ان میں چلا رہے ہیں اور بعض وجد میں ہیں بعض اپنی جگہ میں اور بعض زمین پر گر رہے ہیں۔

روایت ہے کہ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کے مشائخ جس کا نام صدقہ تھا حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ میں حاضر ہوا اور بیٹھ گیا، اور مشائخ بھی آنحضرت کے انتظار میں تشریف فرما تھے۔ جب آنحضرت کرسی پر تشریف لائے تو آپ نے نہ تو کلام کیا اور نہ قاری صاحب کو کلام مجید کی تلاوت کے لئے فرمایا۔ مگر لوگوں میں بے حد اضطراب اور وجد پڑ گیا۔ شیخ صدقہ نے دل میں خیال کیا، تعجب ہے کہ شیخ صاحب نے کلام تک نہیں فرمایا اور نہ ہی قاری صاحب نے تلاوت کی، یہ شورش اور وجد و اضطراب کہاں سے ہے، اور اس قدر یہ حالت کیونکہ ہے؟

حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ میرا ایک مرید اسی وقت ہی بیت المقدس سے ایک قدم میں یہاں پہنچا ہے اور میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ تمام حاضرینِ مجلس اس لئے اعزاز میں ہیں۔

شیخ صدقہ نے دوبارہ دل میں خیال کیا کہ جو شخص بیت المقدس سے ایک

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قدم میں یہاں آسکتا ہے اُس کو کس چیز سے توبہ کرنا ہے اور اُس کو پیر کی کیا ضرورت ہے؟ آنحضرت نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔اے صدقہ! جو شخص ہوا میں اُڑے وہ بھی محتاج ہے کہ مَیں اس کو خدا کی محبت کا طریقہ بتاؤں۔اس کے بعد ایک کلام فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

میں وہ ہوں کے میری تلوار مشہور ہے' میری کمان تیار ہے اور تیر نشانہ پر لگنے والا ہے۔میرا نیزہ بے کار نہیں جاتا۔میرا گھوڑا بغیر زین کے ہے۔میں اللہ تعالیٰ کی جلانے والی آگ ہوں ۔لوگوں کے احوال چھین لینے والا ہوں ۔میں بے کنارِ سمندر ہوں۔میں وقت کا رہنما ہوں۔میں اپنے غیر میں کلام کرنے والا ہوں۔اور دوسرے وقت حال میں تھے اور فرماتے تھے۔میں محفوظ اور ملحوظ ہوں۔

اے روزہ رکھنے والو!اے رات کو جاگنے والو! اے پہاڑوں میں بیٹھنے والو! تمہاری اونچی جگہیں پست ہوں۔اے رگرجوں میں بیٹھنے والو! تمہارے رگرجے گر جائیں۔اللہ کے حکم کے سامنے آؤ۔

میرا حکم خدا کی طرف سے ہے۔اے راستہ چلنے والو! اے ابدالو! اے پہلوانو! اے بچو! ادھر آؤ۔بے کنار دریا سے فیض حاصل کرو۔خدا کی قسم! تمام نیک بخت اور بد بخت میرے سامنے پیش ہونے والے ہیں۔میری نظر لوحِ محفوظ میں ہے۔میں اللہ کے علم کے دریا اور مشاہدہ میں غوطہ لگانے والا ہوں۔میں تم تمام پر اپنے رب کی دلیل ہوں۔اللہ کی زمین پر اس کے رسول کا نائب اور وارث ہوں۔نیز آنحضرت نے فرمایا۔آدمیوں کے پیر ہیں' پریوں کے پیر ہیں' فرشتوں کے پیر ہیں' اور میں سب کا پیر ہوں۔

روایت ہے کہ آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ آخری مرض میں تھے کہ فرمایا: میرے اور تمہارے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے۔میرے اور مخلوق کے درمیان زمین و

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

آسمان کا فرق ہے۔ مجھ کو کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس مت کرو۔ آنحضرت نے فرمایا: میں لوگوں کے وہم وگمان سے باہر ہوں۔ اے مشرق ومغرب کی زمین میں رہنے والو! اے اللہ کے آسمان میں رہنے والو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ○

جو تم نہیں جانتے ہو میں وہ جانتا ہوں

مَیں اُن سے ہوں جن کو خدا جانتا ہے اور تم نہیں جان سکتے ہو۔ مجھ کو ایک دن رات میں ستر دفعہ کہا جاتا ہے:

اَنَا اخْتَرْتُكَ لِتَصْنَعَ عَلٰی عَيْنِيَّ

میں نے تجھ کو پسند کیا اور تا کہ تُو میری آنکھ میں ظاہر ہو۔

مجھ کو کہا گیا ہے کہ اے عبدالقادر! میرا جو تجھ پر حق ہے وہ یہ کہ کلام کرتا کہ تجھ سے سنا جائے اور مجھ کو یہ بھی کہا گیا ہے میرا تجھ پر حق ہے کہ کھاؤ پیو اور کلام کرو۔ جو آپ اپنے رب کے نام پر قسم کھائیں اس کے رد ہو جانے سے بے خوف ہو جاؤ۔

حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب تک مجھ کو حکم نہ ہو تب تک میں نہ بولتا ہوں۔ نہ کوئی کام کرتا ہوں۔ اور فرمایا: جس وقت میں تمہارے ساتھ کلام کروں اُس کی تصدیق کرو کیونکہ میرا کلام یقینی ہے۔ اس میں شک کو راہ نہیں، گویا کہ وہ بولتا ہوں جو بولایا جاؤں اور وہ دیتا ہوں جو دیا جاؤں۔ وہ کرتا ہوں جس کا امر کیا جاؤں۔ جو مجھ کو امر کیا گیا ہے ذمہ کسی پر ہے:

وَالدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ

دیت قبیلہ پر ہے۔

تمہارا جھٹلانا تمہارے دین کے لئے سمِ قاتل ہے، اور تمہاری دنیاوی اور اُخروی نعمتوں کے زائل ہونے کا سبب ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اَنَا سَیَّافٌ اَنَا قَتَّالٌ وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ

اگر شریعت کی لگام میرے منہ میں نہ ہوتی تو میں تم کو خبر دیتا کہ تم کیا کھاتے ہو اور گھر میں کیا رکھتے ہو۔ میں تمہارے ظاہر باطن کو جانتا ہوں۔ تم میری نظر میں شیشے کی مانند ہو۔

روایت ہے کہ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نہایت قیمتی کپڑے پہنتے۔ ایک دن آپ کا خادم ابوالفضل بزاز کے پاس گیا اور اُس کو کہا کہ مجھے ایسا کپڑا چاہیے جس کا نرخ ایک دینار فی گز ہو نہ زیادہ ہو نہ کم۔ اس نے پوچھا: ایسا کپڑا کس کے لئے خریدے گا۔ اس نے کہا کہ اپنے شیخ محی الدین سید عبدالقادر کے لئے۔ اس کے دل میں خطرہ گذرا کہ شیخ نے خلیفہ کے لئے بھی کپڑا نہیں چھوڑا! ابھی یہ خیال مکمل بھی نہ ہوا تھا کہ غائب سے ایک کیل اس کے پاؤں میں لگی کہ موت سر پر آگئی۔ اس کے نکالنے کی بڑی کوشش کی، کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اُس کو اُٹھا کر آنحضرت کے پاس لائے۔ دیکھتے ہی فرمایا۔ اے ابوالفضل! دل میں ہم پر کیوں اعتراض کیا؟ خدا کی قسم اس کپڑے کو ہرگز نہیں پہنتا ہوں جب تک مجھ کو کہا نہ جاوے کہ اے عبدالقادر! میرا تجھ پر حق ہے کہ دینار فی گز کپڑا پہنیئے۔ اے ابوالفضیل! یہ کپڑا مُردے کا کفن ہے اور مُردے کا کفن اچھا ہونا چاہیے۔ یہ ہزار موت کے بعد ہے۔ اس کے بعد ہاتھ مبارک درد کی جگہ پر رکھا، جو درد تھا تمام جاتا رہا، گویا درد بالکل ہوا ہی نہ تھا۔ اور فرمایا: اس کا اعتراض کرنا کیل کی شکل بن کر اس کو ہی لگا...... رحمۃ اللہ علیہ عن جمیع اولیائہ

کرامات

حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے جو کرامات ظاہر ہوئیں اُن کا شمار حد سے باہر ہے، اور تحریر و تقریر ان کی طاقت نہیں رکھتی۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یقین جانو کہ اس کلام میں مبالغہ نہیں ہے' واقعی ہے' کیونکہ آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی کے زمانہ سے کرامات کا منبع تھے' اور نوے سال تک' جو حضور کی عمر شریف ہے' متواتر بغیر انقطاع آپ سے کرامات ظاہر ہوتی رہیں۔

روایت ہے کہ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے کیسے پہچانا کہ آپ اللہ کے ولی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں دس سال کی عمر میں جبکہ مدرسہ کی طرف جایا کرتا تھا راستہ میں دیکھتا تھا کہ فرشتے میرے اردگرد چلتے ہیں' اور جب مدرسہ میں پہنچتا تھا تو سنتا تھا کہ فرشتے بچوں کو کہتے تھے۔ اللہ کے ولی کے لئے جگہ کشادہ کرو۔

ایک دن میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کو میں نے ہرگز نہ دیکھا تھا۔ اُس نے ایک فرشتے سے پوچھا: یہ بچہ کون ہے جو اس کی تم اس قدر تعظیم کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اللہ کے ولیوں میں سے ایک ولی ہے' اس کی بہت بڑی شان ہوگی۔ اس راہ میں یہ شخص ہے کہ اللہ اس کو بغیر منع کے عطا کرے گا' بغیر حجاب کے مرتبہ کی بلندی فرمائے گا اور بغیر تدبیر کے مقرب بنائے گا۔ چالیس سال کے بعد میں نے معلوم کیا' وہ شخص جو فرشتوں سے پوچھ رہا تھا اپنے وقت کا ابدال تھا

نیز حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں بچپن میں عرفہ کے دن شہر سے باہر گیا۔ ایک بیل کے پیچھے دوڑا۔ بیل نے واپس پھر کر میری طرف دیکھا اور کہا: اے عبدالقادر! آپ کو ایسے کاموں کے لئے اللہ نے پیدا نہیں کیا ہے اور نہ ہی ان کا حکم فرمایا ہے۔ میں ڈر کر کانپتا ہوا واپس گھر کو لوٹا اور چھت پر چڑھا' لوگوں کو دیکھا کہ عرفات کے میدان میں کھڑے ہیں۔ پھر والدہ صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس چیز کی اجازت مانگی کہ بغداد شریف میں جاؤں اور علم حاصل کروں اور نیک لوگوں کی زیارت کروں۔ رحمۃ اللہ علی و عن جمیع الصالحین۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نیز حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں چھوٹے بچوں کے ساتھ کھیلنے کا قصد کرتا تھا' ایک آواز سنتا تھا کہ اے نیک سیرت! میری طرف آؤ۔ میں ڈر کر بھاگتا اور اپنی والدہ ماجدہ کی گود شریف میں گر پڑتا تھا۔ اب وہ کلمہ میں اپنی تنہائی میں سنتا ہوں۔

شیخ علی بن ہیتی سے منقول ہے کہ میں نے اپنے زمانہ میں عبدالقادر سے زیادہ کرامات والا کوئی بزرگ نہیں دیکھا' ہم سے جس وقت بھی کوئی چاہتا تو آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کرامت کا مشاہدہ کر لیتا تھا۔ بہت خوارق ظاہر ہوتے تھے کبھی اس سے' کبھی اس میں' کبھی اس کے ساتھ۔ شیخ ابو مسعود بن ابی بکر خزیمی اور شیخ ابو عمر عثمان صرنفنی سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: شیخ عبدالقادر کی کرامات جواہرات سے بنے ہوئے موتیوں کے ہار کی طرح ہیں جو ایک دوسرے کے بعد دھاگہ میں پروئے ہوئے ہیں۔ جو کوئی ہم میں سے چاہتا کہ ہر روز آپ کی کرامات شمار کرے' بے شمار کرامتیں شمار کرتا۔

شیخ بزرگ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شیخ عبدالقادر سُلوک کے سلطان اور تحقیقاً عالم میں تصرف کرنے والے تھے۔ تصرف اور کرامات میں اللہ کی طرف سے آپ کو بہت طاقت عطا ہوئی تھی۔

امام عبداللہ یافعی نے فرمایا: آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات حدّ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اور یہ تحقیقی بات ہے کہ مشائخ سے کوئی بھی ایسی کرامات کو نہیں پہنچا اور آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ہر قسم کی کرامات منقول ہیں۔

مثلاً مخلوق کے ظاہر و باطن میں تصرف کرنا' انسانوں اور جنوں پر حکم جاری کرنا' دلوں کی باتوں پر اطلاع پانا اور پوشیدہ امور ظاہر کرنا' اور دلوں پر کلام کرنا' ملک الموت کے بطائن پر اطلاع پانا' جبروت کی حقیقتیں اور لاہوت کے اسرار' غیبی انعام عطا کرنا اور عطیے عطا کرنا' حوادثات کو پھیر دینا' کائنات میں اللہ تعالیٰ کے محو و اثبات میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تصرف کرنا' امانت اور احیا کی صفتوں سے متصف ہونا' بہروں اور کوڑھوں کو بری کرنا' بیماروں کو شفا دینا' زبان و مکان کو لپیٹ لینا' زمین و آسمان میں حکم نافذ کرنا' پانی پر چلنا اور ہوا میں اڑنا' لوگوں کے ارادوں کو پھیر دینا' چیزوں کی طبیعتوں کو بدلا دینا' غیب سے چیزیں حاضر کرنا' اور بغیر شک وشبہ پچھلے اور اگلے آنے والے زمانوں کی خبریں دینا۔

کرامات اور خوارقِ عادات ہمیشگی کے طور پر خاص و عام میں قصداً اور مطلقاً ارادہ سے بلکہ دعویٰ برحق کے ظاہر کرنے کے لئے بہت صادر ہیں' اور ان امور سے ہر ایک میں حکایات و روایات اس قدر آئی ہیں جو قلم تحریر اور زبان و بیان سے قاصر ہے۔ مشائخ کی کتابیں خصوصاً امام عبداللہ یافعی کی تصنیفات ان سے بھری ہوئی ہیں۔ اور جو کچھ آپ کے زمانہ کے اقطاب اور مشائخ بلکہ آپ سے پہلے زمانہ کے بعض مشائخ سے جو ان کو کشفِ الٰہی سے آپ کے وجود شریف کی خبر دی گئی تھی۔ آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم اور آپ کی شان کا اعتراف و اصرار اور آپ کے احکام کی تابعداری' خصوصاً آپ کا ارشاد: قَدَمِی هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ اس قول میں آپ کا سچا ہونا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ قول کرنے میں مامور ہونا اس سے بھی زیادہ ہے جو ان کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ بعض ان میں زبدۃ الاسرار میں جو بہجۃ الاسرار سے منتخب ہے میں ذکر کیا ہے ...... رجاللقبول ووسیلة للوصول۔

شرائف اخلاق

حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (پ۲۹ القلم آیت ۴) کا بھی مصداق تھے اور اِنَّكَ لَعَلٰی هُدًى مُّسْتَقِیْمٍ (پ۱۷ الحج آیت ۶۷) کا مجموعہ تھے۔ باوجود اس کے بلند قدر علم کی فراخی ہونے ضعیف لوگوں کے ساتھ بیٹھتے اور فقراء کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ساتھ تواضع کرتے تھے۔ بڑے کی عزت' چھوٹے سے پیار اور سلام کے ساتھ ابتدا کرتے تھے۔ مہمانوں اور طلباء کے ساتھ بیٹھتے اور جوان سے لغزش ہوتی اس سے درگزر فرمادیتے تھے۔

جو شخص آپ کے پاس قسم کھاتا' جس قدر بھی اس میں وہ جھوٹ بولتا' قسم کو قبول فرمالیتے' اپنے علم اور کشف کو چھپالیتے۔ مہمانوں اور ساتھیوں سے اس قدر خُوش خلق اور خندہ پیشانی رہتے جس کا بیان اندازہ سے باہر ہے۔ نافرمان' سرکش اور اغنیا کے ساتھ قیام نہ فرماتے تھے۔ کسی امیر کے دروازے پر ہرگز نہ تشریف لیجاتے تھے۔ آپ کے حُسنِ خُلق' فراخیٔ صدر' کرم نفس' عطوفتِ قلب' حفظ وروحانیت میں آپ کے زمانہ کے مشائخ سے ایک بھی آپ کی برابری نہیں کرسکتا تھا اور نہ ہی شرکت کی طاقت رکھتا تھا۔

روایت ہے کہ ایک دن تنہائی میں لکھ رہے تھے' چھت سے حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے کپڑوں اور عمامہ شریف پر مٹی گری' تین دفعہ اس کو جھاڑا' چوتھی مرتبہ سر مبارک اوپر اٹھایا۔ ایک چوہے پر نظر پڑی جو چھت کو کرید رہا تھا' آنخضرت کی نظر پڑتے ہی اس کا سر جسم سے علیحدہ ہوکر گر پڑا۔ آپ نے لکھنا چھوڑ دیا اور رونا شروع کردیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی: یا حضرت! کس چیز سے آپ کو رونا آیا ہے؟ فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو جو مسلمان سے میرے دل کو تکلیف ہو۔ اس کا بھی یہی حال ہو جو اس چوہے کا ہوا ہے۔ دوسرے دن مدرسہ میں تشریف فرما تھے۔ وضو فرمایا۔ اچانک ایک چڑیا جو ہوا میں اُڑ رہی تھی اُڑتے اُڑتے اُس نے آنخضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کپڑے شریف پر بول کردیا۔ آنخضرت کے دیکھتے ہی زمین پر گر پڑی۔ وضو تمام کرنے کے بعد آپ نے کپڑوں سے بول کی جگہ کو دھویا اور کپڑا بدن سے علیحدہ کردیا کہ اس کی فروخت کرکے اس کی قیمت فقراء پر صدقہ کردی تا کہ اس چڑیا کی جزاء

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہو جائے۔

روایت ہے کہ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ شہرت کے بعد حج کے لئے جو باہر تشریف لائے۔ جب حلہ مقام میں' جو بغداد کے قریب ہے' پہنچے تو فرمایا: اس جگہ ایک گھر دیکھو' اس سے کوئی گھر زیادہ حقیر اور زیادہ گمنام ومحتاج نہ ہو' تا کہ اس جگہ ہم قیام کریں۔ بڑے بڑے مالداروں اور اکابروں نے بلند مقام مہیا کر لئے اور آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں قیام فرمانے کے لیے عرض کیا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا۔ تلاش مزید کے بعد معتقدین نے ایک گھر تلاش کیا' اس میں ایک بوڑھا اور بوڑھی اور چھوٹی سی لڑکی تھی۔ آنحضرت نے اس بوڑھے سے اجازت طلب فرما کر اس گھر میں رات کو قیام فرمایا۔ پیسوں' روپوں اور مختلف اجناس وحیوانات کے بہت سے تحائف اور نذریں آئیں۔ آپ نے فرمایا: ان تمام میں جو میرا حق ہے میں ان سے علیحدہ ہوا اور اس بوڑھے کو دیا۔ حاضرین بھی آپ کی موافقت کرتے ہوئے اپنے حق سے علیحدہ ہو گئے۔ وہ تمام مال واسباب اس بوڑھے کے حوالے کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے وہاں تشریف لانے کی برکت سے اس بوڑھے کو اس قدر مالدار کر دیا کہ اس زمین کے حصہ میں کوئی بھی اس جیسا مالدار نہ تھا۔

روایت ہے کہ ایک تاجر حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا' عرض کی' میرے پاس زکوٰۃ کے سوا مال ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس مال کو فقراء ومساکین پر صدقہ کرا دوں مگر مستحق اور غیر مستحق کو پہچانتا نہیں ہوں' آنحضرت جس کو مستحق سمجھیں اس پر خرچ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: جس کو چاہے دے دو' مستحق ہو یا نہ ہو' تا کہ تجھ کو بھی اللہ تعالیٰ وہ عطا فرما دے جو کہ اس کا مستحق ہو' اور وہ عطا کرے جو تو اس کا مستحق نہ ہو۔

روایت ہے کہ ایک دن حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فقیر کو دیکھا جو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

شکستہ حالت میں ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا: تیرا کیا حال ہے اور کس خیال میں یہاں بیٹھا ہے؟ فقیر نے کہا کہ دریا کی طرف گیا تھا' کوئی چیز میرے پاس نہ تھی جو ملاح کو دے کر کشتی میں بیٹھوں اور دریا کو عبور کروں۔ فقیر نے ابھی کلام ختم نہیں کیا تھا کہ ایک شخص ایک تھیلی لے کر حاضر ہو گیا جس میں تیس دینار تھے۔ آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہ تھیلی فقیر کے حوالے کر دی اور فرمایا: ملاح کو دے کر دریا کو عبور کر لو۔

حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کے بعض مشائخ نے آپ کے بعض اوصاف تحریر فرمائے ہیں۔ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ خوبصورت' ہمیشہ خوش و خرم' خوش طبع' بہت حیادار' فراخ دل اچھے اخلاق والے' خوشبو دار پسینہ والے' مہربانی اور شفقت کرنے والے ساتھی کی عزت کرتے تھے۔ مغموم شخص جو آپ کو دیکھتا خوش ہو جاتا تھا۔ میں نے آپ سے زیادہ فصیح اور خوش بیان کوئی شخص نہیں دیکھا۔ ایک بزرگ لکھتے ہیں: سیدی شیخ محی الدین عبدالقادر بہت رونے والے' بہت رب سے ڈرنے والے' بہت ہیبت والے' مستجاب الدعوۃ' اچھے اخلاق والے' رحمۃ اللہ علیہ خوشبو دار پسینہ والے' فحش سے بہت دور رہنے والے' حق کی طرف بہت قریب ہونے والے' جب اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی کرے تو بہت غضب میں نہ آتے تھے۔ سائل کو محروم واپس نہ کرتے تھے۔ اگر آپ قصد فرماتے' توفیق آپ کو چلانے والی' تائید آپ کی مددگار' علم آپ کو صفائی دینے والے' فتح آپ کی پونجی' علم آپ کا فن' ذکر آپ کا وزیر' فکر آپ کے ساتھ رہنے والا۔ مکاشفہ آپ کی غذا' مشاہدہ آپ کی شفاء' شریعت کے آداب آپ کا ظاہر اور حقیقت' اوصاف آپ کا بھید تھے...... رحمۃ اللہ علیہ جمیع الصالحین وعن مجھم اجمعین۔

حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب و مریدین و محبین کے فضائل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اس اعتبار سے کہ متبوع کے بہتر ہونے سے تابع بھی بہتر ہوتا ہے حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین بہت تھے۔ مشائخ سے ایک شخص نے آنحضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ عرض کی: یارسول اللہ دُعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ میرا کتاب اور آپ کی سنت پر خاتمہ بالخیر کرے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسا ہی ہوگا' کیوں نہ ہو حالانکہ تیرا پیر عبدالقادر ہے۔ فرمایا کہ تین بار میں نے یہی سوال کیا۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا۔

یہ حکایت لمبی ہے اور عجیب وغریب واقعہ ہے' اختصار کرتے ہوئے ہم اسی قدر ذکر کرتے ہیں۔ مشائخ کی ایک جماعت سے نقل ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر قیامت تک جوان کے مرید ہوں گے ان کے ضامن ہیں کہ آپ کے مرید بغیر توبہ کے نہیں مریں گے۔ مشائخ سے نقل ہے کہ لوگوں نے آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ایک شخص آپ کی طرف اپنی نسبت کر لیتا ہے مگر آپ سے اس نے بیعت نہیں کی اور نہ ہی آپ کے دستِ اقدس سے خرقہ پہنا' کیا آپ کے مریدین سے اس کا شمار ہوسکتا ہے یا نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: جو شخص میری طرف اپنی نسبت کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول کر لیتا ہے اور اس پر اپنی رحمت کرتا ہے اور اس کو توبہ عطا فرماتا ہے اگرچہ کتنا ہی بُرے راستہ پر ہو وہ میرے مریدین سے ہے۔ میرے رب نے اپنے فضل سے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میرے ساتھیوں اور میرے مذہب والوں' میرے مریدوں اور محبوں سب کو' بہشت میں داخل کرے گا۔ نیز آپ نے فرمایا:

اَلْبَیْضَۃُ مِنَّا بِاَلْفٍ وَالْفَرْخُ لَا یُقَوَّمُ۔

ایک انڈا ہم سے ایک ہزار سے سستا ہے اور چوزہ کی قیمت ہی کرنا ناممکن ہے۔

نیز حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کتاب دی ہے جس میں قیامت تک میرے جو مرید ہونے والے ہیں اُن کے نام لکھے ہوئے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے یہ تمام آپ کو دیئے۔ مالک سے، جو جہنم کی آگ کا خازن ہے، میں نے پوچھا کہ تیرے پاس دوزخ میں میرے مریدوں سے کوئی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ میرے مریدوں پر میری حمایت کا ہاتھ آسمان کی مانند ہے اگر زمین پر میرا مرید اچھا نہیں ہے تو میں خود تو اچھا ہوں۔ مجھ کو اللہ تعالیٰ کے جلال کی قسم ہے میں اللہ تعالیٰ کے حضور سے جنت میں ہرگز نہ جاؤں گا جب تک میرے مریدین میرے ساتھ نہ جائیں۔ اگر میرا مرید مشرق میں ہو اور اس کی عفت کا پردہ اُٹھ جائے اور میں مغرب میں ہوں یقیناً میں اس کی پردہ پوشی کرتا ہوں۔ شیخ عدی بن مسافر سے نقل ہے، وہ فرماتے تھے کہ مشائخ کے مریدین سے جو بھی مجھ سے خرقہ کا مطالبہ کرے میں اس کو دے دیتا ہوں اور انکار نہیں کرتا، مگر شیخ عبدالقادر کے مریدوں سے اگر کوئی خرقہ طلب کرے تو میں انکار کر دیتا ہوں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دریا میں غرق ہیں، جو دریا عبور کرے وہ ہرگز پیاسا نہیں رہتا، اسے پانی پلانے کی ضرورت نہیں رہتی۔

روایت نقل ہے کہ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حسین بن منصور حلاج کے زمانہ میں کوئی شخص نہ تھا جو اس کی ہمدردی کرتا اور وہ لغزش جو ان سے صادر ہوئی اس سے ان کو باز رکھتا، اگر میں اُس زمانہ میں ہوتا اس کی امداد کرتا کہ یہاں تک نوبت نہ پہنچتی۔ آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قیامت تک میرے مریدوں سے جو گھوڑے پر سوار ہو اور پھسل پڑے میں اس کی امداد کرتا ہوں، اور فرمایا کہ ہر زمانہ میں میرا ایک زبردست مرید ہوتا ہے کہ اُس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا، جو مثل نخل کے ہے یا گھوڑے کی مثل، اس سے مسابقت نہیں کی جا سکتی۔ ہر لشکر میں ایک سلطان ہے اس کی مخالفت نہیں کی جا سکتی اور ہر مرتبہ میں میرا ایک خلیفہ ہے کہ وہ معزول نہیں کیا جا سکتا۔ اور فرمایا: جس وقت بھی تم اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مانگو میرے وسیلہ سے مانگو تا کہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تمہاری حاجت پوری ہو جائے۔ فرمایا: جو شخص کسی مصیبت میں مجھ سے مدد طلب کرے اُس سے وہ مصیبت دُور کی جاتی ہے' اور جو شخص سختی میں میرا نام پکارے اُس سے وہ سختی دور کی جاتی ہے' اور جو شخص خدا سے دعا کرتے وقت مجھ سے توسل کرے اُس کی حاجت پوری کی جاتی ہے۔

صلوٰۃِ حاجت

جو شخص دو رکعت نماز پڑھے' ہر رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور گیارہ دفعہ سورہ اخلاص پڑھے' اور سلام پھیرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے اور آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کرے' اس کے بعد گیارہ قدم عراق کی طرف چلے اور ہر قدم پر میرا نام یاد کرے اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے مانگے' اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے۔

کلام شریف

حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی علم سے ایک دریا ہے کہ عبادت سے اس کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس جگہ آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ سے چند مکتوبات ذکر کئے جاتے ہیں جو کہ احکام و مواعظ فارسی عبارات کے لباس میں آیات مبین کے واضح اقتباسات سے مزین ہیں۔ آنحضرت بہ نسبتِ قدیمہ عجمیہ کبھی فارسی زبان میں کلام فرماتے تھے اگرچہ آپ کا اکثر کلام مجالس میں عربی زبان میں ہوتا تھا اسی لئے آنحضرت کو ذوالبیانین واللسانین وامام الفریقین کہتے ہیں یعنی آپ دو بیانوں والے دو زبانوں والے اور دو فریقوں کے امام ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ و عن اصحابہ اجمعین۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مکتوب اوّل

اے عزیز جب شہود کے کنارے پر بادل کے پھٹنے سے فیض چمکنے لگے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ — اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنے نور کی ہدایت دیتا ہے

(پ ۱۸ النور آیت ۳۵)

اور وصول کی ہوائیں مہربانی کے راستہ سے چلنا شروع کریں، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ — اپنی رحمت سے جس کو چاہے خاص کر لیتا ہے

(پ ۱ البقرہ آیت ۱۰۰)

اور محبت کی خوشبوئیں دلوں کے باغوں میں ظاہر ہوں اور شوق کے بلبلے ارواح کے باغوں میں

یٰۤاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ — اے افسوس یوسف کے فراق پر

(پ ۱۳ یوسف آیت ۸۴)

کے نغموں سے ہزار داستان ترنم میں آئے اور اشتیاق کی آگیں مخفی عالم میں شعلہ اڑائیں اور افکار کی پرواز زیادہ اُڑنے کی وجہ سے بے پر ہو جائے اور بڑی بڑی عقلیں سرفت کی وادی میں پاؤں گم کریں اور بڑے بڑے افہام کی بنیادیں ہیبت کے ٹکرانے سے تزلزل میں آجائیں اور مقاصد کی کشتیاں

مَاقَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ — اللہ کی قدر کا اندازہ نہ کرسکے

(پ ۷ الانعام آیت ۹۱)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ (پ۱۲ ھود آیت ۴۲)
وہ ان کے ساتھ موج میں پہاڑ چل رہی تھیں۔

کی ہواؤں کے ساتھ حیرت کی گہرائیوں میں داخل ہو جائیں۔

اور

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (پ۶ المائدہ آیت ۵۴)
وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔

کے عشق کے دریا کی موجیں ٹھاٹھوں میں آئیں گی، ہر ایک زبان حال پر نذر کریگا۔

رَبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ (پ۱۸ المومنون آیت ۲۹)
سابقہ مہربانی اے میرے رب مجھ کو مبارک مقام میں اُتار تو بہتر اُتارنے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى
یقیناً جس کے لئے ہماری طرف سے بہتری سبقت کر چکی ہے پہنچ جائے گی

اور ان کو

فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ
بہتری سبقت کر چکی ہے سچے مقام میں

کے دریا کے کنارے پر اُتارے گا اور

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (پ۹ الاعراف آیت ۱۷۲)

کی شراب کے مستانوں کی مجلس میں پہنچائے گا۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ (پ۱۱ یونس آیت ۲۶)
جنھوں نے احسان کیا ان کے لئے بہتری اور زیادتی ہے۔

کی نعمتوں کے دسترخوان سامنے لائے گا اور وصل کے پیالے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ (پ۳۰ عبس آیت ۱۵)

وَّسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا فرشتوں کے ہاتھوں سے اوران کو ان کا

(پ۲۹ الدھر آیت ۲۱) رب پاک شراب پلائے گا۔

کے قُرب کے پیالے سے پھیرے جائیں گے۔

اور

وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ جب اس جگہ کو دیکھے گا نعمتیں اور بہت

مُلْكًا كَبِيْرًا بڑا ملک دیکھے گا۔

(پ۲۹ الدھر آیت ۲۰)

ہیشگی کا ملک اور ہیشگی کی دولت سامنے ہوگی۔

کے ہیشگی کے ملک اور ہمیشہ رہنے والی دولت کا مشاہدہ ہوگا۔

دوسرا مکتوب

اے عزیز قلب سلیم چاہئے۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ اے اولی الابصار عبرت (نگاہ والو

(پ۲۸ الحشر آیت ۲) حاصل کرو۔

کی رمزوں اور اشاروں پر مطلع ہو اور عاقل کامل چاہئے تاکہ

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْۤ اَنْفُسِهِمْ ان کو ہم اپنی آیات دکھائیں گے جو جہان اور ان کے نفسوں میں ہیں۔

(پ۲۵ حم السجدہ آیت ۵۳)

کے اسرار کی باریکیوں کو سمجھیں اور یقین صادق چاہیے تاکہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (پ۱۵) ہر ایک شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد کرتی ہے مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔

کی معرفت کے دلائل کا دل کی آنکھ سے مشاہدہ کرے اور

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (جب آپ میرے متعلق میرے بندے سے سوال کریں پس میں قریب ہوں اور جو مجھ کو پکارے میں پکارنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں)

کے اصول کے بلانے والے سے مستقل ہو۔اور

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (پ۱۸ المومنون آیت ۱۱۵)

کی ڈانٹوں سے

وَیُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ (پ۱۴ الحجر آیت ۳)

کیا پس تم نے گمان کیا ہے کہ ہم نے تم کو لغو پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے اور ان کو امید مشغول کرتی ہے پس وہ عنقریب جان لیں گے۔

کی خواب غفلت سے بیدار کرے اور

مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (پ۱ البقرہ آیت ۱۰۷) (تمہارا اللہ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہیں)

کے مضبوط عروہ کو پکڑ لے اور

فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰهِ (پ۲۷ الذاریات آیت ۵۰) (پس اللہ کی طرف بھاگو)

کی کشتی پر سوار ہو اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (پ۲۷ الذاریات آیت ۵۶) میں نے جنّوں اور انسانوں کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

کے دریا میں جواں مردی سے داخل ہو اور اگر مطلوب اور مقصد کا موتی ہاتھ میں آئے پس وہ یقیناً بڑا کامیاب ہوا' اور اگر طلب میں جان ہی دے دی تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اللہ کے ذمہ ہے۔

تیسرا مکتوب

اے عزیز جب

اَللّٰهُ یَجْتَبِیْ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ (پ۲۵ الشوریٰ آیت ۱۳) اللہ تعالیٰ جس کو چاہے چُن لیتا ہے

کے جذبات کے لشکر دلوں کی ولایت پر ظاہر ہوں۔ نفوس امارہ کی بلاؤں اور ہلاکتوں کو

وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (پ۱۷ الحج آیت ۷۸) اللہ کی راہ میں مکمل طور پر جہاد کرو

کی ریاضت کی لگام سے راضی ہو اور سرکشوں' فرعونی دماغ والوں کو تقویٰ کی مجلس میں مجاہدہ کی زنجیروں میں جکڑے' امیدوں کو

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (پ۹ الانفال آیت ۲۰) اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرو۔

کے طوفوں (تحفوں) کے ساتھ باہر کرے اور ارادت کے اعمال کو

وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ (پ۳۰ الزلزال آیت ۷) جو ذرہ بھر بھی نیک عمل کرے گا اُس کی جزا کو دیکھ لے گا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کی ڈانٹ سے سزا دے اور باطل ارکان کی بنیاد اور مصیبت کو بالکل علیحدہ کر دے اور سچی زبان سے حال کی ندا دینے والا ندا کرے کہ

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً (پ۱۹ النمل آیت ۳۴)
یقیناً بادشاہ جب کسی علاقہ میں داخل ہوں اس کو خراب کر دیتے ہیں اور اُس کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

اور جب دلوں کی صاف ستھری زمین شہوات کی آلائش سے گریز کرے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (پ۳ آل عمران آیت ۸۵)
اور جو شخص غیر اسلام کا دین تلاش کرے پس وہ ہرگز اُس سے قبول نہ ہوگا۔

بالکل مصفا ہو جائے اور ارواح کے باغات

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ (پ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۱۷)
جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے پس وہی ہدایت یافتہ ہے۔

کی مہربانیوں کی ہواؤں سے سراسر خوشبودار اور خوش ہوں اور سرائر کے اوراق کے صفحات۔

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ (پ۲۸ المجادلۃ آیت ۲۲)
یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان ثابت کیا ہے۔

کے لطائف کے نقش نگار سے مزین ہو جائے۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ (پ۱۳ ابراھیم آیت ۴۸)
اس دن زمین غیر زمین سے بدلائی جائے گی

کا شہود صفت حال ہو جائے گا اور اشواق کے پہاڑ اُڑتے ہوئے ہوا میں مل جائیں گے اور بزبان صدا پھر فرمائے گا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (پ۲۰ النمل آیت ۸۸) اور تو پہاڑوں کو دیکھتا ہے در آں حالیکہ ان کو جمع ہوئے گمان کرتا ہے اور یہ بادلوں کی طرح گزریں گے۔

اسرافیل عشق صور پھونکے گا

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ (پ۲۶ ق آیت ۲۰) اور صور میں پھونکا جائے گا۔

فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (پ۲۰ النمل آیت ۸۷) تو گھبرائے جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں

کی کڑک کی تاثیر ظاہر ہوگی۔

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (پ۱۷ الحج آیت ۱۰۳) ان کو بہت بڑی گھبراہٹ غمناک نہ کرے گی۔

کی بشارت دینے والا پہنچ جائے گا اور ان کو تمکین دے گا اور علیین میں

فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (پ۲۷ القمر آیت ۵۵) اللہ تعالیٰ مالک وقادر کے پاس سچے مقام میں۔

بلانے والا ہوگا

رضوان بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ (پ۲۷ الحدید آیت ۱۲) تم کو آج کے دن خوش خبری ہو۔

کے اشارہ سے آگے آئے گا اور جنات النعیم کے دروازے کھول دے گا' اور کہے گا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سَلَامٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خَالِدِیْنَ ○ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ

تم پر سلامتی ہو، خوش ہو جاؤ، جنات میں ہمیشگی کے انداز سے داخل ہو۔ اور وہ کہیں گے تمام حمدیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہم کو زمین کا وارث بنایا۔ جنت سے جہاں ہم چاہیں مقام بنائیں۔ پس عمل کرنے والوں کا اچھا ثواب ہے۔

چوتھا مکتوب

اے عزیز!

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (پ۲۳ ص آیت ۲۶)

خواہش کی اتباع نہ کر، پس تجھ کو اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔

کے شہوات کے بلانے والوں سے اعراض کر۔ اور

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِکْرِنَا (پ۱۵ الکھف آیت ۲۸)

اور جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا، اس کی اطاعت نہ کر۔

کی غفلت کے مقاموں اور فاسقوں کی صحبت سے کہ

فَوَیْلٌ لِّلْقَاسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰهِ (پ۲۳ الزمر آیت ۲۲)

جن کے دل اللہ کے ذکر کرنے سے سخت ہیں اُن کے لئے ہلاکت ہے

پرہیز کر اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ (پ۲۵ الشوریٰ آیت ۴۷)

اپنے رب کی استجابت کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جو اللہ سے اس کو کوئی رد نہیں کرنے والا۔

کے منادی سے

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (پ۲۷ الحدید ۱۶)

کیا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے وقت قریب نہیں آیا؟ یہ کہ اللہ کے ذکر کے لئے ان کے دل خشوع کریں۔

کی ندا ہوش کے کان سے سنے اور

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى (پ۲۹ القیامہ آیت ۳۶)

کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ وہ مہمل چھوڑا جائے گا۔

کی تنبیہ کے ساتھ ایک رات

وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (پ۲۱ لقمان آیت ۳۳)

تم کو اللہ کے ساتھ تکبر اور دھوکہ میں نہ ڈالے۔

کے غرور کے خواب سے بیدار ہو اور اہلِ حضور کے مقامات سے کہ

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (پ۱۸ النور آیت ۳۷)

وہ آدمی ہیں جو ان کو تجارت اور بیع اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی۔

خبر دریافت کر اور مقصود کے کعبہ کے لئے پاؤں کو چلا اور سر کی وادی میں علیحدہ ہو جا۔

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (پ۲۹ المزمل آیت ۸)

اللہ کی طرف کلیتہً منقطع ہو۔

پھر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ (پ۷ الانعام آیت ۹۱) کہ اللہ ایک ہے تم ان سب کو ترک کر دے

کی تجرید سے اور

وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ (پ۲۴ المومن آیت ۴۴) اور میں اپنے امر کو اللہ کے حوالہ کرتا ہوں۔

کی تفویض کی سواری اہل صدق کے قافلہ کے ساتھ کہ

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (پ۱۱ التوبہ آیت ۱۱۹) سچے لوگوں کے ساتھ ہو جا

سفر کر اور دنیا کے مزین مقاموں کو جو

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا (پ۱۵ الکھف آیت ۷) کچھ زمین پر ہے ہم نے ان کو زینت بنایا ہے۔

عبور کر اور فتنہ کی ہلاکتوں کے راستہ سے جو کہ

اَنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (پ۹ الانفال آیت ۲۸) خبر نسبت، تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے۔

سلامتی کے ساتھ اور ہدایت کے راستوں سے جو کہ

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا (پ۲۹ الدھر آیت ۲۹) یقیناً یہ نصیحت ہے، پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ پکڑے۔

راستہ پکڑ اور مجبوری کی زبان کے ساتھ جو کہ

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (پ۲۰ النمل آیت ۶۲) کیا وہ مجبور کو جبکہ اس کو بلائے جواب دیتا ہے۔

اور تضرع اور عاجزی کے ساتھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (پ ۱، الفاتحہ آیت ۵) ہم کو سیدھے راہ کی ہدایت دے)

کے دستر خوان پر اور قدیم عنایت کی بشارت دینے والے کے ساتھ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَ (پ ۱۱ یونس آیت ۶۲) خبردار اللہ کے اولیا پر کوئی غم وغیرہ ہیں، اور نہ ہی وہ محزون ہیں۔

اور

سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ (پ ۲۳ یٰس آیت ۵۸) کے سلام کی بشارت کے ساتھ آگے ہو

اور

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ (پ ۲۸ الصّف آیت ۱۳) اللہ کی طرف سے امداد اور فتح قریب اور مومنوں کو بشارت دیجیے۔

کے مرکب پر سوار ہوگا اور جناب خلد میں

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَضْلٍ (پ ۴ آل عمران آیت ۱۷۴) پس اللہ کی نعمت اور فضل سے لوٹے

داعی ہوگا۔ وصال کی ہوا ہر طرف سے چلنی شروع ہوگی اور محبت کے شراب کے پیالے پلانے والوں کے ہاتھ میں مشاہدہ ہوگا اور

اِنَّ ھٰذَا کَانَ لَکُمْ جَزَآءً وَّ کَانَ سَعْیُکُمْ مَّشْکُوْرًا (پ ۲۹، الدھر آیت ۲۲) بے شک یہ تمہاری جزا ہے اور تمہاری کوشش مشکور ہے۔

کا وقت ظاہر ہوگا، اور اُنس کے مقام میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا (پ ۶' النساء آیت ۱۶۴) اور موسیٰ علیہ السلام سے رب نے یقیناً کلام کیا ہے

کا فسانہ شروع ہوگا۔ اور

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ (پ ۹' الاعراف آیت ۱۴۳) پس جب پہاڑ پر اس کے رب نے تجلی ڈالی

کے دیباچہ کو لمبا کریں گے اور دیکھنے والی نظریں

وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا (پ ۹' الاعراف آیت ۱۴۳) موسیٰ علیہ السلام محبت میں آ کر گر پڑے۔

کے حالات کے نشوں سے پھر خبر دے گا اور مشاہدہ سے

وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ (پ ۲۹' القیامہ آیت ۲۲' ۲۳) چہرے اُس دن پر رونق ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔

کا معائنہ کرے گا اور عجز کا اقرار کرے گا' پھر زبانِ حال سے کہے گا۔

لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ (پ ۷' الانعام آیت ۱۰۳) اس کو نظریں ادراک نہیں کرسکتیں' وہ نظروں کا ادراک کرتا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حالات زندگی

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

مصنف :

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ

مترجم : خاکپائے بزرگان :

فقیر تاج الدین لون کشمیری قادری نوری

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	مداح خواجہ رحمۃ اللہ علیہ	3
2	سُخن ہائے گفتنی	5
3	انتساب	6
4	تعارف	7
5	پیدائش	9
6	تحصیل علم	10
7	حج کعبہ	11
8	اجمیر شریف میں کرامات	13
9	اتباع شریعت	15
10	تبلیغ اسلام	16
11	ترجمہ از مکتوبات شیخ	18
12	اختتام	25

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مدحِ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ

قُطب دَورِ زماں معین الدین رحمۃ اللہ علیہ
شاہِ اقلیم جان معین الدین رحمۃ اللہ علیہ
حُکم مَولائے کُل سے خواجہ ہوئے
خواجۂ خواجگان معین الدین رحمۃ اللہ علیہ
بخشی مَولا نے جب ولایتِ ہند
آئے ہندوستان معین الدین رحمۃ اللہ علیہ
شب کو جاگا کرتے واں طوافِ حرم
صبح کو آتے یہاں معین الدین رحمۃ اللہ علیہ
توڑا سب کفر و کافر کا ہجوم
جب ہوئے حکمراں معین الدین رحمۃ اللہ علیہ
بولے کفار جب ہوئے مغلوب
الاماں الاماں معین الدین رحمۃ اللہ علیہ
جِنّ بھی فرمان اُن کا مان گئے
تھے شہِ اِنس و جان معین الدین رحمۃ اللہ علیہ
کھولے کیا کیا حقائق و اسرار
محرمِ کن فکاں معین الدین رحمۃ اللہ علیہ
شانِ حق کے نشاں دیئے کیا کیا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بے نشاں کا نشاں معین الدین رحمۃ اللہ علیہ
میرا منہ کیا جو اُن کی مدح کروں
مَیں کہاں اور کہاں معین الدین رحمۃ اللہ علیہ
سب الم دُور ہوں گے بیدلؔ کے
گر ہوئے مہرباں معین الدین رحمۃ اللہ علیہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سُخن ہائے گفتنی

فی زمانہ بہت کم ایسے ادارے اور کتب خانے ہیں جنہوں نے عوام میں صحیح ذوق اور سچا علمی شعور پھیلانے کے لئے سنجیدگی سے کوشش کی ہ۔ گندے ناول، فحش افسانے، عُریاں تصاویر والے رسائل حشرات الارض کی طرح منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو رہے رہیں۔ مگر کوئی اللہ کا بندہ اُن سے باز پرس کرنے والا نہیں۔ عوام تو خیر کالانعام ہیں، اخباروں نے بھی اُنہیں کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ خیال تھا کہ پاکستان بننے کے بعد شاید حالات میں کچھ اصلاح ہو جائے گی لیکن افسوس کہ یہ خیال بھی خام نکلا۔ لغویات وفواحشات میں دن دُونی رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔ لادینی اور الحاد کا دَور دَورہ ہے۔ نئی پَود مذہب سے بیزار نظر آتی ہے۔ اس صُورتِ حال نے خدا ترس اور دردمند دلوں کو مُضطرب کر رکھا ہے۔ ایک ایسے دینی اور تبلیغی ادارے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے جو ان لغویات کا سدِّ باب کر سکے۔ جو نہ صرف قوم کے دکھوں کا مداویٰ مہیا کرنے بلکہ وہ انسانی اذہان کی پاکیزہ کی کا بھی کفیل ہو۔ اس ضرورت کے پیشِ نظر ہم نے دینی و مذہبی اور ہر قسم کے علُوم وفنُون کا ایک عظیم الشان ادارہ قائم کیا ہے۔ اُمید ہے وہ اصحاب جو دُنیا میں اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا سربلند دیکھنے کے آرزومند ہیں، وہ اس ادارہ کی سرپرستی فرمائیں گے اور بوقتِ ضرورت کُتب خانوں سے منگوانے کی بجائے ہر قسم کی کتابیں خواہ وہ کہیں بھی شائع ہوں ہمیں آرڈر دے دیا کریں۔ اس طرح وہ نہ صرف غیر ضروری خط و کتابت اور زائد اخراجات سے نجات پالیں گے بلکہ ایک دینی ادارے کی حوصلہ افزائی کر کے عند اللہ بھی ماجور ہونگے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سامنے بیٹھ گئے۔ اہلِ نظر مجذوب نے جوہرِ کامل دیکھ کر اپنی زنبیل میں سے ایک ٹکڑا خشک روٹی کا نکالا اور اپنے دانتوں میں چبا کر آپ کے منہ میں ڈال دیا۔ بس پھر کیا تھا' نوجوان پر ایک وجد طاری ہو گیا۔ دُنیاوی دھندوں سے پہلے ہی دل سرد ہو چکا تھا' سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور

تحصیل علم

کے شوق میں مولانا حسام الدین بُخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خراسان آئے۔ قرآن شریف حفظ کیا اور دیگر عُلوم مُروّجہ سے استفادہ فرمایا۔

علمِ ظاہری کی تکمیل کے بعد قدرتی طور پر علمِ باطن کی تڑپ ہوئی۔ مُرشدِ برحق کی تلاش میں موضع ہارون علاقہ نیشاپُور پہنچے۔ اُس وقت کے قُطبِ زمانہ شیخ المشائخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعتِ طریقت فرمائی اور بیس (۲۰) سال تک اپنے مُرشد علیہ الرحمۃ کی خدمت بجالاتے رہے۔ چُنانچہ شیخ عبدالحق محدث اپنی کتاب "اخبار الاخیار" ص ۲۲ پر یہ واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

"بست سال درخدمت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہٗ بود درسفر و حضر جامہ خواب نگاہ داشتے آنگاہ بہ نعمتِ خلافت مشرف گردید و درزمان پتھورا رائے ہندوستان باجمیر آمد۔"

ترجمہ: (بیس سال خواجہ عثمان ہارونی قُدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں رہے۔ سفر اور حضر میں آپ کا بستر بچھانے کی خدمت آپ کے سپرد رہی۔ یہاں تک کہ آپ کو خلافت کی نعمت سے مشرف فرمایا گیا اور آپ رائے پتھورا کے زمانہ ہندوستان (اجمیر) میں آئے)

آپ کا شجرۂ طریقت حسبِ ذیل ہے:۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اِنتساب

حالاتِ زندگی خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو سید محمد معصوم شاہ صاحب قادری نوری کے نامِ نامی سے منسوب کیا جاتا ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

دُعا ہے کہ مولائے تعالیٰ سعی مشکور فرمائے اور کتاب ھٰذا کو قبولِ خاص و عام حاصل ہو ...... اٰمین۔

فقیر تاج الدین لَون کشمیری قادری نوری

۱۲ر فروری ۱۹۶۱ء

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نُورِ حق کی ضیا معینَ الدین......شمعِ بزمِ صفا معینَ الدین

تعارُف

حالاتِ زندگی خواجہ غریب نواز

یہ کتاب دراصل مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا' جو کہ ان کی شُہرہ آفاق کتاب ''اخبارُالاخیار'' میں درج ہیں' آزاد ترجمہ ہے۔ فقیر نے کوشش کی ہے کہ آپ کی حیاتِ پاک کو نہایت سلیس اُردو میں ہدیہ ناظرین کیا جائے تاکہ معمولی تعلیم یافتہ ارادت مند بھی فائدہ اُٹھاسکیں۔

حسب ونسب

آپ کا اسم شریف' جو والدین نے رکھا' حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے نامِ نامی سے دُنیا اور عقبیٰ میں سرفراز فرمایا۔ شجرۂ نسب حسبِ ذیل ہے:۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ابنِ سید غیاث الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ ابن سید کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ ابن سید احمد حسین رحمۃ اللہ علیہ ابن سید نجم الدین طاہر رحمۃ اللہ علیہ ابن سید عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ابن سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ابن امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ ابن امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ ابن امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ ابن امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ ابن امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ ابن امام حسین رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام مبارک سیّدہ اُمُّ الوَرع ہے' اُن کا شجرۂ نسب اِس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ مُرید حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے' اور وہ حضرت حاجی شریف زندانی کے' اور وہ حضرت خواجہ قطب الدین مَودُود چشتی کے' اور وہ حضرت خواجہ محمد ابُو یُوسُف چشتی کے' اور وہ حضرت خواجہ ابواحمد چشتی کے' اور وہ حضرت خواجہ ابو محمد ابدال چشتی کے' اور وہ حضرت خواجہ اسحٰق شامی چشتی کے' اور وہ حضرت خواجہ علی ممشا ذوی نوری کے' اور وہ حضرت امین الدین ہبیرہ بصری کے' اور وہ شیخ سدید الدین کے' اور وہ حضرت شیخ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ بلخی کے' اور وہ حضرت شیخ ابُو الفیض فضل بن عیاض سمرقندی کے' اور وہ شیخ ابوالفضل عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ بن زید کے' اور وہ حضرت شیخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے' اور وہ حضرت امیر المومنین علی کَرَّمَ اللّٰہُ وجْہَہٗ کے' اور وہ حضرت سرورِ کائنات' افضلِ مَوجُودات' سیدِ عالم' نورِ مجسم' احمدِ مجتبیٰ' محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ واتباعہ وسلم کے۔

حج کعبہ شریف

جب خرقۂ خلافت عنایت ہوگیا تو آپ مکہ مکرمہ میں بغرضِ حج تشریف فرما ہوئے۔ ازاں بعد مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس جناب رسالتِ ماب پر حاضری دی۔

ایک روز خواب میں حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اے قُطب المشائخ تم معین الدین ہو' اس جہان کی ظلمتِ کفر وشرک کو نُورِ ایمان سے روشن کرو' تائیدِ ایزدی تمہارے شامل حال رہے گی۔

سیر وسیاحت

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہدایاتِ مُرشد سے سرفراز ہوکر آپ نے پہلے بغداد شریف کی راہ لی۔ سات میل کی مسافت کے بعد قصبہ سنجار میں پہنچے۔ وہاں شیخ نجم الدین کبرائی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوکر سعادت حاصل کی۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وطنِ مالوف

مُلکِ ایران کے علاقہ سیستان میں ایک قصبہ سنجر ہے جسے آپ کی جائے پیدائش ہونے کا فخر حاصل ہے۔

پیدائش اور وصال

آپ بتاریخ ۱۴/رجب ۵۳۷ھ بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق تَوَلُّد ہوئے اور ۹۷ سال کی عمر پاکر ۶/ماہ رجب ۶۳۳ھ اجمیر شریف میں واصل بحق ہوئے۔

(ص ۹۷، حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار، چمن چہارم)

داغ یتیمی

ابھی آپ نے صرف ۱۴ بہاریں دیکھی تھیں کہ آپ کے والد محترم سید غیاث الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۵۱ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اپنے لختِ جگر حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ کو داغِ مفارقت دے دیا۔

اندازہ کیجیے ۱۴ سال کا یتیم بچہ کس طرح اتنے بڑے گھر کو چلا سکتا ہے۔ یقین کیجیے آپ نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا اور جو ذمہ داریاں آئندہ آپ پر عائد کی گئیں ان کو بوجہ احسن نبھایا۔ ترکہ میں جو نقدی ہاتھ آئی تھی اُسے راہِ خدا میں تقسیم فرمایا اور اپنے باغ اور پَن چکّی پر گزر اوقات ہونے لگی۔

اتفاق سے ایک دن ایک بزرگ مجذوب ابراہیم قلندری اُدھر سے گزرے۔ باغ میں دو گھڑی آرام کرنے کے لیے اندر داخل ہوئے۔ سعادت مند نوجوان سید حسن سنجری نے بزرگ صورت اور فقیرانہ وضع قطع دیکھ کر نہایت ادب و احترام سے بٹھایا اور چند خوشے تازہ انگوروں کے پیش کیے اور خود دو زانو عقیدت مندانہ طور پر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

خیر آپ بادل ناخواستہ اٹھ کر ایک تالاب انا ساگر کے کنارے تشریف لے آئے اور اُٹھتے ہوئے ساربانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اچھا بھئی اونٹ ہی یہاں بیٹھے رہیں، ہم اُدھر چلے جاتے ہیں۔

اب خدا کی قدرت دیکھئے جب اگلے دن ساربان اُونٹوں کو چرنے کے لئے اُٹھانے لگے تو وہ بیٹھے ہی رہے۔ کئی جتن کئے مگر کس طرح اُٹھتے، بٹھانے والے نے بٹھایا ہوا تھا۔

گفتہ اُو گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

راجہ کو خبر ہوئی۔ اُس نے ساربانوں کو ڈانٹا اور کہا کہ جاؤ اُسی فقیر کو کہو وہ تمہیں اُونٹ وہاں سے اُٹھا دے گا۔ ساربان آئے، معافی طلب کی۔ درویش اپنے دل میں کینہ نہیں رکھا کرتے، معافی دے دیا اور فرمایا: جاؤ جس خدائے واحد کے حکم سے اُونٹ بیٹھے تھے اُسی کے حکم سے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اتنا کہنا تھا کہ اونٹ اُٹھ کر چلتے ہوئے۔

دوسری کرامت

اناساگر تالاب کے اردگرد مندر ہی مندر تھے۔ پُجاریوں کو مسلمان درویشوں کا قیام وہاں اچھا نہ معلوم ہوا۔ راجہ سے شکایت کی۔ راجہ کے حکم سے سب سے بڑا مہنت رام دیو آپ کو وہاں سے اُٹھانے کے لئے آیا۔ شہر کے لوگ بھی ساتھ تھے۔ آپ نے ایک مٹھی بھر خاک پر آیۃ الکرسی دم کرنے کے بعد لوگوں کی طرف پھینکی۔ جس پر ایک ذرّہ خاک بھی پڑا اُس کا جسم وہیں خشک ہو گیا۔ لوگ اُلٹے پاؤں بھاگے۔ مہنت جی کچھ اور آگے بڑھنے لگے تو ان کے پاؤں یاری نہیں دیتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر اُس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(ص ۱۲ اسوانح عمری خواجہ معین الدین چشتی)

قصبہ سنجار سے بغداد شریف میں آئے۔ حضرت غوثِ اعظم سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ ملاقات حاصل کی۔ کئی ماہ تک علمائے کرام اور صوفیائے کبار سے مجلسیں کیں اور شیخ اوحدالدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کو یہیں سندِ خلافت عنایت فرمائی۔ شیخ شہاب الدین سُہروردی علیہ الرحمۃ سے بھی اسی جگہ ملاقات ہوئی اور خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو حلقۂ ارادت میں یہیں داخل فرمایا اور خرقۂ خلافت عنایت فرما کر دہلی روانہ کر دیا۔

کافی عرصہ بغداد میں گزارنے کے بعد آپ ہمدان میں پہنچے۔ شیخ یُوسُف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی۔ بعدازاں شیخ ابُوسعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے تبریز میں ملاقی ہوئے اور اصفہان میں آئے تو شیخ محمود اصفہانی سے استفادہ کیا اور وہاں سے استرآباد میں شیخ ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ استرآباد سے ہرات اور وہاں سے سبزوار میں۔ وہاں کے حاکم یادگار محمد نامی کو جو کہ رافضی عقائد رکھتا تھا اپنی ظاہر اور باطن سے پھر مذہب حقہ اہل سنت و جماعت کا معتقد بنایا اور وہاں سے بلخ پہنچ کر علامہ ضیاء الدین فلسفی کو' جو کہ صوفیائے کرام سے بدظن تھا' راہِ راست پر چلنے کی تلقین فرمائی۔ اور پھر بلخ سے غزنی میں وارد ہوئے۔ یہاں حضرت عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور یہاں سے اپنے خاص الخاص فریضہ یعنی ہندوستان میں تبلیغ اسلام کرنے کے لئے عازمِ لاہور ہوئے۔

یہاں پہنچ کر آپ حضرت مخدوم سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب ایک حُجرہ میں معتکف ہوگئے۔ یہ حجرہ اس وقت موجود ہے اور خاکپائے بزرگاں فقیر تاج الدین لون کشمیری قادری نوری عفی عنہ کو تقریباً روزانہ اُس کی زیارت حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

درگاہِ اَقدس مخدوم سید علی ہجویری المعروف دربار داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی پائنتی کی طرف ایک مُقفل حُجرہ ہے جس پر حجرۂ اعتکاف خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہوا ہے۔

زمانۂ اعتکاف گزارنے کے بعد آپ نے اپنے دست مبارک سے درگاہ اقدس کی محراب پر تحریر فرمایا ۔

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہر نُورِ خُدا
ناقصاں را پیر کامِل کامِلاں را راہنما

لاہور سے منزل بہ منزل شہر دہلی میں وارد ہوئے اور یہاں تلقین وارشاد کا سلسلہ جاری کیا۔ ہزاروں غیر مُسلِم آپ کے اخلاقِ حَسَنہ سے مُتاثر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اپنے مُرید اور خلیفہ خواجہ قُطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو مناسب ہدایات دے کر اجمیر کا راستہ لیا۔ اور سونی پت علاقہ کرنال میں درگاہِ سیّد امام ناصر الدّین رحمۃ اللہ علیہ پر اعتکاف فرمایا۔ اور نارنول علاقہ پٹیالہ سے ہوتے ہوئے آپ دس محرم ۵۶۱ ہجری شہر اجمیر میں تشریف فرما ہوئے۔ آپ کے ہمراہ چند مرید بھی تھے۔

اجمیر شریف میں پہلی کرامت

شہر سے باہر کُھلے میدان میں ایک درخت کے زیرِ سایہ ڈیرہ لگادیا۔ دوپہر کو کچھ ساربان راجہ پرتھی راج رائے پتھورا کے اُونٹ وہاں لے آئے اور انہیں وہاں بٹھانا تھا۔ آپ نے تعرض نہ کیا مگر ساربانوں نے نشۂ حکومت میں آپ کو وہاں سے اُٹھ جانے کے لئے کہا۔ آپ نے کہا: ہم اُونٹوں کو کچھ نہیں کہتے' بیٹھ جائیں' ہم بھی دو گھڑی یہاں آرام کرلیں گے تو آپ کا کیا جائے گا۔ ساربان کب ان کی سُننے والے تھے۔ پھر کہنے لگے۔ ''یہاں نہ بیٹھو یہ جگہ راجہ کے اُونٹوں کے لئے ہے۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نے رحم وکرم کی درخواست کی۔ جب آپ نے نگاہِ کرم ڈالی اور محبت سے پاس بلایا تو وہ اس نورانی چہرہ کے انوار سے متاثر ہوا اور کلمۂ طیب پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

شاہی مہنت رام دیو کے علاوہ ہندوستان کا سب سے بڑا جادوگر اجے پال بھی آپ کی کرامات ملاحظہ کرنے کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ راجہ کو بے حد طیش آیا اور حکم دیا کہ اس مسلمان فقیر کو یہاں سے نکال دو۔ یہ پرلوک کی باتیں سُناتا ہے۔ جب آپ کو پرتھی راج کے ارادہ کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ کم بخت خدائے واحد پر ایمان نہیں لاتا' بادشاہ اسلام کے ہاتھوں گرفتار ہو کر فی النار ہوگا۔"

کرنا خدا کا ایسا ہوا کہ شہاب الدین محمد غوری نے ۵۸۸ھ میں اُسے شکست دے کر قتل کیا اور جہنم میں پہنچا دیا۔

اتباعِ شریعت

تکمیلِ تعلیم اور خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ نے تبلیغِ اسلام کو اپنا شعار بنایا۔ ممالکِ اسلامیہ کی سیر وسیاحت فرمائی۔ علمائے کرام اور اولیائے عظام سے استفادہ کیا۔ آپ خود بحکمِ ربانی حضور رسالت مآب سید المرسلین کی پوری پوری اطاعت فرماتے تھے۔ اور "فَاتَّبِعُوْنِیْ" کا صحیح نقشہ آپ نے پیش کیا۔

کیا مجال تھی کہ سرِ مُو بھی انحراف ہو جائے "اَلنِّکَاحُ سُنَّتِیْ" کی حدیث پاک پر تاہنوز عمل نہیں ہو سکا تھا۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل جبکہ آپ کی عمر بڑھاپے کی حُدُود میں داخل ہو چکی تھی سید وجیہہ الدین گورنر اجمیر کی دُخترِ نیک اختر سے نکاح کیا۔ اور یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سید وجیہہ الدین صاحب مرحوم کو بشارت ہوئی کہ اپنی لڑکی خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے نکاح میں دے دو۔ چنانچہ اُس پاکدامنہ سے آپ کے تین فرزند تولد ہوئے اور عقدِ ثانی ایک ہندو راجہ کی لڑکی سے ہوا جس کو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ترجمہ از مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مندرجہ "اخبار الاخیار"

ذکر خواجہ بزرگ معین الحق والملت والدین حسن الحسینی سنجری قدس سرہٗ۔ آپ ہندوستان کے اولیائے کرام میں بہت اونچا مرتبہ رکھتے ہیں، اور اس ملک میں سلسلۂ چشتیہ کے بانی مبانی ہیں۔ یہاں تشریف فرما ہونے سے پہلے آپ اپنے مُرشدِ طریقت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیس سال تک تربیت پا چکے تھے۔ ان کا بستر بچھانے کی خدمت آپ کے سپرد تھی۔ خواہ وہ سفر میں ہوں یا حضر میں۔ بیس سال خدمات بجالانے کے بعد خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے مرشد برحق نے خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور آپ اُن کے خلیفۂ مجاز قرار پائے۔

آپ راجہ پرتھی راج المعروف پتھورا رائے کے زمانہ میں اجمیر تشریف لائے اور عبادتِ خُداوندی میں مشغول ہوئے۔ ان دنوں راجہ رائے پتھورا خود شہر اجمیر میں موجود تھا۔ اُس نے آپ کے مریدوں میں سے ایک کو بہت تنگ کیا۔ اس نے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شکایت کی۔ آپ نے رائے پتھورا کو ایک سفارشی رُقعہ ارسال فرمایا مگر اُس نے آپ کی سفارش قبول نہ کی اور کہا کہ "یہ شخص ہمارے ملک میں آیا ہے اور غیب کی باتیں کرتا ہے"۔

جب یہ خبر خواجہ علیہ الرحمۃ کو پہنچی، آپ نے جلال میں آ کر فرمایا کہ "ہم نے پتھورا کو زندہ گرفتار کر کے دے دیا"۔ انہی دنوں میں سلطان معز الدین سام المعروف سلطان شہاب الدین غوری غزنی سے حملہ آور ہوئے۔ رائے پتھورا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نے مقابلہ کیا اور وہ اس کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ ازاں بعد اس ملک میں حکومتِ اسلامی قائم ہوگئی۔

کہتے ہیں کہ بعد ازاں وصال حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی جبین مبارک پر یہ تحریر پائی گئی۔ "حَبِیْبُ اللهِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللهِ"

(ترجمہ) اللہ کے حبیب نے اللہ کی محبت میں وفات پائی۔

حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے ۶/رجب ۶۳۳ھ کو وفات پائی اور بعض روایات میں یہ ہے کہ اسی سال ماہ ذی الحج میں واصل بحق ہوئے۔ لیکن صحیح پہلی روایت ہی ہے۔

آپ کو ان کی جائے رہائش واقع شہر اجمیر شریف میں ہی دفن کیا گیا۔ قبر شریف کچی اینٹوں کی بنائی گئی اور بعد ازاں اُس پر پتھر کا بنا ہوا صندوق جما دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ قبر شریف اتنی بلندی پر واقعہ ہے۔

سب سے پہلے خواجہ حسین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا مقبرہ تعمیر کیا۔ اور اس کے بعد مانڈو کے بادشاہوں میں سے کسی نے خانقاہ کا دروازہ بنوایا۔

خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "دلیل العارفین" میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ ملفوظات جمع کئے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ عاشق کا دل محبت کی آگ سے جلا ہوا ہوتا ہے۔ جو کچھ اُس کے دل میں اُترتا ہے جل کر خاک ہو جاتا ہے کیونکہ آتشِ محبت سے بڑھ کر کوئی آگ تیز نہیں ہوسکتی۔

پھر فرمایا کہ ندیوں کے چلتے پانی کی آواز سنائی دیا کرتی ہے۔ جب ندیاں دریا میں جا کر مل جاتی ہیں، آواز بند ہو جاتی ہے۔

خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ خدا کے دوستوں سے اگر ایک

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مشرف با اسلام فرما کر اُمتہ اللہ نام رکھا۔ اس کے بطن سے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا۔ دیگر اُمُور شریعت پر بھی پورا پورا عمل کیا اور تا عمر کیا۔ تاریخ کی کتابوں کو پڑھ جائیے آپ کو اُن کی سرود وسماع کی محفلوں کا تذکرہ کہیں نہیں ملے گا۔ دورِ حاضر کے ملنگوں نے شریعتِ اسلامی کی ہندوانہ سی شکل بنالی ہے۔ ہندو سادھوؤں کی طرح راکھ مل کر یا علی رضی اللہ عنہ یا علی رضی اللہ عنہ کے نعرے مارنا ہی ان کے نزدیک اسلام ہے۔ خداوند تعالیٰ ان کو سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ کا نماز باجماعت پر قائم رہنا' درود وظائف اور ذکرِ ربانی کو لازم پکڑنا' تمام دینی اور دُنیوی اُمور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مطابعت پر کاربند ہونا آپ کا اُسوۂ حسنہ ہے۔

تبلیغ اسلام

تبلیغِ اسلام کے لئے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اپنے خلفاء کو روانہ فرمانا اور انہیں سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی پر سختی سے عمل کرنے کی تلقین کرنا آپ کا ایک شاندار کارنامہ ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ آپ کے اکسٹھ خلفائے عظام تھے جو شب وروز تبلیغِ اسلام میں لگے رہتے تھے۔

۱۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں۔

۲۔ حضرت خواجہ عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ ملتان میں۔

۳۔ حضرت احمد خاں غازی رحمۃ اللہ علیہ قنوج میں۔

۴۔ حضرت صوفی شیخ حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ ناگور میں۔

۵۔ حضرت خواجہ یادگار خرم رحمۃ اللہ علیہ غزنی میں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

۶۔ حضرت خواجہ سبز یادگاری رحمۃ اللہ علیہ قندھار میں۔

۷۔ حضرت شیخ وحید الدین خراسانی رحمۃ اللہ علیہ ہرات میں۔

۸۔ حضرت شیخ احمد کابلی رحمۃ اللہ علیہ بنارس میں۔

الغرض ملک کے اطراف واکناف میں تبلیغِ اسلام کا ایک منظم ادارہ قائم کیا۔ اور یہ انہیں کے قدومِ میمنت لزوم سے ہے کہ اس وقت دس کروڑ کے قریب بندگانِ خدا برصغیر ہندوپاکستان میں اسلام کے نام لیوا ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لمحہ کے لئے بھی جمالِ حق پردہ میں ہوجائے تو وہ آتشِ فراق سے جل کر راکھ ہوجائیں۔ اور آپ نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوں یقین جانو کہ خداوند تعالیٰ اُس کو دوست رکھتا ہے یعنی وہ ولی اللہ ہے۔ پہلی دریا کی طرح سخاوت' دوسری سورج جیسی مہربانی' تیسری زمین کی طرح عاجزی۔

پھر فرمایا کہ نیکوں کی مجلس نیک کام سے اور بُروں کی صُحبت بُرے کام سے بھی بدتر ہوتی ہے۔

وہ مرید توبہ میں پختہ ہوتا ہے جس کی بائیں طرف کا فرشتہ بیس سال تک بھی اُس کے نامۂ اعمال میں کوئی بُرائی درج نہ کر سکے۔

راقم الحرُوف یعنی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ بات پہلے بزرگوں نے اور بعض پچھلے بزرگوں اور صوفیوں نے بھی کہی ہے کہ مرید کے لئے لازم ہے کہ وہ ہمیشہ توبہ اور استغفار کرتا رہا کیونکہ اس صورت میں گناہ لکھے نہیں جاتے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ مرید سے گناہ تو ہوتے ہیں مگر توبہ و استغفار کر لینے کی وجہ سے درج نہیں کئے جاتے۔ اس لئے مرید کے لئے ضروری ہوا کہ ہر رات سونے سے پہلے گناہوں سے توبہ واستغفار کرلیا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے باعث توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں کو نامۂ اعمال میں درج کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

اور خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوئی انسان صحیح طور پر اُس وقت فقیر کہلائے جانے کا مستحق ہوتا ہے جبکہ اِس دُنیائے فانی میں اُس کا کچھ بھی باقی نہ رہے۔

اور فرمایا کہ محبت کی علامت یہ ہے کہ تُو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہوجائے اور ڈرتا بھی رہے کہ کہیں وہ اسے ٹھکرا نہ دے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور فرمایا کہ عارفوں کا ایک مقام یہ ہے کہ جب وہ اُس مرتبہ پر پہنچتے ہیں تو کائنات اور جو کچھ اُس میں ہے اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح اپنی دو انگلیوں کے درمیان۔

اور فرمایا "عارف وہ ہے کہ جو کچھ چاہے اُسے مل جائے اور اللہ کو جو کچھ کہے اُس کا جواب سُن لے"۔

اور فرمایا کہ عارف کا سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں صفات حق اُس میں آجائیں، اور کمال درجہ عارف کا یہ ہے کہ اگر کوئی اُس پر دعویٰ کرے تو اپنی کرامت کی قوت سے اس کو ہی ملزم ٹھہرا دے، اور خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کئی سال تک ان کاموں میں مشغول رہے مگر سوائے ہیبتِ خُداوندی کے اور کچھ ہمارے نصیب میں نہ ہوا۔

اور فرمایا کہ گناہ کا تمہیں اتنا نقصان نہیں ہوسکتا جتنا کہ کسی مسلمان بھائی کو بے عزت کرنا۔

اور فرمایا کہ عارفوں کی عبادت پاس انفاس ہے، یعنی کوئی سانس بھی ذکرِ خداوندی کے بغیر نہ ہو۔

(جو دم غافل سو دم کافر)

اور فرمایا کہ جو خالق کو پہچان لیتا ہے وہ مخلوق سے بھاگتا ہے اور خاموش ہو جاتا ہے۔

اور فرمایا کہ عارف اُس وقت تک معرفت حاصل نہیں کرسکتا جب تک وہ ہر وقت یادِ حق نہ کرے۔

اور فرمایا کہ عارف وہ ہے کہ ماسوائے اللہ سے دل اُٹھالے اور یگانہ ہو جائے جیسا کہ دوست یگانہ ہوتا ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور فرمایا کہ بدبختی کی علامت یہ ہے کہ انسان گناہ کرے اور امید رکھے کہ وہ مقبولِ بارگاہ ہو جائے گا۔

اور فرمایا: عارف کی علامت یہ ہے کہ وہ خاموش اور اندوہ گیں رہے۔

اور فرمایا: جس کسی نے نعمت پائی سخاوت سے پائی۔

فرمایا: درویش وہ ہے کہ جو کوئی اُس کے پاس کوئی حاجت لے کر جائے خالی نہ آئے۔

اور فرمایا کہ محبت کے راستہ میں عارفِ ربانی وُہ ہے کہ دونوں جہان سے منقطع ہو جائے (یعنی عبادت صرف خوشنودیٔ حق کے لئے ہو نہ کہ دوزخ سے ڈر کر بہشت کی تمنا کے لئے ہو)

فرمایا: دنیا میں سب سے عزیز شے یہ ہے کہ درویش درویشوں میں بیٹھے اور بدترین بات یہ ہے کہ درویش کو درویشوں سے جدا کر دیا جائے۔

اور فرمایا کہ حقیقت میں متوکل وہ ہوتا ہے کہ اگر لوگ اُسے دُکھ دیں تو وہ نہ کسی سے شکایت کرے اور نہ حکایت۔

اور فرمایا کہ لوگوں میں سب سے بڑھ کر عارفِ ربانی وہ ہے جو سب سے بڑھ کر مقامِ حیرت پر ہے۔

فرمایا: عارف کی علامت یہ ہے کہ وہ موت کو دوست رکھتا ہے، اور آرام و آسائش چھوڑ دیتا ہے، اور اپنے مولائے حقیقی سے لَو لگاتا ہے۔

اور فرمایا کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کو جب اپنے انوار سے زندہ کر دیتا ہے تو یہی اُن کا دیدارِ ربانی ہے۔

اور فرمایا: اہلِ محبت وہ ہیں جو بلا واسطۂ اُستاد کلامِ ربانی سنتے ہیں۔

فرمایا کہ جب صبح کو بیدار ہو تو رات کے معاملات بھول جائے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور فرمایا کہ سب سے اچھی گھڑی وہ ہے جس وقت انسان کے دل سے وسواس دور ہو جائیں۔ اور فرمایا کہ علم ایک وسیع سمندر ہے اور تو سمندر میں سے معرفت تلاش کرتا ہے۔ پس کہاں خدا اور کہاں بندہ۔ علم خدا کو ہی زیبا ہے اور معرفت بندہ کو۔

اور فرمایا کہ عارف لوگ سورج ہیں جو سارے جہاں پر چمکتے ہیں اور سارا جہان ان کے نور سے روشن ہے۔

اور فرمایا کہ لوگ قُربِ ربانی صرف اللہ کی فرمانبرداری سے حاصل کر سکتے ہیں اور وہ نماز ہے کیونکہ نماز سے ہی مومن کو معراج ہو سکتا ہے۔

وجہ تسمیہ اجمیر

اس طرح کہتے ہیں کہ آجا نام کا ایک ہندو راجا تھا جس نے کہ غزنی تک کا علاقہ اپنے قبضے میں کیا ہوا تھا۔ اور آجا سورج کو بھی کہتے ہیں۔ اور میر ہندی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں اور تاریخ نامہائے ہندواں میں لکھا ہے کہ پہلی دیوار جو ہندوستان میں ایک پہاڑ پر بنائی گئی وہی ہے جو کوہِ اجمیر پر ہے' اور پہلا حوض جو ہندوستان کے ملک میں بنایا گیا' پھکر ہے' جو کہ اجمیر سے چار کوس کے فاصلہ پر ہے اور ہندو لوگ اس کی پوجا کرتے ہیں۔ ہر سال چھ دن وہاں میلہ لگتا ہے۔ ہندو وہاں نہاتے ہیں۔ اپنی اور اپنی اولاد کی عمریں اسی باطل مذہب میں ضائع کر رہے ہیں۔ ہندوؤں میں سے جو قیامت کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ قیامت اسی حوض سے شروع ہوگی اور آجا نام راجہ تمام ہندو راجوں سے پہلے ہوا ہے اور رائے پتھورا ان سب کے بعد۔

مسلمانوں نے ملک ہندوستان کی حکومت اُسی سے بزور شمشیر حاصل کی۔ اور ناگور کا شہر پہلے رائے پتھورا نے آباد کیا۔ وہ اس طرح کہ اُس نے اپنے داروغہ اصطبل کو کہا کہ گھوڑوں کا اصطبل بنانے کے لئے کوئی ایسی اچھی جگہ تلاش کرو کہ وہاں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ایک شہر آباد کروں۔ داروغۂ اصطبل بہت پھرا' جب اُس جگہ پہنچا جہاں کہ اب ناگور آباد ہے' دیکھا کہ ایک بھیڑ نے جنگل میں بچہ جنا ہے۔ ایک بھیڑیا اُس پر حملہ کرتا ہے۔ وہ بچہ کو پیچھے چھوڑ کر بھیڑیئے پر حملہ آور ہوئی۔ جب اُس نے یہ معاملہ دیکھا تو دل میں کہا کہ یہ بہادروں کی زمین ہے۔ اُس جنگل کا پانی اور گھاسِ گھوڑوں کے لئے مفید پایا۔ اُس نے وہاں ایک شہر کی بنیاد رکھی اور اُس کا نام نواں نگر رکھا یعنی نیا شہر۔

جب سلطان معز الدین سام کا لشکر پہنچ گیا۔ انہوں نے رائے پتھورا کو قتل کردیا۔ اور مغلیہ حکومت کے وقت یہ لفظ ناگور سے تبدیل ہوا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال

۱۔ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا ہے وہ کبھی سوال یا خواہش یا آرزو نہیں کرتا۔

۲۔ حرص و ہوا کو ترک کرو۔ جس نے حرص و ہوا کو ترک کیا اُس نے مقصود حاصل کرلیا۔

۳۔ جس نے اپنے نفس کو حرص و ہوا سے روکا' اُس کا ٹھکانا بہشت ہے۔

(پ۳۰ع۴)

۴۔ اگر تم تصوف کی ماہیت سے واقف ہونا چاہتے ہو تو اپنے پر آسائش کا دروازہ بند کردو۔

۵۔ صاحب حضور وہ ہے کہ ہر وقت مقامِ عبودیت میں ہو اور ہر ایک واقعہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیال کرے۔

۶۔ بعض درویش جو کہتے ہیں کہ جب طالب کمال حاصل کرلیتا ہے تو اُسے گھبراہٹ نہیں رہتی۔ یہ غلط ہے۔ دوسرے یہ بھی کہتے ہیں کہ عبادت کرنا بھی اُس کے لیے ضروری نہیں رہتا' یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

عبادت اور بندگی میں سر بسجود رہے۔

۷۔ پس یقین جانو کہ جب عارف کمالیت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے تو اُس وقت کمال درجہ کی ریاضت، جس سے مراد نماز ہے، نہایت صدقِ دل سے ادا کرتا ہے۔

۸۔ پس انسان کو دن رات عباداتِ الٰہی میں مصروف رہنا چاہیئے تاکہ اس کا نام نیک لوگوں کے دفتر میں درج ہو جائے اور نفس و شیطان کی قید سے بچ جائے۔

۹۔ اہلِ معرفت کی علامت ترک ہے۔ جس میں ترک ہو گی یقین جانو کہ وہ اہلِ معرفت ہے۔

۱۰۔ مال اور مرتبہ دو بڑے بھاری بُت ہیں۔ انہوں نے بہت سے لوگوں کو سیدھی راہ سے گمراہ کیا اور کر رہے ہیں۔

۱۱۔ دُنیا کا ترک کرنا تمام عبادتوں کا سر ہے اور دُنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے۔

۱۲۔ جس نے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر نفس کو خواہشات سے روکا اُس کا ٹھکانا بہشت ہے۔ (آیت)

۱۳۔ رُوئے زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے نہ ہو۔ (آیت)

۱۴۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ اُس کے لئے کافی ہے۔

۱۵۔ خود بین خدا بین نہیں ہو سکتا۔

۱۶۔ فقیر اُس کو کہتے ہیں جو تمام ضروریات سے فارغ ہو۔

۱۷۔ کامل فقیر اُس کو کہتے ہیں جس کے دِل سے سوائے حق کے سب کچھ دور ہو۔

۱۸۔ جب ماسوائے اللہ دل سے دُور ہو جاتا ہے تو مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فہرست کتب

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف	قیمت
01	سیرت رسولِ عربی ﷺ	پروفیسر علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ	300
02	قانونِ شریعت	شمس الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ	300
03	جنتی زیور	علامہ عبد المصطفٰی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ	280
04	سچا خواب نامہ	محمد حسین آزاد اجمیری	240
05	رُکنِ دین	شاہ رُکن الدین رحمۃ اللہ علیہ	220
06	حدائقِ بخشش	شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	240
07	زُلف و زنجیر	علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ	240
08	احکامِ شریعت	شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ	280
09	محدثِ اعظم پاکستان ۲ جلدیں	علامہ محمد نعیم اللہ خاں	1000
10	مقالاتِ رضویہ	ابو احمد محمد نعیم قادری رضوی	280
11	عرفانُ الحدیث	مفتی محمد اشرف جلالی	350
12	جان ہے عشقِ مصطفٰی ﷺ	مفتی محمد علاء الدین قادری رضوی	500
13	اخراجِ اسلام از ہند	مولانا مرتضٰی احمد خان میکش رحمۃ اللہ علیہ	300
14	اسلامی حکایات	سید محمد الیاس کاظمی	280
15	بہارِ شریعت نمبر ۱۶	مولانا امجد علی قادری رحمۃ اللہ علیہ	180
16	اسرارِ قیامت	ارشد علی خاں جلالی	220
17	دو جنتی پتھر	قاری یاسین شطاری	180
18	تحفہ عید میلاد النبی ﷺ	علامہ محمد نعیم اللہ خاں قادری	350
19	رسائلِ رمضان المبارک	علامہ محمد نعیم اللہ خاں قادری	250
20	رضائے مصطفٰی اور تبصرۂ کتب	علامہ محمد نعیم اللہ خاں قادری	350

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فہرست کتب

21	شرح سلام رضا	علامہ محمد نعیم اللہ خاں قادری	130
22	اللہ اور رسول کریم کی نظر کرم سے محروم لوگ	علامہ محمد نعیم اللہ خاں قادری	130
23	عجائب القرآن، غرائب القرآن	علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ	240
24	منہاج العابدین	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	250
25	انوار الحدیث	مولانا جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ	250
26	انوارِ شریعت	مولانا جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ	120
27	اسلامی تعلیم	مولانا جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ	140
28	جنتی باغ	حافظ محمد یونس نظامی	140
29	نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	پیر محمد منور شاہ	200
30	رسائل طب ۲ جلد	مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ	900
31	مسائل شادی اسلام کی نظر میں	مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ	450
32	ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ	200
33	اچھی مائیں	مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ	140
34	غم ٹال وظیفے مع تعویزات و عملیات	مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ	220
35	بارہ ماہ کے نوافل	مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ	200
36	ابواب الصرف	مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ	160
37	شرح حدائق بخشش جلد نمبر ا	مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ	500
38	قیامت کی نشانیاں	مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ	600
39	بوستانِ سعدی	مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ	300
40	گلستانِ سعدی	مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ	250
41	زندگی کا حاصل ہے حاضری مدینے کی	مفتی محمد فیاض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ	80
42	رسائل میلاد نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم	مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ	450

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فہرست کتب ....

43	گنج بخش فیض عالم رحمۃ اللہ علیہ	قاری احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ	170
44	فاتحہ کی شرعی حیثیت	امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ	150
45	فضیلت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم	امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ	220
46	مقدمہ شرح مشکوۃ	محمد ناصر الدین ناصر عطار	160
47	جواہر الحرمین	مولانا محمد سرور رضوی	300
48	مظہر جمالِ مصطفائی	نصیر الدین ہاشمی	300
49	غوث الوریٰ رحمۃ اللہ علیہ	نعمان قادر مصطفائی	300
50	میلاد کی بہاریں	مولانا محمد سرور رضوی	240
51	اسلامی تربیت نصاب	علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی	140
52	آؤ میلاد منائیں	علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی	280
53	خطباتِ میلاد شریف	علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی	180
54	شب اسریٰ کے دولہا صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی	140
55	دروس پیر مہر علی شاہ	پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ	90
56	سیرت خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم	ڈاکٹر سراج بن عمر	220
57	دُرودوں کی بہار	صوفی عامر ندیم نقشبندی	260
58	فضائل دُعا بزبانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	محمد عمر یونس عطاری	300
59	تذکرہ اکابر اہل سنت	علامہ عبدالحکیم شرف قادری	450
60	تعبیر الرؤیا	امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ	550
61	البیان ۶ جلد	ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ	2160
62	قرۃ الابصار	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	250
63	تذکرہ حضرت خضر علیہ السلام	مولانا عبدالاحد قادری	140
64	کتابُ العقائد	شاہ نعیم الدین مراد آبادی	30

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فہرست کتب

65	احسن التجوید	مولانا قاری محمد اظہر صدیقی	50
66	علم التجوید	مولانا غلام رسول	50
67	صرف بہائی	مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ	50
68	خطباتِ اویسیہ	مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ	25
69	کریما سعدی	شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ	30
70	پندنامہ	شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ	80
71	کریما نام حق	شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ	80
72	بدائع منظوم	شیخ علی رضا بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	80
73	تعلیم الاسلام	مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ	40
74	باپ کی نصیحت بیٹی کے نام	سید حبیب الحسن قادری	50
75	عقائد و معمولاتِ اہل سنت	مفتی محمد عبدالمتین بہاری	60
76	میلادِ خیر الوریٰ	علامہ ریاست علی مجددی	50
77	نیکیوں کا موسم بہار	علامہ محمد نعیم اللہ خاں قادری	160
78	شرح قصیدہ نور	علامہ محمد نعیم اللہ خاں قادری	80
79	صلو علیہ وآلہ	قاضی غلام رسول غازی	60
80	کالج اور لڑکی	مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ	100
81	سیرت المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ عبدالمصطفےٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ	300
82	کشف المحجوب	داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	350
83	الشفاء	قاضی عیاض اندلسی رحمۃ اللہ علیہ	550
84	فلسفہ عبادت وظائف اولیاء	سید محمد الیاس کاظمی	260

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فہرست کتب

مکتبہ اہل سنت

جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ لاہور

مکہ سنٹر اُردو بازار لاہور 0345-2011235-321-3834258 مبشر امتیاز

حاجی امتیاز حسین 0300-6346344-042-37634478

حافظ مزمل امتیاز 0333-4910886

نام کتاب	قیمت
مفتاح الرقاۃ	100/-
احسن التجوید	40/-
اربعین نووی	70-/
تعلیم الصرف	80/-
تعیم التحریر	70/-
علم نحو	70/-
تذکرہ خلفاء راشدین	80/-
علم التجوید	50/-
علم الصیغہ	100/-
تفہیم النحو	100/-
شرح مائۃ عامل	70/-
تلخیص اصول الشاشی	40/-
خاصیات ابواب	40/-
مراح الارواح (سوالاً جواباً)	100/-
اصول الشاشی (سوالاً جواباً)	100/-

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

90/-	تعلیم نماز
120/-	خلاصۃ الھدیۃ
140/-	فیض الادب (مجلد)
330/-	انتخاب جلالین مشکوٰۃ
120/-	توضیح العقائد
60/-	بہار شریعت (حصہ اوّل)
240/-	تیسیر مصطلح الحدیث (اُردو)
55-115	مطالعہ پاکستان ، جنرل سائنس
40/-	فیض الادب اوّل حصہ
800/-	نزھۃ المجالس
300/-	سیرت رسول عربی
70/-	انشاء العربی اوّل
220/-	گلستان محدثین
40/-	تعلیم اسلام
60/-	الحق المبین
100/-	تفہیم البلاغۃ
	فتاویٰ رضویہ (مکمل 33 جلدیں) فی جلد
330/-	سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
220/-	انوار الحدیث
120/-	بہار شریعت (حصہ 16)
100/-	عقائد نسفی
140-80-60	طریقہ جدیدہ (اول، دوئم، سوم) عربی
100/-	منہاج اصول فقہ
250/-	العقائد والمسائل (عربی، اُردو)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

90/-	العقائد والمسائل (اُردو)
120/-	العقائد والمسائل (عربی)
120/-	تعلیم الحکمۃ
300/-	مرأۃ التصانیف
160/-	فقہ حنفی اور حدیث رسول (مجلد)
70/-	تعلیم المنطق
200/-	تفہیم البیضاوی
200/-	الصدیق الکامل
220	صرف بہترال (اُردو مجلد)
70/-	اصطلاحات حدیث
72- 60	انگلش، ریاضی
60/-	فیض الادب دوئم حصہ
120,75/-	طریقہ جدیدہ مترجم اوّل، دوئم
300	قانون شریعت
	تیسیر العوامل فی حل شرح مائۃ عامل
150/-	اصول میراث
40/-	نماز کے نقد فوائد
80/-	شرح قصیدہ بردہ
140/-	اسلامی تعلیم
220/-	زلف وزنجیر
240/-	عجائب وغرائب
80/-	خلاصہ انگلش 10
100/-	خلاصہ ریاضی 10
350/-	فقری مجموعہ وظائف

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مختصر قدوری مترجم	220/-
خلاصہ انشاء العربیہ	
بارہ ماہ کی نفلی عبادت	
سوانح کربلا	
سچا خواب نامہ	180/-
المرقاۃ	160/-
انتخاب	90/-
بدائع منظوم	70/-
پندنامہ	70/-
تحفہ نصائح	80/-
شرح مائۃ عامل عربی	130
صرف بہتران فارسی	190
عقائد و مسائل	90
فارسی قاعدہ	50
قانونچہ کھیوالی	70
کافیہ	160
کتاب فارسی	90
کریما سعدی	30
نام حق	40
میزان الصرف	70
نحو میر	160
نور الایضاح	270
ھدایۃ النحو عربی	160

☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari